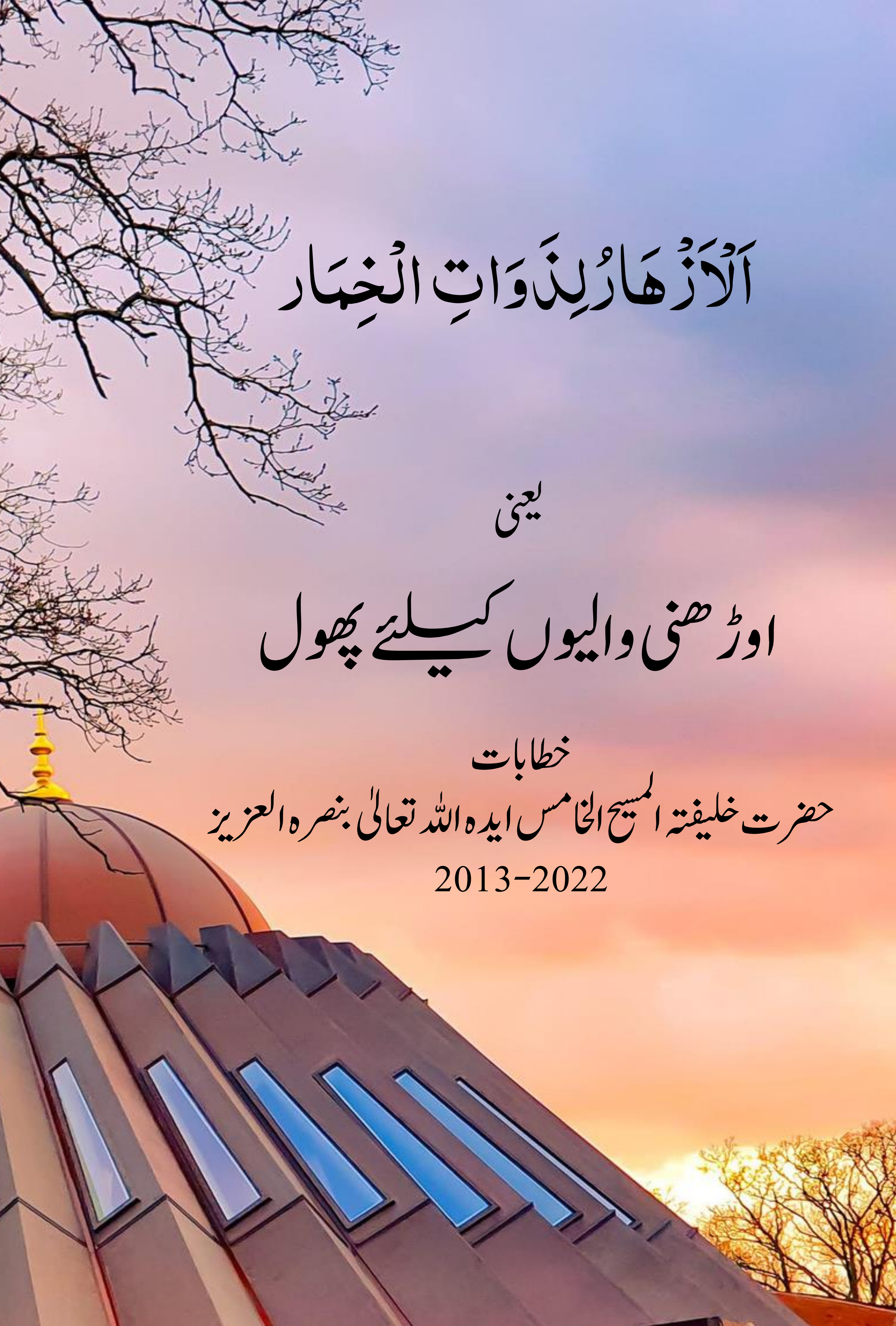

اَلْاَزْهَارُ لِذَوَاتِ الْخِمَار

یعنی

اوڑھنی والیوں کیلئے پھول

خطابات

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

2013-2022

اَلْاَزْھَارُ لِذَوَاتِ الْخِمَار

یعنی

اوڑھنی والیوں کیلئے پھول

خطابات

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

2013-2022

Compiled by: Isha’at Department, Lajna Ima’illah UK

First Published in the UK: 2023

© Islam International Publications Ltd.

Published by: Lajna Ima’illah UK

Aiwan e Nusrat Jahan

www.lajna.org.uk

Printed in the UK at:

Raqeem Press

Farnham, Surrey

ISBN: 978-1-84880-698-6

احمدی مستورات سے خطابات

فرمودہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس

ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فہرست

نمبر شمار	مستورات سے خطاب	صفحہ
۱	جلسہ سالانہ جرمنی 2013ء	1
۲	جلسہ سالانہ برطانیہ 2013ء	27
۳	جلسہ سالانہ آسٹریلیا 2013ء	50
۴	جلسہ سالانہ جرمنی 2014ء	78
۵	جلسہ سالانہ برطانیہ 2014ء	109
۶	جلسہ سالانہ جرمنی 2015ء	145
۷	جلسہ سالانہ برطانیہ 2015ء	172
۸	جلسہ سالانہ برطانیہ 2016ء	195
۹	جلسہ سالانہ جرمنی 2016ء	219
۱۰	جلسہ سالانہ کینیڈا 2016ء	241
۱۱	جلسہ سالانہ برطانیہ 2017ء	267

۱۲	جلسہ سالانہ جرمنی 2017ء	293
۱۳	جلسہ سالانہ برطانیہ 2018ء	322
۱۴	جلسہ سالانہ جرمنی 2018ء	353
۱۵	جلسہ سالانہ بیلجیم 2018ء	383
۱۶	جلسہ سالانہ جرمنی 2019ء	416
۱۷	جلسہ سالانہ برطانیہ 2019ء	446
۱۸	جلسہ سالانہ ہالینڈ 2019ء	472
۱۹	جلسہ سالانہ فرانس 2019ء	499
۲۰	جلسہ سالانہ برطانیہ 2021ء	522
۲۱	جلسہ سالانہ برطانیہ 2022ء	556
۲۲	انڈیکس مضامین	602

جلسہ سالانہ جرمنی کے موقع پر

29جون2013ءبمقام کالسروئے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا

مستورات سے خطاب

- **مومنین اور غیر مومنین کی بعض خصوصیات کا ذکر**
- **دنیادار کی نشانیاں**
  - **لہو لعب**
  - **زینت کا اظہار**
  - **بڑی بیماری۔ فخر کرنا**
  - **دنیاوی خواہشات کا انجام**
  - **دنیا ایک مومن کے لئے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے حصول کا ذریعہ**
  - **اللہ تعالیٰ کی عبادت**
  - **محروم بہن بھائیوں کے حق ادا کرنے کی کوشش**
  - **زینت کی حفاظت**
  - **محرم رشتوں کے سامنے بھی حیادار لباس ضروری ہے**
  - **تمہاری زینت پردے میں ہے**

- ○ خدا تعالیٰ کی خاطر فخر
- ○ پردوں کے چھڑوانے میں مَردوں کا بھی ہاتھ
- ○ مال اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضوان کا ذریعہ
- ○ اولاد کی تربیت
- ○ دنیا کے ظاہری سامان دو پہلو رکھتے ہیں

- حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عورتوں کو نصائح
  - ○ حقیقی احمدی

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ - بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ - اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ - مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ - اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ

اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ - اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ - صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ -

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِى

الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ؕ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ

مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ؕ وَفِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ

اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۲۱﴾

سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۙ

اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ

يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۲﴾

(الحدید:21-22)

اللہ تعالیٰ ان آیات میں فرماتا ہے کہ جان لو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل کود اور نفس کی خواہشات کو پورا کرنے کا ایسا ذریعہ ہے جو اعلیٰ مقصد سے غافل کر دے اور سج دھج اور باہم ایک دوسرے پر فخر کرنا ہے اور اموال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرنا ہے۔ یہ زندگی اس بارش کی مثال کی طرح ہے جس کی روئیدگی کفار کے دلوں کو لبھاتی ہے۔ پس وہ تیزی سی بڑھتی ہے پھر تو اسے زرد ہوتا ہوا دیکھتا ہے پھر وہ ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے اور آخرت میں سخت عذاب مقدر ہے۔ نیز اللہ کی طرف سے مغفرت اور رضوان بھی۔ جبکہ دنیا کی زندگی تو محض دھوکہ کا ایک عارضی سامان ہے۔ اپنے رب کی مغفرت کی طرف ایک دوسرے سے آگے بڑھو اور اس جنت کی طرف بھی جس کی وسعت آسمان اور زمین کی وسعت کی طرح ہے۔ جو ان لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ اس کو جسے چاہے دیتا ہے اور اللہ عظیم فضل والا ہے۔

مومنین اور غیر مومنین کی بعض خصوصیات کا ذکر

یہ آیات جن کی مَیں نے تلاوت کی ہے یہ وہی آیات ہیں جو اس اجلاس کے شروع میں بھی آپ کے سامنے تلاوت کی گئیں۔ ان آیات میں مومنین اور غیر مومنین کی بعض خصوصیات کا ذکر کیا گیا ہے یعنی دنیا داروں کی بعض خصوصیات کا ذکر کیا گیا

ہے۔ براہ راست یہ ذکر کیا لیکن پہلی آیت جو میں نے تلاوت کی اس کے آخر میں جو نتیجہ نکالا گیا ہے اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ صرف دنیا کے حصول کے لئے ان باتوں کو اپنانے سے بچ کر انسان خدا تعالیٰ کی رضا اور مغفرت حاصل کرنے والا بن سکتا ہے۔ یا دوسرے لفظوں میں یہ کہہ لیں کہ یہی باتیں دنیا دار کو خدا تعالیٰ سے دُور لے جاتی ہیں اور یہی باتیں ایک مومن کو خدا تعالیٰ کا قرب بھی دلا سکتی ہیں۔ اور اس زمانے میں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ ہے ان باتوں کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ یہی زمانہ ہے جس میں دنیا داری کی چمک دمک اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے اور انسان اس کی طرف اس طرح دوڑ رہا ہے کہ خدا تعالیٰ کے وجود سے ہی غافل ہو رہا ہے۔ بلکہ مسلمان کہلانے والے بھی دین کو چھوڑ کر دنیا کی طرف راغب ہو رہے ہیں کہ اپنے مقصد پیدائش کو بھی بھولتے چلے جا رہے ہیں۔

سورہ جمعہ میں بھی جس میں مسیح موعود کی آمد کا ذکر ہے اس کے آخر میں مسلمانوں کو یہی توجہ دلائی گئی ہے کہ تم بھی دنیا داری کی طرف جاتے ہوئے اپنے فرائض کو بھول رہے ہو، اپنی عبادتوں کو چھوڑ رہے ہو۔ حالانکہ اس کھیل کود اور دنیا داری سے بڑھ کر فائدے اور رزق اللہ تعالیٰ کے ہاں موجود ہیں جن کو تم حاصل کر سکتے ہو۔

پھر دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ تم تقویٰ کو چھوڑ کر دنیا داری کے پیچھے چل پڑے ہو۔ تمہاری عقلیں ہی ماری گئیں ہیں۔ پس یقیناً دنیا داروں

کی عقلیں ماری جاتی ہیں تو وہ تقویٰ سے دُور ہٹتے ہیں اور دنیا کی جاہ و حشمت اور چکاچوند انہیں سب سے بڑی attraction یا دلچسپی اور فائدے کی چیز نظر آتی ہے۔ پس ایسے لوگ مومن کبھی نہیں ہوسکتے۔

دنیادار کی نشانیاں

لہو لعب

اب ان آیات کے حوالے سے میں مختصراً اُن باتوں کا ذکر کرتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے دنیادار کی نشانیاں بتائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ سن لو اور غور سے سن لو کہ یہ زندگی جو تم دنیا میں گزار رہے ہو اگر تمہیں اعلیٰ مقاصد سے غافل کر رہی ہے تو صرف لہو و لعب ہے یعنی کھیل کود ہے۔ لہو کھیل کود کرنے والے کو بھی کہتے ہیں اور ہنسی ٹھٹھا کرنے والے کو بھی کہتے ہیں۔ اور لَعِب بھی تقریباً یہی معنی دیتا ہے لیکن اس کے معنوں میں زیادہ عموم ہے، زیادہ وسیع معنی ہو جاتے ہیں۔ بعض کھیل کود تو فائدہ مند بھی ہوتے ہیں اگر حد اعتدال کے اندر رہ کر کھیلے جائیں، اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کرنے والے نہ ہوں، ہر وقت صرف کھیل کود کی طرف ہی دھیان نہ ہو۔ لیکن یہ ایسا کھیل کود ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ بالکل ہی لغو اور بیہودہ کام ہیں جو انسان کو بالکل بامقصد زندگی سے دور کر دیتے ہیں اور پھر اتنا دور انسان چلا جاتا ہے کہ اس پر دوام اختیار کر کے مستقل اسی پر چلتے ہوئے اپنے مقصد حیات کو بھول جاتا

ہے۔ انسان خود اپنے آپ پر خدا تعالیٰ کی طرف واپسی کے سارے راستے بند کر لیتا ہے۔

آج آپ دیکھ لیں دنیا کی گناہ آلود زندگی اس لہو و لعب کا نتیجہ ہے اور واپسی کے سب راستے بھی بند ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے بند نہیں کئے خود لوگوں نے اپنے اوپر بند کر لئے ہیں۔ مثلاً جوا ہے تو اس کے کھیلنے کے لئے بھی نئے سے نئے طریقے ایجاد ہوئے ہوئے ہیں۔ ہر جگہ، ہر سروس اسٹیشن پر، مارکیٹوں میں جوئے کی مشینیں لگی ہوئی نظر آتی ہیں۔ اور تو اور بعض کھیلیں، کھیل کھیل میں بچوں کو جوا سکھا رہی ہوتی ہیں۔ پھر ہر قسم کی کھیل ہے جو جسمانی صحت کے لئے ضروری ہے لیکن اس پر بھی شرطیں لگ رہی ہوتی ہیں۔ ہزاروں لاکھوں لوگ اس میں رقمیں ہار رہے ہوتے ہیں اور رقمیں ہار کر دیوالیہ ہو رہے ہوتے ہیں۔ یہ پتہ ہوتا ہے کہ سب کچھ لٹ رہا ہے لیکن ایسی آنکھیں بند ہو جاتی ہیں، دنیا داری میں ایسے ڈوب جاتے ہیں کہ ہوش ہی نہیں ہوتی کہ سب کچھ جو ہمارا ختم ہو رہا ہے ہم اس کو سنبھالنے کی فکر کریں۔ پھر fun کے نام پر ہلّڑ بازی اور ناچ گانے ہیں۔ لڑکے لڑکیاں گروپ بنا کر پھرتے ہیں ایک دوسرے پر پھبتیاں کستے ہیں۔ گروپوں کی صورت میں ایک دوسرے کا مذاق اڑایا جاتا ہے، استہزاء کئے جاتے ہیں اور یہ باتیں نوجوانوں میں اتنی زیادہ راہ پاتی جا رہی ہیں کہ قانون نافذ کرنے والے اداروں کو اب اس کی فکر ہونی شروع ہو گئی ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کی یہ فکر بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ تو اس قسم کی تمام

چیزیں جو دنیاوی ہاؤ ہُو اور چمک دمک کی طرف لے جاتی ہیں لہو و لعب ہیں اور یہ باتیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بے مقصد اور زندگی کے انعام کا ضیاع ہے۔ زندگی تو اللہ تعالیٰ کا ایک انعام ہے۔ انسان کو جس سے فائدہ اٹھانا چاہئے لیکن اسی انعام سے انسان اپنی زندگی برباد کر رہا ہے۔

زینت کا اظہار

پھر اس لہو و لعب کے بعد جس چیز کا اس آیت میں ذکر فرمایا وہ زینت کا اظہار ہے یعنی ظاہری سج دھج۔ اس میں لباس کی سج دھج بھی ہے، میک اَپ کی زینت بھی ہے، گھروں کی خوبصورتی اور انہیں سجانا بھی ہے۔ غرض کہ ہر قسم کی ظاہری خوبصورتی ہے اور زینت کا اظہار خاص طور پر عورتوں میں بہت ہوتا ہے۔ بعض میک اَپ سے زینت کر رہی ہوتی ہیں اور بعض زیوروں سے اپنے آپ کو لاد کر زینت کر رہی ہوتی ہیں۔ بعض مہنگے قسم کے لباس پہن کر زینت کے سامان کر رہی ہوتی ہیں۔ بعض فیشن ایبل کپڑے پہن کر جس سے ان کے جسم نمایاں ہوں زینت کر رہی ہوتی ہیں۔ اور پھر آج کل اس زینت نے زینت کے نام پر بے حیائی کی شکل اختیار کر لی ہے۔ شرم و حیا کی تمام حدوں کو پامال کر دیا گیا ہے۔ جیسا کہ مَیں نے کہا لباس بے حیائی والا لباس ہوتا چلا جا رہا ہے۔ پھر بڑے بڑے اشتہاری بورڈز کے ذریعہ سے، ٹی وی پر اشتہارات کے ذریعہ سے، انٹرنیٹ پر اشتہارات کے ذریعہ سے

بلکہ اخباروں کے ذریعہ سے بھی اشتہار دیئے جاتے ہیں کہ شریف آدمی کی اس پر نظر پڑجاتی تو شرم سے نظر جھک جاتی ہے اور جھکنی چاہئے۔ یہ سب کچھ ماڈرن سوسائٹی کے نام پر، روشن خیالی کے نام پر ہوتا ہے۔ بہرحال جیسا کہ میں نے کہا یہ زینت اب بے حیائی بن چکی ہے یعنی زینت کے نام پر بے حیائی کی اشتہار بازی ہے۔

بڑی بیماری۔ فخر کرنا

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دنیادار کی ایک بہت بڑی بیماری فخر کرنا ہے۔ کہیں دولت پر فخر ہے۔ کہیں خاندان پر فخر ہے۔ کہیں اچھی کار پاس ہونے پر فخر ہے کہ میں نے نئے ماڈل کی کار لے لی یا مہنگی قسم کی کار لے لی۔ کہیں گھر بڑا ہونے پر فخر ہے۔ حتی کہ جیسا کہ مَیں نے کہا بعض کو اپنے فیشن ایبل ہونے پر بھی فخر ہے اور اس حد تک فیشن ایبل ہونا کہ فیشن کے نام پر برائے نام لباس اور حیا کے مٹ جانے پر بھی فخر ہے۔ اس میں مرد اور عورت سب شامل ہیں۔ مرد یہ کہتے ہیں کہ ہماری بیوی فیشن ایبل ہونی چاہئے، چاہے حیا نظر آئے یا نہ نظر آئے۔

پھر دنیادار کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ دنیادار نیکی میں آگے بڑھنے کی دوڑ میں شامل ہونے کی فکر نہیں کرتے بلکہ دنیادار کو فکر ہوتی ہے تو یہ کہ میں اولاد میں آگے بڑھ جائوں۔ میری بیٹے فلاں رشتہ دار سے زیادہ ہیں۔ اولاد کی نیکی کی فکر نہیں ہوتی بلکہ لڑکے ہونے کی فکر ہوتی ہے۔اور اگر لڑکیاں ہوں تو پھر

ماں باپ دونوں کو فکر ہو رہی ہوتی ہے۔ اس بات پر فخر ہوتا ہے کہ ہمارا بیٹا ہے، ہمارے کاروبار کو آگے چلائے گا۔ ہمارے بزنس کو پتہ نہیں کہاں سے کہاں تک لے جائے گا۔ یہ ان کی خواہشات ہوتی ہیں۔ ہماری نسل اس سے چلے گی۔ یہ نہیں جانتے کہ یہ بیٹا اس قابل بھی ہوگا کہ کاروبار آگے لے جاسکے گا یا کاروبار لٹانے والا ہوگا۔ یہ نہیں جانتے کہ بیٹے سے نسل چل بھی سکے گی یا نہیں۔ یہ بھی نہیں جانتے کہ بیٹا خاندان کی نیک نامی کا باعث ہوگا یا نہیں۔ بہر حال یہ سب دنیاداروں کی خواہشات ہیں جن میں عورتیں بھی شامل ہیں اور مرد بھی شامل ہیں۔

دنیاوی خواہشات کا انجام

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان دنیاوی خواہشات کا انجام اس فصل کی طرح ہے جو تیزی سے بڑھتی ہے، اس کو دیکھ کر انسان بہت خوش ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اس سے یہ فائدہ اٹھاؤں گا اور وہ فائدہ اٹھاؤں گا لیکن ہوتا کیا ہے، ایک دن ایسی جلا دینے والی، تباہ کرنے والی ہوا اس پر چلتی ہے جو اس کو چورا چورا کر کے ضائع کر دیتی ہے۔ پس اس طرح دنیاداروں کی لہو و لعب، دنیاداروں کی زینت کے اظہار، دنیاداروں کے اپنے کاموں یا اپنے مالوں پر فخر، دنیاداروں کے اپنے مالوں پر انحصار اور اس کے حصول کے لئے جان توڑ کوشش، دنیاداروں کے اولاد کے لئے بے چین ہونے کی حالت، قطع نظر اس کے کہ وہ اولاد نیک صالح ہو، انجام کار دنیاداروں کو

جہنم میں دھکیلنے کا باعث بن جاتی ہے۔ پس دنیاداروں کو اس دھوکے سے باہر نکلنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ یہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضوان کی تلاش کرنی چاہئے۔ پس یہ فرما کر ان دنیاوی چیزوں میں جہنم ہے لیکن مغفرت اور رضوان بھی ہے، یہ بھی اللہ تعالیٰ نے ساتھ ہی فرما دیا۔ یہ بھی بتا دیا کہ یہی جہنم میں لے جانے والی جو چیزیں ہیں جنت میں لے جانے کا سامان بھی مہیا کرتی ہیں۔ پس ایک مومنہ اور ایک مومن کو انہی دنیاوی چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا ذریعہ بنانا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو سمیٹنے والا بنانا چاہئے۔ اپنے مقصد پیدائش کو سامنے رکھتے ہوئے ایک مومن اور مومنہ نے دنیا کو اپنی لونڈی بنانا ہے اور بنانا چاہئے۔

دنیا ایک مومن کے لئے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے حصول کا ذریعہ

پس یہ دنیا جہاں دنیادار کی زندگی کا مقصد ہے اور خدا تعالیٰ سے دور کرنے والی ہے وہاں ایک مومن کے لئے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے حصول کا ذریعہ بھی ہے۔ ایک مومن مرد ہو یا عورت جب اللہ تعالیٰ کے دنیاوی فضلوں کو دیکھتے ہیں تو انہیں صرف دنیاوی خواہشات کے پورا کرنے کا ذریعہ نہیں بناتے۔ دنیاداروں کی طرح یہ نہیں کہتے کہ یہ سب مجھے اس لئے ملا ہے کہ میں اس کا حقدار تھا یا میں حقدار تھی۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت

دنیا کی دولت اور آسائشیں سہولت کے تمام سامان ایک مومن کو اور ایک مومنہ کو ان اعلیٰ مقاصد سے غافل نہیں کرتے جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے اور ان میں سب سے بڑا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا کرنا ہے۔ ان نعمتوں کے بڑھنے پر اللہ تعالیٰ کے حضور ایک مومنہ اور ایک مومن مزید جھکتے ہیں۔

محروم بہن بھائیوں کے حق ادا کرنے کی کوشش

اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اس کی نعمتوں کا ذکر اللہ تعالیٰ کی مخلوق کا حق ادا کر کے کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو دولت دی ہے اس کا اظہار صرف اپنی زینت کے سامان کر کے نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے حاصل کرنے کے لئے اپنے محروم بہن بھائیوں جن میں صرف خونی رشتے کے بہن بھائی شامل نہیں بلکہ انسانی رشتوں کے بہن بھائی بھی شامل ہیں ان کے بھی حق ادا کرنے کی کوشش کرتے، ان کی بھی مدد کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

پس انسانیت کے رشتوں کو نبھانے کے لئے جب اپنی زینت کے لئے ایک مومن کو حکم ہے کہ اعلیٰ لباس بناؤ تو غریب کا تن ڈھانپنے کی زینت کے بھی سامان کرو کہ غریب کی زینت تو سادہ لباس سے ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اس کی عزّت اور عفّت کی حفاظت اس لباس سے ہو رہی ہوتی ہے۔ پھر اگر ایک مومنہ جب اپنا سوچے تو

ساتھ ہی اس غریب دلہن کا بھی سوچے جو خوبصورت لباس سے محروم ہے۔ اگر یہ سوچ ہو گی تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس زینت کا اظہار بھی مقبول ہو جاتا ہے۔ کیونکہ زینت کا سامان تو کیا لیکن اپنی زینت کا نہیں، صرف دنیا دکھاوے کے لئے نہیں، اپنے حسن کے اظہار کے لئے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی محبت کے حصول کے لئے ساتھ ہی دوسرے کی زینت کا سامان بھی کیا۔ پس زینت کا لفظ اپنی ذات میں برا نہیں ہے کہ انسان سمجھے کہ ہر حال میں زینت بری چیز ہے۔ جب ظاہری زینت اللہ تعالیٰ کی نعمت کے اظہار کے طور پر کرتے ہوئے غریبوں کی زینت کی بھی فکر ہو تو اس کا انجام اس فصل کی طرح نہیں ہو گا جسے گرم آگ کا بگولہ جھلسا کر خاک کر دے بلکہ اس کا انجام اس بیج کی طرح ہو گا جس کو سات سو گنا تک پھل لگتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ قدرت رکھتا ہے کہ اس سے بھی زیادہ پھل عطا کرے۔ پس یہی زینت سات سو گنا یا اس سے بھی زیادہ ثواب دلوانے کا موجب بن جاتی ہے۔ ایک احمدی عورت کو ایسی زینت کی تلاش کرنی چاہیئے۔ اگر کشائش ہے تو جہاں اپنے لئے زیور کے سیٹ جمع کئے ہیں تو وہاں ایک چھوٹا سا زیور ایک غریب دلہن کی زینت کے لئے بھی بنا کر دے دیں۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والا بن جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کی مغفرت کے سامان کرنے والا بناتا ہے۔

زینت کی حفاظت

یہاں یہ بھی واضح کرنا چاہتا ہوں کہ ایک مومنہ عورت کو اللہ تعالیٰ نے عموماً زینت کی حفاظت اور اسے چھپانے کا کہا ہے۔ سوائے اس کہ جو زینت خود بخود ظاہر ہو جائے۔ یہاں خود بخود ظاہر ہونے والی زینت سے مراد ظاہری قد کاٹھ ہے، ہاتھ پاؤں وغیرہ ہیں۔ اور قد کاٹھ وغیرہ ایسی زینت ہے جو چھپ نہیں سکتی۔ اس لئے اس کے بارے میں فرما دیا کہ یہ تو مجبوری ہے۔ اس حد تک تو عورت کی زینت بے شک ظاہر ہو جائے۔ کیونکہ اس نے باہر نکلنا ہے۔ کام کاج بھی کرنے پڑتے ہیں۔ لیکن اگر خوبصورت کپڑے پہنے ہوئے ہیں، میک اَپ کیا ہوا ہے، خوبصورت زیور ہاتھ پاؤں میں ڈالا ہوا ہے، اپنے ہاتھوں اور پاؤں کو سجایا ہوا ہے، بالوں کو خوبصورتی سے بنایا ہوا ہے۔ تو یہ سب حیا کے دائرے میں رہتے ہوئے مَحرم رشتوں کے سامنے تو جائز ہے لیکن ہر ایک کے سامنے اس کا اظہار جائز نہیں۔

محرم رشتوں کے سامنے بھی حیادار لباس ضروری ہے

یہاں یہ بھی واضح کر دوں کہ لباس کے معاملہ میں بھی محرم رشتوں کے سامنے بھی حیادار لباس ضروری ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں ہم گھروں میں جینز کے اوپر چھوٹی ٹی شرٹ پہن لیتے ہیں، ایسا لباس باپ بھائی کے سامنے بھی جائز نہیں۔ صرف اگر گھر میں خاوند ہے تو اَور بات ہے لیکن اگر دوسرے رشتہ دار آرہے ہیں تو

چاہے وہ گھر میں پہنا ہوا لباس ہو وہ بھی صحیح نہیں ہوتا۔ حیادار لباس بہر حال گھر میں بھی ہونا چاہئے۔ پس جب زینت کے ایسے سامان کرو یعنی زیور پہنے ہوں اور دیگر اظہار کئے ہوں تو اسے چھپانے کا حکم ہے۔ اس حالت میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہاری زینت پردے میں ہے۔

تمہاری زینت پردے میں ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہاری زینت اب پردے میں ہے۔ پردہ کرو گی تو یہ تمہاری زینت کا اظہار ہے جس کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔ اگر یہ نہیں تو یہ ساری سج دھج، زینت، میک اپ، بے پردگی تمہیں ایک وقت میں ایسی حالت میں کر دے گی کہ تم ہاتھ ملو گی۔ تمہاری اس زینت کے اظہار کی وجہ سے وقتی طور پر تو شاید جو دنیادار عورتیں ہوتی ہیں ان کو سوسائٹی میں یعنی ایسی سوسائٹی میں جو دنیاداروں کی سوسائٹی ہے، پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جائے لیکن ایسے لوگوں کا انجام جو دنیادار ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ بتاتا ہے کہ بھوسے کی طرح ہوتا ہے جو ضائع ہو جاتا ہے بلکہ اگلی نسلیں بھی ضائع ہونے کا امکان پیدا ہو جاتا ہے۔

مجھے کسی نے بتایا کہ ایک خاتون یہاں سے کینیڈا گئیں تو وہاں ایک ایسی خاتون سے ان کا سامنا ہو گیا جنہوں نے دنیا کی خاطر اپنا پردہ اتار دیا تھا۔ پاکستان سے جب ایک طبقہ باہر آتا ہے تو ان میں ایسے بھی لوگ ہیں جو سب سے پہلے پردہ اتارنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ وہاں انہوں نے بڑے اچھے پردے کئے ہوتے

ہیں۔ بہرحال جس نے پردہ اتارا ہوا تھا ان کو جرمنی سے جانے والی خاتون ملیں تو وہ ان جانے والی خاتون کو کہنے لگیں کہ تم کس دنیا میں رہ رہی ہو۔ اب یہ سکارف اور برقعے کا زمانہ نہیں رہا۔ یہ خوبی ہے یہاں سے جانے والی خاتون کی کہ اس نے سکارف اور برقعہ پہنا ہوا تھا۔ کینیڈا میں عموماً احمدی عورتیں حیادار ہیں، لباس کا خیال بھی رکھتی ہیں لیکن بعض ایسی بھی ہیں جو احمدی معاشرہ کو خراب کرنے کے درپے ہیں۔ اگر وہ اپنی ذات کی حد تک خراب کر رہی ہیں جو یہاں بھی شاید ہوں اور دوسرے ملکوں میں بھی ہوتی ہیں تو کوئی حرج نہیں لیکن اگر ایک مہم کی صورت میں دوسروں کو بھی خراب کر رہی ہیں تو ان سے بہرحال ہر عقلمند عورت کو بچنا چاہئے۔

کینیڈا میں اس دفعہ بھی دورہ پر جب میں نے عمومی توجہ دلائی تھی تو اکثریت نے ایسی حرکتوں سے بیزاری کا اظہار کیا تھا۔ بلکہ ایک بچی کو میں نے توجہ دلائی کیونکہ اس کا لباس صحیح نہیں تھا تو اس نے مجھے لکھا کہ وہ لباس جو آپ نے ناپسند کیا تھا وہ میں نے کوڑے کے ڈبے میں پھینک دیا اور آئندہ میں عہد کرتی ہوں کہ وہ لباس کبھی نہیں پہنوں گی۔ تو یہ ہے احمدی لڑکیوں کا کردار جو زینت کی حقیقت کو ابھارتا ہے۔

پس آپ میں سے بھی وہ جو ایسے لوگوں سے متاثر ہوتی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنی زینت کی حفاظت کی فکر نہیں یاد رکھیں کہ ایسے لوگوں سے متاثر ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ کسی کے انجام کا فیصلہ کسی دنیادار نے نہیں

کرنا بلکہ خدا تعالیٰ نے کرنا ہے اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ انجام بخیر کے لئے میری ہدایات پر چلو، میری باتوں پر عمل کرو۔ میری ہدایت کے مطابق زینت کا اظہار اور اس کو چھپانا جنت میں لے جانے والا بنائے گا اور میری ہدایت کے خلاف زینت کا اظہار عذاب کا مورد بنائے گا۔

خدا تعالیٰ کی خاطر فخر

پھر جہاں اللہ تعالیٰ نے باہم ایک دوسرے پر فخر، چاہے وہ دماغی صلاحیتوں اور تعلیمی قابلیتوں پر ہو، چاہے اپنی خوبصورتی اور زینتوں کی وجہ سے ہو، چاہے وہ اولاد اور مال کے ذریعہ سے ہو، چاہے جسمانی طاقت کے لحاظ سے ہو، ہر ایک فخر کو ناپسند فرمایا ہے اور ایسے فخر پر بُرے انجام سے ڈرایا ہے لیکن جب خدا تعالیٰ کی خاطر فخر ہو تو یہ فخر جنّت کے دروازے کھول دیتا ہے۔ اگر آپ دنیا دار کے سامنے یہ کہتی ہیں کہ میں اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی تعلیم کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرتی ہوں اور دنیا کی باتیں اور ہنسی ٹھٹھا مجھ پر کوئی اثر نہیں کرتے اور مجھے اس بات پر فخر ہے تو یہ فخر اللہ تعالیٰ کی رضا کا حامل بنانے والا ہے۔ کیونکہ یہ فخر تکبر پیدا نہیں کرتا بلکہ عاجزی پیدا کرتا ہے اور یہ ہو نہیں سکتا کہ اللہ تعالیٰ کی خاطر کیا جانے والا فعل کسی ایسے انجام کی طرف لے جانے والا ہو جس سے تباہی مقدر ہو۔

پردوں کے چھڑوانے میں مَردوں کا بھی ہاتھ

پس یہ وہ مقام ہے جو ہر احمدی عورت اور مرد کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ یہاں میں یہ بھی کہوں گا کہ زینت کے اظہار اور پردوں کے چھڑوانے میں مَردوں کا بھی ہاتھ ہے۔ جب وہ اپنی بیویوں کو معاشرے سے متأثر ہو کر برقعہ اور نقاب اتارنے کا کہتے ہیں۔ یہاں جرمنی میں بھی ہیں اَور بعض دوسرے بہت سے ملکوں میں بھی ہیں۔ لیکن بعض ملکوں میں عورتیں مَردوں کی یہ شکایت مجھ تک پہنچا بھی دیتی ہیں کہ اس طرح ہمارے مرد ہمیں مجبور کرتے ہیں۔ پس ایسے مَردوں کو بھی اپنی حالتوں کو بدلنے کی ضرورت ہے اور عورتوں کو بھی ایسے مَردوں کی باتیں ماننے سے انکار کر دینا چاہئے جو شریعت میں دخل اندازی کے موجب بنتے ہیں۔

مال اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضوان کا ذریعہ

پھر جیسا کہ میں نے کہا کہ مال میں آگے بڑھنے کی دوڑ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اسے یہ چیز ناپسند ہے اور دنیا کے دھوکوں میں سے ایک دھوکا ہے۔ ایک عارضی بڑائی کا اظہار ہے اور انجامکار اللہ تعالیٰ کی سزا کا مورد بنا دیتا ہے۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ مال اگر ایسی ہی بری چیز ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اظہار کس طرح ہو۔ اس بارہ میں پہلے ہی کچھ کہہ آیا ہوں۔ بہت ساری نعمتیں مال سے وابستہ ہیں تو واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مال کمانے سے منع نہیں فرمایا۔ بعض صحابہ کروڑوں کے مالک تھے۔ بڑی بڑی وادیاں ان کے جانوروں اور ریوڑوں سے بھری ہوئی تھیں۔ بے شمار، ہزاروں

لاکھوں کی تعداد میں بکریاں بھیڑیں اور دوسرے جانور تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض کو ان کے مال بڑھنے کی ایسی دعا بھی دی کہ وہ کہتے ہیں کہ اس دعا کے بعد مَیں مٹی کو بھی ہاتھ لگاتا تھا تو وہ سونا بن جاتی تھی۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ واقعۃً مٹی سونا بن جاتی تھی بلکہ اس دعا سے ہر کاروبار میں ایسی برکت پڑتی تھی کہ مال بے انتہا بڑھ جاتا تھا۔ لیکن اس مال کو انہوں نے دنیا کے عارضی فائدہ کے لئے استعمال نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضوان کا ذریعہ بنایا ہے۔ آج بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدی عورتیں اور مرد ہیں جو اپنے مال میں برکت اور بڑھنے کی دعا کرواتے ہیں اور کوشش بھی کرتے ہیں۔ اس لئے نہیں کہ یہ مال کا بڑھنا ان کی کسی دنیاوی بڑائی کا موجب ہو بلکہ اس لئے کہ وہ جہاں اس مال سے جماعت کے لئے خرچ کریں، اللہ تعالیٰ کی خاطر قربانیوں میں خرچ کریں، مساجد بنانے میں خرچ کریں، خدمت خلق کے لئے خرچ کریں اور اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کوشش کریں۔ یہ ہوتی ہے ان کی نیت۔ یعنی اپنا مال بنانے کی دوڑ دنیا دکھاوے کے لئے نہیں ہوتی بلکہ خدا تعالیٰ کی راہ میں دینے کے لئے ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسے احمدی ہیں، ایسی عورتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اپنے ہزاروں لاکھوں کے زیور دے جاتی ہیں۔ ایسے مرد بھی ہیں جو لاکھوں یورو اور لاکھوں ڈالر خدا تعالیٰ کی راہ میں دے دیتے ہیں۔ یہاں جرمنی میں بھی ایسے لوگ ہیں جن کی خواہش ہے کہ وہ اکیلے یا ان کے خاندان بھی مسجدیں

بنائیں یا اپنے علاقے میں مسجد بنائیں اور اس کے لئے انہوں نے لاکھوں یورو بھی دے دیئے۔ بظاہر ان کی حالت ایسی نہیں لگتی کہ اتنی بڑی رقم وہ دے سکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے یہ سب کچھ کرتے ہیں۔ لیکن بعض مالی لحاظ سے بہت کشائش رکھنے کے باوجود چندے کے معاملے میں کنجوس بھی ہوتے ہیں۔ ان کی مال حاصل کرنے کی دوڑ خدا تعالیٰ کے لئے نہیں ہوتی بلکہ دنیا کے لئے ہوتی ہے۔

اولاد کی تربیت

پھر اولاد ہے، یہ ایک نعمت ہے۔ اولاد سے محروم لوگ اس کے لئے دعائیں بھی کرواتے ہیں اور خود بھی دعائیں کرتے ہیں، علاج بھی کرواتے ہیں اور اس علاج کے لئے کسی خرچ کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ لیکن جب اولاد خدا کے مقابلے پر اور دین کے مقابلے پر کھڑی ہو جائے تو یہ اولاد نعمت کی بجائے تکلیف کا باعث بن جاتی ہے، اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب بن جاتی ہے۔ اس لئے بچے کی پیدائش سے پہلے بھی اور بعد میں بھی نیک صالح اولاد کی ہمیشہ دعا کرتے رہنا چاہئے۔ یہ احمدی عورتوں پر، احمدی ماں باپ پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ ایک نظام کے تحت ان کو اپنی اولادیں دین کی خدمت کے لئے پیش کرنے کا موقع میسر ہے۔ جنہوں نے پیش کر دیئے ان کو اب مَیں کہتا ہوں کہ ان کی تربیت کریں۔ جن مائوں نے بڑی قربانی کر کے اپنے بچوں کو دین کی خاطر پیش کر کے وقفِ نَو میں شامل کیا ہے ان کی تربیت کرنا بھی ان کا کام ہے اور وہ تربیت اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک ماں باپ کے اپنے پاک

نمونے قائم نہیں ہوں گے۔ جن کو اللہ تعالیٰ آئندہ اولاد دے اور اولاد سے نوازے وہ بھی دعا کریں اور کوشش بھی کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں یعنی ان کی اولاد کو دین سے وابستہ رکھے اور دین کا خادم بنائے۔ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والی اولاد ہو۔ وہ ماں باپ کے لئے ان کی زندگی میں بھی اور ان کے مرنے کے بعد بھی دعا کرنے والی ہو۔ پس جب ایسی اولاد ہو تو ایسی اولاد ماں باپ کی مغفرت اور رضوان کا باعث بن جاتی ہے۔

دنیا کے ظاہری سامان دو پہلو رکھتے ہیں

پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ دنیا کے ظاہری سامان، یہ دنیا کی زینتیں، یہ دنیا کی عزتیں، یہ اموال جو تم دنیا میں حاصل کرتے ہو، تمہاری اولاد جو تمہارے نفوس میں اضافے کا باعث بنتے ہیں یہ سب دو پہلو رکھتے ہیں۔ اگر دنیاوی مقصد ہو اور خدا تعالیٰ بھول جائے تو اس فصل کی طرح ہے جو تھوڑے عرصے کے لئے دل کو خوش کرتی ہے اور انجام کار چورا چورا ہو کر ہوا میں اُڑ جاتی ہے اور ہاتھ کچھ بھی نہیں آتا اور انسان اللہ تعالیٰ کی سزا کا مورد بنتا ہے۔ لیکن اگر اپنے رب کی مغفرت کے حصول کے لئے انہیں استعمال کرو اور سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ (الحدید:22) یعنی اپنے رب کی مغفرت کی طرف ایک دوسرے سے آگے بڑھو۔ پس اگر ان سب دنیاوی سامانوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کا ذریعہ بنائیں تو پھر یہ دنیاوی دوڑ نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت کے حصول کی دوڑ بن جاتی ہے جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ زمین و آسمان

کی وسعتوں تک پھیلے ہوئے فضلوں سے نوازتا ہے۔ یعنی لامتناہی فضلوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جو ختم ہی نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ایسے انعامات سے اگلے جہان میں بھی نوازتا ہے جس کا احاطہ انسان کر ہی نہیں سکتا۔ اور صرف اگلے جہان کی بات نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضوان چاہنے والوں کے لئے یہ دنیا بھی جنت بن جاتی ہے اور اگلا جہان بھی جنت بن جاتا ہے۔ اگلے جہان میں بھی جنّت ملتی ہے۔ فرمایا: جَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ (الحدید:22) یعنی ایسی جنت جو زمین و آسمان میں پھیلی ہوئی ہے۔ اس کا یہ مطلب بھی ہے کہ دنیا بھی جنت بن جاتی ہے اور اخروی زندگی بھی جنت بن جائے گی۔ اللہ تعالیٰ دوسری جگہ فرماتا ہے وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ (الرحمن:47) اور جو اپنے رب کی شان سے ڈرتا ہے اس کے لئے دو جنتیں ہیں۔ دنیاوی بھی اور اخروی بھی۔ پس جب یہ سب کچھ جن کا ذکر ہو چکا ہے اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضوان کے لئے ہو گا تو یہ دنیا بھی جنت بن جائے گی اور بعد کی زندگی میں بھی جنت کا وعدہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ پورا ہو گا۔ انشاء اللہ۔ پس ہمیں اس جنت کے حصول کی کوشش کرنی چاہئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عورتوں کو نصائح

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عورتوں کو جو نصائح فرمائی ہیں۔ اس میں سے چند فقرے پیش کرتا ہوں۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"تقویٰ اختیار کرو۔ دنیا سے اور اس کی زینت سے بہت دل مت لگاؤ۔ قومی فخر مت کرو۔ کسی عورت سے ٹھٹھا ہنسی مت کرو... کوشش کرو کہ تا تم معصوم اور پاک دامن ہونے کی حالت میں قبروں میں داخل ہو۔ خدا کے فرائض نماز زکوٰۃ وغیرہ میں سستی مت کرو"۔

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 81)

حقیقی احمدی

پس جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے تقویٰ وہ بنیادی چیز ہے جو اگر پیدا ہو جائے تو دنیا کی لہو و لہب سے بھی انسان بچ سکتا ہے۔ دنیا اور دنیا کی زینتوں سے بھی انسان بچ سکتا ہے۔ ہر قسم کے فخر سے بھی انسان بچ سکتا ہے۔ ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کی طرف توجہ بھی ہوتی ہے۔ ایک مومنہ کی حیا کی بھی پاسداری ہوتی ہے۔ اپنی عزت کی بھی حفاظت ہوتی ہے۔ عبادات کے جو فرائض خدا تعالیٰ نے ہمارے ذمہ لگائے ہیں ان کی بھی ادائیگی ہوتی ہے اور مال کا خرچ بھی خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے ہوتا ہے۔ اگر یہ چیزیں ہم اپنا لیں،

اس کا حق ادا کرنے کی کوشش کریں تو ہم حقیقی احمدی کہلانے کے مستحق ہیں۔ اگر نہیں تو ہمارے دعوے کھوکھلے ہیں۔ خدا نہ کرے کہ ہم میں سے کوئی بھی کبھی بھی صرف کھوکھلے دعوے کرنے والا ہو۔

پس اے احمدی عورتو اور بچیو! اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آکر اپنے آپ کو تقویٰ پر قائم رکھنے کا عہد کرنے والیو! اپنے آپ کو دنیا کی لہو و لہب سے دور رکھنے کا اعلان کرنے والیو! اپنی زینت کی قرآن حکیم کے حکم کے مطابق حفاظت کا اعلان کرنے والیو! اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کرنے والیو! اپنے مالوں کو دنیا کی لذات کے بجائے دین کے پھیلانے پر خرچ کرنے کا عہد کرنے والیو! اپنی اولادوں کو دین کی خدمت کے لئے وقف کرنے کا عہد کرنے والیو! اپنے جائزے لیں اور دیکھیں کہ کس حد تک آپ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچتے ہوئے اپنی زندگی گزار رہی ہیں۔ کس حد تک اپنے آپ کو اس کی مغفرت اور رضوان کی چادر میں لپیٹ رہی ہیں۔ کس حد تک اپنے آپ کو دنیاداری کے دھوکے سے بچا رہی ہیں۔ کس حد تک اپنے عَہدوں کو نبھا رہی ہیں۔ کس حد تک آپ اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمتوں کی وسعتوں کی تلاش میں سرگرداں ہیں اور ایک حقیقی مومنہ بن کر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا وارث بن رہی ہیں۔ کس حد تک اپنے خاوندوں کے گھروں کی نگران بن کر اپنی اولاد کو لہو و لعب کے خطرناک حملوں سے بچانے کی کوشش کر رہی ہیں۔ کس حد تک اپنے خاوندوں کی دینی غیرت کے ابھارنے میں

کوشش کر رہی ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو سمیٹتے ہوئے ہمیشہ اس کے فضل کی وارث بنتی چلی جائیں۔ اللہ کرے کہ ہر احمدی عورت اور مرد اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور اس کی مغفرت اور اس کی رضوان کے حصول کے لئے پہلے سے بڑھ کر کوشش کرنے والا ہو۔

اب ہم دعا کریں گے۔ میرے ساتھ دعا میں شامل ہو جائیں۔

(مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 18 اکتوبر 2013)

☆☆☆

جلسہ سالانہ برطانیہ کے موقع پر

حدیقۃ المہدی آلٹن میں 31 اگست 2013ء بروز ہفتہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا

مستورات سے خطاب

- ہمارا لائحہ عمل۔ قرآنِ کریم کی تعلیم
- قرآنِ کریم کی حکومت کیا ہے؟
- قران کریم کے بعض احکامات
  - عدل، احسان کا اور ایتائ ذی القربیٰ
  - ذمہ داریوں کی ادائیگی
  - خدا تعالیٰ کے احکامات۔ انسانی فطرت کے مطابق
  - عفو، درگزر اور صَرفِ نظر
  - فَحشَاء، مُنکَر اور بَغْیِ سے روک
- اسلام کی خوبصورت تعلیم
  - نیکیوں کو حاصل کرنا اور برائیوں کو چھوڑنا
  - عہد کی پابندی
  - عہدِ بیعت
  - اعمالِ صالحہ

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ- اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ- مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ- اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ- اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ- صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ-

ہمارالائحہ عمل- قرآنِ کریم کی تعلیم

ہم احمدی جو جماعت احمدیہ میں زمانے کے امام کو مان کر، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق کو مان کر مسلمانوں کے مختلف فرقوں سے بھی آئے ہیں، مختلف مذاہب سے بھی آئے ہیں، مختلف قوموں سے بھی آئے ہیں، مختلف قسم کے تمدن اور طبقات سے بھی آئے ہیں اس لئے کہ ہر قسم کی تفریق کو ختم کر کے اُس تعلیم پر جمع ہو جائیں جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری ہے، جو خدا تعالیٰ کا قرب دلانے والی تعلیم ہے، جو ہر قسم کی سوچ رکھنے والے اور ہر قسم کی فطرت رکھنے والے مرد و عورت کے لئے تسلی کرانے والی اور رہنمائی

کرنے والی تعلیم ہے۔ یہ تعلیم اُس کتاب میں جمع ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی۔ پس ہم جو احمدی کہلاتے ہیں، ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہم جو مختلف قوموں، مختلف مذاہب، مختلف ملّتوں اور مختلف تمدنوں سے آکر ایک جماعت بن کر اکٹھے ہو گئے ہیں، تو ہمارا ایک خاص مقصد ہے، ہماری ذمہ داری ہے، ہمارے لئے ایک لائحہ عمل ہے اور وہ قرآنِ کریم کی تعلیم پر عمل کرنا ہے۔ اور ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت بعض شرائط کے ساتھ کی ہے۔ ان شرائط میں بھی اسی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ ان میں سے ایک شرط کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ بیعت کرنے والا قرآنِ شریف کی حکومت کو بکلی اپنے سر پر قبول کرے گا۔

(ماخوذ از ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 564)

قرآنِ کریم کی حکومت کیا ہے؟

قرآنِ کریم کی حکومت کیا ہے؟ قرآنِ کریم کی حکومت قرآنِ کریم میں بیان کردہ احکامات پر عمل کرنا اور اُن کا پابند ہونے کی حتی الوسع کوشش کرنا ہے۔ اور اپنی تحریرات میں ایک جگہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان احکامات کی تعداد سات سو بتائی ہے۔

(ماخوذ از کشتی نوح روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 26)

اور اگر اس کی جزئیات میں جائیں تو یہ تعداد اَور بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔ بہر حال ہر احمدی بیعت کرتے وقت یہ عہد کرتا ہے۔ پرانے احمدی بھی وقتاً فوقتاً بیعتوں میں شامل ہو کر اپنے عہد کی تجدید کرتے رہتے ہیں اور نئے احمدی بھی یہ بیعت کرتے ہیں۔ پس یہ عہدِ بیعت ہم سے تقاضا کرتا ہے کہ اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ اور جیسا کہ مَیں نے کہا کہ ایک عہد یہ بھی ہے کہ ہم قرآنِ شریف کی حکومت کو بکلّی اپنے اوپر قبول کریں گے، لاگو کریں گے اور اس کی کوشش کریں گے، تو یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب ہم ان احکامات کی تلاش میں بھی لگے رہیں گے اور ان کو سمجھنے کی بھی کوشش کریں گے اور پھر ان پر عمل کرنے کی بھی کوشش کریں گے۔

قران کریم کے بعض احکامات

یہ جو آیات اس اجلاس کے شروع میں تلاوت کی گئی ہیں۔ ان میں بھی بعض احکامات بیان کئے گئے تھے۔ ان میں سے اس وقت میں چند احکامات کی مختصر تشریح آپ کے سامنے رکھتاہوں یا مختصراً بیان کرتاہوں۔

عدل، احسان کا اور ایتائ ذی القربیٰ

ان احکامات کا بار بار اور تفصیلی تذکرہ ہمیں ہماری ذمہ داریوں کی طرف بھی توجہ دلاتا رہتا ہے۔ تلاوت کردہ آیات میں سے پہلی آیت اس طرح شروع ہوتی ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَالۡاِحۡسَانِ وَاِیۡتَآیِٔ ذِی الۡقُرۡبٰی (النحل:91) یعنی یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں عدل کا اور احسان کا اور ایتائ ذی القربیٰ کا حکم دیتا ہے۔ یہ تین باتیں یا تین نیکیاں ایسی ہیں کہ اگر پوری پابندی کے ساتھ ایک معاشرے میں ان کا رواج ہو جائے، ان پر عمل شروع ہو جائے تو معاشرے کے تمام فساد ختم ہو سکتے ہیں۔ چھوٹی سے لے کر بڑی تک تمام رنجشیں دُور ہو سکتی ہیں۔ اور معاشرہ ایک ایسا معاشرہ بن جائے جو اس دنیا میں ہی جنت کا عملی نمونہ ہو۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ عدل کرو۔ عدل کہتے ہیں برابری کے سلوک کو۔ عدل کہتے ہیں انصاف کے ساتھ فیصلے کو۔ صحیح گواہی دینا بھی عدل ہے اور سچائی اور راستبازی بھی عدل ہے۔ معاملات کو صحیح طرح سرانجام دینا بھی عدل ہے۔ اس ایک لفظ میں خدا تعالیٰ نے ہر عورت اور مرد کو اُن نیکیوں کی طرف نشاندہی کر دی ہے جو اُس کی بنیادی نیکیاں ہیں جو ہر ایک کا کم از کم معیار ہونا چاہئے۔ صرف فیصلہ کرنے والے ادارے یا اتھارٹی کا کام ہی نہیں ہے کہ وہ عدل کرے بلکہ ہر انسان اپنے دائرے میں بعض فیصلے کر رہا ہوتا ہے اور عدل اور انصاف کا فیصلہ وہ ہوتا ہے جو تمام برائیوں اور اچھائیوں کو سامنے رکھ کر کیا جائے۔ اگر اچھائیاں برائیوں پر حاوی ہوں تو پھر یہ

نہیں سوچنا چاہئے کہ میرے جذبات کیا ہیں، میرے فوائد کیا ہیں؟ پھر فیصلہ عدل سے ہو۔ اپنے مطلب نکالنے کے لئے تاویلیں اور راستے نہیں تلاش کرنے چاہئیں۔

پھر عدل سے مراد یہ بھی ہے کہ دیکھا جائے کہ ایک فیصلے کا، بات کا اثر معاشرے کا چین قائم کرے گا، سکون قائم کرے گا یا معاشرے میں بے چینی پیدا کرے گا۔ اس بارے میں مثال کے طور پر عورتوں اور مَردوں کے بڑھتے ہوئے مسائل کی طرف مَیں توجہ دلاتا ہوں۔ شادی بیاہ مرد عورت کا ایک ایسا رشتہ ہے جس میں کسی ایک فریق کی طرف سے زیادتی اور انصاف سے کام نہ لینا نہ صرف اس رشتہ کے قائم رکھنے میں مسائل پیدا کرتا ہے بلکہ اگر اولاد ہے تو اولاد کے مستقبل اور زندگی پر بھی اس کے اثرات مترتب ہوتے ہیں، منفی اثرات پڑتے ہیں۔ عدل و انصاف کو سامنے نہ رکھتے ہوئے ایک فیصلہ گھرانوں اور اپنی زندگیوں بلکہ اگلی نسل کی زندگیوں کو بھی برباد کر رہا ہوتا ہے۔ گو اس عدل کے قائم نہ رکھنے کی بھی کئی وجوہات ہیں، بعض جائز بھی ہیں، بعض ناجائز بھی ہیں لیکن بڑی وجوہات جو ہیں، جو میں نے دیکھی ہیں، اُن میں اَنانیت اور خود غرضی ہے۔ اکثر معاملات جو سامنے آتے ہیں اُن میں گھروں میں بدامنی اور گھروں کے ٹوٹنے کی وجہ مرد یا عورت کی اَنانیت اور خود غرضی ہوتی ہے۔ ان جیسے لوگ اپنے ہی بچوں کے مستقبل کو اپنی ذاتی اغراض کی بھینٹ چڑھا دیتے ہیں۔ یہ بچوں پر بھی ظلم ہے اور یہ عدل کے منافی ہے۔ اگر مرد اور عورت انصاف سے ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے والے ہوں

تو ایسی صورتحال کبھی پیدا نہ ہو جس سے اگلی نسلیں متاثر ہوں۔ اگر سچائی پر میاں بیوی کے رشتے قائم ہوں تو اعتماد قائم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپس کے تعلقات میں خاص طور پر قولِ سدید کا حکم دیا ہے۔ تو یہ بھی اس لئے کہ ایک دوسرے کے حق اس کے بغیر ادا نہیں ہو سکتے اگر سچائی نہیں ہے۔ اور یہ سب کچھ انصاف کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اس لفظ عدل کی وسعت تو ہر میدان میں اور ہر موقع پر اپنا حسن دکھاتی ہے۔ یہاں مَیں نے صرف عائلی مسائل کے بڑھتے ہوئے معاملات کی وجہ سے یہ پہلو بیان کیا ہے۔ ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ **معاشرے کے حُسن کی بنیاد اُس وقت مضبوط ہوتی ہے جب ہر جگہ ہر موقع پر، ہر لحاظ سے عدل سے کام لیا جائے۔** یعنی انصاف کے تقاضے پورے کئے جائیں۔ آپس کے معاملات میں بھی اور گواہیوں میں بھی اور فیصلہ کرتے وقت بھی۔ سچائی کا اظہار ہر موقع پر ہو۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مومن وہ ہے جو اپنے خلاف اور اپنے ماں باپ کے خلاف اور اپنے قریبیوں کے خلاف بھی اگر گواہی دینی پڑے تو سچی گواہی دے۔ پھر اپنی ذمہ داریوں کا حق ادا کرنا بھی عدل ہے اور ایک عورت کی ذمہ داری اُس کے گھر کی ذمہ داری ہے۔ یہ سب سے پہلی ذمہ داری ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر کی نگرانی عورت کے سپرد فرمائی ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الجمعۃ باب الجمعۃ فی القری والمدن حدیث نمبر 893)

ذمہ داریوں کی ادائیگی

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت میں عورتوں کی اکثریت اس ذمہ داری کو نبھانے والی ہے اور نبھانے کی خواہش رکھتی ہے۔ لیکن ایک ایسا طبقہ بھی ہے جو آجکل زمانے کے رسم ورواج کے پیچھے چل کر اپنی ذمہ داری کو بھول گیا ہے۔ عورتوں میں یہاں یورپ میں یا اس ملک میں ایک me time کی نئی رسم اور ٹرم رواج پا گئی ہے کہ اپنا وقت لینا ہے اور اپنی مرضی سے، اپنی آزادی سے پھرنا ہے۔ یہ انتہائی غلط سوچ ہے۔ میں نے کل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباسات پڑھے تھے، اُن میں بھی آپ نے یہی فرمایا تھا کہ اصل ایمان یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کے احکامات کو ہر چیز پر مقدم کرو۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 5 صفحہ 602۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پس ہمیں ہمیشہ سوچنا چاہئے کہ ہماری سوچیں، ایک احمدی کی سوچ چاہے وہ نوجوان لڑکی ہے، شادی شدہ نئی نوجوان لڑکی ہے، چھوٹے بچوں کی والدہ ہے یا بڑے بچوں کی ماں ہے، عورت ہے بوڑھی ہے، ہر ایک کا یہ کام ہے کہ اپنے اپنے دائرے میں اپنی ذمہ داری کو سمجھے، اور سب سے بڑی ذمہ داری یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کے جو احکامات ہیں اُن کو تلاش کرے اور اُن پر عمل کرنے کی کوشش کرے۔

اسی طرح جب مردوں کی طرف سے ذمہ داریاں ادا نہ کی جا رہی ہوں، جب بچوں کے سامنے خاوند اپنی بیویوں سے انصاف نہ کر رہے ہوں اور بچے ہوش کی

عمر میں پہنچ رہے ہوں، بچوں کا باہر ایکسپوژر (exposure) بھی ہو رہا ہو تو پھر اکثر معاملات میں خاوندوں کی وجہ سے بچے برباد ہو رہے ہوتے ہیں۔ گویا مرد اور عورت دونوں اس بات کے ذمہ دار ہیں کہ اپنی ذمہ داریوں کو انصاف سے ادا کریں۔

گو میں نے یہ مضمون عورتوں کو سمجھانے کے لئے شروع کیا تھا لیکن میری طرف سے یہ بھی عدل کے خلاف ہو گا اگر مَیں اِس وقت مَردوں کو بھی توجہ نہ دلاؤں جبکہ وہ لوگ براہِ راست میری آواز سن بھی رہے ہیں۔ اُن کو بھی مَیں کہتا ہوں کہ وہ اپنی نسلوں کو بچانے کی کوشش کریں۔ بیویوں کے بھی حق ادا کریں اور بچوں کے بھی حق ادا کریں۔ اور ہمیشہ یاد رکھیں کہ یہ حق ادا ہوتے ہیں پیار سے، محبت سے اور اعتماد کی فضا قائم کرتے ہوئے۔ پس اس کو قائم کرنے کی ہر ایک کو کوشش کرنی چاہئے۔

خدا تعالیٰ کے احکامات۔ انسانی فطرت کے مطابق

اللہ تعالیٰ جس نے مخلوق کو پیدا کیا، اُس کے احکام بھی عین انسانی فطرت کے مطابق ہیں۔ جب حکم دیا کہ عدل کرو تو ایسا لفظ استعمال کیا جو ہر جگہ پر معاشرے کے کم از کم معیار پر حاوی ہو جاتا ہے۔ پھر اُس کے بعد فرمایا کہ ایسی نیکیوں میں تمہارے معیار بھی بڑھنے چاہئیں۔ اس لئے جس نیکی کی طرف توجہ دلائی تا کہ ہر سطح پر محبت اور پیار اور امن کی فضا قائم ہو تو فرمایا کہ احسان کرو۔ عدل کو قائم کرنے کے

لئے بعض دفعہ سخت قدم بھی اُٹھانا پڑ جاتا ہے اور عدل کے معنی میں یہ چیز شامل ہے کہ حق قائم کرنے کے لئے اگر سخت فیصلہ بھی کرنا پڑے تو کیا جائے، لیکن یہ فیصلہ کرنے کا اختیار خود فریقین کو نہیں ہے بلکہ تیسرے شخص یا ادارے کو ہے۔ یہ سن کے کوئی یہ نہ سمجھے کہ ہمیں فیصلہ کرنے کا بھی اختیار ہے، ورنہ جو مثالیں میں نے دیں ہیں یا جو مثال میں نے دی ہے، اس میں خاوند خود ہی قاضی بھی بن جائے گا اور مزید ظلم شروع ہو جائیں گے، یا بیوی خود ہی مظلوم بن کر خود ہی اپنے فیصلے کرنے لگ جائے گی۔ اس لئے ایسے معاملات جہاں علیحدگیاں بھی ہونی ہوں، خلع کے معاملات بھی ہوں، اُس وقت بھی بڑے سوچ سمجھ کر اور دعاؤں کے بعد یہ فیصلے کرنے چاہئیں۔

عفو، درگزر اور صَرفِ نظر

بہر حال اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگلا قدم یہ ہے کہ احسان کرو۔ احسان یہ ہے کہ برائی کا بدلہ بھی اچھائی سے دینا ہے۔ عفو، درگزر اور صَرفِ نظر سے کام لینا ہے۔ خود کوشش کر کے مدد کے اور اچھائی کرنے کے راستے تلاش کرنے ہیں۔ اگر ان باتوں پر عمل ہو تو معاشرے کی ہر سطح پر ایک ایسی فضا قائم ہو گی جو پیار اور محبت کی مثالیں قائم کرنے والی ہو گی۔ ایک دوسرے کے جذبات کا احترام پیدا ہو گا۔ میاں بیوی اور خاندانوں میں ایک دوسرے سے حسنِ سلوک کے وہ نمونے نظر آئیں گے جو خدا تعالیٰ ہم سے چاہتا ہے۔ دوستوں کے تعلقات میں بھی اور غیروں سے

تعلقات میں بھی ہمدردی، غلطیوں سے صرفِ نظر اور ایک دوسرے کی مدد کے جذبات پیدا ہوں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مزید ترقی کرو اور آپس کے سلوک اور نیکیاں پھیلانے کے علاوہ وہ معیار حاصل کرو جس کی انتہا قربانی اور بے نفسی اور بے غرضی ہو۔ اور فرمایا اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی کا مقام حاصل کرنے سے یہ معیار حاصل ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ یہ معیار حاصل ہوتا ہے اُس طرح قربانی کرنے سے، جس طرح ایک ماں بچے کے لئے کرتی ہے۔ ماں بچے کے لئے قربانی کرتی ہے، بے غرض ہو کر، بغیر کسی بدلے کی اور خواہش کے۔ ہر احسان اور حسنِ سلوک کے پیچھے بدلے کی خواہش یا نام و نمود کا اظہار یا بعض دفعہ آپس کے تعلقات کی دوریوں کو ختم کرنے کی غرض ہو سکتی ہے۔ لیکن ماں اور بچے کا رشتہ ایسا ہے جس میں کوئی غرض نہیں ہوتی۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 4 صفحہ 217۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

اِلاّ ماشآء اللہ جو مثالیں آجکل کی دنیا میں سامنے آ جاتی ہیں اور وہ بھی ان کی ذاتی اغراض کی وجہ سے، وہ بھی اُن لوگوں کی جو دین کو بھول بیٹھے ہیں اور صرف دنیاوی مقاصد اُن کے سامنے ہیں، جن کے دل اتنے سخت ہو چکے ہیں کہ وہ اپنے بچوں کو بھی مار دیتے ہیں جس کی اخباروں میں خبریں آتی رہتی ہیں۔

بہر حال سب سے زیادہ بے غرضانہ رشتہ ماں اور بچے کا ہے جو عام عقل رکھنے والے انسانوں میں ہمیں دیکھنے کو ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مومن اُس وقت حقیقی مومن کہلاتے ہیں جب دنیا کے تعلقات میں بھی بے غرضانہ جذبات ہوں۔ بنی نوع انسان کے لئے خدمت کا جذبہ اور جوش ہو۔ کل میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباسات پڑھے تھے تو آپ نے یہی فرمایا تھا کہ میں اپنی جماعت کو اُس معیار پر دیکھنا چاہتا ہوں کہ جہاں وہ بنی نوع کا حق ادا کرنے والے ہوں۔ حق لینے کی خواہش کے بجائے حق کی ادائیگی کی خواہش ہو۔ دنیا کی عارضی لذتوں اور خواہشات کے پیچھے چلنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی رضا مقدم ہو۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 2 صفحہ 68-69۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

اگر اس خوبصورت تعلیم پر عمل ہو تو گھر اور معاشرہ پُر امن ہو جاتا ہے۔ اخلاق میں بھی ترقی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا بھی حاصل ہوتی ہے۔

فَحۡشَاء، مُنۡکَر اور بَغۡیِ سے روک

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں فَحۡشَاء، مُنۡکَر اور بَغۡیِ سے روکتا ہے۔ فحشاء کا مطلب ہے انتہائی درجے کا گناہ اور گند اور ہر وہ بات جس سے خدا تعالیٰ نے روکا ہے۔ اس بارے میں مَیں رمضان کے دنوں میں تفصیلی خطبات بھی دے چکا ہوں، اُن کو بھی سننا چاہیئے۔ لیکن حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہاں

یہ نکتہ بھی بیان فرمایا ہے کہ اگر فَحْشَاء مُنْکَر کے ساتھ آئے تو اس کا مطلب ہے کہ ایسی بدی جس کا علم صرف اُس بدی کے کرنے والے کو ہو اور مُنکَر وہ بدی ہے جو اس کے بعد آتی ہے جس کا علم دوسروں کو بھی ہو جائے، لیکن اس کا اثر دوسروں پر نہ پڑے، یا اس برائی سے دوسروں کے حق یا متاثر نہ ہوں یا بہت کم متاثر ہوں لیکن دنیا اس کو برا محسوس کرتی ہو، یہ برائی مُنْکَر ہے۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 4 صفحہ 222)

پھر اس کے بعد بَغْیِ کا لفظ آتا ہے۔ بَغْیِ کے مختلف معنی ہیں۔ مثلاً غلط کام کرنا، نقصان پہنچانا، دھوکہ دہی کرنا، ناانصافی کرنا، دوسرے کا حق مارنا۔ پس یہ جو لفظ ہے بَغْیِ، یہ ایسی برائی ہے جو دوسروں کو نقصان پہنچانے والی ہے اور معاشرے کا امن برباد کرنے والی ہے۔

بہر حال یہ تینوں برائیاں فَحْشَاء، مُنْکَر اور بَغْیِ ایسی برائیاں ہیں جو انسان کو عیب دار بناتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایک حقیقی مومن اور مومنہ کو ایسی حالت میں دیکھنا چاہتا ہے جہاں وہ نیکیوں کو پھیلانے والا ہو اور برائیوں سے محفوظ ہو۔ اور نہ صرف خود برائیوں سے محفوظ ہو بلکہ معاشرے کو بھی محفوظ رکھنے والا ہو اور آج ہم احمدیوں کی یہی ذمہ داری ہے۔ ہم نے جو زمانے کے امام کو مانا ہے تو اس عہد کے ساتھ کہ ہم اپنی اس ذمہ داری کو بھی نبھائیں گے کہ معاشرے میں نیکیاں پھیلانے والے ہوں گے اور برائیوں کو دور کرنے والے ہوں گے۔ اگر ہم نے اپنی ذمہ

داریاں نہ سنبھالیں، خود اپنی حالتوں کو نہ بدلا تو یہ ذمہ داریاں کس طرح ادا کر سکتے ہیں؟ کیونکہ یہ جب ہو گا تبھی اللہ تعالیٰ کا قرب بھی ہمیں حاصل ہو سکتا ہے، تبھی ہمارے ہر کام میں برکت بھی پڑ سکتی ہے۔

اسلام کی خوبصورت تعلیم

نیکیوں کو حاصل کرنا اور برائیوں کو چھوڑنا

پس یہ ہے اسلام کی خوبصورت تعلیم کہ نیکیوں کو حاصل کرنے کے لئے برائیوں کو چھوڑنا ضروری ہے اور صرف اس بات پر خوش نہ ہو جاؤ کہ ایک قسم کی یا چند قسم کی برائیاں چھوڑ دی ہیں بلکہ ہر قسم کی اور ہر سطح پر کی جانے والی برائی سے ہم نے بچنا ہے اور ہر نیکی کو اختیار کرنا ہے۔ دنیا انصاف اور عدل کے معیار کو بہت اعلیٰ معیار سمجھتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کمتر نیکی ہے۔ نیکی کی اعلیٰ ترین مثال ایتائِ ذی القربیٰ ہے۔ بنی نوع انسان سے اپنے قریب ترین رشتہ دار کی طرح محبت اور بلا غرض خدمت اصل نیکی ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ یہ معیار تم نے حاصل کرنے ہیں۔ یہ حکم ہے اور برائیوں کو مٹانے کے لئے ضروری ہے کہ تم اپنے دلوں کو ہر قسم کی دھوکہ دہی، ناانصافی اور نقصان پہنچانے سے باز رکھو۔ اپنے مفاد حاصل کرنے کے لئے جھوٹی بیان بازی سے بچو۔ دوسرے کو اپنی زبان سے بھی نقصان پہنچانے سے بچو بلکہ ایسی باتوں سے بھی بچو جو براہِ راست کسی کو نقصان تو

نہیں پہنچا تیں لیکن بد اخلاقی کا باعث بناتی ہیں۔ مثلاً ایک مجلس میں بیٹھے ہیں یا کسی سے آمنا سامنا ہوا ہے، ایک شخص وہاں آکر سلام کرتا ہے تو دوسرا تکبر کی وجہ سے یا معمولی رنجش کی وجہ سے یا سلام کا جواب دینے کو ضروری نہ سمجھتے ہوئے جواب نہیں دیتا، جبکہ اسلام کا یہ حکم ہے کہ سلام پھیلاؤ۔ یہ تعلیم بڑی بنیادی تعلیم ہے کہ سلام کو رواج دو۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان انہ لا ید خل الجنۃ... حدیث نمبر 194)

تو ایسے لوگ اُن لوگوں میں شمار ہوتے ہیں جو سلام کرنے والے کو تو متاثر نہیں کر رہے ہوتے، اُس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، اُس نے تو سلام کا پیغام بھیج دیا، مگر اپنے اور اللہ تعالیٰ کے خود گناہگار بن رہے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی یہ گناہ سہیڑ رہے ہوتے ہیں، گناہوں کی فہرست میں شامل ہو رہے ہوتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ایسی برائی سے بھی بچو۔

پھر فرمایا **اپنے جائزے لو، اپنے دلوں کو ٹٹولو، اپنی برائیوں کو دیکھو اور ان کی اصلاح کرو۔** جو برائیاں بیشک دوسروں کو نظر نہ آئیں لیکن تمہیں پتہ ہے، تمہارے علم میں ہے کہ یہ برائیاں تمہارے اندر ہیں تو اپنے دلوں کو ان سے پاک کرنے کی کوشش کرو۔ یہی تقویٰ کی باریک راہ ہے۔ اور ہمیں باریکی سے یہ جائزے لینے چاہئیں اور باریکی سے اپنا جائزہ لے کر اپنے دل کو ان برائیوں

سے پاک کرنا جن سے پاک ہونے کی اللہ تعالیٰ نے تلقین فرمائی ہے، حکم فرمایا ہے یہ ضروری ہے۔ صرف یہ نہیں سوچنا کہ یہ میری برائی ہے کسی کو اس سے کیا غرض؟ بعض ایسے لوگ ہوتے ہیں جو فحشاء میں مبتلا ہوتے ہیں لیکن خدمتِ خلق کا جذبہ بھی رکھتے ہیں دنیاداروں میں بہت ساری ایسی مثالیں مل جاتی ہیں۔ دوسروں پر ظلم کو بھی ناپسند کرتے ہیں۔ بعض کو جھوٹ سے نفرت بھی ہوتی ہے لیکن دل میں بعض لوگوں کے لئے کینہ اور بغض بھی بھرا ہوتا ہے۔ کسی کا حق مارنا بظاہر پسند نہیں کرتے مگر چغلیاں کرنے کی عادت ہوتی ہے، ایک دوسرے کے پیچھے باتیں کرنے کی عادت ہوتی ہے۔ پیٹھ پیچھے کسی کے عیب جھوٹے سچے بیان کرنے کی عادت ہوتی ہے تو اسلام کہتا ہے کہ یہ چغلیاں گناہ ہے، یہ پیٹھ پیچھے باتیں کرنا منع ہے، بلکہ خدا تعالیٰ تو یہاں تک فرماتا ہے کہ یہ چغلیاں کرنا اسی طرح ہے جس طرح تم نے مردہ بھائی کا گوشت کھالیا۔ تو مختلف قسم کی برائیاں ہیں۔ اسلام کہتا ہے کہ اپنی سب ظاہری اور چھپی ہوئی برائیوں کو چھوڑو اور خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے چھوڑو۔ پس ہم میں سے ہر ایک کو اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے۔ خدا تعالیٰ سے نہ کوئی بات چھپی ہوئی ہے اور نہ ہی اُس کو دھوکہ دیا جاسکتا ہے۔ ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ جب ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس شرط پر بیعت کی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کے حکموں کو ہر بات اور ہر چیز پر فوقیت دیں گے۔

(ماخوذ از ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 564)

تو پھر اس بات پر تسلی نہ پکڑلیں کہ کیا ہوا اگر ہم میں بعض برائیاں ہیں۔ ان برائیوں کی وجہ سے ہم دوسروں کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچا رہے، ہمارے اپنے اندر ہی برائیاں ہیں۔ اگر آدمی ان چھوٹی چھوٹی برائیوں کو بھی وقعت دینا چھوڑ دے تو یہی چھوٹی چھوٹی برائیاں پھر بڑی برائیاں بن جاتی ہیں اور فحشاء بن جاتی ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہوش کے ناخن لو اور خدا تعالیٰ نے جو نصائح فرمائی ہیں اُن کو اپنی زندگیوں کا حصہ بناؤ تبھی اپنی زندگی میں بھی سکون محسوس کر سکتے ہو۔ تبھی تم اپنے گھر میں بھی سکون کے سامان کر سکتی ہو اور تبھی تم معاشرے میں بھی نیکیاں پھیلانے والی بن سکتی ہو اور اس مقصد کا حصہ بن سکتی ہو جس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے تھے۔

عہد کی پابندی

پھر اللہ تعالیٰ عہد کی پابندی کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ فرماتا ہے کہ اَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ ۔(النحل:92)۔ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کئے ہوئے عہد کو جب تم نے اُس سے عہد کیا ہے، پورا کرو۔ اللہ تعالیٰ سے عہد دو طرح کے ہیں، ایک عہد بیعت کا عہد ہے اور ایک عہد اللہ تعالیٰ کے احکام کے اندر رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے اللہ تعالیٰ کے نام پر کئے گئے عہد اور وعدے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے عہد عہدِ بیعت ہے جس کا ذکر قرآنِ کریم میں موجود ہے۔ ایک جگہ فرمایا کہ

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ ؕ یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡہِمۡ ۚ فَمَنۡ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنۡکُثُ عَلٰی نَفۡسِہٖ ۚ وَمَنۡ اَوۡفٰی بِمَا عٰہَدَ عَلَیۡہُ اللّٰہَ فَسَیُؤۡتِیۡہِ اَجۡرًا عَظِیۡمًا۔(الفتح:11) یقیناوہ لوگ جو تیری بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی کی بیعت کرتے ہیں اور اللہ کا ہاتھ ہے جو اُن کے ہاتھ پر ہے۔ پس جو کوئی عہد توڑے تو وہ اپنے ہی مفاد کے خلاف عہد توڑتا ہے اور جو اس عہد کو پورا کرے جو اُس نے اللہ سے باندھا ہے تو یقیناوہ اُسے بہت بڑا اجر عطا کرے گا۔

عہدِ بیعت

پس یہ عہد جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا اسلام میں داخلے کا عہد ہے۔ آیت میں یہ مثال تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے لیکن آپ کے بعد یہ اسلام میں داخلے کا عہد ہے۔ یہ عہدِ بیعت ہے اور اس زمانے میں آپ کے غلامِ صادق کے ساتھ کیا گیا عہدِ بیعت ہے۔ اور جماعت احمدیہ مسلمہ میں شامل ہونے کا عہدِ بیعت ہے۔ پس جو کوئی اپنے آپ کو جماعت احمدیہ میں شامل سمجھتا ہے اُس کے لئے ضروری ہے کہ اپنے بیعت کے عہد کو پورا کرے اور اس میں جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ قرآنِ کریم کی حکومت کو اپنے اوپر لاگو کرے، اُسے قبول کرے، تبھی وہ اُن لوگوں میں شمار ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ ہیں اور اللہ تعالیٰ اُن سے محبت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

بَلٰى مَنۡ اَوۡفٰى بِعَهۡدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُتَّقِيۡنَ۔(آل عمران:77)ہاں کیوں نہیں، جس نے بھی اپنے عہد کو پورا کیا اور تقویٰ اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ متقیوں سے محبت کرنے والا ہے۔ پس اپنے عہد جو اللہ تعالیٰ سے کئے ہیں یعنی اسلام کی تعلیم پر عمل کرنے کے عہد، اور پھر اُن پر تقویٰ سے کام لیتے ہوئے عمل کرتے ہیں، پھر وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے محبوب بن جاتے ہیں۔ اور ایک مومنہ اور ایک مومن کا یہی زندگی کا مقصد ہے۔ اس کیلئے کوشش کرنی چاہئے اور اُن لوگوں میں شمار ہونے کی کوشش کرنی چاہئے جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے۔

پس ہم میں سے ہر ایک کا فرض بنتا ہے کہ ہم نے اپنے بیعت کے عہد میں جو نیک باتوں کے کرنے کا عہد کیا ہے اُسے پورا کریں ورنہ بیعت کرنا بے فائدہ ہے۔ اگر بیعت کرکے اپنی مرضی کرنی ہے اور قرآنِ کریم کی حکومت اپنے اوپر لاگو نہیں کرنی تو پھر تو ایسا عمل ہے جس کی خدا کی نظر میں کوئی وقعت نہیں ہے اور دنیا والوں کی مخالفت بھی ساتھ ہی ہے۔ ایک احمدی کی جتنی مخالفت ہو رہی ہے اور شاید ہی کسی کی ہوتی ہو۔ تو اس کا کیا فائدہ کہ بیعت بھی کی، اللہ تعالیٰ کی رضامندی بھی حاصل نہ کی اور لوگوں کی مخالفت بھی مول لے لی۔ پس اگر اللہ تعالیٰ کی محبت کو جذب کرنا ہے تو تقویٰ پر چلتے ہوئے اپنے عہدوں کو پورا کرنے کی ضرورت ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا ہے کہ نیکیوں کو اختیار کرو اور برائیوں کو ترک کرو، ان کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کے عہد ہیں اور پھر ان نیکیوں کو پھیلانے کے لئے اللہ تعالیٰ

کے نام پر اور اُسے ضامن بنا کر جو عہد ہوتے ہیں، جو گو بندوں کے درمیان عہد ہوتے ہیں لیکن کیونکہ خدا تعالیٰ کی تعلیم کے مطابق اور اُس کے نام پر ہیں، اس لئے یہ عہد بھی پورا کرنا ضروری ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا ہے کہ تمہاری تمہارے عہدوں کی وجہ سے باز پرس ہوگی۔ تم پوچھے جاؤ گے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے احکام پر یا احکام کے مطابق جو آپس میں معاہدات کئے تھے، اُنہیں پورا بھی کیا ہے یا نہیں؟

پس ہر ایک اپنے نفس کے جائزے لے کہ کس حد تک ہم خدا تعالیٰ سے کئے گئے عہد اور اُس کے نام پر کئے گئے عہد کی پابندی کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ بہت سے احکام اور یہ بہت سی نیکیاں جن کا قرآنِ کریم میں ذکر ہے، اگر تم انہیں بجالاؤ گے اور تم برائیوں کو تقویٰ پر چلتے ہوئے ترک کرو گے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں جزا پانے والے ٹھہرو گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً۔ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔** (النحل:98) مرد یا عورت میں سے جو بھی نیکیاں بجالائے، بشرطیکہ وہ مومن ہو، ہم یقیناً اُسے حیاتِ طیبہ کی صورت میں زندہ کر دیں گے اور اُن کے بہترین اعمال کے مطابق اُن کا اجر دیں گے جو وہ کرتے رہے۔

اعمالِ صالحہ

پس اللہ تعالیٰ مَردوں اور عورتوں دونوں کو حکم دیتا ہے کہ اعمالِ صالحہ بجا لاؤ، اگر خدا تعالیٰ سے نیک اجر چاہتے ہو۔ پس یہ اسلام کی خوبصورت تعلیم ہے کہ دنیا میں نیکیاں نہ صرف مردوں کے ذریعہ قائم ہو سکتی ہیں اور نہ ہی صرف عورتوں کے ذریعہ سے قائم ہو سکتی ہیں۔ اگر خوبصورت معاشرے کی تشکیل کرنی ہے، اگر نیکیوں کو قائم کرنا ہے تو پھر مرد اور عورت دونوں کو اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنا ہو گا۔ دونوں کو اپنے فرائض کی ادائیگی کرنی ہو گی۔ دونوں کو برائیوں سے بچنا ہو گا۔ دونوں کو اپنے عہد نبھانے ہوں گے۔ اگر یہ ہو گا تو تمہیں تمہارے عمل کی بہترین جزا ملے گی۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں جزا دینے کے معاملے میں مرد اور عورت کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ اس میں اپنوں کے لئے بھی پیغام ہے، اُن لوگوں کے لئے بھی جو سمجھتے ہیں کہ اسلام میں عورت کی کوئی حیثیت نہیں، جو عورت کو جوتی کی نوک پر رکھتے ہیں، کوئی عزت اور احترام نہیں کرتے۔ خدا تعالیٰ کی نظر میں عورت اور مرد برابر ہیں۔ جو بھی نیک اعمال کرے گا وہ جزا پائے گا، اللہ تعالیٰ کا پیارا ہو جائے گا۔ اور اُن اعتراض کرنے والوں کا بھی منہ بند کیا گیا ہے جو اسلام کی تعلیم پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام عورت کو اُس کا حق نہیں دیتا اور دوسرے درجے کا سمجھتا ہے۔ اسلام نے عورت اور مرد کے فرائض بتا کر دونوں کو اُن کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اگر دونوں کی اس طرف توجہ ہو اور اپنے ذمہ فرائض کے حق ادا کئے جائیں اور خدا

کی رضا کے حصول کے لئے کئے جائیں تو اسلام وہ خوبصورت معاشرہ قائم کرتا ہے جس کی دنیا میں کہیں بھی مثال نہیں ملتی۔ سارے انسانی قانون اور حقوق کے نام پر قائم کی گئی جو تنظیمیں ہیں وہ سطحی قانون بناتی ہیں جو وقت کے ساتھ اپنی کمزوریاں اور کمیاں ظاہر کر دیں گے۔ آج وہ بڑے اہم نظر آ رہے ہیں لیکن آہستہ آہستہ دیکھیں گے یہی جو قانون ہیں ایک وقت میں بالکل کمزور پڑ جائیں گے لیکن خدا تعالیٰ کے بنائے ہوئے قوانین جہاں سب سے پرانے ہیں، جو چودہ سو سال پہلے ہمیں دیئے گئے، وہاں سب سے اعلیٰ بھی ہیں اور ہر فریق کے حق کی حفاظت بھی کرتے ہیں۔

پس ہر احمدی عورت کو یاد رکھنا چاہئے کہ ان دنیاوی حقوق کے نعروں سے متاثر نہ ہوں۔ نوجوان بچیوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ ان دنیاوی حقوق کے نعروں سے متاثر نہ ہوں بلکہ قرآنِ کریم کی تعلیم کی روشنی میں اپنے حقوق دیکھیں، اپنی ذمہ داریاں دیکھیں، اپنے فرائض دیکھیں اور پھر اس کے مطابق اپنی زندگیاں گزارنے کی کوشش کریں۔ جب یہ معیار حاصل کر لیں گی تو اپنے سکون کے بھی سامان کریں گی، اپنی نسلوں کو سنوارنے کے سامان بھی کریں گی اور خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والی بھی بنیں گی۔ خدا تعالیٰ سب کو اپنی زندگیاں خدا تعالیٰ کی بتائی ہوئی تعلیم کے مطابق گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین۔ اب دعا کر لیں۔

(مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 13 دسمبر 2013)

جلسہ سالانہ آسٹریلیا کے موقع پر

05اکتوبر 2013ء بروز ہفتہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا

مستورات سے خطاب

- شادی کا بندھن اور تقویٰ کا حکم
- خدا تعالیٰ ہم سے کیا چاہتا ہے
  - دین
  - تقویٰ
  - دین کو دنیا پر مقدم رکھنا
  - ہر عمل اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر
  - قرآنِ کریم کے بعض احکامات
  - نماز
  - پردے کا حکم
- جماعت احمدیہ۔ خدا تعالیٰ کی قائم کردہ جماعت
  - مختلف قوموں کی جماعت احمدیہ میں شمولیت

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ- اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ- مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ- اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ- اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ- صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ-

شادی کا بندھن اور تقویٰ کا حکم

اس اجلاس کی کارروائی کے شروع میں سورۃ الحشر کی جو آیات [الحشر:19 تا22] آپ کے سامنے تلاوت کی گئی تھیں، آپ میں سے بعض جانتی ہوں گی کہ نکاح کے موقع پر پڑھی جانے والی آیات میں سے ایک آیت ان میں شامل ہے، جو اُن میں سے ترتیب کے لحاظ سے آخری آیت ہے اور یہاں تلاوت کردہ آیات میں سے پہلی آیت ہے۔ جیسا کہ اس کا ترجمہ بھی آپ سن چکی ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ تقویٰ کا حکم دیتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ اپنے کل پر بھی نظر رکھو۔ تقویٰ ایک ایسی چیز ہے جو دل میں قائم ہو تو نیکیوں کی توفیق ملتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہام ہوا۔ "اگر یہ جڑ رہی، سب کچھ رہا ہے"۔ پہلا مصرع حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود ترتیب فرمایا کہ

"ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے"

یعنی ہر نیکی کی جڑ تقویٰ ہے اس پر فوراً ہی آپ کو اگلا مصرع الہام ہوا کہ:

"اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے"

(درثمین اردو صفحہ 49 مطبوعہ ربوہ)

انسانی زندگی کا ایک بہت اہم حصہ اور موڑ وہ ہے جب وہ ایک نئی زندگی کا آغاز کرتا ہے۔ جس میں مرد اور عورت، دونوں کا ایک اہم کردار ہے۔ یعنی شادی کا بندھن۔ شادی کا بندھن بھی ایک اہم موقع ہے۔ چاہے وہ دنیا دار کی شادی ہے، کسی بھی مذہب رکھنے والے کی شادی ہو یا لا مذہب کی شادی ہو، یا خدا تعالیٰ پر ایمان نہ لانے والے کی شادی ہو۔ ہر ایک کے لئے یہ موقع ایک اہم موقع ہوتا ہے۔ اور خاص طور پر اسلامی تعلیم پر عمل کرنے والے کی شادی کی اہمیت جو ہے، وہ تو دنیا داروں سے بہت مختلف ہے۔ دنیا دار تو شادی کے لئے دنیاوی باتوں کو مدّ نظر رکھتا ہے۔ آجکل کے اس مغربی اثر کے معاشرے میں یا نام نہاد آزاد معاشرے میں، گو کہ آسٹریلیا مغرب میں نہیں مگر پھر بھی مغرب کا اثر ہے۔ اُنہی قوموں میں سے یہ

لوگ آئے ہوئے ہیں اور ایک آزاد معاشرہ ہے۔ آزادی کے نام پر عجیب عجیب قوانین بنالئے گئے ہیں۔ شادی سے پہلے ہی آزادی سے ایک میل جول ہوتا ہے، جو آزادی کے نام پر بے حیائی تک پہنچ جاتا ہے۔ جبکہ اسلام اس چیز سے منع فرماتا ہے۔ کسی قسم کی دوستیاں، کسی قسم کے تعلقات اور یہ جو یہاں رسم ہے اس کا اثر بعض دفعہ ہماری بچیوں اور لڑکیوں پر بھی ہوتا ہے کہ understanding نہیں ہو رہی۔ یہ ساری غلط چیزیں ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ جو نئی زندگی کا آغاز کرنا چاہتے ہو تو مردوں کو فرمایا نہ تم دولت دیکھو، نہ تم لڑکی کا خاندان دیکھو، نہ تم اُس کی شکل اور خوبصورتی دیکھو۔ ہاں اگر دیکھنا ہے تو دینداری دیکھو کہ لڑکی یا عورت دیندار ہے کہ نہیں۔

(صحیح بخاری کتاب النکاح باب الاکفاء فی الدین حدیث 5090)

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہم موقعوں کے لئے جن آیات کا انتخاب فرمایا جیسا کہ میں نے کہا اُس میں نکاح انسانی زندگی کا ایک بہت اہم موقع ہوتا ہے۔ اس کے بندھن کے اعلان میں بھی یہ آیات مسنون ہیں، جن کی تلاوت کروائی جاتی ہے اور جن میں پانچ مرتبہ تقویٰ کا ذکر ہے۔ گویا انسانی زندگی میں مرد اور عورت کا بندھن دنیاوی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے نہیں بلکہ نیک نسل چلانے کے لئے اور نیک خاندانوں کے قائم کرنے کے لئے ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے ہے۔

دنیا والے تو دنیاوی باتوں کی خواہش کرتے ہیں۔ بعض لوگ ایسے ہیں جو دولت نہیں دیکھتے، جو خاندان نہیں دیکھتے، خوبصورتی دیکھتے ہیں۔ بعض خوبصورتی نہیں دیکھتے، بعض اور باتیں اُن کے مدّ نظر ہوتی ہیں۔ لیکن دین بہر حال اکثر کسی دنیا دار کے مدّ نظر نہیں ہوتا۔ لیکن ایک دیندار کے لئے جو حکم ہے کہ تم دین مدّ نظر رکھو۔ بے شک ہم کفو ہونے کا بھی ذکر ہے، جس میں بہت سارے پہلو دیکھے جاتے ہیں لیکن **ہم کفو میں بھی تقویٰ اور دین پہلی شرط ہونی چاہئے۔**

خدا تعالیٰ ہم سے کیا چاہتا ہے

دین

پس یہ چیزیں ہیں تو لڑکیوں کو بھی اور لڑکوں کو بھی اپنے دینی پہلو کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ خدا تعالیٰ ہم سے کیا چاہتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں جو تعلیم دی ہے اور بے تحاشا احکامات دیئے ہیں، وہ ہم سے کیا مطالبہ کرتے ہیں۔ ہم سے اللہ تعالیٰ کس طرح اُن احکامات پر عمل کروانا چاہتا ہے۔ یہ چیز دین ہے اور اگر اس پر قائم ہوں گے تو رشتے بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے پھر دیرپا ہوتے ہیں۔ اور نہ صرف رشتے دیرپا ہوتے ہیں بلکہ آئندہ نسلیں بھی نیکیوں پر قائم ہونے والی ہوتی ہیں۔ جماعت میں بھی ہر جگہ دنیا میں جو رشتوں میں دراڑیں پڑنے کی تعداد بڑھ رہی ہے، یہاں بھی ہے، یہ اس وجہ سے ہے کہ ہم میں سے بہت

سے ایسے ہیں جو مذہب سے دُور ہٹے ہوئے لوگوں کی نقل کرتے ہیں۔ آزادی کے نام پر سمجھتے ہیں کہ لوگ بہت آزاد ہیں اور جو چاہے کریں، یہ آزادی ان کا حق ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بعض حدود رکھی ہیں۔ قرآنِ کریم ایک ایسی مکمل کتاب ہے اور ایسا ضابطہ حیات ہے جس میں ہر پہلو کو اللہ تعالیٰ نے کھول کر بیان فرمایا ہے اور اگر اُس پر عمل کیا جائے تو ایک انسانی زندگی گھر کے معاشرے سے لے کر بین الاقوامی سطح تک ایسی امن پسند اور محبت اور پیار سے بھری ہوئی زندگی ہے کہ انسان تصور بھی نہیں کر سکتا۔

تقویٰ

بہر حال تقویٰ سے دُور ہٹنے کی وجہ سے یہ لوگوں کی نقل بھی شروع ہوئی ہے۔ اگر تقویٰ دل میں ہو تو کبھی یہ دل میں خیال نہ پیدا ہو کہ ان لوگوں کی آزادی جو ہے یہ بہت اعلیٰ چیز ہے اور اس کو ہمیں اپنانا چاہئے۔ آزادیاں ایک حد تک آزادی ہے۔ لیکن آزادی کی حدود ہیں، بے محابا آزادی جو ہے اس کو اسلام نے پسند نہیں کیا۔ پس اگر مسلمان رہنا ہے، اگر احمدی مسلمان رہنا ہے تو اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ کہاں ہماری آزادی کی حدود ختم ہوتی ہیں۔ اگر ہمارے لڑکے اور لڑکیاں تقویٰ کو معیار بنالیں، نیکی اور تقویٰ کی شادی کو معیار بنالیں تو نہ صرف یہ کہ ذاتی اختلافات ختم ہو جائیں گے، ذاتی طور پر خاندانوں میں بھی اور اپنی ذات میں بھی ایک انقلاب پیدا ہو جائے گا، بلکہ جماعتی انقلاب بھی پیدا ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے

بے شمار احکامات میں یہی فرمایا ہے کہ اِس دنیا کی خواہشات کو اپنی ترجیح نہ سمجھو بلکہ اُس دنیا کی فکر کرو۔

دین کو دنیا پر مقدم کرنا

اس آیت میں بھی جو تلاوت کی گئی ہے یہی ذکر ہے کہ اپنے کل کو دیکھو جو ہمیشہ کی دنیا ہے، جس سے تمہاری عاقبت بھی سنورے گی اور تمہاری نسل کی عاقبت بھی سنورے گی۔ اس بات پر غور کرو کہ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (الحشر:19) کہ ہر جان یہ دیکھے کہ وہ کل کے لئے کیا آگے بھیج رہی ہے؟ اب اس کل کے بھی دو مطلب لئے جاسکتے ہیں۔ ایک یہ کہ اس شادی کے بندھن کو احسن رنگ میں قائم کرکے اور اپنے آپ کو تقویٰ کی راہوں پر چلاتے ہوئے تمہارے سے جو نسل پیدا ہونی ہے، اُس کی تربیت کس حد تک اچھی کر رہے ہو؟ تم دنیا کے وارث تو نہیں بنا رہے۔ یہ دیکھو کہ تمہارا مقصد تو دین کو دنیا پر مقدم کرنا ہے۔ پس ایسی نسل پیدا کرو جو دین کی وارث بننے والی ہو۔ ایسی نسل پیدا کرو جو ماں باپ کے لئے دعائیں کرنی والی ہو۔ اُن کے مرنے کے بعد بھی اُن کے لئے دعائیں کرنے والی ہو۔ ان کے درجات کی بلندی کے لئے دعائیں کرنے والی ہو۔ ایسی نسل پیدا کرو، ایسی مائیں بنو جن کے پاؤں کے نیچے جنت ہوتی ہے، جن کے بچے نیکیوں میں آگے بڑھتے چلے جانے والے ہوتے ہیں اور پھر یہ بھی کہ اپنے عمل بھی اس طرح رکھو کہ آخرت میں اللہ

تعالیٰ تمہیں اس کی بہترین جزا دے۔ قرآن کے احکامات کو سامنے رکھو اور اُن پر عمل کرنے کی کوشش کرو۔

جو پہلی آیت یہاں تلاوت کی گئی ہے اس ایک آیت میں ہی دو مرتبہ تقویٰ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ تو جیسا کہ مَیں نے کہا کہ اگر تقویٰ ہو تو کبھی مسائل اتنے نہ بڑھیں جتنے اب بڑھ رہے ہیں۔ لڑکے بھی ماحول کے بد اثر سے بچنے کی کوشش کریں گے۔ جب نیک لڑکی کی تلاش میں ہوں گے تو پھر لڑکوں کو خود بھی نیکی کی طرف مائل ہونا ہو گا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ لڑکے تو آوارہ گردی میں مبتلا ہوں اور نیک لڑکیوں کی تلاش ہو۔ جب نیک لڑکی کی تلاش ہو گی تو خود بھی تقویٰ پر چلنا ہو گا۔ لڑکیاں بھی جب یہ دیکھیں گی کہ ہمارے رشتوں کی بنیاد نیکیوں پر ہے تو پھر وہ اپنی دنیاوی خواہشات کی بجائے اپنے غیر ضروری فیشنوں کے بجائے، اپنی نیکیوں کی طرف توجہ دیں گی۔ ایک حد تک فیشن بھی جائز ہے، لباس کی خوبصورتی بھی جائز ہے، سنگھار بھی جائز ہے، لیکن جب یہ حد سے زیادہ بڑھ جائے تو یہ پھر تقویٰ سے دُور ہٹا کے لے جاتا ہے۔ تو جب لڑکیوں کو بھی پتہ ہو گا کہ ہمارے رشتوں کے معیار کیا ہیں تو ظاہر ہے وہ نیکیوں پر قائم ہوں گی۔ تو یہ دو طرفہ عمل ہے۔ لڑکیوں کو بھی نیکیوں کی طرف قدم مارنے ہوں گے اور لڑکوں کو بھی۔ اور ان کے ماں باپ کو بھی اس طرف توجہ دینی ہو گی کہ ہمارے بچے ایسے نیک ماحول میں پلیں بڑھیں جہاں تقویٰ سب سے مقدم ہو۔ **صرف اجلاسوں اور جلسوں پر یہ عہد دہرا دینا کہ**

ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے کافی نہیں ہو گا، بلکہ اپنی عملی زندگی اس طرح بنانی ہو گی کہ جو دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والی ہو۔

یہ تو ہو نہیں سکتا کہ اللہ تعالیٰ پر یقین بھی ہو اور اُس کے احکامات پر نظر بھی نہ ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ پر یقین ہے جو سب طاقتوں کا مالک ہے اور اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ کل پر نظر رکھو، ورنہ تمہارے عمل جو ہیں بے فائدہ ہیں تو پھر کل پر نظر رکھنے کی کوشش بھی کرنی ہو گی۔ مرنے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے اللہ تعالیٰ کی خاطر کئے گئے نیک اعمال ہی بچائیں گے۔ ایسے نیک اعمال جو خالصۃً خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے کئے گئے ہوں۔ پس ہر ایک کو اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ کیا ہمارا ہر عمل خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہے؟ یا صرف دنیا دکھاوے کے لئے۔

ہر عمل اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر

کچھ عرصہ ہوا مَیں نے خطبہ میں ایک لمبی حدیث سنائی تھی۔ اُس میں ہر عمل جو ہے، جہاں اللہ تعالیٰ نے دیکھا، کہیں فرشتوں نے اُس کو روک دیا کہ اللہ کی رضا کی خاطر نہیں تھا اور کہیں خدا تعالیٰ نے روک دیا۔ پس ہر عمل کو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر بنانے کے لئے کوشش کرنی ہو گی اور پھر یہ دعا کرنی ہو گی کہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہی ہے جو ہمیں بچا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسانوں کو تو تم دھوکہ دے سکتے ہو، جھگڑوں کی صورت میں اپنے حق میں فیصلے کروا سکتے ہو، لڑکی بھی اپنے ناجائز

حقوق چرب زبانی کے ذریعہ سے لے سکتی ہے، لڑکے بھی اپنے ناجائز حقوق چرب زبانی کے ذریعہ سے لے سکتے ہیں، لیکن اگر تقویٰ ہو تو اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہ اس کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔ کبھی یہ نہیں ہو گا کہ ناجائز طور پر حقوق لینے کی کوشش ہو۔ ہاں کسی غلط فہمی کی وجہ سے ہو تو ہو، ناجائز نہیں ہو سکتا۔

ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ ہم نے اس زمانے کے امام کو مانا ہے، اُس شخص کو مانا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے زمانے کا مامور کر کے بھیجا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اِتّباع میں نبی کا درجہ دے کر اس زمانے کی اصلاح کے لئے بھیجا ہے۔ بندے اور خدا میں جو دُوری واقع ہو گئی ہے، اُسے ختم کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ تقویٰ کے راستوں کی نشاندہی کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ اگر ہم نے اپنی ذمہ داری نہ سمجھی اور دنیا کو اور اس کی جاہ و حشمت کو اور اس کی چکا چوند کو سب کچھ سمجھ لیا تو پھر احمدی ہونے کا کوئی فائدہ نہیں۔ مخالفینِ احمدیت سے بھی ہم ماریں کھائیں۔ کیا فائدہ ہے اس کا؟ احمدی ہوئے، احمدیت پر عمل بھی نہ کیا، مخالفین سے ماریں بھی کھائیں، گالیاں بھی سنیں اور اللہ تعالیٰ کی نظر میں بھی نیکیوں سے ہٹے ہوؤں میں شمار ہوئے۔ آپ میں سے بہت ساری ایسی ہیں جو پاکستان سے اس وجہ سے ہجرت کر کے آئی ہیں کہ وہاں حالات اجازت نہیں دیتے، آج حالات احمدیوں کے حق میں نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فضل کیا کہ یہاں اس ملک میں آکر یہاں کی حکومتیں آپ کو رہنے کی اجازت دیتی ہیں۔ اس فضل کا شکرانہ یہی ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھتے ہوئے

تقویٰ میں قدم آگے بڑھائیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کی کوشش کریں، نہ کہ دنیا کی جو جاہ و حشمت ہے اس سے متاثر ہو کر اس میں ڈوب جائیں۔

کل بھی مَیں نے بتایا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام ہم سے کیا چاہتے ہیں، کس درد سے ہم میں پاک انقلاب پیدا کرنے کے لئے آپ نے ہمیں نصائح فرمائی ہیں؟ ایک موقع پر آپ نے فرمایا کہ ہماری جماعت کے لوگ میرے مرید ہو کر مجھے بدنام نہ کریں۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 4 صفحہ 145۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

(ماخوذ از ملفوظات جلد 5 صفحہ 455۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پس دیکھیں کیسا درد ہے۔ ہمیں اپنی حالتوں کے جائزے لینے ہوں گے۔ یہ باتیں جو میں آپ عورتوں کے سامنے کر رہا ہوں، یہ مَردوں کے لئے بھی ہیں، وہ بھی سن رہے ہیں، بلکہ اب تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایم ٹی اے کے ذریعہ سے ساری دنیا میں جو بھی سننے کی خواہش رکھتا ہے، وہ سنتا ہے۔

بعض مرد یہ سمجھتے ہیں کہ شاید عورتوں میں ذکر ہو رہا ہے تو ہم بہت نیک ہیں اور ہماری بیویاں ہی خراب ہیں۔ یہ بھی ایک قسم کا تکبر ہے۔ کیونکہ تکبر جو ہے، یہ بھی تقویٰ سے دوری پیدا کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اُن میں بھی تقویٰ نہیں ہے۔ ہر ایک کو عاجزی اپنانے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح بعض عورتیں

مردوں پر الزام لگا دیتی ہیں تو جیسا کہ میں نے پہلے کہا دونوں طرف تقویٰ، ہو گا تو کبھی یہ الزام تراشیاں نہیں ہوں گی اور گھریلو زندگیاں پیار اور محبت سے گزرنے والی ہوں گی۔ اور یہی ایک خوبصورت گھرانے کی ایک اچھی نشانی ہے۔ میاں بیوی کے تعلقات میں، مردوں اور عورتوں میں بھی اور بعض دفعہ دو تین بچے بھی ہو جاتے ہیں، پھر بھی اختلافات بڑھ جاتے ہیں اور طلاقوں تک نوبت آ جاتی ہے یا عورتیں بعض مجبوریوں کی وجہ سے خلع لیتی ہیں۔ مَیں یہ نہیں کہتا کہ ناجائز خلع لیتی ہیں۔ بعض مَردوں کے ظلم ایسے ہیں کہ خلع بالکل جائز ہوتے ہیں، لیکن بچوں کی خاطر پھر قربانیاں عورتوں کو بھی دینی چاہئیں اور مردوں کو بھی دینی چاہئیں۔ معمولی اختلافات کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے ختم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اسی طرح نوجوان جوڑے ہیں، وہ بعض دفعہ ابتدا میں ہی، رشتے ختم کر دیتے ہیں کہ ہماری understanding نہیں ہوئی۔ یہ بھی غلط طریقہ کار ہے جو یہاں کے ماحول میں مذہب کی دوری کی وجہ سے پیدا ہو گیا ہے۔ لیکن ایک احمدی کو، ایک احمدی مسلمان کو جو اپنے آپ کو اس زمانے میں سب سے زیادہ دین سے قریب سمجھتا ہے، اُس میں یہ باتیں پیدا نہیں ہونی چاہئیں۔

قرانِ کریم کے بعض احکامات

اب یہ رشتہ کی ایک مثال میں نے دی ہے، تقویٰ صرف یہیں ختم نہیں ہو جاتا۔ قرآنِ کریم میں جیسا کہ میں نے کہا تھا بے شمار احکامات ہیں اور ہر قدم اور زندگی کے ہر پہلو پر احکامات ہیں۔ وہ سب ہمارے مدّ نظر ہونے چاہئیں۔ قرآنِ کریم کے احکامات پر عمل کرنا ہی تقویٰ پر چلنے کے قابل بناتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم ایسا نہیں کہ جسے کم سمجھا جائے۔ جو احکام قرآنِ کریم میں بیان ہو گئے انسان کو سمجھنا چاہئے کہ اُن پر عمل کرنا اور اُن کو بجالانا ایک مومن اور ایک مومنہ پر فرض ہے۔

نماز

مثلاً نماز کا ایک حکم ہے، عبادت کا حکم ہے تو یہ جس طرح فرض کیا گیا ہے اور جس عمر میں بھی فرض کیا گیا ہے، اس پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اس میں کسی قسم کی سستی نہیں ہونی چاہئے۔

عورت گھر کی نگران ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ عورت گھر کی نگران ہے۔

(صحیح بخاری کتاب النکاح باب المرأۃ راعیۃ فی بیت زوجھا حدیث 5200)

اگر خود عبادت اور نمازوں کی پابندی ہو گی، خود قرآنِ کریم کی تلاوت کی پابندی ہو گی، خود دین سیکھنے کی طرف توجہ کی پابندی ہو گی تو بچے بھی اس طرف توجہ

دیں گے۔ بعض دفعہ بعض عورتیں شکایت کرتی ہیں کہ ہمارے خاوند اس طرف توجہ نہیں دیتے۔ اگر نہیں دیتے تو اُن کو بھی توجہ دلائیں، یہ بھی آپ لوگوں کی ذمہ داری ہے اور اگر کچھ نہ کچھ کسی نہ کسی ذریعہ سے موقع دیکھ کے اُن کو توجہ دلائیں کہ دیکھو کہ تمہارا عمل صرف تمہارے تک محدود نہیں بلکہ تم اگلی نسلوں کو بھی بگاڑ رہے ہو۔ پس یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے جو ہر موقع پر عورت کو اس بات کی طرف توجہ دلاتی ہے کہ اُس نے نہ صرف اپنی ذات کے لئے بلکہ اپنی نسل کے لئے بھی قربانی دے کر دین کو دنیا پر مقدم رکھنا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑنا ہے، اپنی عبادتوں کے معیار حاصل کرنے ہیں۔

پردے کا حکم

پھر عورتوں کے احکامات میں سے ایک حکم پردہ کا ہے۔ یہ کوئی چودہ سو سال پہلے کا حکم نہیں تھا۔ قرآنِ کریم کا حکم ہے جو ایک زندہ کتاب ہے اور آج بھی اسی طرح یہ جاری حکم ہے جس طرح چودہ سو سال پہلے جاری تھا۔ پردہ کا مقصد حیا، عورت اور مرد کا بے جا ملنے جلنے سے بچنا، بدخیالات سے دوری اور تقویٰ پر چلنا ہے۔ پس ہر عورت کو اپنے جائزے لینے چاہئیں کہ کیا اُس کا حیا کا معیار وہ ہے جو خدا تعالیٰ ہم سے چاہتا ہے۔ کیا بلاوجہ نامحرموں سے ملنا جلنا تو نہیں ہے۔ پھر بدخیالات ہیں۔ نوجوانوں میں بدخیالات میں خاص طور پر آجکل کی فلمیں بہت کردار ادا کر رہی ہیں۔ گو کہ بعض بڑوں کے بارے میں بھی خاص طور پر مردوں کے بارے

میں شکایتیں آتی ہیں، اور گھر اسی لئے ٹوٹ رہے ہوتے ہیں کہ انٹرنیٹ پر یا ٹی وی پر بیٹھ کر بیہودہ اور لغو فلمیں دیکھی جاتی ہیں۔ اس وجہ سے بھی آزادی کے نام پر یہاں بے حیائی عام ہے۔ ایسی فلموں سے کبھی پاک خیالات نہیں ہو سکتے۔ یہ فلمیں بنانے والوں کو یا ٹیلیویژن وغیرہ پر چلانے والوں کو خود بھی یہ خیال ہے کہ یہ گندی چیزیں ہیں۔ اس لئے علاوہ ڈراؤنی فلموں کے ایسی گندی فلموں کے بارے میں بھی یہ لکھا ہوا آتا ہے کہ بچوں کے سامنے نہ دیکھی جائیں۔ یا بعض سائٹ ہیں، اُن پر لکھا ہوا آتا ہے کہ اُن کو بچوں کے لئے لاک (Lock) کر دو۔ اس کا مطلب ہے کہ ان کے نقصانات کا اندازہ ان کو بھی ہے لیکن ایک ظاہری آزادی کے نام پر بے حیائی پھیلتی چلی جا رہی ہے۔ پھر جس معاشرے میں یہ گند دکھانے کی حالت ہو وہاں تقویٰ کہاں رہ سکتا ہے۔ اس لئے اس معاشرے میں رہ کر ایک احمدی عورت کو، ایک احمدی بچی کو، ایک احمدی مرد کو اور ایک احمدی جوان کو بہت پھونک پھونک کر قدم اُٹھانے کی ضرورت ہے۔

پھر لباس کے فیشن ہیں۔ ہر احمدی عورت اور لڑکی کو یاد رکھنا چاہئے، جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی کہا، فیشن کریں، ایک حد تک جائز فیشن کریں لیکن بعض ٹائٹ جینز اور بلاؤز پہنتی ہیں یا، اُن کے ساتھ ٹی شرٹ یا پہن لیں گی، تو عورت کے تقدس کو پامال کر رہی ہوتی ہیں۔ ایسا لباس تو گھروں میں مردوں کے سامنے بھی جن سے پردہ نہیں، اُن کے سامنے بھی نہیں پہننا چاہئے، کجا یہ کہ غیر مردوں کے سامنے ایسا لباس

پہن کے آیا جائے۔ خاص طور پر نوجوان نسل کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ لباس اور ماحول خیالات پر بد اثر ڈالتے ہیں اور اچھا بھی اثر ڈالتے ہیں۔ جینز پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے، کبھی میں نے نہیں روکا، لیکن اس کے ساتھ لمبی قمیص ہونی چاہئے، کم از کم گھٹنوں تک۔ کچھ عرصہ پہلے مجھے یہاں سے کسی نے لکھا تھا کہ آپ یہاں آرہے ہیں تو آپ کے سامنے بعض ایسی عورتیں بھی آئیں گی جنہوں نے باہر نکلتے ہوئے کبھی سر پر دوپٹہ بھی نہیں رکھا، لیکن بڑے نقاب اور برقعے انہوں نے پہننے کے لئے سلوائے ہیں۔ تو اگر صرف اس لئے ہے کہ مجھے دکھانا ہے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میری تمہارے پر نظر ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔ (الحشر:19) جو تم عمل کرتے ہو اُس سے مجھے خبر ہے۔ دلوں کو میں جانتا ہوں۔ ہاں اگر یہ خیال ہے کہ اس وجہ سے ہمارا شرم اور حجاب جو ہے وہ ذرا ختم ہو جائے اور ہم برقع پہن کے ایک دفعہ جائیں گے، دو دفعہ جائیں گے، تین دن جائیں گے، دس سامنے دن جائیں گے، تو ہمیں عادت پڑ جائے گی اور ہماری زندگی کا مستقل حصہ بن جائے گا، تو پھر یہ بڑی اچھی بات ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن یاد رکھیں کہ آپ کا ہر عمل خدا تعالیٰ کے لئے ہونا چاہئے، کسی بندے کے لئے نہیں۔

اگر ایک احمدی لڑکی اور عورت تقویٰ پر چلنا چاہتی ہے تو اپنے لباس کا خیال رکھنا ہوگا، اس کو حیادار بنانا ہوگا، باپردہ بنانا ہوگا۔ ورنہ کوئی بعید نہیں کہ ماحول کا جو اثر ہے، اسے بھی گندگیوں میں کھینچ کے لے جائے۔ اس وقت تنا وقت نہیں کہ میں

قرآنِ کریم کے تمام احکامات کیا، اُن کے کچھ حصوں کا بھی کھول کر بیان کر سکوں۔

بہرحال **ایک احمدی سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ تقویٰ میں ترقی کرے اور ترقی کے لئے قرآنی احکامات کی تلاش کرے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کی راہیں تلاش کرے اور اس کے لئے ایک جدوجہد اور کوشش ہو۔** آج جماعت احمدیہ کے افراد ہی ہیں، عورت اور مرد، بچے اور جوان اور بوڑھے جو دنیا کی اصلاح اور رہنمائی کر سکتے ہیں۔ آج احمدی ہی ہیں جو خدا تعالیٰ کے ساتھ زندہ تعلق پیدا ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت سے احمدی ہیں۔ اگر یہ میں نے چند مثالیں دی ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اکثریت ایسی ہے جو نعوذ باللہ دین سے دُور ہٹی ہوئی ہے۔ اکثریت اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے لیکن ہمارے اندر معمولی تعداد بھی ایسی ہو جو دین پر نہ چلنے والی ہو تو باقیوں کو بگاڑ سکتی ہے۔ اور پھر فکر اُس وقت بڑھتی ہے جب یہ تعداد آہستہ آہستہ بڑھ بھی رہی ہو۔

پس اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ ہم کہاں تک دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ آج ہر احمدی کا، ہر اُس احمدی کا فرض ہے جو تقویٰ پر قدم مارنے والا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی پناہ کی راہیں تلاش کرنے والا ہے کہ اُن تعلیمات پر عمل کرنے کی کوشش کرے، اُن کو پڑھے اور اُن کو تلاش کرے، جو قرآنِ کریم

میں بیان کی گئیں اور جن کی تفصیل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے ہمارے سامنے فرمائی۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

"در حقیقت متقیوں کے واسطے بڑے بڑے وعدے ہیں اور اس سے بڑھ کر کیا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ متقیوں کا ولی ہو جاتا ہے"۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 279۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پس اگر اللہ تعالیٰ کو اپنا ولی بنانا ہے تو تقویٰ پر چلنا ہو گا، دین کو دنیا پر مقدم رکھنا ہو گا۔ جیسا کہ مَیں نے کہا جماعت احمدیہ میں بڑے لوگوں کا اللہ تعالیٰ سے تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ نظارے دکھاتا ہے کہ اُن کی دعاؤں کو سنتا بھی ہے اور اُن کی ضرورتیں پوری بھی فرماتا ہے، اُن پر فضل بھی فرماتا ہے۔

جماعت احمدیہ۔ خدا تعالیٰ کی قائم کردہ جماعت

پس ہر احمدی مرد اور عورت کو یاد رکھنا چاہئے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنی بعثت کا مقصد بندے کو خدا تعالیٰ کے ساتھ جوڑنا بتایا ہے اور اللہ تعالیٰ سے مضبوط تعلق پیدا کرنا قرار دیا ہے تو ہر احمدی کی ذمہ داری ہے، بلا استثناء، ہر مرد اور عورت کی ذمہ داری ہے کہ اپنا تعلق اللہ تعالیٰ سے جوڑے اور اپنے بچوں کا تعلق بھی اللہ تعالیٰ سے جوڑنے کی کوشش کرے۔ جس معاشرے میں رہ رہی ہیں، اس معاشرے کو بھی ہم نے بدلنا ہے۔ اس میں بھی انقلاب لانا ہے۔

صرف پاکستانی احمدیوں کی یا چند فجین احمدیوں کی جماعت، جماعت احمدیہ نہیں ہے، بلکہ ہمارا مقصد بہت بلند ہے۔ ہم نے اس ملک کو تبلیغ کر کے احمدیت اور حقیقی اسلام میں لانا ہے اور اس کے لئے ہمیں کوشش کرنی ہو گی۔ نہ کہ ان کی جو تعلیم ہے اور ان کی جو روایات ہیں اُن میں بہ جائیں۔ اور یہ اُس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک ہم اپنی حالتوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق نہ بنائیں۔ تقویٰ پر قدم مارنے والا نہ بنائیں۔ ہمیشہ یاد رکھیں کہ جماعت احمدیہ نے ترقی کرنی ہے، یہ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ اگر ہم نے اس الٰہی تقدیر کا حصہ بننا ہے تو پھر ہر احمدی عورت کو چاہئے اور ہر مرد کو چاہئے، ہر جوان اور ہر بوڑھے کو چاہئے کہ اپنی حالتوں میں پاک تبدیلیاں پیدا کرے، ورنہ اللہ تعالیٰ کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وعدے کے مطابق قومیں تیار ہو رہی ہیں جو جلد اس سلسلہ میں آملیں گی اور پھر خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والی بن جائیں گی۔ آپ میں سے اکثریت جو پرانے احمدیوں کی ہے، بلکہ اکثریت کے باپ دادا احمدی ہوئے تھے۔ اگر آپ نے اپنی حالتوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق نہ ڈھالا تو دوسرے آکر آگے نکل جائیں گے۔ پس بہت توجہ کی ضرورت ہے۔

مختلف قوموں کی جماعت احمدیہ میں شمولیت

اللہ تعالیٰ اس زمانے میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی جماعت کو بڑھانے کے لئے اپنے طور پر بھی لوگوں کی رہنمائی فرماتا ہے۔ میں چند مثالیں آپ کو پیش کر دیتا ہوں، جس سے پتہ چلتا ہے کہ کس طرح خدا تعالیٰ رہنمائی فرما کر عورتوں اور لڑکیوں کو جماعت احمدیہ میں شامل فرما رہا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی صداقت اُن پر ظاہر کر رہا ہے۔ پس یہ جماعت احمدیہ کوئی معمولی جماعت نہیں، اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ جماعت ہے۔ اس نے بڑھنا ہے اور اس کا بڑھنا اُسی وقت صحیح ہو گا جب اس کا ہر فرد نیکیوں میں آگے بڑھنے والا ہو۔ آج ہر اُس شخص کی جس کی فطرت نیک ہے اللہ تعالیٰ کس طرح رہنمائی فرماتا ہے، چند مثالیں میں نے آپ کے سامنے رکھنے کے لئے نکالی ہیں۔

تیونس کی ایک راضیہ صاحبہ ہیں۔ کہتی ہیں کہ مَیں نے ایک عرصہ صوفی مذہب کے ساتھ گزارا۔ دین سے تعلق اُن کو پہلے بھی تھا، دنیاداری سے متاثر نہیں تھیں۔ نیک فطرت تھیں۔ پھر اچانک ایک روز آپ کا چینل یعنی ایم۔ٹی۔اے مل گیا۔ بعض قابلِ اعتماد لوگوں سے آپ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جماعت کی تکفیر کی۔ اب یہ چینل ایم ٹی اے ہدایت کے لئے ملا۔ غیر تو ہمارا چینل ہدایت کے لئے تلاش کریں اور ہم جو گندے چینل ہیں، اُن پر بیٹھ کے اپنی بے حیائی کے سامان کریں۔ ایسے لوگوں کی کس قدر بدقسمتی ہو گی۔ کہتی ہیں پھر ایک روز میرے کمسن

بیٹے نے خواب دیکھی کہ ہم ایک کار میں بیٹھے ہیں جسے مصطفیٰ ثابت صاحب چلا رہے ہیں۔ مجھے سمجھ آگئی کہ مَیں سیدھے راستے پر ہوں۔ چنانچہ میں جماعت احمدیہ میں شامل ہوگئی۔

پھر مصر کی ایک عزیزہ صاحبہ ہیں۔ کہتی ہیں کہ میری بیعت کی تفصیل یہ ہے کہ 2011ء میں ایک روز ٹی وی کے مختلف چینلز بدل رہی تھی کہ اچانک ایم۔ٹی۔اے پر مصطفیٰ ثابت صاحب کا پروگرام ''اَجْوِبِہ عَنِ الْاِیْمَان'' چل رہا تھا۔ اس کے بعد ایم ٹی اے دیکھتی رہی اور ''الحوار المباشر'' بھی پسند آیا جس میں مختلف ادیان کے لوگوں سے گفتگو ہو رہی تھی۔ مَیں بھی باقی لوگوں کی طرح عیسیٰ کے نزول کی منتظر تھی۔ احمدیوں کی اس بارہ میں باتیں تو بہت معقول تھیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی آنے کی بات سمجھنا مشکل تھا اور ایک روز ایم ٹی اے پر ذکر ہو رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے کلام بھی کرتا ہے اور اس پر مجھے ایک پرانی خواب یاد آگئی۔ 2003ء میں رمضان میں ایک روز نماز پڑھنے مسجد گئی تو وہاں عورتوں کے رویّہ سے بیزار ہو کر فیصلہ کیا کہ آئندہ گھر پر ہی نماز پڑھا کروں گی۔

یہاں مَیں ایک وضاحت بھی کر دوں کہ بعض ہماری نئی احمدی جو نو احمدی ہوتی ہیں، بلکہ بعض فجین بھی مجھے شکایت کرتی ہیں کہ جب وہ مسجد میں آتی ہیں، تو اُن کی جو پاکستانی تعداد زیادہ ہے، وہ اردو میں زیادہ باتیں کرتی ہیں۔ حالانکہ آج کل

کی نوجوان لڑکیوں کو انگلش بھی آتی ہے اور اُن کی زبان میں بات کرنی چاہئے۔ جب کوئی غیر بیٹھا ہو تو پھر کوشش یہی کرنی چاہئے کہ اُنہیں کی زبان میں بات ہو۔

بہر حال کہتی ہیں چنانچہ نماز اور دعا کے بعد سو گئی تو خواب میں دیکھا کہ آسمان میں ایک روشن کھڑکی کھلی ہے جس کا رنگ سفید اور شکل بیضوی ہے اور ایک منادی کہہ رہا ہے کہ میں تیرا رب ہوں۔ میں نے سجدہ کیا اور تین دفعہ کہا۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔ بیدار ہوئی تو بہت خوش اور حیران تھی۔ اللہ کی شفقت اور مہربانی دیکھ کر یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے بہت قریب ہے اور دعا کرنے والوں کی دعا کا جواب دیتا ہے۔ اس خواب کے ایک دن بعد خواب میں دیکھا کہ ایک شخص آسمان پر اڑتا ہوا آیا جس کے بال اور داڑھی سیاہ تھے۔ اُس کے سر سے میزائل نکل رہے تھے اور اوپر جا کر آسمان کو منور کر رہے تھے۔ میں نے اُس کی طرف دیکھا تو وہ کہنے لگا کہ میں مسیح ہوں۔ میں نے خیال کیا کہ وہ مسیح ناصری ہے اور یہ قربِ قیامت کی نشانی ہے۔ پھر دل میں سوچا کہ عیسیٰ مسیح میرے پاس کیوں آئے ہیں۔ تعبیر الرؤیا کی کتب میں تعبیر دیکھی۔ مگر مجھے خدا کے کسی کے ساتھ کلام کرنے کی تعبیر کہیں نہ ملی۔ لوگوں سے پوچھا تو انہوں نے کہا۔ خدا کسی سے کلام نہیں کرتا اور یہ عقیدہ غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ صفتِ کلام جو ہے، وہی جب آجکل کے مسلمانوں نے بند کر دی ہے تو انہوں نے دین کو دنیا پر مقدم کیا کرنا ہے؟ بہر حال کہتی ہیں تاہم مسیح علیہ السلام کو دیکھنے کی یہ تعبیر معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ ایسی خواب

دیکھنے والے کو حکمت اور نیک اولاد عطا فرمائے گا۔ پھر مجھے ایم ٹی اے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ جس کو میں نے خواب میں دیکھا تھا وہ مسیح موعود علیہ السلام تھے، اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت نصیب فرمائی۔

پھر الجزائر کی بشکیط صاحبہ ہیں۔ کہتی ہیں بیعت سے قبل میرے ذہن میں سوال پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام سے قبل بہت سے انبیاء اور رسول مبعوث فرمائے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آج جو انسانیت کی حالت اور جو فساد برپا ہے، وہ اس سے قبل کبھی نہیں ہوا۔ کیونکہ نہ تو اب اخلاق باقی رہے ہیں اور نہ ہی کوئی اسلام کی صحیح طور پر پیروی کرتا ہے۔ میرے دل میں یہ تمنا ہوئی کہ کاش اللہ تعالیٰ کسی رسول کو امت کی اصلاح کے لئے مبعوث فرمائے۔ اب یہ دیکھیں ایک طرف بعض ہم میں سے کس طرف جا رہے ہیں اور دوسری طرف غیروں میں سے بعضوں کو دین کی کتنی فکر ہے اور اللہ تعالیٰ پھر اُن کی رہنمائی فرماتا ہے کہتی ہیں کہ ایک دن میرے بھائی عبد العالی بشکیت نے نزول عیسیٰ، جنّ اور نملۃ کی حقیقت کے بارے میں تفصیل سے مجھے آگاہ کیا۔ ان کے یہ خیالات مجھے بہت بھائے اور ان میں ایک کشش محسوس ہوئی۔ پھر میں نے اپنے بھائی کے ٹیبل پر کچھ فائلیں دیکھیں، اُنہیں پڑھ کر تو میں جیسے ایک نہایت خوبصورت دنیا، بلکہ کسی جنت میں پہنچ گئی۔ جیسے جیسے میں ان باتوں کا مطالعہ کرتی گئی، میرا نفس دُھلتا چلا گیا۔ دن کو میں کام پر جاتی لیکن میرا دھیان ان کتب میں اٹکا رہتا۔ پھر میرے بھائی نے مجھے

حضرت امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں بتایا اور سمجھایا کہ آپ ہی مسیح موعود بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ دیگر اسلامی جماعتیں جو صرف قتل و فساد کی تعلیم دیتی ہیں، اُن کے طرزِ عمل کے بارے میں مجھے کبھی اطمینان حاصل نہ ہوا تھا۔ اس طرح مولویوں کے چینل بھی مجھے بالکل نہیں بھاتے تھے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا چہرہ ایسا نورانی ہے کہ جسے دیکھ کر انسان پہلی نظر میں گرویدہ ہو جاتا ہے۔ آپ سب سے اتنے الگ اور ممتاز نظر آتے ہیں جیسے اندھیرا اور روشنی۔ میں نے اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام سے بڑھ کر کسی کو نہیں پایا۔ کہتی ہیں پھر میں نے استخارہ کیا۔ خواب میں دیکھا۔ کوئی میرے اندر سے بلند آواز میں کہہ رہا ہے کہ یہی مہدی ہیں، یہی امام مہدی ہیں۔ اس آواز کے سبب سے میں ساری رات ٹھیک سے سوئی نہیں اور اپنے آپ سے کہتی رہی کہ میں بیعت کرتی ہوں اور میری طبیعت میں سکون اور اطمینان پھیل جاتا اور مجھے یہ بھی خوف دامنگیر رہا کہ کہیں بیعت سے پہلے مر نہ جاؤں۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے مجھے بیعت کی توفیق دی۔ اب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی کتب کا مطالعہ کرنا چاہتی ہوں۔ اور یہ لوگ وہ کرتے بھی ہیں۔

تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ بھی قرآنِ کریم کے احکامات کو سمجھنے کے لئے بڑا ضروری ہے جو ہر بچی کو اگر اردو پڑھنی نہیں آتی تو انگلش میں جو لٹریچر میسر ہے، اُس میں پڑھیں۔ اور جن کو اردو پڑھنی آتی ہے اُس

میں پڑھیں، تبھی اپنی اصلاح کر سکتی ہیں۔ کیونکہ قرآنِ کریم کی صحیح تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام سے ہی ملتی ہے۔

پھر ایک یمن کی نومبائع احمدی ہیں۔ کہتی ہیں میرے والد ایک عالمِ دین تھے۔ وہ مجھے بتایا کرتے تھے کہ امام مہدی کے ظہور کی جملہ علامات پوری ہو چکی ہیں۔ اگر میری وفات کے بعد امام مہدی ظاہر ہوں تو اُن کی بیعت ضرور کرنا۔ تو مَیں اُن سے پوچھتی کہ وہ کیسے ظاہر ہو گا؟ والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ وہ ٹی وی کے ذریعہ سے ظاہر ہوں گے اور اُن کو سارا زمانہ دیکھے گا۔ والد صاحب کی وفات کے بعد میں ایک مرتبہ چینلز بدل کر دیکھ رہی تھی کہ مجھے ایم ٹی اے مل گیا جس کے ذریعہ مجھے امام مہدی کے ظہور کی بشارت ملی۔ مجھے بہت خوشی ہوئی اور جو میرے والد صاحب نے بتایا تھا وہ پورا ہوا۔ میں نے استخارہ کیا، اللہ تعالیٰ نے سیدھا راستہ دکھایا اور میں نے اور میری والدہ نے بیعت کر لی۔

پھر تنزانیہ کی ایک خاتون ہیں۔ اب افریقہ کو لوگ کہتے ہیں کہ اَن پڑھ لوگ ہیں۔ وہاں کی ایک بڑی عمر کی غیر احمدی عورت ہماری مسجد میں نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے لئے آئیں اور نمازِ جمعہ کے بعد معلم صاحب کے گھر چلی گئیں۔ وہاں کمرے میں بٹھایا، وہاں دیوار پر جماعت احمدیہ کا کیلنڈر لگا ہوا تھا۔ ایک بڑی تصویر تھی اُس پر عورت نے پوچھا یہ کس کی تصویر ہے؟ کیلنڈر پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اور خلفاء کی تصاویر تھیں۔ اُس خاتون نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی

تصویر پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ یہ کون ہیں؟ جب اُن کو بتایا گیا کہ آپ مسیح موعود اور مہدی امامِ وقت ہیں تو اس عورت نے کہا کہ یہ تو وہی بزرگ ہیں جن کو مَیں نے خواب میں دیکھا تھا کہ مجھے اپنی طرف بلا رہے ہیں۔ اس کے بعد خاتون نے بیعت کر لی۔

پس اگر نیک نیتی سے دعا کی جائے تو صرف یورپ میں ہی نہیں، افریقہ میں بھی اور ایشیا میں بھی اور دُور دراز علاقوں میں بھی اللہ تعالیٰ رہنمائی فرماتا ہے۔ جو غیر ہیں اگر اُن کی رہنمائی فرما رہا ہے تو جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبول کر لیا ہوا ہے اُن کی کس قدر رہنمائی فرمائے گا؟ اُن کو کس قدر توجہ سے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اپنے راستوں کی طرف رہنمائی فرمائے گا۔ پس اس کے لئے کوشش کی بھی ضرورت ہے جو ہم میں سے، ہر ایک کو کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو پورا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کی باتوں پر ہماری ہر وقت نظر رہنی چاہئے بجائے ادھر اُدھر کے چینل دیکھنے کے ایک وقت کم از کم ایسا ضرور رکھیں جب ایم ٹی اے کے خاص پروگرام بھی دیکھا کریں جو آپ کی تربیت کے لئے بہتر ہوں۔ یہ دنیا ہمارے لئے کُل اثاثہ نہیں ہے۔ یہ دنیا ہی ہمارے لئے سب کچھ نہیں ہے، بلکہ خدا تعالیٰ کی رضا کا حصول اگر مقصد ہو گا تو دلوں کی تسلی ہو گی اور نہ صرف اس دنیا میں اطمینان نصیب ہو گا بلکہ اگلے جہان میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کی آغوش میں انسان ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ دنیاوی خواہشات کے بجائے ہم سب

اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی تڑپ رکھنے والے ہوں۔ ہمارے گھر بھی جنت کا نمونہ ہوں اور اخروی زندگی میں بھی ہم اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنیں۔

اب دعا کر لیں

(مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 24 جنوری 2014)

☆☆☆

جلسہ سالانہ جرمنی کے موقع پر بمقام

کالسروئے 14 جون 2014ء کو

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا

مستورات سے خطاب

- جماعت کی ترقی کے معیار
  - ○ خدا پر سچا ایمان
  - ○ آخرت کی فکر
  - ○ توبہ، استغفار
- عورت گھر کی نگران
- سچے ایمان کی خصوصیات
  - ○ غیب پر ایمان
  - ○ اطاعت
  - ○ اللہ تعالیٰ کے حکموں کی تعظیم
- تقویٰ کیا ہے؟
  - ○ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی
  - ○ تزکیۂ نفس

- ○ سچائی
- ○ پردہ اور حیادار لباس
- ○ دینی علم
- ○ عملی، علمی اور روحانی حالتوں کے جائزے

- ● ایمان افروز واقعات
- ● خلافت کے نظام میں ہر خلیفہ خلیفۃ المسیح کہلاتا ہے

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ- اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ- مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ- اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ- اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ- صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ-

جماعت کی ترقی کے معیار

خدا پر سچا ایمان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

"اس جماعت میں داخل ہو کر اوّل تغیر زندگی میں کرنا چاہئے کہ خدا پر ایمان سچا ہو کہ وہ ہر مصیبت میں کام آتا ہے۔ پھر اس کے احکام کو نظرِ خفّت سے ہر گز نہ دیکھا جاوے بلکہ ایک ایک حکم کی تعظیم کی جاوے اور عملاً اس تعظیم کا ثبوت دیا جاوے۔ مثلاً نماز کا حکم ہے۔ جب ایک شخص اسے بجالاتا ہے اور نماز ادا کرتا ہے

تو بعض لوگ اس سے تمسخر کرتے ہیں... لیکن ایک مومن کو ہرگز لازم نہیں کہ ان باتوں اور ہنسی اور استہزاء سے وہ اس کی ادائیگی کو ترک کرے۔"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 472۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

آخرت کی فکر

پھر آپ نے فرمایا:

"یاد رکھو کہ اس سلسلہ میں داخل ہونے سے دنیا مقصود نہ ہو بلکہ خدا تعالیٰ کی رضا مقصود ہو۔" فرماتے ہیں: "ضروری ہے کہ آخرت کی فکر کرو۔ جو آخرت کی فکر کرے گا اللہ تعالیٰ دنیا میں اس پر رحم کرے گا... بیعت کی خالص اغراض کے ساتھ جو خدا ترسی اور تقویٰ پر مبنی ہیں دنیا کے اغراض کو ہرگز نہ ملاؤ۔ نمازوں کی پابندی کرو اور توبہ واستغفار میں مصروف رہو۔ نوع انسان کے حقوق کی حفاظت کرو اور کسی کو دکھ نہ دو۔ راستبازی اور پاکیزگی میں ترقی کرو تو اللہ تعالیٰ ہر قسم کا فضل کر دے گا۔"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 434۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

فرمایا کہ "یاد رکھو کہ ایسا نہ ہو کہ تم اپنے اعمال سے ساری جماعت کو بدنام کرو۔"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 184۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

آپ نے پھر عورتوں کو یہ نصیحت فرمائی کہ گلہ شکوہ اور غیبت سے رکیں۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 3 صفحہ 434۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر فرمایا کہ "بیعت کا زبانی اقرار کچھ شئے نہیں۔ اللہ تعالیٰ تزکیہ نفس چاہتا ہے۔"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 572 حاشیہ۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

توبہ، استغفار

ایک جگہ آپ فرماتے ہیں کہ

"اصل مدّعا بیعت کا یہی ہے کہ توبہ کرو، استغفار کرو، نمازوں کو درست کر کے پڑھو، ناجائز کاموں سے بچو۔ میں جماعت کے لئے دعا کرتا رہتا ہوں مگر جماعت کو بھی چاہئے کہ خود بھی اپنے آپ کو پاک کرے۔ یاد رکھو غفلت کا گناہ پشیمانی کے گناہ سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ یہ گناہ زہریلا اور قاتل ہوتا ہے۔ توبہ کرنے والا تو ایسا ہی ہوتا ہے کہ گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ جس کو معلوم ہی نہیں کہ مَیں کیا کر رہا ہوں وہ بہت خطرناک حالت میں ہے۔ پس ضرورت ہے کہ غفلت کو چھوڑ دو اور اپنے گناہوں سے توبہ کرو اور خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ جو شخص توبہ کر کے اپنی حالت کو درست کرلے گا وہ دوسروں کے مقابلہ میں بچایا جائے گا۔"

فرماتے ہیں: ”پس دعا اسی کو فائدہ پہنچا سکتی ہے جو خود بھی اپنی اصلاح کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کے ساتھ اپنے سچے تعلق کو قائم کرتا ہے۔ پیغمبر کسی کے لئے اگر شفاعت کرے لیکن وہ شخص جس کی شفاعت کی گئی ہے اپنی اصلاح نہ کرے اور غفلت کی زندگی سے نہ نکلے تو وہ شفاعت اس کو فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ جب تک خود خدا تعالیٰ کی رحمت کے مقام پر کھڑا ہو تو دعا بھی اس کو فائدہ پہنچاتی ہے۔ نرا اسباب پر بھروسہ نہ کرلو کہ بیعت کر لی ہے۔ اللہ تعالیٰ لفظی بیعتوں کو پسند نہیں کرتا بلکہ وہ چاہتا ہے کہ جیسے بیعت کے وقت توبہ کرتے ہو اس توبہ پر قائم رہو اور ہر روز نئی توجہ پیدا کرو جو اس کے استحکام کا موجب ہو۔“ فرماتے ہیں: ”اللہ تعالیٰ پناہ ڈھونڈھنے والوں کو پناہ دیتا ہے۔ جو لوگ خدا کی طرف آتے ہیں وہ ان کو ضائع نہیں کرتا۔“

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 173-172۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

یہ باتیں ہیں جو آپ نے بار بار ہمیں فرمائی ہیں۔ ہمیں ان معیاروں تک پہنچانے کے لئے یہ باتیں آپ نے کی ہیں۔ یہ وہ معیار ہیں جو آپ جماعت میں دیکھنا چاہتے ہیں اور جماعت کا ایک بڑا حصہ عورتوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ دنیا میں عورتوں اور مَردوں کی جو نسبت ہے وہ ہمیں بتاتی ہے کہ عورتوں کی تعداد مَردوں سے زیادہ ہے اور یہی نسبت جماعت میں بھی ہو گی اور ہے۔ پس جماعت کی ترقی ان معیاروں تک پہنچانے میں اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک ہمارا بڑا حصہ ان کم از کم

معیاروں کو حاصل نہ کرے جو ایک احمدی مسلمان کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے بیان فرمائے ہیں۔

عورت گھر کی نگران

پس ہماری عورتوں کو اس پہلو سے اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے۔ اپنی اصلاح کی طرف توجہ کرنے کی بہت ضرورت ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ اگر گھر کا مرد ٹھیک ہو، اس کا دین سے تعلق ہو، ان خصوصیات کا حامل ہو یا ان باتوں کی طرف توجہ دینے والا ہو جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے بیان فرمائی ہیں تو عورتوں اور بچوں کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر مَردوں میں کمزوریاں ہیں تو ہم نہ اپنے آپ کو برباد کر سکتے ہیں، نہ اپنی نسلوں کو برباد کر سکتے ہیں۔ پھر عورتوں کو خود میدان میں کُودنا ہو گا۔ اپنے گھروں کو سنبھالنا ہو گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ فرمایا ہے کہ عورت گھر کی نگران ہے۔ بچوں کی تربیت کی ذمہ داری عورت پر ہے اور وہ پوچھی جائے گی۔

(صحیح البخاری کتاب العتق باب کراھیۃ التطاول علی الرقیق...الخ حدیث 2554)

اللہ تعالیٰ نے ماں کو جو حق ہے وہ باپ کے حق سے تین درجے زیادہ یونہی تو نہیں دیا ہوا۔

(صحیح البخاری کتاب الادب باب من احق الناس بحسن الصحبۃ حدیث نمبر 5971)

اس کی وجہ ہے۔ کیوں یہ ماں کا حق باپ کی نسبت تین درجے زیادہ ہے؟ عورت کے قدموں کے نیچے جنت ملنے کی ضمانت صرف ماں بننے سے تو نہیں مل جائے گی بلکہ ان سب باتوں کے کچھ لوازمات ہیں، کچھ خصوصیات ہیں، کچھ فرائض ہیں جو ماؤں کے ذمہ ہیں جن کی ادائیگی کے بعد ماں یہ سب مقام حاصل کرتی ہے۔

وہ نوجوان بچیاں جو بلوغت کی عمر کو پہنچ رہی ہیں اور جن کی عقل اور سوچ پختہ ہو گئی ہے انہوں نے انشاء اللہ تعالیٰ مائیں بھی بننا ہے ان کو بھی ابھی سے سوچنا چاہئے کہ ان کا مقام کیا ہے اور ان پر کس قسم کی ذمہ داریاں پڑنے والی ہیں۔ جہاں انہیں نیک نصیب ہونے اور اچھے خاوند ملنے کے لئے دعائیں کرنی چاہئیں وہاں انہیں ان ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے لئے بھی اپنے آپ کو تیار کرنا چاہئے جو مستقبل میں ان پر پڑنے والی ہیں۔ پس چاہے یہ شادی شدہ عورتیں ہیں، بچوں کی مائیں ہیں یا لڑکیاں ہیں، اگر سب نے اپنی ذمہ داری کو نہ سمجھا تو ایسے ماحول میں رہتے ہوئے جہاں آزادی کے نام پر بے حیائیاں کی جاتی ہیں، جہاں مذہب کو نہ سمجھنے کی وجہ سے خدا سے بھی دُوری پیدا ہوتی جارہی ہے۔ جہاں خدا کے وجود پر شکوک و شبہات کا اظہار کیا جارہا ہے یا اکثر خدا تعالیٰ کے وجود سے ہی انکار کیا جارہا ہے۔ تو پھر نہ آپ کے دین سے جڑے رہنے کی کوئی ضمانت ہے۔ نہ آئندہ نسلوں کے دین سے جڑے رہنے کی کوئی ضمانت ہے۔

اگر آپ یہ کہیں کہ مرد زیادہ بگڑ گئے ہیں ان کی اصلاح کی طرف بھی توجہ کریں تو مَردوں کو بھی کہا جاتا ہے۔ کوشش بھی کی جاتی ہے لیکن اگر ایسے بدقسمت مرد ہیں جن کو اپنی اصلاح کی فکر نہیں اور دنیا کی رنگینیوں کو سب کچھ سمجھتے ہیں اور اپنے بیوی بچوں کے حقوق ادا کرنے والے نہیں ہیں تو پھر ان کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔ جماعت کے نظام کی آنکھوں میں دھول جھونک کے، ان کو دھوکہ دے کے تو وہ شاید بچ جائیں لیکن پھر خدا تعالیٰ کی گرفت سے وہ نہیں بچ سکیں گے۔ جو اُن کی ذمہ داریاں ہیں انہوں نے ادا کرنی ہیں۔ لیکن اس وجہ سے عورتوں کو اپنی ذمہ داریاں نہیں بھولنی چاہئیں۔ جیسا کہ پہلے بھی مَیں نے کہا اس بات پر ہم خاموش ہو کر نہیں بیٹھ سکتے اور خاموش تماشائی نہیں بن سکتے کہ مرد اپنے فرائض پورے نہیں کرتے تو ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ ہر وقت فکر میں رہیں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لجنہ کی تنظیم اس لئے قائم فرمائی تھی کہ اگر جماعت کا ایک حصہ کمزور ہے اس میں کمزوری واقع ہوتی ہے تو کم از کم دوسرا حصہ جو عورتوں کا ہے، عورتیں اپنے فرائض کی طرف توجہ رکھیں۔ اگر عورتیں توجہ رکھیں گی تو آئندہ نسل کے مرد اور عورتیں ان راستوں پر چلنے والے ہوں گے جو خدا تعالیٰ نے ہمارے لئے متعین کئے ہیں۔

مَیں نے کچھ عرصہ ہوا صدر لجنہ جرمنی کو کہا تھا کہ اس وقت آپ کے لئے تبلیغ سے زیادہ تربیت کی ضرورت ہے۔ پہلے اپنی تربیت کی طرف توجہ دیں، اپنی عملی

حالتوں کو درست کرلیں تو تبلیغ کے میدان پھر خود بخود کھلتے چلے جائیں گے۔ اس سے بھی کوئی یہ مطلب نہ لے لے اور خاص طور پر مرد کہ ان کے عملی نمونے اور تربیت بہت اچھی ہے اور صرف عورتوں کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی کہا ہے کہ جو باتیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمائی ہیں ان کی روشنی میں مردوں کی عملی حالت بھی کوئی ایسی نہیں کہ ہم مطمئن ہو کر بیٹھ جائیں۔ جب میں آپ سے مخاطب ہوں تو مَرد بھی میری باتیں سن رہے ہیں۔ ان کو بھی اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے اور بہت زیادہ ضرورت ہے۔

تو بہر حال میں اس وقت عورتوں سے مخاطب ہوں اور **عورتیں اگلی نسل کی تربیت زیادہ بہتر رنگ میں کر سکتی ہیں۔ اس لئے مَیں زیادہ فکر کے ساتھ آپ پر ذمہ داری ڈال رہا ہوں۔** پس نہ مردوں کو کسی خوش فہمی میں مبتلا ہونے کی ضرورت ہے، نہ آپ کو اس بات پر پریشان ہونے کی ضرورت ہے کہ شاید ساری کی ساری کمزوریاں ہم عورتوں کے اندر ہی ہیں۔ ہر ایک نے اپنے اپنے اعمال کا جواب دینا ہے۔ خدا تعالیٰ کے آگے جب پیش ہونا ہے تو اپنے اعمال کا جواب ہر ایک نے خود دینا ہے۔ اس لئے اس سوچ کے ساتھ ہر ایک کو اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے اور ان جائزوں کے کم از کم معیار وہ ہیں جن کا مختصراً ذکر مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حوالے سے کیا ہے۔

یہ بعض نکات ہیں جنہیں اگر ہم میں سے ہر ایک اپنے سامنے رکھے تو عملی اصلاح کے معیار اونچے سے اونچے ہوتے چلے جائیں گے۔ بعض بنیادی باتوں کو دوبارہ میں آپ کے سامنے کچھ نسبتاً کھول کر پیش کر دیتا ہوں۔

سچے ایمان کی خصوصیات

غیب پر ایمان

آپ نے فرمایا کہ تمہارا خدا تعالیٰ پر سچا ایمان ہو۔ اور سچے ایمان کی کیا خصوصیات ہیں؟ سب سے بڑی یہ کہ غیب پر ایمان ہو۔ اس بات پر یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ ہر چھپی ہوئی بات کو جاننے والا ہے۔ وہ علّامُ الغیوب ہے۔ وہ نہ صرف ان راز کی باتوں کو جو تم ایک دوسرے سے کرتے ہو، جانتا ہے بلکہ تمہارے دل کے رازوں کو بھی جانتا ہے۔ پس جب وہ ہر چھپی ہوئی اور ہر راز، ہر نہ نظر آنے والی چیز کا علم رکھتا ہے اور ہر بات کا علم رکھتا ہے تو پھر اپنے ہر عمل کے وقت اس کا خوف دل میں ہونا چاہئے۔ مومن کی نشانی یہ بتائی ہے کہ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ (الانبیاء:50) کہ مومن غیب میں بھی خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ جب انہیں یقین ہوتا ہے کہ کوئی دنیاوی آنکھ اسے نہیں دیکھ رہی، اس وقت بھی سامنے ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے۔

اطاعت

پھر سچے ایمان کی یہ نشانی ہے کہ جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جائے، اللہ اور اس کے رسول کے حکموں کے مطابق فیصلے کا کہا جائے تو سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا کہتے ہیں۔ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی۔ اس کے علاوہ اُن کا اور کوئی جواب نہیں ہوتا۔ نمازوں کو قائم کرنے والے، نمازیں باقاعدہ پڑھنے والے اور وقت پر پڑھنے والے ہی سچے ایمان لانے والے ہیں۔ پھر سچے ایمان لانے والے وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنے والے ہیں، اس کے حضور جھکے رہنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور حمد سے اپنی زبانیں تر رکھتے ہیں۔ عاجزی دکھانے والے ہیں اور تکبر سے دور بھاگنے والے ہیں۔ تکبر کے بارے میں ہمیشہ یاد رکھیں کہ یہ بڑوں بڑوں کو یعنی ان کو جو بڑے ایمان کا دعویٰ کرنے والے ہیں امتحان میں ڈال دیتا ہے۔ وقت آنے پر اپنی اَنا اور جھوٹی عزتوں کے نام پر بہت کچھ تکبر انسان کر جاتا ہے۔ پس جب تک انسان میں عاجزی نہ ہو، جھوٹی عزت کا خاتمہ نہ ہو اس وقت تک ایمان کمزور ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خاطر ہر ذلّت برداشت کرنے کے لئے انسان تیار ہو جائے تو پھر اللہ تعالیٰ اپنے ایسے بندے کو مشکلات اور مصیبتوں سے نکالتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حکموں کی تعظیم

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک اہم بات کی طرف توجہ دلائی کہ اللہ تعالیٰ کے کسی بھی حکم کو خفّت کی نظر سے نہ دیکھو۔ کسی بھی حکم کو کم اہم اور چھوٹا نہ سمجھو کیونکہ یہ بات عملی اصلاح میں حائل ہو گی۔ اور صرف یہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکموں کو اہم سمجھو بلکہ فرمایا ان کی تعظیم کرو۔ صرف اہم ہی نہیں سمجھنا بلکہ ان کی تعظیم کرو اور ہر حکم کو عملاً اپنے اوپر لاگو کرو۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم وہ بات نہ کہو جو تم کرتے نہیں۔ وہ بات تم دوسروں کو نہ کہو جو تم خود کرتے نہیں۔ اب عہدیدار نچلی سطح تک جا کر اپنے جائزے لیں کہ کیا وہ سب باتیں جو وہ دوسری ممبرات کو کہتی ہیں ان پر خود بھی عمل کرتی ہیں؟ پھر حسد ہے، بغض ہے، کینہ ہے۔ پردے کا اعلیٰ معیار ہے۔ بچوں کی تربیت ہے۔ انصاف کو قائم رکھنے کے لئے اگر اپنے خلاف بھی گواہی دینی پڑی تو یہ گواہی دینا ہے۔ یہ سب حکم ایسے ہیں جن کے بارے میں ہم میں سے بہت سے ایسے ہیں جو دوسروں کو تو کہتے ہیں لیکن اگر اپنا معاملہ آئے تو حیلے بہانے تلاش کرتے ہیں۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کے حکموں کی عملاً تعظیم کے خلاف ہے۔

پھر آپ یہ بھی فرما رہے ہیں کہ تمہارے ہر کام میں خدا کی رضا مقصود ہو، دنیا مقصود نہ ہو۔ اب اگر ہم میں سے ہر ایک اپنا جائزہ لے تو پتا چلتا ہے کہ بسا اوقات دنیا کی لذتیں اور بہانے ہمارے سامنے آ جاتے ہیں، خدا تعالیٰ کی رضا پیچھے چلی جاتی

ہے۔ آپ نے فرمایا آخرت کی فکر رکھو۔ آخرت کی فکر ہو گی تو خدا تعالیٰ کی رضا ہمیشہ سامنے رہے گی دنیا کا حصول پیچھے چلا جائے گا۔

آجکل گھروں کے جھگڑوں میں دنیاوی باتوں کا حصول بہت کردار ادا کر رہا ہے۔ کل بھی میں نے خطبے میں ذکر کیا تھا۔ نہ لڑکے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اپنے رشتے نبھانے کی کوشش کرتے ہیں نہ لڑکیاں صاف دل ہو کر اپنے رشتے نبھانے کی کوشش کرتی ہیں۔ حالانکہ رشتوں کے معاملے میں اللہ تعالیٰ نے بہت سے حقوق کی ادائیگی کا ایک دوسرے کو پابند کیا ہے، لڑکے کو بھی اور لڑکی کو بھی بلکہ گھر والوں کو بھی۔ نکاح کے موقع پر جو آیات پڑھی جاتی ہیں اس میں سب سے آخری ہدایت ہی یہی دی گئی ہے کہ دنیا کے پیچھے نہ بھاگتے رہو۔ یہ دیکھو کہ تم نے آئندہ کے لئے کیا نیکیاں کمائی ہیں یا کمانے کی کوشش کی ہے۔ اس حکم میں ذاتی اعمال کی طرف بھی توجہ دلائی کہ تمہارے نیک عمل آئندہ آنے والی زندگی میں تمہارے کام آئیں گے اور اولاد کی تربیت کی طرف بھی توجہ دلائی ہے کہ اس دنیا کے حصول کے پیچھے نہ پڑے رہو بلکہ اپنے بچوں کی تربیت کرکے اپنی آئندہ نسلوں کو سنبھالو۔ انہیں نیکیاں بجالانے والا بناؤ تاکہ وہ اپنی عاقبت بھی سنوار سکیں اور نیک تربیت کی وجہ سے تمہارے لئے دعا کرکے تمہارے درجات کی بلندی کا بھی باعث بن جائیں۔

تقویٰ کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا کہ تم بیعت کر کے سلسلے میں داخل ہو گئے۔ بہت سے تم میں سے اپنے باپ دادا کی وجہ سے سلسلہ میں داخل ہو۔ جماعت احمدیہ میں شامل ہونے کی غرض تب پوری ہو گی جب تم تقویٰ پر چلو گے۔ اور تقویٰ کیا ہے؟ تقویٰ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے تمام حکموں پر عمل کرنا ضروری ہے۔ آپ نے فرمایا: پس اس طرف توجہ کرو کہ تقویٰ میں بڑھنا ہے اور یہ صرف ایک دن کی بات نہیں ہے بلکہ ہر روز نئی توجہ ہو تبھی معیار بلند ہوں گے۔ آپ علیہ السلام نے یہاں تک فرمایا کہ جو بیعت کر کے توجہ نہیں کرتا وہ جھوٹا اقرار کرتا ہے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 3 صفحہ 174-173۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی

پس چاہے وہ عورتیں ہوں یا مرد، ہر ایک کو ہر روز نئے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ تقویٰ کے معیار کہاں ہیں۔ ورنہ آپ نے صاف فرما دیا کہ اگر یہ نہیں تو بیعت کا اقرار جھوٹا ہے۔ اگر تقویٰ ہو گا تو اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی کی طرف بھی توجہ ہو گی اور بندوں کے حقوق کی ادائیگی کی طرف بھی توجہ ہو گی۔ اور بندوں کے حقوق کی ادائیگی کا معیار جو آپ نے مقرر فرمایا وہ یہ ہے کہ ان کے حقوق کی حفاظت ہو۔ یعنی حقوق العباد کی ادائیگی عارضی عمل نہیں ہے بلکہ اس کی حفاظت

کرنی ہے۔ مسلسل نظر رکھنی ہے کہ کہاں حقوق العباد تلف ہو رہے ہیں، مَیں فوراً وہاں پہنچوں اور ان کی حفاظت کروں۔ یہ حقوق العباد کی ادائیگی ایک ایسا وسیع میدان ہے جو جہاں آپس میں محبت پیار پیدا کرتا ہے وہاں تبلیغ کے نئے راستے بھی کھولتا ہے۔ پس جیسا کہ مَیں نے کہا عملی اصلاح سے تبلیغ کے راستے کھلیں گے اور یہ جو راستے کھلیں گے پھل لانے والے ہوں گے۔

تزکیۂ نفس

پھر آپ نے فرمایا کہ تزکیۂ نفس کی مسلسل کوشش کرو۔ جب نفس پاک ہو گا اور اس کی طرف توجہ ہو گی تو اعمال کی اصلاح بھی ہوتی جائے گی۔ آج دنیا کو ضرورت ہے کہ ان کے سامنے کوئی نمونہ ہو۔ اور یہ نمونہ ہم اس وقت تک پیش نہیں کرسکتے جب تک ہم مجموعی طور پر کوشش نہیں کرتے کہ اپنے اعمال کو درست کریں۔ اپنی عملی حالتوں کو اس اعلیٰ معیار پر لائیں جس کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہم سے توقع کی ہے۔ آپ کا یہ فرمانا ہمارے لئے ہم میں سے ہر ایک کے لئے بڑا فکر پیدا کرنے والا ہونا چاہئے، ہمیں جھنجھوڑنے والا ہونا چاہئے کہ اپنے اعمال سے ساری جماعت کو بدنام نہ کرو۔ یعنی ایک شخص کا عمل بھی چاہے وہ مرد ہے یا عورت جماعت کی بدنامی کا باعث بنتا ہے۔ پس عارضی دنیاوی لذات کی وجہ سے جماعت کو بدنام کرنے سے بچنے کی ضرورت ہے۔ آزادی کے نام پر ایسے کام کرنا جن کو کرنے سے خدا تعالیٰ نے سختی سے منع فرمایا ہے جماعت کی بدنامی کا باعث بنتا ہے۔

عارضی جذبات کی تسکین کے لئے اللہ تعالیٰ کے حکموں کو بھول جانا دوسروں کے لئے جماعت پر انگلیاں اٹھانے کا باعث بنتا ہے۔

سچائی

پس بہت گہرائی میں ہر معاملے میں اپنے جائزے لینے اور اصلاح کی ضرورت ہے۔ یہاں رہنے والے احمدیوں کی اکثریت اس وقت پاکستان سے ہجرت کر کے آنے والے احمدیوں کی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ وہ وقت بھی آئے گا جب یہاں کے مقامی لوگ بھی احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی صداقت کو دیکھتے ہوئے اسے اختیار کریں گے لیکن بہر حال اس وقت اکثریت پاکستانی احمدیوں کی ہے اور ان میں سے بھی 99.99 فیصد ان لوگوں کی ہے جو پرانے احمدی ہیں۔ یا تو ان کے خاندانوں میں ان کے باپ دادا احمدی ہوئے، انہوں نے احمدیت قبول کی، ان کی وجہ سے احمدیت خاندانوں میں قائم ہوئی یا پھر اگر خود احمدیت کو قبول بھی کیا تو اس پر بھی کئی دہائیاں گزر چکی ہیں، دسیوں سال گزر چکے ہیں۔ تو ایسے لوگ یہاں آکر آباد ہوئے ہیں اور جب آپ دوسروں کو بتاتی ہیں کہ ہم یہاں ہجرت کر کے آئے ہیں اور ہمیں ہجرت اس لئے کرنا پڑی کہ ہمارے خلاف ہمارے ملک کے قانون نے دوسرے مسلمانوں کو کھلی چھٹی دی ہوئی ہے کہ جو چاہو ان سے کرو۔ اور اس وجہ سے ہم پر ظلم ہوتا ہے۔ پس آپ کی باتیں سن کر ان لوگوں کو آپ سے ہمدردیاں پیدا ہوتی ہیں۔ یہ آپ کے قریب آنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن اگر یہ قریب آکر آپ میں

دیکھیں کہ جو یہ لوگ کہتے ہیں وہ کرتے نہیں۔ اپنے دین کی خوبیاں تو بہت بیان کرتے ہیں لیکن اس پر عمل نہیں، مثلاً سچائی ہے یہ اس پر قائم نہیں۔ اگر ہمارے سچائی کے معیار اچھے نہیں تو دیکھیں گے یہ سچائی پر قائم نہیں ہیں۔ باتیں تو کرتے ہیں کہ سچائی پر قائم ہو۔ بوقت ضرورت جھوٹ بھی بول جاتے ہیں۔ تو یہاں کے لوگوں پر کبھی نیک اثر نہیں پڑے گا۔ سچائی کی پہلی بنیاد کا اس وقت پتا چلتا ہے جب آپ مرد عورتیں اسائلم کرتے ہیں۔ اگر جھوٹی کہانی بنا کر اسائلم کریں تو کبھی نیک اثر نہیں پڑے گا۔ اگر سچ بولیں گے تو کیس بھی پاس ہوں گے اور نیک اثر بھی پڑے گا، تبلیغ بھی ہو جائے گی۔ اسی طرح روزمرہ کے معاملات ہیں ان میں سچائی کے اعلیٰ معیار قائم کرنے کی ضرورت ہے جو آپ کو دوسروں سے ممتاز کریں۔ حکومت سے کوئی فائدہ قانون کے دائرہ، قواعد وضوابط کے دائرہ میں رہتے ہوئے اٹھانا ہے تو اپنا معاملہ سچائی پر بنا کر پیش کریں۔ جھوٹ بول کر مفاد حاصل کرنے کی کوشش نہ کریں۔ اسی طرح مثلاً ایک حکم ایک مومنہ عورت کو حیا کا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے ہر مرد عورت کے لئے اس کے مطابق حیا ایمان کا حصہ ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الایمان باب امور الایمان حدیث 9)

پردہ اور حیادار لباس

ان ملکوں میں عورت کے حیادار لباس اور باپردہ لباس کے خلاف بہت کچھ کہا جاتا ہے اور خاص طور پر ایک حقیقی مسلمان عورت ہی اس کا اظہار کرتی ہے دوسرے تو پھر کچھ نہ کچھ معاشرے سے ڈر کر اپنے لباس میں کمی بیشی کر لیتے ہیں لیکن حقیقی مسلمان عورت اس کا اظہار کرتی ہے۔ اس لئے مسلمان عورتوں کے متعلق، احمدی مسلمان عورتوں کے متعلق بہت کچھ کہا جاتا ہے اور سب سے زیادہ حقیقی مسلمان عورت، احمدی مسلمان عورت ہی ہے۔ تو جب حیادار لباس اور باپردہ لباس کی بات ہو تو احمدی مسلمان عورت بھی نشانہ بنے گی۔ لیکن جب دلیل کے ساتھ آپ باپردہ لباس کی اہمیت خود ان لوگوں پر واضح کریں گی تو یقیناً ان کو سمجھ آجائے گی کہ حیادار لباس یہ عورتیں اپنی مرضی سے پہنتی ہیں۔ ان پر کوئی جبر نہیں ہے۔ عورت کی فطری حیا انہیں اس بات پر مجبور کرتی ہے۔ مذہب سے ان کا لگاؤ انہیں اس بات کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اپنے لباسوں کو باحیا بنائیں تو پھر ان لوگوں کے اعتراض ختم ہو جائیں گے۔ ان کو سمجھ آجائے گی کہ یہ جبر نہیں ہے، زبردستی نہیں ہے۔ لیکن اگر آپ کے لباس یہاں اِس وقت اَور ہیں۔ پردے کے معیار یہاں اور ہیں اَور باہر بازار میں پھرتے وقت آپ کی حالت اَور ہے تو یقیناً ان لوگوں کو یہ خیال پیدا ہو گا کہ بعض مجبوریوں کے تحت یہ پردہ کرتی ہیں اور حیادار لباس پہنتی ہیں اور مذہب سے دلی لگاؤ ان کو نہیں ہے اور مذہب کی پابندیاں ان پر

ظلم کر رہی ہیں۔ یہ قدرتی بات ہے کہ پھر ان پر یہ اثر ہو گا۔ تو گویا یہ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ دو عملی جماعت کو بدنام کرنے کا باعث بن رہی ہے۔ اگر اپنے عملی نمونے نہیں ہیں تو پھر مذہب کے نام پر یہاں اسائلم لینے کا بھی کوئی حق نہیں ہے۔ پھر یہ کہیں کہ ہم آزاد لوگ ہیں اور ہماری آزادی ان مذہبی شدت پسندوں کو پسند نہیں ہے جس کی وجہ سے وہ ہم پر ظلم کرتے ہیں اس لئے ہماری دنیاوی آزادی اور مذہب سے دُوری کی وجہ سے اُس ملک میں جو ہم پر سختی ہو رہی ہے اِس وجہ سے ہم یہاں اسائلم کے لئے آئی ہیں اور اسی طرح مرد بھی۔ پھر جماعت احمدیہ کا نام لے کر اسائلم نہ کریں۔ یہاں پھر جماعت احمدیہ کے فرد ہونے کا اظہار نہ کریں جس کو اپنے ملک میں مذہبی پابندیوں کا سامنا ہے۔ پھر یہ نہ کہیں کہ ہم پر ظلم اس لئے ہو رہے ہیں کہ ہم نے زمانے کے امام مسیح موعود اور مہدی معہود کو مان لیا ہے اس لئے ہمیں ظلموں کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ اس لئے ہم یہاں رہ رہے ہیں۔ ہمیشہ یاد رکھیں جس وجہ سے آپ یہاں اس ملک میں رہنے کے لئے آئے ہیں رہنا چاہتے ہیں یا جو نوجوان لڑکیاں ہیں جن کے ماں باپ یہاں رہنے کے لئے آئے تھے، یا جن لڑکوں کے ماں باپ آئے تھے تو ان کو پتا ہونا چاہئے کہ وہ احمدیت کی وجہ سے ہی آئے تھے۔ پس اسی طرح جب ماں باپ یہاں آئے اور ان کے اسائلم منظور ہو گئے یا نئے آنے والوں کے اسائلم منظور ہو رہے ہیں تو یہاں اس ملک میں احمدی ہوتے ہوئے رہنے کی ضرورت ہے۔ اگر ایک حقیقی احمدی ہوتے ہوئے یہاں نہیں

رہ رہے تو یہاں کی حکومت کو بھی دھوکہ دے رہے ہیں اور عوام کو بھی دھوکہ دے رہے ہیں۔ پس عملی نمونہ سب سے اہم چیز ہے جس کا اظہار آپ سب سے ہونا چاہئے۔

دینی علم

پھر آپ کے علم کے نمونے ہیں۔ اپنے دینی علم کو بڑھائیں۔ اپنے اپنے ماحول میں آپ کے اس علمی نمونے کا بھی اظہار ہونا چاہئے۔ خود بخود تبلیغ کے راستے اس سے کھلتے چلے جائیں گے، ضروری نہیں ہے کہ باہر نکل کر تبلیغ کی جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے تعلق اور روحانیت میں ترقی کے نمونے ہیں۔ اگر آپ اپنے ماحول میں یہ نمونے قائم کر رہی ہیں اور دنیا کی ہوا و ہوس کا اظہار نہیں ہو رہا تو یہ روحانیت میں ترقی کے نمونے غیر محسوس طور پر دوسروں پر اثر انداز ہوتے ہیں اور تبلیغ کے راستے پھر کھلتے چلے جاتے ہیں۔ اور پھر تبلیغ کے ساتھ ساتھ اگلی نسلوں کی تربیت اور انہیں خدا تعالیٰ سے جوڑنے اور جماعت کا فعال حصہ بنانے کے لئے بھی آپ کے علمی، عملی اور روحانی نمونے ضروری ہیں۔ اگر ان پر توجہ نہیں ہو گی تو پھر یہ یاد رکھیں کہ کچھ سالوں بعد ایسے گھر بکھر جائیں گے۔ پھر گھروں کے سکون و امن کے لئے بہت سے لوگ کہتے ہیں اور لکھتے بھی ہیں۔ اس کو قائم رکھنے کے لئے بھی

ان باتوں پر غور کرنے کی ضرورت ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں بتائی ہیں اور جو خدا تعالیٰ کو پسند ہیں۔ اور جب یہ سب کچھ ہو گا تو آپ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو بھی جذب کرنے والی ہوں گی۔ پس اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے کے لئے، ان کو حاصل کرنے کے لئے اپنی عملی حالتوں پر غور کرنے اور انہیں اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مطابق ڈھالنے کی ضرورت ہے۔

عملی، علمی اور روحانی حالتوں کے جائزے

جیسا کہ مَیں نے کہا آپ میں سے اکثر کے باپ دادا احمدی ہوئے تھے۔ یہ بزرگ نیک تھے۔ متقی تھے۔ کچھ دیکھ کر اور خدا تعالیٰ سے ہدایت حاصل کر کے ہی احمدیت میں داخل ہوئے تھے۔ اگر اپنے باپ دادا کی عزتوں کی حفاظت کرنی ہے تو پھر بھی یہی ضروری ہے کہ اپنی عملی، علمی اور روحانی حالتوں کی جگالی کرتے رہیں، ان کے جائزے لیتے رہیں کہ کہاں تک درست ہیں۔ ورنہ ان کی روحوں کے لئے آپ لوگ بے چینی کا باعث بن رہی ہوں گی، اسی طرح مرد بھی۔ اگر جماعت سے منسلک ہو کر ان مقاصد کو حاصل کرنے والا بننا ہے جس کے حصول کے لئے آپ کے باپ دادا جماعت میں شامل ہوئے تھے تو ان کی یاد کو اپنی عملی حالتوں کی تبدیلیوں میں تازہ رکھیں تبھی ان کی روحوں کو خوش کر سکتے ہیں۔ جو ایمان ہمارے بڑوں کے اندر تھا وہی ایمان ہمارے اندر ہونا چاہئے۔ احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی سچائی ہر ایک کے دل میں میخ کی طرح گڑی ہونی چاہئے۔ نئی آنے والی عورتیں اور مرد یہ سچائی دیکھ کر ہی

ہم میں شامل ہوتے ہیں۔ اس سچائی کو مزید نکھار کر دکھانے کے لئے ہر ایک کو عملی نمونہ بننے کی ضرورت ہے۔ **احمدیت نے تو انشاء اللہ تعالیٰ ترقی کرنی ہے۔** اگر پرانے احمدیوں کے عملی نمونے نئے آنے والوں کے لئے مددگار ہوں گے تو اس کا بھی ثواب ملے گا۔ اگر عملی نمونے نہیں دکھائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان نئے آنے والوں میں سے ہی عملی نمونے قائم کرنے والے پیدا فرماتا چلا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فضل کس طرح سے احمدیت پر نازل ہو رہا ہے اور کس طرح اس نے جماعت پر ہاتھ رکھا ہوا ہے۔ کس طرح جماعت کی ترقی وہ ہر روز جماعت کی تعداد میں اضافہ کر کے فرماتا ہے۔ اس کے چند واقعات پیش کر دیتا ہوں۔ یہ آپ کی دلچسپی کے لئے بھی اور علم کے لئے بھی اور اپنے جائزے لینے کے لئے بھی ہیں۔

ایمان افروز واقعات

مالی کے ایک علاقے میں ہمارے معلم نے لکھا کہ وہاں ایک گاؤں جیجا ہے۔ عبداللہ تراورے صاحب وہاں کے امام ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ کافی دیر پہلے خواب میں ایک بزرگ کو دیکھا جس میں آپ نے اسے فرمایا کہ بیعت کر لو اور فلاح پا جاؤ اور اس کے بعد سے وہ کافی عرصے تک اس کی تعبیر کی تلاش میں رہے۔ اب جبکہ احمدیہ ریڈیو ربوہ ایف ایم پر۔ حضرت امام مہدی علیہ السلام کی آمد کی خبر سنی (وہاں ریڈیو بھی ایک نہیں بلکہ ہمارے کئی ریڈیو سٹیشن اللہ تعالیٰ کے فضل سے چلتے ہیں۔)

تو وہ مشن ہاؤس آئے اور ایم ٹی اے پر مجھے انہوں نے دیکھا(اس وقت ایم ٹی اے چل رہا تھا اور میرا پروگرام بھی ہو رہا تھا۔) تو اِنہوں نے کہا کہ انہی نے ہی مجھے کہا تھا کہ بیعت کر لو اور فلاح پا جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے انہوں نے اس وقت بیعت کر لی۔

پھر فلسطین کے ہمارے ایک احمدی ہیں وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ میں نے خلیفہ خامس کو خواب میں اسی لباس میں دیکھا جس میں وہ ایم ٹی اے پر نظر آتے ہیں۔ میں نے باقاعدگی سے ایم ٹی اے دیکھنا شروع کیا۔ جس چیز نے مجھے سب سے زیادہ اپنی طرف کھینچا وہ اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم سے آپ کی محبت ہے جس کے نتیجہ میں مَیں نے بیعت کا فیصلہ کیا۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ اس خلیفہ کو تو مَیں پہلے سے جانتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے انہوں نے بیعت کر لی۔ تو گویا کہ جب وہ بیعت کر رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ تو یہ ثبوت دے رہا ہے کہ احمدیوں کے پاس ہی اب اسلام کی حقیقی تعلیم ہے اور عملی نمونے ہیں۔ اگر ہمارے عملی نمونے نہیں ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جن کے ایمان میں وہ ترقی دے گا ان کو پھر آگے لے آئے گا اور پرانے پھر پیچھے چلے جائیں گے۔

پھر یمن کے ایک احمدی ہیں وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ شیعہ عالم کی مسیح کی بابت ایک ٹی وی چینل پر گفتگو سنی۔ اس سے قبل یمنی علماء سے نزول مسیح کی بابت بات ہوتی رہتی تھی۔ جب مَیں امام الزمان کی شناخت کی بابت دعا کرتا تھا تو اس

دوران وہ کہتے ہیں کہ کئی دفعہ انہوں نے مجھے خواب میں دیکھا۔ کہتے ہیں کہ مَیں اپنے اہل خانہ اور ہمسایوں کو امام الزمان کے آچکنے کی خبر دیتا تو وہ میرا مذاق اڑاتے۔ مَیں دعا کرتا کہ اللہ تعالیٰ مجھے احمدیوں سے ملا دے۔ آخر اپریل 2013ء کو ایک رات میں اسی ہنسی ٹھٹھے کی وجہ سے دکھی ہو کر سویا ہوا تھا کہ مجھے لکھتے ہیں کہ آپ کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے ویسا ہی لباس زیب تن کیا ہوا تھا جو ایم ٹی اے پر دکھائی دیتا ہے مگر وہ سفید تھا۔ آپ ایک سرسبز علاقے میں سے گزر رہے تھے۔ آپ کے پیچھے بے شمار لوگ سفید کپڑے پہنے اور جھنڈا اٹھائے چلے جا رہے تھے جن پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ لکھا ہوا تھا اور اس وقت میری آنکھ کھل گئی۔ کہتے ہیں اس رؤیا کے تین ماہ کے بعد میرے بھائی نے مجھے خبر دی کہ احمدیوں کی طرف سے ہمارے مکرم شبوطی صاحب وہاں ہیں انہوں نے رابطہ کیا ہے۔ اس کے بعد پھر انہوں نے بیعت کر لی۔ پھر یہ کہتے ہیں دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ ثبات قدم سے نوازے اور یقین و معرفت میں ترقی عطا فرمائے۔ پس یہ ایسے لوگ ہیں جن کی اللہ تعالیٰ رہنمائی فرما رہا ہے۔ پھر انہیں یقین و معرفت میں ترقی کی فکر ہے تا کہ عملی نمونے قائم کر سکیں۔ اپنے علم میں بھی بڑھ سکیں۔ اپنی روحانیت میں بھی بڑھ سکیں۔

آج ہر مرد اور عورت کو اس نہج سے اس طریق سے سوچنے کی ضرورت ہے کہ یقین و معرفت میں ترقی کس طرح کرنی ہے۔ یا ہم نے کس طرح دنیا کی رنگینیوں سے بچنا ہے۔ اگر یہ نہیں تو پھر احمدیت کا بھی کوئی فائدہ نہیں۔

پھر ایک اور ملک گنی کناکری ہے۔ وہاں سے بھی مبلغ لکھتے ہیں کہ ان کے لوکل مشنری نے لکھا کہ ہمارے گھر میں میرے بہنوئی ماریکا صاحب اکثر جماعت احمدیہ کے بارے میں تبلیغ کیا کرتے تھے۔ ہمارے گھر کا ماحول بڑا مذہبی تھا۔ لہٰذا طبعاً میں بھی ان کی باتیں غور سے سننے لگا۔ ایک دن گھر میں ایک بڑی سوال وجواب کی مجلس ہوئی۔ محلے کے امام کو بھی مدعو کیا گیا لیکن جب مولوی صاحب سے بات نہ بن پڑی تو یہ مجلس بغیر کسی نتیجہ کے ختم ہو گئی۔ تاہم میرے دل میں سچ کو جاننے کی ایک خلش تھی۔ لہٰذا میں نے دو رکعت نماز ادا کی اور اللہ تعالیٰ سے خوب دعا کی کہ اے اللہ! میری رہنمائی فرما اور مجھے اس جماعت کی سچائی کے متعلق راہ دکھا دے۔ وہ کہتے ہیں کہ مَیں اس کے بعد سو گیا اور خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ مَیں ایک ویران جگہ میں ہوں اور اچانک بارش شروع ہو جاتی ہے اور بارش سے بچنے کے لئے قریب ہی ایک غار ہے۔ مَیں اس غار میں پناہ لیتا ہوں۔ اس دوران آسمان پر بجلی چمکتی ہے اور مجھے ایک آواز سنائی دیتی ہے 'مرزا مسرور احمد'۔ اور یہ آواز تین دفعہ سنائی دیتی ہے۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ کیونکہ یہ نام ہمارے معاشرے میں عام نہیں ہے اس لئے میں یہ خواب بھول گیا۔ لیکن ایک دن میرے بہنوئی گھر میں جماعت کی

تبلیغ کر رہے تھے اس دوران انہوں نے مرزا مسرور احمد نام لیا۔ میں نے جب یہ سنا مجھے اپنا خواب یاد آ گیا۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ یہ کس کا نام ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پانچویں خلیفہ کا نام ہے۔ اور اس پر کہتے ہیں کہ جماعت سے متعلق میری دلچسپی بڑھی اور میں نے جماعت کی کتب کا مطالعہ شروع کیا اور اللہ تعالیٰ سے مسلسل رہنمائی کی التجا کرتا رہا۔ ایک رات پھر خواب میں دیکھا کہ بارش ہو رہی ہے اور زور سے بجلی چمکی اور بجلی کی چمک کے ساتھ آسمان پر روشن الفاظ میں لکھا ہوا تھا کہ مرزا غلام احمد۔ اور یہ نظارہ تین دفعہ دہرایا گیا اور ہر بار چمک پہلے سے بڑھ کر نظر آتی تھی اور میری آنکھ کھل گئی۔ اس کے بعد میری تسلی ہو گئی اور خدا تعالیٰ نے میری رہنمائی فرمائی اور مجھے جماعت میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔ تو اللہ تعالیٰ تو لوگوں کی رہنمائی فرما کر جماعت میں شامل فرما رہا ہے اور اگر یہ اللہ تعالیٰ سے تعلق میں بڑھتے چلے جائیں گے اور اپنے عملی نمونے دکھاتے چلے جائیں گے تو یہی جماعت میں آگے آنے والے لوگ ہوں گے۔ اس لئے ہمیں بہت فکر کی ضرورت ہے کہ ہمیں بھی اپنی عملی تربیت کی طرف، علمی حالت کی طرف، روحانی حالت کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اب کیا یہ باتیں انسانی سوچ کی اور عقل کی ہیں۔ یہ خالصۃً اللہ تعالیٰ کی رہنمائی ہے اور اللہ تعالیٰ بتا رہا ہے کہ جماعت سچی ہے۔ اور جب سچی ہے تو پھر اس کی سچائی ہم پر اور ہر فرد پر اس وقت ظاہر ہو گی یا ہم سے اس کا اظہار اس وقت ہو گا جب ہم اس کی عملی تصویر

بننے کی کوشش کریں گے اور تبھی ہم خداتعالیٰ کی طرف سے مدد اور نصرت حاصل کرنے والے بھی ہوں گے۔

پس یہ سب واقعات بتاتے ہیں کہ ہمارے آباؤ اجداد نے کسی جہالت کی وجہ سے احمدیت کو قبول نہیں کیا نہ کسی مجبوری کے تحت۔ مجبوری کیا بلکہ احمدیت قبول کرنے کے بعد تو مشکلات میں سے گزرنا پڑتا ہے۔ اس کے قصے یقیناً آپ لوگوں نے جو پرانے احمدی ہیں جو صحابہ کی اولادوں میں سے ہیں یا جنہوں نے عرصہ ہوا بیعت کی ان کے گھروں میں ہوتے سنے ہوں گے کہکس طرح آپ کے باپ دادا سے سختی کی گئی۔

پس یہ ہر نیک فطرت اور مذہب کی تلاش کرنے والے کی تلاش کا نتیجہ ہے کہ کچھ ان کی کوشش سے اور سب سے بڑھ کر خداتعالیٰ کا فضل انہیں احمدیت کے قبول کرنے کی توفیق دیتا ہے۔ بہت سارے ایسے ہیں جنہیں پیغام بھی نہیں پہنچتا لیکن اللہ تعالیٰ رہنمائی فرما دیتا ہے اور پھر کوئی نہ کوئی احمدی جب انہیں ملتا ہے اور اس کی حالت دیکھتے ہیں اور عملی نمونہ دیکھتے ہیں تو پھر ان کو اس رہنمائی کی جو سالوں پہلے ہوئی ہوتی ہے یاد آجاتی ہے اور پھر احمدیت کی قبولیت کے دروازے ان پر کھل جاتے ہیں اور وہ قبول کر لیتے ہیں۔ ان واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ احمدیت کی سچائی کی خداتعالیٰ اُس زمانے میں بھی تائید فرما رہا تھا اور آج بھی تائید فرما رہا ہے۔

خلافت کے نظام میں ہر خلیفہ خلیفہ المسیح کہلاتا ہے

ایک بات یہاں یہ بھی یاد رکھیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام دین میں شامل بدعات کو دور کرنے اور آئندہ کے لئے بدعات سے بچانے کے لئے آئے تھے اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء بھی اس کام کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد خلافت کے جاری نظام میں آنے والا ہر خلیفہ اس لئے خلیفۃ المسیح کہلاتا ہے کہ اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق دین کی تجدید کے کام کو جاری رکھنا ہے اور آپ کے مشن کو آگے بڑھانا ہے۔ میرے علم میں یہ بات آئی ہے کہ بعض عورتیں بعض باتیں پہلے خلفاء کی طرف منسوب کر کے پھر یہ کہتی ہیں کہ اب اس طرح کیوں ہو رہا ہے۔ اس سے الٹ کیوں ہو رہا ہے؟ پہلے خلیفۃ نے تو یہ فرمایا تھا اور اب یہ ہو رہا ہے۔

اوّل تو یہ یاد رکھیں کہ کوئی خلیفہ خلاف شریعت بات نہیں کرتا اور نہ کر سکتا ہے۔ دوسرے یہ موازنہ اور مقابلہ کرنا ہی غلط ہے۔ اس سے ایسی باتیں کرنے والی جو عورتیں ہیں یا اگر مرد کرتے ہیں تو وہ فتنہ میں پڑیں گے اور کچھ نہیں ہو گا۔ اور جیسا کہ مَیں نے کل بھی ایک شخص کی مثال دی تھی کہ اس کا ایمان صرف ذرا سی کہنی کی ٹھوکر لگنے سے ضائع ہو گیا تو یہ آپ لوگوں کا ایمان ضائع کرنے کا باعث بن جائیں گی اور آپ کا اپنا ہی نقصان ہے۔ یاد رکھیں کہ ہر خلیفہ نے اس طرح ان لائنوں پر تربیت کرنی ہے جس کے طریق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قائم

فرمائے ہیں اور کر کے دکھائے ہیں۔ پس ہر خلیفہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بتائے ہوئے طریق پر چل کر تربیتی اور تبلیغی کام سرانجام دیتا ہے۔ کوئی کسی بات پر حالات کے مطابق زیادہ زور دیتا ہے اور کوئی کسی بات پر۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ کوئی بھی خلیفہ، نہ مَیں نہ میرے سے پہلے ایسے تھے جو باقی امور کو کلیۃً نظر انداز کر دیں۔ ہاں بعض حالات کی وجہ سے بعض باتوں پر زور زیادہ ہو جاتا ہے۔

پس سعادت اسی میں ہے کہ جو وقت کا خلیفہ بات کہے اس کے پیچھے چلیں اور اطاعت کے نمونے دکھائیں۔ اسی میں آپ کی کامیابی ہے اور اسی میں آپ کی نسلوں کی بقا ہے۔ پس ہماری عورتوں اور مردوں کو بغیر کسی حیل و حجت کے اس کی اہمیت کو سمجھنا چاہئے اور لغو باتوں میں پڑنے کی بجائے اطاعت کے نمونے دکھانے چاہئیں اور خدا تعالیٰ سے اپنے تعلق کو مضبوط کرنا چاہئے اور جب یہ ہو گا تو اللہ تعالیٰ کے غیر معمولی نشانات بھی ظاہر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ سب کو اپنی حالتوں کا جائزہ لیتے ہوئے کامل اطاعت کے نمونے دکھانے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی حالتوں میں تبدیلی کرنے والا بنائے۔

اب دعا کر لیں۔

(مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 10 اکتوبر 2014)

جماعت احمدیہ یوکے کے 48ویں جلسہ سالانہ کے موقع

پر 30/ اگست 2014ء کو

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا

حدیقۃ المہدی، آلٹن میں

مستورات سے خطاب

- مرد و عورت کے حقوق و فرائض کی ادائیگی
- عباد الرحمٰن
- خدا تعالیٰ سے زندہ تعلق قائم کریں
- شرائط بیعت کا عہد عبد رحمان بناتا ہے
  - جھوٹ سے بچنا
  - بے حیائیوں سے بچنا
  - نفسانی جوشوں سے بچنا
- عام مسلمان اور احمدی مسلمان میں فرق
  - احمدی مسلمان نے زمانے کے امام کو ماننا ہے
  - راتوں کو زندہ کریں
  - عاجزی

- کامیابی کا راز۔ ظلم وزیادتی کا نرمی اور عقل سے جواب دینا
- دعائیں ضروری ہیں
- معمولی سی غلط بیانی بھی جھوٹ ہے
- لغویات سے اجتناب
- نیکی کی ہدایت دینا اور بدی سے روکنا
- رحمان کے بندے اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرتے ہیں

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ - بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

مرد و عورت کے حقوق و فرائض کی ادائیگی

آج جو باتیں مَیں آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں وہ مَردوں کے لئے بھی اسی طرح ضروری ہیں جس طرح عورتوں کے لئے یا ان باتوں سے یہ احساس پیدا نہ ہو کہ یہ مردوں کے لئے ہیں اس لئے عورتوں کے لئے ان کی اتنی اہمیت نہیں ہے۔ اسلام نے عورت اور مرد جو ایک گھر کی اِکائی ہیں ان دونوں پر ذمہ داری ڈالی ہے کہ اپنے گھروں کا حق ادا کرنے کے لئے اپنی اِکائی کی اہمیت کو سمجھنے اور اس کو معاشرے کا اہم حصہ بنانے کے لئے اپنے فرائض کو سمجھیں۔ آجکل کا معاشرہ سفری

سہولیات کی وجہ سے، رسل ورسائل کی سہولت کی وجہ سے، الیکٹرانک میڈیا کی وجہ سے، تعلیم عام ہونے کی وجہ سے اپنے حقوق پر تو بہت زور دیتا ہے اور اتنا زیادہ زور دیتا ہے کہ ضرورت سے زیادہ زور ہے۔ لیکن اس ضرورت سے زیادہ حقوق پر زور دینے کی وجہ سے افراد، مرد ہوں یا عورتیں، اپنے فرائض بھول جاتے ہیں یا انہیں ثانوی حیثیت دیتے ہیں۔ اپنے حق تو انصاف کے حوالے دے کر لینا چاہتے ہیں لیکن دوسروں کے حق دینا نہیں چاہتے۔ یا تھوڑے سے فرائض پورے کر کے یا حق دے کر پھر یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے دوسرے پر بہت بڑا احسان کر دیا ہے۔ اور آجکل کے معاشرے کے فسادوں کی، جو چاہے گھریلو سطح پر ہوں یا ملکی اور بین الاقوامی سطح پر، یہی وجہ ہے کہ اپنے حقوق کو دوسروں کے حقوق پر ترجیح دی جاتی ہے۔ یا دوسروں سے ذمہ داریاں پوری کرنے کی توقع کی جاتی ہے لیکن اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی طرف اس شدت سے توجہ نہیں دی جاتی۔ جب ایک مومن جو مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا کرتی ہے، جو قرآن کریم کو آخری شرعی کتاب ماننے کا اعلان کرتے ہیں اور پھر ایک احمدی مرد اور عورت جو اس زمانے کے امام کی بیعت میں بھی آنے کا اقرار کرتے ہیں ایسے مومن کو اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ تم اپنے حق ادا کرنے کی طرف توجہ کرو۔ اگر تم اپنے ذمہ فرائض اور حقوق ادا کرو گے، اگر معاشرے کا ہر فرد اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کی کوشش کرے گا تو تمہارے حقوق خود بخود ادا ہو جائیں گے۔ اور یہ حقوق جو اللہ تعالیٰ نے ایک مومن کے ذمّہ لگائے ہیں دو طرح کے

ہیں۔ ایک اللہ تعالیٰ کے حقوق جن کو حقوق اللہ کہتے ہیں اور ایک اللہ تعالیٰ کے بندوں کے حقوق جنہیں حقوق العباد کہا جاتا ہے۔ اور جب یہ دو قسم کے حقوق ان کا حق ادا کرتے ہوئے ادا کرنے والے ہوں۔ حق ادا کرتے ہوئے اس لئے کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ حق ادا کر رہے ہیں لیکن حق ادا نہیں ہو رہا ہوتا بلکہ حق ادا کرنے کی بجائے احسان کا رنگ غالب ہوتا ہے۔

عبادالرحمٰن

اللہ تعالیٰ نے انہیں جو حق ادا کرتے ہوئے حقوق ادا کریں عبادالرحمن کہا ہے۔ اس میں عورتیں بھی شامل ہیں اور مرد بھی شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں رحمان کے بندے کہہ کر عبادالرحمن کہہ کر اس طرف بھی توجہ دلائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمانیت کے صدقے تمہیں بیشمار انعامات دیئے ہیں۔ بیشمار خصوصیات کا انسانوں کو حامل بنایا ہے۔ اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ یہ رحمانیت اس کے احسانوں میں سے بہت بڑا احسان ہے۔ اور یہ رحمانیت بلا تخصیص ہر ایک کو فائدہ پہنچا رہی ہے۔ پس کیا یہ احسان تمہیں اس بات کا احساس نہیں دلاتا کہ تم اس کی بندگی کا حق ادا کرو۔ اس کے بتائے ہوئے طریق پر چلو۔ ایک انسان اپنے تھوڑے سے احسان کے بدلے یا ایک معمولی نیکی کرنے کے بعد یہ چاہتا ہے کہ اس کی تعریف ہو، اس کے کام کو سراہا جائے۔ اکثر ایسے ہیں جو چاہتے ہیں کہ ان کے احسان کا ذکر بھی ہو لیکن اللہ تعالیٰ جو سب احسان کرنے والوں سے زیادہ احسان کرنے والا ہے اس کی شکرگزاری اور اس

کی بندگی کا حق ادا کرنے کی طرف توجہ نہیں دی جاتی اور پھر اس کا احسان صرف مادی اور ظاہری فوائد کے لئے نہیں۔ ہم صرف یہی نہیں دیکھتے کہ اس کے مادی اور ظاہری فوائد ہمیں حاصل ہو رہے ہیں بلکہ روحانی زندگی میں بھی اس کے احسانوں کے نیچے ہم دبے ہوئے ہیں۔

پس اس بات کا احساس کرنے کی طرف بھی ایک انسان جس کو مومن ہونے کا دعویٰ ہے توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ ہمارا مسلمان ہونا، ہمارا اللہ تعالیٰ کی آخری شرعی کتاب کو ایک مکمل ضابطہ حیات سمجھنا، ہمارا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آنا ہم سے اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ صرف ظاہری رنگ میں اور الفاظ میں ہی نہیں بلکہ حقیقت میں ہم رحمان کے بندے بننے کی کوشش کریں۔ ان حقوق و فرائض کو ان تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ ادا کرنے کی کوشش کریں جن کی اللہ تعالیٰ ہم سے توقع رکھتا ہے، جن کا ہمیں حکم دیتا ہے اور جس کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے رسول بھیجتا ہے تا کہ وہ ہمیں حقیقی رنگ میں رحمان کے بندے بندیاں بنانے کے راستے دکھائیں، تا کہ وہ ہمیں زندگی بخش راستے دکھائیں، تا کہ ہم ان راستوں پر چل کر اپنے فرائض کو ادا کرنے والے بن کر رحمان خدا کے پیار کو حاصل کرنے والے بن جائیں۔

خدا تعالیٰ سے زندہ تعلق قائم کریں

پس ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں شامل ہونے کا دعویٰ تبھی سچ ہو گا جب ہم اپنی زندگیوں کو ایسی نہج پر ڈھالنے کی کوشش کریں گے کہ خدا کے حق بھی ادا کریں اور اس کی مخلوق کے حق بھی ادا کریں اور یہ حق اس صورت میں ادا ہوتے ہیں جب خدا تعالیٰ سے زندہ تعلق قائم ہو۔ جب اللہ تعالیٰ کے رسول کی باتوں پر کان دھرا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے جو ہمیں اپنا تعلق اللہ تعالیٰ سے جوڑنے کے حکم دیئے ہیں ان کی طرف توجہ کریں۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں آنے کا صرف دعویٰ ہی نہ ہو بلکہ یہ کوشش ہو کہ جس کام کی طرف وہ ہمیں خدا تعالیٰ کے حکم سے بلا رہے ہیں اس طرف ہم چلیں۔

چند جمعہ پہلے مَیں نے قرآن کریم کے اس حکم کی طرف توجہ دلائی تھی کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ ۔(الانفال:25) یعنی خدا اور رسول کی آواز کو سنو اور قبول کرو جبکہ وہ تمہیں زندہ کرنے کے لئے بلائے۔ یہاں مومنوں کو زندہ کرنے کے لئے بلائے کے الفاظ آئے ہیں۔ صحابہ کے زمانے میں قرآن کریم نازل ہوا۔ انہیں یہی حکم تھا اور ہر ایک مسلمان کو بھی یہی حکم ہے کہ روحانی زندگی کی طرف توجہ کرو۔ وہ زندگی جس کی طرف بلایا جا رہا ہے یہ روحانی زندگی ہے۔ اور

جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کسی کام کی طرف بلائیں، کسی طرف توجہ دلائیں تو ان باتوں کو غور سے سنو کیونکہ انہی باتوں سے تمہاری روحانی زندگی وابستہ ہے۔ جس روحانی زندگی کے لئے ہم باتیں تو بہت کرتے ہیں، اظہار بھی کرتے ہیں لیکن حقیقت میں یہ جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ ہم میں سے کتنے ہیں جو اس روحانی زندگی کو حاصل کرنے کے لئے کوشش کرتے ہیں۔ اور وہ کوشش کیا ہے؟ وہ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکموں پر عمل کرنا ہے۔ یہ جسمانی زندگی تو ایک دن ختم ہو جانی ہے۔ ہمیشہ رہنے والی زندگی کے انعامات تو روحانیت کے ساتھ ہی وابستہ ہیں۔

شرائط بیعت کا عہد عبدِ رحمان بناتا ہے

پس حقیقی زندگی کا حاصل کرنے والا تو وہی ہے جو اس ظاہری زندگی میں بھی خدا تعالیٰ کے حکموں پر چلے اور روحانیت میں ترقی کرے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو اپنے پیش نظر رکھے اور پھر اس وجہ سے اس سلسلے کو ہمیشہ کی اخروی زندگی میں بھی خدا تعالیٰ کے انعامات کو حاصل کرنے والا بنائے۔ اور جب یہ انعامات کو حاصل کرنے والا بنائے گا تو یہی وہ مقام ہے جب انسان عبدِ رحمان بنتا ہے، رحمان خدا کا بندہ بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بندگی کا حق ادا کرنے والا بننا ہے تو اس کے لئے کوشش کرنی پڑتی ہے۔

ایک احمدی عورت اور مرد کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں آکر اس نے یہ عہد کیا ہے کہ میں عبدِ رحمان بنوں گی اور بنوں گا۔ اللہ تعالیٰ کے بندے بننا کیا ہے؟ یہ وہی عہد بیعت ہے، یہ وہی شرائط بیعت ہیں جن پر چلنے کا ایک احمدی بیعت کے وقت وعدہ کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی شرائط بیعت میں اتنی جامعیت کے ساتھ ان تمام فرائض کا ذکر فرمادیا ہے جو ایک مومن کو عبدِ رحمان بناتے ہیں یا جن کی ایک مومن سے توقع کی جاتی ہے کہ ان پر عمل کرنے والا پھر کسی برائی میں مبتلا نہیں ہوتا۔ عبدِ رحمان بننے کے لئے، خدا تعالیٰ کا حق ادا کرنے کے لئے سب سے اہم بات ہی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے مقابلے پر ہر چیز کو ہیچ سمجھنا، کم تر سمجھنا۔ اسی لئے آپ نے یہ عہد لیا یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ عہد لیا کہ ایک احمدی نے ہر قسم کے شرک سے بچنا ہے چاہے وہ ظاہری شرک ہو یا مخفی شرک ہو۔

(ماخوذ از ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد سوم صفحہ 563)

جھوٹ سے بچنا

فرائض کی بجا آوری میں کمی اس وقت ہوتی ہے یا نیکیاں کرنے میں کمزوریاں اس وقت ظاہر ہوتی ہیں جب انسان سمجھتا ہے کہ اگر ضرورت پڑی تو میں جھوٹ کا سہارا لے لوں گا۔ اپنی بات کو تھوڑا سا twist کر دوں گا، غلط بیانی کر لوں گا۔ یا اگر اپنے خیال میں جھوٹ نہیں سمجھتے تو یہی سمجھتے ہیں جو حقیقت میں جھوٹ ہی

ہے کہ اگر تھوڑی سی بات کو بدلنا پڑے جیسا کہ میں نے کہا تو بدل لوں گا، کیا فرق پڑتا ہے۔ پس یاد رکھنا چاہئے کہ یہ ایک ایسا گناہ ہے جو پھر دوسرے گناہوں میں مبتلا کرتا چلا جاتا ہے جو نیکیوں کو کھاتا جاتا ہے۔ جو فرائض میں کوتاہی کرواتا ہے اور حقوق غصب کرنے کی طرف مائل کرتا ہے۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شرائط بیعت میں اس کو بڑی اہمیت دی ہے۔

بے حیائیوں سے بچنا

اسی طرح بے حیائیوں سے بچنا ہے۔ اس کی طرف بھی بہت توجہ دلائی۔ آجکل کے معاشرے کو آزادی اور تعلیم کے نام پر برباد کیا جارہا ہے۔ اگر انسان غور کرے، ایک عقلمند انسان غور کرے، وہ انسان جس کو اللہ تعالیٰ نے فراست دی ہے اور یہ فراست ہی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہی ہے جس نے احمدیت پر قائم ہونے کی توفیق عطا فرمائی، قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اگر وہ غور کرے تو یہی آزادی اور تعلیم کے نام پر جو بعض باتیں ہیں وہ زندگیوں کو برباد کر رہی ہیں۔ پس آزاد معاشرے میں رہتے ہوئے بڑی شدت سے ہمیں اپنے دلوں کو ٹٹولتے ہوئے اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے۔ ہر احمدی نے یہ عہد کیا ہوا ہے کہ وہ ظلم نہیں کرے گا۔ خیانت نہیں کرے گا۔ فساد سے بچے گا۔ نفسانی جوشوں سے مغلوب نہیں ہو گا۔ یا پھر اور تفصیلات جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی شرائط بیعت میں بیان فرمائی ہیں۔

(ماخوذ از ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد سوم صفحہ 563-564)

نفسانی جوشوں سے بچنا

یہ نفسانی جوش ہی ہیں جو گھریلو مسائل کو بھی جنم دیتے ہیں۔ پہلے تعلیم اور آزادی نسواں کا نام دیا جاتا ہے۔ پھر وہ بڑھتے بڑھتے نفسانی جوشوں کی صورت اختیار کر لیتے ہیں اور پھر ان سے مسائل پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں اور ہمارے معاشرے میں سب سے پہلے جو مسائل جنم لیتے ہیں وہ گھریلو مسائل ہیں۔ پس اس طرف ہر عورت اور مرد کو توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

پھر عفو ہے، درگزر ہے، عاجزی، انکساری کا عہد ہے جو ہم نے کیا۔ یہ تمام عہد ہماری شرائط بیعت میں داخل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کا بھی عہد ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تعریف اگر صحیح رنگ میں کی جائے، اس کے احسانوں کو یاد کیا جائے تو پھر اس کے حکموں پر انسان چلتا ہے۔ پھر عفو، درگزر، عاجزی، انکساری یہ ساری باتیں خود بخود پیدا ہوتی چلی جاتی ہیں۔ پھر صبر اور حوصلہ دکھانے کا بھی عہد ہے۔ **بدعات سے بچنے کا عہد ہے۔** بدرسومات سے بچنے کا عہد ہے۔ اب بدرسومات اور بدعات جو ہیں یہ بھی بعض جگہوں پہ جماعت میں راہ پانے لگ گئی ہیں۔ بعض بہانے تلاش کئے جاتے ہیں۔ بلا وجہ اپنے پر بوجھ ڈال کر بعض لوگ شادیوں بیاہوں پہ بعض خرچ کرتے ہیں۔ جن کو

توفیق ہے اگر وہ کرتے ہیں تو وہ کر سکتے ہیں لیکن ان کے دیکھا دیکھی جس کو توفیق نہیں وہ بھی کوشش کرتا ہے کہ دکھاوا کیا جائے۔ جب دکھاوے کی حد آجائے تو یہ پھر رسم بن جاتی ہے۔ یہ ایسا بوجھ بن جاتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ پس اس کے لئے بھی ہر ایک کو اپنے جائزے لینے چاہئیں۔

پھر نمازوں کی پابندی، نوافل اور تہجد کی طرف توجہ ہے۔ یہ بھی شرائط بیعت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں توجہ دلائی ہے۔

(ماخوذ از ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد سوم صفحہ 564)

قرآن کریم میں بھی اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس طرح توجہ دلائی ہے۔ شرائط بیعت کیا ہیں یہ سب چیزیں وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمائیں اور جن کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بار بار یاددہانی کروائی۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ اگر تم عبد رحمان بننا چاہتے ہو، اگر تم حقیقی رنگ میں مومن بننا چاہتے ہو تو پھر یہ بھی حق ادا کرو جو ایک عبادت کا رنگ ہے اور سراسر ظاہری نمازیں نہیں بلکہ اپنی زبانوں کو ذکر الٰہی سے تر رکھو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر درود بھیجو۔ توبہ اور استغفار کرنے کا عہد ہے۔

(ماخوذ از ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد سوم صفحہ 564)

غرض کہ آپ کی تمام شرائط بیعت وہ ہیں جن پر چلنے کا ایک احمدی وعدہ کرتے ہوئے احمدیت میں شامل ہوتا ہے۔ اس لئے کہ روحانی زندگی حاصل کرے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا، رحمان خدا کا، جس کے بے انتہا ہم پر احسان ہیں، حقیقی عبد بننے کی کوشش کرے۔ پس جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے۔ یہ جائزے لینے کی ضرورت ہے اور اس بات کی طرف کوشش سے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ رحمان خدا ہم سے کیا چاہتا ہے۔ اس کے بعض پہلو ان آیات میں بیان ہوئے ہیں جو اجلاس کے شروع میں تلاوت کی گئی تھیں۔ ان میں سے بعض کی وضاحت بھی مَیں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں تا کہ اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو ہم میں سے ہر ایک سمجھے۔

عام مسلمان اور احمدی مسلمان میں فرق

احمدی مسلمان نے زمانے کے امام کو مانا ہے

ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ عام مسلمان اور ایک احمدی مسلمان کے عملی نمونوں میں واضح فرق ہونا چاہئے کیونکہ ہم نے اس زمانے کے امام کو مانا ہے۔ ہم نے اس روشنی سے حصہ لیا ہے یا حصہ لینے کا دعویٰ کرتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں روشنی دکھانے کے لئے بھیجا ہے۔ اور جب روشنی آتی ہے تو اندھیرا دُور ہوتا ہے اور جب اندھیرا دُور ہوتا ہے تو اچھی اور بری چیز واضح ہو کر نظر آنا شروع ہو

جاتی ہے۔ راستوں پر چلتے ہوئے خراب راستوں اور صحیح راستوں کی نشاندہی ہو جاتی ہے۔ حسن اور گندگی کا فرق ظاہر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب روحانی روشنی کا انتظام ہوتا ہے تو گناہ اور نیکی کا فرق نکھر کر سامنے آ جاتا ہے۔ پاک دلوں کو روحانی سورج روشن کر دیتا ہے۔ دلوں کے اندھیروں کو دُور کر دیتا ہے۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں آئے ہوئے اس روشنی دکھانے والے اور دلوں کی زمین کو روشن کرنے والے کے ساتھ جڑنے کی ہمیں اس نے توفیق عطا فرمائی ہے۔ اب ہمارا کام ہے کہ اس کے بعد اپنے آپ میں اور ایک عام مسلمان میں واضح فرق کر کے دکھائیں۔ اپنی چھوٹی سے چھوٹی برائی پر بھی نظر رکھیں اور دلوں کو اس روحانی روشنی کے نور سے منور کریں اور یہی حالت ہے جو ہمیں حقیقی مومن بناتی ہے۔ اور ایسے مومنوں سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ پھر وہ ان کا دوست اور مددگار ہو جاتا ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ۔ (البقرۃ:258) کہ اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہو کر اندھیروں سے روشنیوں کی طرف ایسے مومنوں کو لے جاتی ہے۔ مومن اور غیر مومن میں ایک واضح فرق نظر آنا شروع ہو جاتا ہے۔ ایمان صرف اسلام کا نعرہ لگانے کا نام نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دلوں کو روشن کرنے کا نام ہے۔ اور جب یہ حالت پیدا ہو تبھی اللہ تعالیٰ بھی بدیوں کی ظلمت کو نیکیوں کے نور سے بدل کر مومن اور غیر مومن میں تمیز فرما دیتا ہے، فرق ظاہر کر دیتا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے جو روحانی روشنی ہمیں عطا کی ہے، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی کا ہی اس زمانے میں ظہور ہے اس کا حقیقی فیض ہمیں اٹھانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا ہے کہ مسیح موعود اور مہدی معہود کا آنا میرا آنا ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں بھی وَّاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ ؕ۔(الجمعۃ:4) کہہ کر مسیح موعود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آنا ہی قرار دیا ہے۔ اور مسیح موعود کے ماننے والوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی متبعین میں شمار فرمایا ہے۔ پس ایک احمدی کو، عورت کو، مرد کو اپنے آپ کو حقیقی مومن اور عبد رحمان بنانے کی ضرورت ہے، وہ حالت پیدا کرنے کی ضرورت ہے جو صحابہ نے اپنے اندر پیدا کی۔ اپنے اندر خلافت کے نظام کو جاری رکھنے کے لئے وہ حالت پیدا کرنے کی ضرورت ہے جو خلفائے راشدین کے زمانے میں خلافت کے حقیقی فرمانبرداروں اور اطاعت گزاروں نے اپنے اندر پیدا کی۔ جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نہیں مانا ان کی اکثریت گو ظاہری طور پر مسلمان ہیں لیکن دین کو چھوڑ کر دنیا کی غفلتوں میں مبتلا ہو گئی ہے۔ دنیا کے اندھیروں میں ڈوبی ہوئی ہے۔ یہ لوگ تو یہ عذر کر سکتے ہیں، گو یہ عذر بھی اللہ تعالیٰ کے قریب قابل قبول نہیں ہے کہ ہمیں ہمارے نام نہاد دین کے علمبرداروں نے مسیح موعود کو ماننے سے روکے رکھا تھا۔ لیکن ایک احمدی کے لئے کوئی بھی عذر نہیں ہے جو اپنی حالت کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے حکموں پر چلانے کی کوشش نہیں کرتا۔ جو

اپنی زندگی میں پاک تبدیلی پیدا نہیں کرتا۔ جو روشنی میں ہوتے ہوئے روشنی کو قبول کرنے کے بعد پھر اس خیال میں رہتا ہے کہ رات کی تاریکی ہے اس لئے ہمیں اچھے برے کی تمیز کا پتا نہیں چلا تو وہ غلط ہے۔ وہ سمجھ لے کہ وہ صرف زبانی کلامی باتیں کر رہا ہے دل سے اس نے روشنی کو نہیں مانا اور نہ اس نے اپنی صحیح آنکھوں سے اس روشنی کو دیکھا ہے۔ غیروں کے پاس تو اللہ تعالیٰ کے حکم ذَکِّرۡ یعنی نصیحت کر پر عمل کروانے والا کوئی نظام نہیں ہے۔ ہمارے پاس تو یہ نظام موجود ہے۔ پس ہمارے پاس کسی بھی صورت میں کوئی عذر نہیں ہے۔ ہمیں دنیا کے اس نفسا نفسی کے دَور میں اپنے آپ کو ہر برائی سے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی روشنی کی مدد سے بچانے کی ضرورت ہے۔ خراب راستوں سے بچنے کی ضرورت ہے۔ صحیح راستوں پر چلنے کی ضرورت ہے۔

راتوں کو زندہ کریں

ایک مومن کی یہ خصوصیت ہے اور ہونی چاہئے کہ وہ روشنی سے حقیقی فیض پانے کے لئے ظاہری راتوں کو بھی روشن بنائے تا کہ ان گناہوں سے بچے۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ راستہ دکھایا ہے اور فرمایا ہے کہ یَبِیۡتُوۡنَ لِرَبِّہِمۡ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا (الفرقان:65) کہ رحمان کے بندے راتوں میں دعاؤں اور گریہ وزاری سے اللہ تعالیٰ کی رحیمیت کو جذب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہمیں یاد رکھنا

چاہئے کہ مسلمانوں کا زوال راتوں کی دعاؤں کو چھوڑنے اور لہو و لعب میں پڑنے کی وجہ سے ہوا تھا۔ آجکل بھی لہو و لعب، رات دیر تک مختلف کاموں میں مصروف رہنا، غیر تعمیری کاموں میں مصروف رہنا۔ ٹی وی ہے فلمیں ہیں انٹرنیٹ پر بیٹھنا ہے اور پھر فجر کی نماز پر نہ اٹھنا۔ تہجد تو علیحدہ رہی فجر کی نماز بھی نہیں پڑھتے اور جب فجر کی نماز وقت پر نہیں ادا ہو گی تو یہیں سے پھر زوال بھی شروع ہو جائیں گے۔ پس یہ کوشش ہم میں سے ہر ایک کو کرنی چاہئے کہ اپنی نمازوں کی بھی حفاظت کریں کیونکہ تاریخ ہمیں یہی بتاتی ہے کہ زوال وہیں شروع ہوتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کی عبادتوں کی طرف سے توجہ ہٹتی ہے۔ مسلمانوں سے اللہ تعالیٰ کا کوئی نرالا وعدہ نہیں تھا، مشروط وعدہ تھا کہ راتوں کو زندہ کرو گے، اپنی عبادتوں کو زندہ رکھو گے، وقت پر جس طرح حکم ہے عبادتیں کرو گے تو تبھی تمہاری ترقیاں بھی ہیں۔ نہیں تو پھر وہی زوال شروع ہو جائے گا اور دین سے ہٹتے چلے جاؤ گے۔

پس جب ہم اپنی زندگیوں کو اس طرح ڈھالیں گے، جب ہم اس طرح کریں گے تو اللہ تعالیٰ کے حقیقی اور شکر گزار بندوں میں شمار ہوں گے۔ ہم اپنے قول و فعل سے یہ اظہار کر رہے ہوں گے کہ ہم نے زمانے کے امام کو مان لیا ہے۔ اس لئے یہ پاک تبدیلیاں ہم میں پیدا ہوئی ہیں یا ہو رہی ہیں یا اس کے لئے ہم اپنی تمام تر استعدادوں کے ساتھ کوشش کر رہے ہیں۔ پس ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم احمدیت

قبول کرنے کے بعد نصیحت حاصل کرنے والوں میں بھی بنیں اور شکر گزاروں میں بھی بنیں اور ہماری یہ حالت پھر دوسروں کو بھی روشنی دکھانے والی بنے گی۔

لجنہ کی رپورٹس میں، خدام الاحمدیہ کی رپورٹس میں، انصار اللہ کی رپورٹس میں، جماعت کی رپورٹس میں یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ ہم نے تبلیغ کی، تبلیغی سٹالز لگائے پمفلٹ تقسیم کئے یا دوسرے پروگرام دیئے۔ یہ بڑی اچھی بات ہے لیکن اس کا حقیقی فائدہ تبھی ہو گا، آپ کی بات سن کر احمدیت میں شامل ہونے والے تبھی اپنی حالت میں حقیقی تبدیلی پیدا کر سکیں گے جب ہم خود اپنے دین کی تعلیم کا اپنے پر عملی اظہار کر رہے ہوں گے۔ جب ہم خود بھی ساتھ ساتھ اپنی کمزوریاں دُور کرنے کی کوشش کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کی شکر گزاری کر رہے ہوں گے کہ وہ ہمیں توفیق دے رہا ہے کہ ہم کمزوریاں دُور کریں۔ اس بات پر شکر کر رہے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد ہمارے شامل حال ہو رہی ہے۔ جہاں وہ ہماری تبلیغ کو پھل لگا رہا ہے وہاں ہمیں اپنی راتوں کو روشن کر کے دعاؤں کی توفیق بھی دے رہا ہے اور ہمیں اپنے اندر اپنی کمزوریوں کو دور کرنے کی توفیق بھی عطا فرما رہا ہے۔

عاجزی

اور جب ایک شخص، چاہے وہ عورت ہے یا مرد ایسا عبد رحمان بنتا ہے یا بننے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسا بننے والے کا ایک بہت بڑا وصف یہ ہے کہ یَمۡشُوۡنَ عَلَی الۡاَرۡضِ ہَوۡنًا (الفرقان:64) کہ وہ عاجزی کا نمونہ ہوتے ہیں اور زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں۔ پس عاجزی ایک بہت بڑا وصف ہے۔ ایک مومن کا، ہم میں سے ہر ایک کا یہ فرض ہے اور یہ ضروری ہے۔ اس کے لئے وہ اپنے جائزے لے کہ کس حد تک ہم میں یہ خوبی ہے۔ بعض دفعہ بعض باتیں سامنے آتی ہیں کہ بعض نئے شامل ہونے والے اس لئے پیچھے ہٹ جاتے ہیں کہ پرانے احمدیوں یا عہدیداروں کے نمونے عاجزی کے بجائے تکبر پیش کر رہے ہوتے ہیں۔ گو ان پیچھے ہٹنے والوں کی یہ بدقسمتی ہے کہ انہوں نے زمانے کے امام کو حق سمجھ کر مانا ہے تو پھر ایمان میں ترقی کی کوشش ہونی چاہئے، نہ کہ کسی وجہ سے ان کو ٹھوکر لگے۔ کسی شخص کے نمونے کو دیکھ کر ٹھوکر نہیں لگنی چاہئے۔ لیکن ایسے نمونے دکھانے والے بھی ان کے اس گناہ میں غیر محسوس طور پر وجہ بن رہے ہوتے ہیں۔ پس ایک مومن کا کام ہے کہ روشنی کا حق ادا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کسی کو اندھیرے میں بھٹکنے کے لئے چھوڑنے کی بجائے راستے دکھانے کی کوشش کرے اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنے کی ضرورت ہے۔ اور یہ عاجزی دکھانا بھی اللہ تعالیٰ کے حکموں میں سے ایک اہم حکم ہے۔ پس اس کو ہمیشہ سامنے

رکھیں۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ مَردوں میں تکبر زیادہ ہے اور عورتوں میں کم ہے یا مَردوں میں کم ہے اور عورتوں میں زیادہ ہے۔ کبھی کبھی عہدیداروں کے معاملے میں بھی مَیں نے دیکھا ہے، وجہ مختلف ہو جاتی ہے، لیکن عام طور پر تجربے میں یہی آیا ہے کہ جب اختیار ملتا ہے تو تکبر اور نخوت عورتوں میں بھی بہت زیادہ پیدا ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا (الفرقان:64) فرما کر ایک پیشگوئی بھی فرمائی ہے کہ تمہیں ایسا اقتدار بھی ملے گا جو ایک فاتح اور غالب کو ملتا ہے۔ جب تم غالب آؤ گے اور یقیناً یہ جماعت احمدیہ کا مقدر ہے اور تقدیر ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ وعدہ ہے کہ غالب آنا ہے۔

(ماخوذ از تذکرہ صفحہ 48 ایڈیشن چہارم مطبوعہ ربوہ)

جب غالب آؤ گے تو اس وقت بھی تمہارے اندر عاجزی ہونی چاہئے۔ پس مومنانہ صفات پیدا کرتے ہوئے چھوٹے چھوٹے اختیارات پر تو بالکل ہی تکبر نہیں پیدا ہونا چاہئے۔

کامیابی کا راز۔ ظلم و زیادتی کا نرمی اور عقل سے جواب دینا

پھر روشنی سے فیض پا کر روشنی پھیلانے والے رحمان خدا کی بندگی کا حق ادا کرنے والوں کی یہ نشانی بھی ہے یا ان کو یہ حکم ہے کہ یہ حالت تمہارے اندر پیدا ہو گی تو تم رحمان خدا کے بندے ہو گے ورنہ نہیں اور وہ یہ ہے کہ وَاِذَا خَاطَبَھُمُ

الۡجٰهِلُوۡنَ قَالُوۡا سَلٰمًا (الفرقان:64) اور جب جاہل لوگ، لڑاکے اور بد اخلاق لوگ جو ہیں وہ اس کوشش میں ہوتے ہیں کہ اپنی حرکتوں سے جوش دلا کر کوئی جھگڑا اور فساد پیدا کریں، ان سے جب تمہیں واسطہ پڑتا ہے تو وہاں طیش میں آ کر اسی طرح اوچھے ہتھیار سے جواب دینے کی بجائے ایک عبد رحمان، ایک مومن بندی اور بندہ یہ کہتے ہیں کہ تم پر سلامتی ہو۔ ہم تو تمہارے لئے بھی امن اور سکون چاہتے ہیں۔ یہی ہتھیار ہے جو ایک مومن کی کامیابی کا راز ہے۔ کیونکہ ظلم و زیادتی کا نرمی اور عقل سے جواب دینا ماحول میں بہت سے دوسرے لوگوں کو روشنی دکھانے کا باعث بن جاتا ہے۔ پس اس طرف ہمیشہ نظر رکھنی چاہئے کہ ذرا ذرا سی بات پر جھگڑے پیدا نہ کریں۔ اور پھر جیسا کہ مَیں نے کہا کہ غلبہ ملنا ہے۔ جب غلبہ مل جائے تب بھی ایک حقیقی عبد رحمان جاہلوں کی جہالت آمیز باتوں کو خاطر میں نہیں لاتا اور سلامتی ہی مانگتا ہے۔

اب قرآن کریم کے اس حکم کو آجکل کے مسلمان سربراہوں اور حکومتوں سے مقابلہ کر لیں تو صاف پتا چل جاتا ہے کہ یہ لوگ وہ نہیں ہیں جو عبد رحمان ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوہ تو یہ بتاتا ہے کہ یہودی نے سختی سے قرض کی واپسی کا مطالبہ کیا تو آپ نے بڑے پیار سے اور آرام سے جواب دیا۔

(الجامع لشعب الایمان للبیہقی جلد 13 صفحہ 521 فصل فی احسان قضاء الدین حدیث نمبر 10717 مکتبۃ الرشد ناشرون سعودی عرب 2004ء)

پس جہالت کا جہالت سے جواب دینا دنیا میں کہیں بھی پسند نہیں کیا جاتا لیکن دنیا والے اس پر عمل نہیں کرتے اور کسی مومن کے لئے تو کسی بھی صورت میں یہ قابل برداشت نہیں ہے کہ تکبر کا اظہار کرے۔ یہ مومن کی شان ہی نہیں کہ وہ کبھی تکبر کا اظہار کرے۔ اگر اس بات کو ہم سمجھ لیں تو ہمارے بہت سے گھریلو مسائل بھی حل ہو جائیں۔ خاوند بیوی کے جھگڑوں میں بھی بعض اوقات چند دن بعد اور بعض دفعہ بچے ہونے کے بعد بھی جو مسائل پیدا ہوتے ہیں، گھر ٹوٹتے ہیں، ان کی بڑی وجہ جہالت سے ترکی بہ ترکی جواب دینا ہی ہے۔ ایک نے ایک بات کہی، دوسرے نے آگے سے دو کہیں اور یہی وجہ ہے جو بے صبری ہے اور جاہلانہ حرکات ہیں جن کی وجہ سے رشتے بھی ٹوٹتے ہیں۔ قرآن کریم کے احکامات جہاں وسیع معاشرے کے لئے روشنی دکھانے والے ہیں، اسی طرح ہر چھوٹی سے چھوٹی سطح پر بھی لاگو ہوتے ہیں۔ اگر ہر انسان ان کو سمجھ لے اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرے تو گھر کی اِکائی سے لے کر معاشرے کی اِکائی تک ایک مومنہ اور مومن امن کے پیامبر بن جاتے ہیں۔ سلامتی بکھیرنے والے بن جاتے ہیں۔ پس اس بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے کیونکہ **یہ ہمیشہ یاد رکھیں کہ ایک دوسرے کو جواب دینا اور اپنا حق سمجھنا کہ میں صحیح ہوں، تکبر اور جہالت کی وجہ سے ہوتا ہے۔** جہالت صرف اس سے دُور نہیں ہوتی کہ آپ نے ڈگری حاصل کرلی، تعلیم حاصل کرلی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اعمال صالحہ بجالاؤ۔ یعنی ایسے اعمال جو صحیح وقت پر ادا ہو رہے ہوں۔

جہاں ایسے جھگڑے شروع ہوں وہاں انسان کی تعلیم کا تقاضا اور عقل کا تقاضا یہ ہے کہ دونوں میں سے ایک فرد خاموش ہو جائے تا کہ جھگڑے مزید طول نہ پکڑیں۔ اگر یہ چیز نہیں ہے تو چاہے وہ کوئی ڈاکٹر ہے، کوئی پی ایچ ڈی ہے یا ڈگری ہولڈر ہے، جو مرضی پڑھا لکھا ہو وہ جاہل ہے۔ پس اس جہالت سے بچنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے کیونکہ یہ باتیں اس زندگی کو جہنم بناتی ہیں اور خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا بھی مورد بناتی ہیں۔ پس اس کا علاج بھی اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مدد چاہو۔ دعا کرو، استغفار کرو، لاحول پڑھو، ذکر الٰہی کرو۔

دعائیں ضروری ہیں

پس ہم سب کو ان باتوں پر عمل کرنے کی ضرورت ہے اور یہ دعا کرنے کی ضرورت ہے کہ اے خدا! ہمیں جہالت اور کم علمی کے جہنم سے بچا۔ ہمیں دنیاداری اور ہوس پرستی کے جہنم سے بچا۔ ہمیں اپنی آئندہ نسلوں کی خرابی کے جہنم سے بچا۔ جب خاوند بیوی لڑ رہے ہوں تو اپنے بچوں کو بھی ظاہری جہنم میں مبتلا کر رہے ہوتے ہیں۔ مَیں نے دیکھا ہے کہ اس لڑائی کی وجہ سے بچے بگڑ کر ایسے کاموں میں ملوّث ہو جاتے ہیں جو خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب ہوتے ہیں۔ میرے سامنے کئی ایسے معاملے آتے ہیں کہ بچے پریشان ہیں، پڑھائی میں کمزور ہیں، صحت اچھی نہیں ہے اور جب ذرا کرید و اور پتا کرو تو پتا چلتا ہے کہ گھر کا ماحول، ماں باپ کے جھگڑے بچوں پر منفی اثر ڈال رہے ہیں۔

جیسا کہ مَیں نے شروع میں کہا اس زمانے میں معاشرہ مذہب سے دُور لے جانے میں بڑا کردار ادا کرتا ہے اس لئے یہ دعا بھی ایک مومن کی دعاؤں میں شامل ہونی چاہئے کہ ہمیں کفر اور شیطنت کے جہنم سے بچا۔ ہمیں لامذہبیت کے جہنم سے بچا۔ ہمیں خود سری، جھوٹ اور ظلم کے جہنم سے بچا۔ ہمیں اپنی رضا اور محبت کی دُوری کے جہنم سے بچا۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب اس کے حکموں پر عمل کیا جائے کیونکہ ان برائیوں کا عارضی پیدا ہونا یا مستقل پیدا ہونا ہماری تباہی اور بربادی کے سوا کچھ نہیں۔

کسی کو یہ خیال نہیں ہونا چاہئے کہ مجھ میں یہ برائیاں نہیں ہیں اس لئے مجھے ان دعاؤں کی ضرورت نہیں ہے۔ ان برائیوں سے خود بچنے اور آئندہ نسلوں کو بچانے کے لئے بھی یہ دعائیں ضروری ہیں اور دوسروں کے حقوق کی باریکی میں جا کر ہمیشہ ادائیگی کرتے چلے جانے کے لئے بھی ان دعاؤں کی ضرورت ہے۔ ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ جو دم غافل ہوا وہ کافر ہوا۔ اور جب یہ حالت پیدا ہوتی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے غفلت برتنا شروع کر دے تو پھر رحمان خدا سے دُوری پیدا ہوتی چلی جاتی ہے۔

معمولی سی غلط بیانی بھی جھوٹ ہے

مَیں نے ابھی کہا کہ ہمیں دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں جھوٹ کے جہنم سے بچائے۔ اللہ تعالیٰ اس بارے میں۔ ان آیات میں ہی فرماتا ہے کہ رحمان کے بندوں کی یہ بھی نشانی ہے کہ لَا یَشۡھَدُوۡنَ الزُّوۡرَ (الفرقان:73) کہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔ ہر حالت میں ان کے منہ سے سچ اور صداقت کے الفاظ نکلتے ہیں۔ یہ کتنی اعلیٰ بات ہے کہ ہم نے اس زمانے کے امام کو مانا اور یہ گواہی دی کہ آنے والا صادق اور خدا تعالیٰ کی طرف سے سچا ہے لیکن کیا اس سچائی کو قبول کرنے اور سچی گواہی سے ہمارا مقصد پورا ہو گیا۔ ہاں ایک حصہ تو پورا ہو گیا لیکن ایک بڑا حصہ اس وقت پورا ہو گا جب ہمارے قول و فعل میں کوئی تضاد نہیں ہو گا۔ سچ قبول کرنے کے بعد سچ ہمارے ہر عضو سے ظاہر ہو رہا ہو گا۔ معاشرے میں ہماری سچائی ایک پہچان بن جائے گی۔ ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ توحید کے بعد سب سے بڑی نیکی جس کی ادائیگی کرنا اور اس کو صحیح طور پر نبھانا بڑا مشکل کام جو انسان کو پیش آ سکتا ہے وہ سچائی ہے۔ ہزاروں انسانوں میں رحم کا جذبہ بھی ہوتا ہے۔ عموماً انصاف کرنے والے بھی ہوتے ہیں لیکن مکمل سچائی کے اظہار اور ہر حال میں سچی گواہی دینے کے لئے بسا اوقات اکثر لوگ تیار نہیں ہوتے۔ یہاں یورپ میں پڑھے لکھے لوگوں میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے ایسے ہیں جو انصاف اور رحم کی آوازیں تو بلند کرتے ہیں لیکن اپنے متعلق تو ایک طرف رہا اپنے عزیزوں کے بارے میں بھی سچی گواہی دینی پڑے

تو ٹال مٹول کی کوشش کرتے ہیں۔ بلکہ بعض موقع پر اپنے ہم قوموں کے بارے میں بھی نہیں دے سکتے۔ آج دنیا کے جھگڑوں کی بنیاد اسی سچائی کی کمی کی وجہ سے ہے یا اسی سچائی کا فقدان ہے۔ انصاف کا نعرہ لگانا یا چھوٹی سطح پر انصاف کرنا بالکل اور چیز ہے اور مکمل سچائی کے ساتھ مکمل طور پر سچی گواہی دینا بالکل اور چیز ہے۔ اگر دنیا اس بات کو سمجھ لے تو جو اس وقت دنیا کے حالات کی وجہ سے خوفزدہ ہیں ان کے خوف دُور ہو جائیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو رحمان خدا کے بندے ہیں یا بندے کہلاتے ہیں اس کا دعویٰ کرتے ہیں وہ حقوق کے قائم کرنے اور ادا کرنے کے لئے کبھی سچی گواہی کو نہیں چھپاتے۔ ہم دنیا کو روشنی دینے کا دعویٰ لے کر اٹھے ہیں، ہر عورت اور مرد جو احمدی ہونے کا اعلان کرتا ہے اس کا یہی دعویٰ ہے کہ ہم نے دنیا میں سچائی کو قائم کرنا ہے اگر یہ نہیں تو ہمارے دعوے کھوکھلے ہیں۔ ہم اس لئے نہیں پیدا کئے گئے یا جماعت میں اس لئے شامل نہیں ہوئے کہ ہم نے صرف دنیاوی ڈگریوں میں اعلیٰ پوزیشنیں حاصل کرنی ہیں یا ہم نے دولت سمیٹنے کی طرف بھرپور کوشش کرنی ہے۔ یا ہمارا مقابلہ یہ ہے کہ فیشن میں کون ترقی کرتا ہے بلکہ ہم نے سچائی کو پھیلانا ہے۔ سچائی کو ماننا ہے تو سچائی کو پھیلانے کے لئے ہمیں کوشش کرنی چاہئے۔ اگر یہ نہیں ہو گا تو پھر ہمارے دعوے بھی کھوکھلے ہیں۔ زمانے کے امام کو ماننا تو ایک طرف رہا۔ سچی گواہی کو چھوڑ کر ہم خدا پر ایمان سے بھی دُور ہٹ رہے ہوں گے۔ کیونکہ ہم جھوٹ بولیں گے اور سچائی کو چھپائیں گے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ

ہماری نظر میں خدا تعالیٰ کی کوئی قدر نہیں رہی یا ہم خدا تعالیٰ کی بادشاہت کے بجائے شیطان کی بادشاہت قائم کرنے میں مددگار بن رہے ہیں۔ جیسا کہ مَیں نے کہا کہ توحید کے بعد سچی گواہی ایک انتہائی اہم چیز ہے اسے ہم سب کو اپنے سامنے رکھنا چاہئے۔ **پس ہم میں سے ہر بچے، ہر بوڑھے، ہر جوان، ہر عورت اور ہر مرد کو یہ عہد کرنا چاہئے کہ جیسے بھی حالات ہوں ہر حالت میں مَیں نے سچ بولنا ہے۔** خاص طور پر احمدی عورتوں کو سچائی کے قائم کرنے کے لئے ایک مہم چلانی چاہئے کیونکہ عورتوں نے آئندہ نسلوں کی تربیت میں بہت اہم کردار ادا کرنا ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی خاص طور پر عورتوں سے یہ عہد لیا کرتے تھے جس کا قرآن کریم میں بھی ذکر ہے کہ کسی پر جھوٹا الزام نہیں لگائیں گی۔

(صحیح البخاری کتاب تفسیر القرآن، سورۃ الحشر باب اذا جاءک المؤمنات یبایعنک حدیث 4895)

یہ ضروری نہیں کہ ہر عورت میں ہی برائی پائی جاتی ہو کہ وہ جھوٹے الزام اور اتہام لگاتی ہے اور مرد اس گناہ سے پاک ہیں۔ میرے سامنے بہت سی ایسی مثالیں بھی ہیں کہ عورت سچائی سے کام لے رہی ہے اور مرد جو ہیں وہ غلط اور جھوٹی گواہی دیتے اور الزام لگاتے ہیں۔ یہاں عورتوں پر اس جھوٹ کی برائی سے بچنے کا خاص طور پر زور دیا گیا ہے اس کی وجہ ایک تو یہ ہے کہ بعض قوموں میں اُس زمانے میں اور

اب بھی ہے اور بعض علاقوں کی عورتوں میں تربیت کی کمی کی وجہ سے یہ بیماری بہت عام ہے کہ ذرا ذرا سی بات پر جھوٹ بول دیتی ہیں۔ معمولی غلط بیانی کو سمجھتی ہیں کہ یہ جھوٹ نہیں حالانکہ معمولی سی غلط بیانی بھی جھوٹ ہے۔ یہ احساس ہی نہیں ہوتا کہ غلط بیانی کی جا رہی ہے۔ دوسرے جیسا کہ میں نے کہا کہ عورت کا معاشرے کی تربیت میں بہت بڑا کردار ہے۔ اس کی گود سے بچے پل کر آگے معاشرے کی ذمہ داریاں اٹھانے والے ہوتے ہیں۔ جب بچہ یہ دیکھے کہ میری ماں اکثر غلط بیانی سے کام لے رہی ہے۔ گھر میں چاہے خاوند کے ڈر سے ہی یہ واقعات ہو رہے ہوں۔ سچائی کچھ ہو اور بیان کچھ اور کیا جا رہا ہو اور بچے کے علم میں ہو کہ حقیقت کیا ہے تو بچوں پر پھر سچ کی اہمیت ختم ہو جاتی ہے۔ اور جب یہ سچ کی اہمیت ختم ہو جائے تو پھر جیسا کہ مَیں نے کہا کہ خدا تعالیٰ پر ایمان بھی ختم ہو جاتا ہے اور یہی بہت بڑی وجہ آجکل کے زمانے میں بھی بن رہی ہے کہ سچائی کا فقدان ہے اور بچوں کو سمجھ نہیں آتی کہ سچ کیا ہے اور جھوٹ کیا ہے۔ اس لئے کچھ باہر کے معاشرے کا اثر ہے کچھ گھریلو ماحول کا بھی اثر ہے بعض جگہوں پر بہت سے ایسے بھی ہیں کہ بچے پھر دین سے ہٹ جاتے ہیں۔ پھر نسلیں برباد ہو جاتی ہیں۔

یہاں یہ بھی وضاحت کر دوں کہ یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر سچی بات کو ضرور بیان کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی بعض باتیں بیان

کرنے سے انسان کو روکا ہے کیونکہ بعض ایسے سچ ہوتے ہیں جن سے برائیاں پھیلتی ہیں اور معاشرے کا امن برباد ہوتا ہے۔ پس جن لوگوں کو یہ عادت ہوتی ہے، چاہے وہ عورتیں ہیں یا مرد کہ اگر کسی کی کوئی برائی دیکھی تو ادھر ادھر بیان کر دی۔ اور پھر جب پوچھو تو یہ کہتے ہیں کہ جھوٹ نہیں بولا۔ ٹھیک ہے جھوٹ نہیں بولا لیکن اس طرح کی غیبتیں اور چغلیاں کرنے سے بھی اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ سچ بات کہنے کے باوجود ایسے لوگ پھر خود بھی گناہ میں مبتلا ہو رہے ہوتے ہیں اور معاشرے کے امن کو بھی برباد کر رہے ہوتے ہیں۔ کیونکہ جیسا کہ مَیں نے کہا کسی کے نقائص بیان کرنا یہ غیبت ہے جس سے خدا تعالیٰ نے سختی سے منع فرمایا ہے۔ اور پھر اس طرح کھلے عام برائی بیان کرنے سے برائی کے نقصانات کی اہمیت بھی اکثر ختم ہو جاتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فحشاء کو چھپانے کا بھی حکم دیا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر ایک کا گند ظاہر کیا جائے اور آجکل کے معاشرے میں مغربی معاشرے میں بے حیائیاں اسی لئے پھیل رہی ہیں۔ گناہ کی نیکی اور گناہ کی تعریف اسلئے بالکل ختم ہو چکی ہے کہ ہر برائی کو آزادی کے نام پر کھلے عام کیا جاتا ہے کیونکہ جیسا کہ میں نے کہا یہی سچ ہے جس سے دنیا کا فساد پیدا ہوتا ہے۔ کسی کے متعلق بات کی جاتی ہے جب اسے پتا چلے تو پھر آگے سے غصے میں فساد پیدا کرتا ہے جھگڑتا ہے اور لڑائیوں اور جھگڑوں کا ایک سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

ایسے معاملات بھی میرے سامنے آئے ہیں کہ ایک لڑکی بیاہ کر سسرال گئی تو سسرال کی باتیں اور کمزوریاں اور ایسی باتیں جو لڑکی کے ماں باپ کے بارے میں سسرال میں ہوئیں اپنے ماں باپ کو آکر بتا دیں۔ اپنے ماں باپ کی کمزوریاں اور باتیں سسرال میں کر دیں۔ اپنی طرف سے یہ اظہار کرنے کے لئے کہ مَیں کتنی سادہ اور سچی ہوں۔ یا بیوقوفی کی وجہ سے ایسی حرکتیں ہو گئیں اور پھر لڑکے اور لڑکی کے خاندانوں میں ناچاقیاں اور لڑائیاں شروع ہو گئیں جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یا تو شادی ٹوٹ گئی یا دونوں خاندانوں میں سالوں تک رنجشوں اور الزام تراشی کا سلسلہ چلتا رہا بلکہ تعلقات ہی ختم ہو گئے۔ ایسے بھی لوگ ہیں، ایسے خاوند ہیں جنہوں نے کہا کہ اگر تم نے اپنے ماں باپ سے تعلق رکھا تو پھر ہمارا تمہارے سے کوئی تعلق نہیں، مَیں تمہیں طلاق دے دوں گا۔ اور ایسی بیٹیاں بھی ہیں جنہوں نے اس وجہ سے مجبور ہو کر پھر دس دس سال سے اپنے ماں باپ کی شکل نہیں دیکھی۔ پس یہ ظلم اس لئے ہوتے ہیں کہ معمولی سی بات کو ظلم اور برائی نہیں سمجھا جاتا اور اپنی طرف سے بڑا سچائی کا اظہار کیا جا رہا ہوتا ہے۔ ہاں اگر نظام جماعت کا نظام اور کوئی بھی اصلاح کرنے والا ادارہ کسی گواہی کے لئے بلائے تو وہاں کسی بھی لحاظ کے بغیر سچی گواہی کو چھپانا نہیں چاہئے بلکہ اس کو دینا چاہئے۔

لغویات سے اجتناب

پس ایک مومن مرد اور عورت کی ہر بات میں یہ غرض ہونی چاہئے کہ مَیں نے اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مطابق زندگی بسر کرنی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے کہ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا (الفرقان:73) یعنی عباد الرحمن کسی بھی دنیوی عزت کی وجہ سے یا دنیوی لذات کی وجہ سے متاثر ہو کر ان باتوں اور ان لذتوں میں شامل نہیں ہوتے بلکہ پہلو بچاتے ہوئے ایسی جگہوں سے ایسی مجلسوں سے جہاں صرف دنیاوی لذات ہوں گزر جاتے ہیں۔ پس لغویات میں ہر وہ چیز آتی ہے جو انسان کو خدا تعالیٰ سے دُور کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے واضح احکامات پر عمل میں روک بنتی ہے۔ چاہے وہ ناچ گانا ہے چاہے وہ ہوٹلوں میں بیٹھ کر فن کے نام پر شیشے کا استعمال ہے یا حقے کا استعمال ہے۔ مختلف ملکوں میں مختلف نام لئے جاتے ہیں۔ یا لڑکوں اور لڑکیوں کی مشترکہ مجالس ہیں اور دوستیاں ہیں جو پھر بعد میں دوسری برائیوں میں ملوث کر دیتی ہیں۔ چاہے یہ انٹرنیٹ پر راتوں کو بیٹھ کر نماز کے وقت کے لئے اٹھنے میں سستی دکھانا ہے یا انٹرنیٹ پر چیٹنگ (chatting) اور فیس بک (facebook) کا غلط استعمال ہے۔ اور چاہے یہ پھر عورتوں میں بیٹھ کر صرف دنیاداری کی باتیں کرنا ہے۔ اپنے زیوروں اور جوڑوں کو بنانے اور سلوانے کی باتوں میں مشغول رہنا ہے یا کسی کے بارے میں اس ٹوہ میں رہنا ہے کہ اس کے خاوند کے ساتھ کیسے تعلقات ہیں۔ اس کا خاوند کیا کماتا ہے۔ فلاں کے گھر میں فلاں وقت میں

کون آیا تھا۔ یہ سب لغویات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب باتوں سے منع فرمایا ہے اور فرمایا رحمان خدا کے بندوں کے یہ عمل نہیں ہوتے بلکہ ان کے دن اور رات عبادتوں میں اور ذکر الٰہی میں گزرتے ہیں۔

پس عام دنیاوی امور میں مصروف رہتے وقت بھی ہمیں ہر وقت یہ خیال رہنا چاہئے کہ میرا دنیاوی معاملات میں مصروف رہنا بھی مجھ میں کبھی یہ احساس پیدا نہ کرے کہ مَیں خدا تعالیٰ کی نظروں سے اوجھل ہو گیا ہوں بلکہ ہر وقت یہ احساس رہے کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے اور جب یہ احساس ہو تو جہاں اللہ تعالیٰ کا خوف رہے گا، غلط کاموں سے انسان بچے گا وہاں بندوں کے حقوق کی ادائیگی کی طرف بھی پھر نظر رہے گی۔ ہم اس طرف توجہ رکھیں گے اور توجہ دینی چاہئے کہ خدا تعالیٰ ہم سے کیا چاہتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے سارے احکامات بیان کر دیئے ہیں وہ بھی ہمیں کرنے چاہئیں۔ ان کو تلاش کرنا چاہئے کہ کون کون سے اس نے کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور وہ بھی اللہ تعالیٰ نے ہمیں بیان کر دیئے ہیں جن سے ہمیں بچنا چاہئے۔

نیکی کی ہدایت دینا اور بدی سے روکنا

اللہ تعالیٰ نے یہ فرما کر جس کا مَیں کل خطبہ میں ذکر کر چکا ہوں کہ کُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (آل عمران:111) یعنی تم سب سے بہتر جماعت ہو جسے لوگوں کے فائدے کے لئے پیدا کیا گیا ہے جو نیکی کی ہدایت کرتے ہو اور بدی سے روکتے اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو، بڑی جامعیت سے اس میں ہماری ذمہ داریاں ہمیں بتا دی ہیں۔ اگر یہ باتیں ہم اپنے سامنے رکھیں تو تمام قسم کی نیکیوں پر عمل کرنے کی ہماری کوشش ہو گی اور تمام قسم کی برائیوں کو چھوڑنے کے لئے ہم جدوجہد کریں گے۔ ہم اس بات کی کوشش میں ہوں گے کہ ہم نے رشتے داروں سے حسن سلوک کرنا ہے اور کس طرح کرنا ہے۔ ہماری یہ کوشش ہو گی کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہم نے غریبوں کی خدمت کس طرح کرنی ہے۔ ہم اپنے اندر یہ وصف پیدا کرنے کی کوشش کریں گے کہ امانت کی ادائیگی کا حق ہم نے کس طرح ادا کرنا ہے۔ ہم یہ احساس پیدا کریں گے کہ دوسروں کا حق ادا کرنے کے لئے ہمیں کیا قربانی کرنی چاہئے۔ حسن ظنی ہمارا شیوہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں کی شکر گزاری میں ہم بڑھنے والے ہوں گے۔ تکلیفوں میں صبر ہمارے اخلاق کی خوبصورتی ہو گا۔ انصاف قائم کرنے اور احسان کا سلوک کرنے کی طرف ہماری توجہ رہے گی۔ اپنے عہدوں کو ہم پورا کرنے والے ہوں گے۔ صلہ رحمی کرتے ہوئے اپنے عزیزوں کے حقوق ادا

کرنے والے ہوں گے۔ والدین سے حسن سلوک ہمارے کردار کی خوبصورتی ہو گی۔ ہمسایوں سے حسن سلوک اور ان کے حقوق ادا کرنے کی طرف ہماری توجہ رہے گی۔ غصہ، بغض، کینہ سے ہم بچ کر رہیں گے۔ بدگمانی اور عیب لگانے اور چغلیوں سے ہم بچیں گے۔ دوسروں کا استہزاء کرنا اور ان کی تحقیر کرنا اور ان کو کمتر سمجھنا ہمارے نزدیک بڑا گناہ ہو گا۔ فضول خرچی سے ہم پرہیز کرنے والے ہوں گے۔ بچوں کو آنکھوں کی ٹھنڈک بنانے کے لئے صرف دعا ہی نہیں کریں گے بلکہ عملی اقدامات بھی کر رہے ہوں گے۔ اپنے عمل سے ان کے سامنے اپنے نمونے پیش کر رہے ہوں گے۔ بیوی خاوند کے اور خاوند بیوی اور بچوں کے حقوق ادا کرنے والے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ پر توکّل میں ہم بڑھتے چلے جانے والے ہوں گے۔ غرض کہ نیکیوں کی تلقین اور برائیوں سے بچنا ہمیں ہماری اپنی حالتوں میں بھی پاک تبدیلیاں پیدا کرنے کی طرف پیدا کرنے والا بناتا چلا جائے گا اور ہم اس پاک معاشرے کو جنم دینے والے ہوں گے جس کے قائم کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے اور جس کی تفصیلات اور جزئیات اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن کریم میں کھول کر بیان فرما دی ہیں۔ اور جس کو اس زمانے میں دوبارہ دنیا میں رائج کرنے اور خدا تعالیٰ کی حکومت دنیا میں قائم کر کے عبد رحمان بنانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا ہے۔

رحمان کے بندے اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرتے ہیں

پس ہمیں یہ کوشش کرنی چاہئے کہ ہم رحمان خدا کے ان بندوں میں شامل ہو جائیں جن کے بارے میں خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے۔ یہ اصولی ہدایت فرما دی ہے۔ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا (الفرقان:74) اور جب انہیں ان کے ربّ کی آیات یاد دلائی جاتی ہیں تو ان سے بہروں اور اندھوں کا معاملہ نہیں کرتے۔ پس حقیقی مومن اور رحمان کے بندے اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرتے ہیں۔ جب نصیحت کی جائے اس کو سنتے ہیں۔ اپنی حالتوں کے بدلنے کی طرف توجہ کرتے ہیں۔

پس ہم میں سے ہر ایک کو یہ کوشش کرنی چاہئے کہ بجائے اس کے کہ اپنی ذاتی خواہشات اور ترجیحات کو سامنے رکھیں، اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اس کے حکموں پر چلنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ ہم میں سے ہر ایک، عورتیں بھی اور مرد بھی اپنے عہد کو جو ہم نے دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا کیا ہے سامنے رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے بنیں اور رحمان کے ان بندوں میں شمار ہوں جن پر خدا تعالیٰ کے پیار کی نظر ہر وقت پڑتی رہتی ہے۔

اب دعا کر لیں۔

(مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 24 اکتوبر 2014)

جلسہ سالانہ جرمنی کے موقع پر

بمقام کالسروئے 06 جون 2015ء کو

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

کا مستورات سے خطاب

- **کامل اطاعت**
- **اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت ہی حفاظت کا حصار ہے**
- **مذہب آپ کی ہدایت کے لئے آتا ہے**
- **اللہ تعالیٰ کے ہر حکم میں حکمت ہے**
- **خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والی بنیں**
- **اللہ ہی کے ذکر سے دل اطمینان پکڑتے ہیں**
- **پردہ کی غرض حیا ہے**
- **عورتوں کے حقوق**
- **ہم نے دنیا کی اصلاح کرنی ہے**

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

کامل اطاعت

یہاں شروع میں جو آیات تلاوت کی گئی ہیں اس کی پہلی آیت ہی ہمیں اس طرف توجہ دلاتی ہے کہ تم جو مومن کہلاتے ہو، جو مومن اور مومنہ بننے کا دعویٰ کرتے ہو، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ فرمایا یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْہُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ۔ (الانفال:21) اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اس اطاعت سے، ان احکامات سے منہ نہ پھیرو جبکہ تم سن رہے ہو۔ تم تک یہ احکامات پہنچائے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی باتیں تم تک پہنچائی جا رہی ہیں۔ یہ اطاعت

کا سبق اور حکم تمہیں کیوں دیا جا رہا ہے؟ اس لئے کہ تا تم جہاں ان حالتوں کو سدھارنے والے بن سکو وہاں اس کی وجہ سے تم میں اِکائی پیدا ہو اور ذاتی طور پر بھی اور جماعتی طور پر بھی تمہیں ترقیات اور کامیابیاں نصیب ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ہم پر احسان ہے کہ اس نے اپنے احکامات کو قرآن کریم میں نازل فرما کر پھر آج تک انہیں محفوظ بھی رکھا ہوا ہے۔ اور یہ بھی فرمادیا کہ ہر زمانے کے لئے یہ احکامات ہیں۔ پھر اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھیج کر ان احکامات کو کھول کر ہمارے لئے مہیا کرنے کے سامان بھی پیدا فرمادیئے اور پھر خلافت احمدیہ کے ساتھ وابستہ کر کے ہمیں جہاں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکامات پر عمل کرنے، اس کی اطاعت کرنے کی طرف توجہ دلانے کے سامان پیدا کئے وہاں یہ بھی فرمادیا کہ اس اطاعت کی وجہ سے تم ہمیشہ خلافت کے انعام سے بھی فیضیاب ہوتے رہو گے۔ تمہاری اکائی اور طاقت بھی قائم رہے گی اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرتے چلے جانے والے رہو گے۔ پس اگر کسی کا یہ دعویٰ ہے کہ میں جماعت کا ممبر ہوں، جماعت احمدیہ میں شامل ہوں اور خلافت احمدیہ کو مانتی ہوں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مسیح موعود اور مہدی معہود سمجھتی ہوں تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکامات کا کامل جوا اپنی گردن پر ڈالنا ہو گا۔ کامل اطاعت کے لئے اپنے آپ کو پیش کرنا ہو گا۔

کوئی احمدی جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکامات سے جان بوجھ کر باہر نکلتا ہے وہ احمدی ہی نہیں ہے۔ بعض غلطیاں ہو جاتی ہیں، کوتاہیاں ہو جاتی ہیں کمزوریاں پیدا ہو جاتی ہیں لیکن اگر ارادتاً کوئی ان احکامات سے باہر نکلے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس نظام سے باہر نکالنے کی کوشش کر رہا ہے جو اللہ تعالیٰ نے قائم فرمایا ہے۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی شرائط بیعت میں یہ شرط بھی رکھی ہے کہ

”اتباع رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز آجائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلّی اپنے سر پر قبول کرے گا اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنے ہر یک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔“

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 564)

یعنی ایک احمدی رسم و رواج کے پیچھے نہیں جائے گا۔ ہوا و ہوس، دنیا کی لالچ اور ہوس اور فیشن، ان کے پیچھے نہیں جائے گا۔ غلط باتوں کے پیچھے نہیں جائے گا۔ اور قرآن کریم کے جو احکامات ہیں ان پر مکمل طور پر عمل کرنے کی کوشش کرے گا۔ اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے بتایا ہے اس کو اصول بنا کر اس پر اپنی زندگی گزارنے کی کوشش کرے گا۔ ایک احمدی کے لئے یہ احمدی ہونے کی شرط ہے۔

پس یہ ان شرائط میں سے ایک شرط ہے جس پر ایک احمدی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آنے کا دعویٰ کرتا ہے۔ یہ مرد ہو یا عورت دونوں کے لئے ہے۔ اگر کوئی اپنے رسم و رواج کے پیچھے چل رہا ہے اور معاشرے کے غلط طور طریقے اس کو اپنی طرف کھینچ رہے ہیں تو بیعت کا حق ادا نہیں کر رہا۔ اگر دنیا کی ترجیحات اور معاشرے کا اثر اسے دین کی باتوں پر عمل کرنے سے روک رہا ہے تو یہ کمزوری اسے بیعت کے حق کی ادائیگی سے دُور لے جا رہی ہے۔ اگر قرآن کریم کے احکامات کو کوئی ناقابل عمل قرار دیتا ہے تو وہ نہ ہی بیعت کا حق ادا کر رہا ہے اور نہ ہی اسلام میں شمار ہو سکتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی باتوں پر عمل نہیں تو احمدی ہونے کا دعویٰ بھی جھوٹ ہے۔ احمدیت تو ہے ہی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم اور ہر قول پر عمل کی حتی المقدور کوشش اور کامل اطاعت کا نام اور جیسا کہ مَیں نے کہا اللہ تعالیٰ کا ہم پر یہ احسان ہے کہ اس نے ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مان کر پھر خلافت کے نظام سے وابستہ کر دیا جس کے ذریعہ سے افرادِ جماعت کو، مَردوں کو اور عورتوں کو بھی، جوانوں کو بھی، بوڑھوں کو بھی بار بار اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے اور اسی طرح نظام جماعت بھی اس کام کے لئے مقرر ہے اور نظام جماعت کو یعنی جو عہدیدار مقرر ہیں ان کو یہ کام کرنے چاہئیں اور تقویٰ پر چلتے ہوئے کرنے چاہئیں۔ اگر ہم میں سے کوئی ان باتوں کی طرف توجہ نہیں دیتا جو اللہ تعالیٰ اور اس

کے رسول کے احکامات کی طرف توجہ دلاتی ہیں تو وہ مرد ہو یا عورت اپنے ایمان کو ضائع کر رہا ہے۔ وہ جماعت کی مجموعی طاقت کو نقصان پہنچا رہا ہے۔ وہ دنیا کے سامنے اپنے عمل اور تعلیم میں تضاد کی وجہ سے، اختلاف کی وجہ سے غیروں کے سامنے بھی اسلام کی غلط تصویر پیش کر رہا ہے۔ پس ہر احمدی مرد اور عورت کی ذمہ داری ہے کہ اپنے جائزے لیں کہ ہم کس حد تک اَطِیْعُوا اللّٰہَ اور اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ پر عمل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اسلام کوئی ایسا مذہب نہیں ہے جو ایسے احکامات دیتا ہو جن میں حکمت نہیں ہے یا ایسے حکم دیتا ہو جس سے انسان کو اور معاشرے کو فائدہ نہ پہنچ رہا ہو یا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کسی ایسی اطاعت کا حکم دے رہے ہوں جو صرف انسان کو پابند کرنا چاہتی ہو۔ اللہ تعالیٰ کو کسی پابندی کی ضرورت نہیں ہے بلکہ جو حکم ہیں ہمارے فائدے کے لئے ہیں۔ ہماری زندگیوں کو سنوارنے کے لئے ہیں بلکہ یہ اطاعت جہاں ہماری زندگیوں کو سنوارتی ہے وہاں یہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا مورد بناتے ہوئے فلاح پانے والا بنائے گی۔ اللہ تعالیٰ ایک جگہ فرماتا ہے کہ جو مومنین اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جانے پر یہ کہتے ہیں کہ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا۔ کہ ہم نے سنا اور ہم نے مان لیا تو فرمایا کہ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ اور وہی لوگ ہیں جو کامیاب ہوا کرتے ہیں۔ سن کر اطاعت کرنے والے لوگ ہی فلاح پانے والے ہیں۔ انہیں کشائش بھی عطا ہوتی ہے۔ وہ کامیابیاں بھی حاصل کرنے والے ہیں۔ وہ ان فائدہ مند اور نیک خواہشات کو حاصل کرنے

والے ہیں جن کی وہ خواہش کرتے ہیں یا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یقیناً ایک مومن جو ہے اس کی خواہشات ہمیشہ نیک ہی ہوا کرتی ہیں۔ وہ لغویات کی تو خواہش نہیں کر سکتا اور پھر خوشی اور اچھی حالتوں کے پانے والے بھی ہوتے ہیں۔ انہی لوگوں کو جو اطاعت کرتے ہیں خوشیاں بھی ملتی ہیں اور ان کی حالتیں بھی بہتر ہوتی ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آجاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلنے کی وجہ سے ان کی آسانیوں اور فضلوں کی حالت ہمیشہ کے لئے قائم رہنے والی بن جاتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ (النور:53)۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں اور اللہ سے ڈریں اور اس کا تقویٰ اختیار کریں وہ بامراد ہو جاتے ہیں۔ ان کو کامیابیاں ملتی ہیں۔ انہیں فتوحات ملتی ہیں وہ اپنے مقاصد کو حاصل کر لیتے ہیں۔ پس کامیابیاں اور فتوحات اور اللہ تعالیٰ کے انعامات کا وارث بننے والے وہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکموں پر چلنے والے اور ہر بات کو سن کر اطاعت کرنے والے ہیں اور جماعت کی کامیابی اور ترقیات بھی اسی سے وابستہ ہیں۔ ایک شخص چاہے وہ عورت ہے یا مرد جب بیعت میں آتا ہے تو یہ عہد کرتا ہے کہ میں صرف اپنے عارضی اور دنیاوی فائدے کو ہی سب کچھ نہیں سمجھتا بلکہ میرا دین مجھے ہر چیز پر مقدم ہے۔ میں جماعت کے نظام اور اس کی ترقی کے لئے کوشش کروں گا۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت ہی حفاظت کا حصار ہے

پس اس کے قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے اندر ایک خاص تبدیلی پیدا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت پر عمل کریں۔ تبھی ہماری اکائی قائم رہے گی۔ تبھی جماعت کا ایک خوبصورت تصور ہم دنیا کے سامنے پیش کر سکتے ہیں لیکن اگر ہر ایک اپنی مرضی کی باتیں کر رہا ہو، جو اس کے دل میں ہے چاہے وہی کر رہا ہو، اگر ہر ایک اپنے مفادات کو ہی فوقیت دے رہا ہو، اگر اپنے مفاد میں ہو تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بات مان لی جائے۔ اگر معاشرے کے خوف یا ماحول کی عمومی حالت ہمیں بعض احکامات پر عمل کرنے سے جھینپنے اور شرمانے والی بنا رہی ہو، اگر ہم یہ سمجھ رہے ہوں کہ بعض باتوں میں میری ترقی معاشرے کی عمومی رَو کے ساتھ چلنے میں ہی ہے تو چاہے وہ مرد ہے یا عورت اگر وہ سمجھتا ہے یا سمجھتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات فرسودہ ہیں اور اس نئے زمانے سے مطابقت نہیں رکھتے تو وہ غلط ہے۔ وہ اپنے آپ کو بھی اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے محروم کر رہا ہے اور کر رہی ہے، اور جماعت کے لئے بھی نہ صرف بدنامی کا باعث بن رہے ہیں بلکہ جماعتی ترقی میں بھی روک ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے بھی بتایا قرآن کریم ہر زمانے کی کتاب ہے اس کے خیال میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے رسول کی اطاعت اسے زمانے کی ترقیات سے محروم کر کے پرانے زمانے میں دھکیل رہے

ہیں تو ایسی سوچ رکھنے والوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ دنیا جس بات کو اپنی ترقی پر محمول کرتی ہے وہ تباہی کے گڑھے ہیں جس میں گر کر ایک دن وہ تباہ و برباد ہونے والی ہے اور کامیابیاں اور ترقیات اور حفاظت کے راستے اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے میں ہی ہیں۔ حفاظت کے حصار اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت ہی ہے۔ اس زمانے میں جو راستے ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے دکھائے ہیں وہی عافیت کے حصار کی طرف لے جانے والے ہیں۔

مذہب آپ کی ہدایت کے لئے آتا ہے

گزشتہ دنوں اسی دورے کے دوران یہاں فرینکفرٹ میں ہی مجھے یونیورسٹیز کے کچھ پروفیسر ملنے کے لئے آئے۔ تقریباً سارے ہی ریلیجس سٹڈیز(Religious studies)کے تھے یا مذہب یا کلچر کے ساتھ ان کا تعلق تھا۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ تم لوگ یعنی احمدی بڑے کھلے دل کے ہو۔ تم لوگ سارے کام ایسے کرتے ہو جس سے ملک سے وفاداری بھی ظاہر ہوتی ہے اور دوسروں کے حقوق کا خیال بھی رکھا جاتا ہے۔ یا کم از کم تعلیم یہ دیتے ہو۔ لیکن تمہاری جماعت کا پچاس فیصد حصہ ان کاموں میں شامل نہیں۔ جب میں نے اس سے کہا کہ تمہاری اس سے کیا مراد ہے؟ تو کہنے لگا کہ یہ عورتوں اور مردوں کی تفریق جو تمہارے اندر ہے یہ عورتوں کو کام کرنے سے محروم کر رہی ہے۔ میں نے کہا یہ تفریق کیا ہے؟ بتاؤ ذرا۔ تو انہوں نے کہا مثلاً اکٹھے ڈانس کرنا اور کلبوں وغیرہ میں

جانا۔ یہ ان کی ترقی ہے اور اگر تم کلبوں میں نہیں جاتے تو یہ ایک حصے کو محروم کر رہے ہو۔ میں نے اس پروفیسر صاحب کو کہا کہ تمہیں مذہب اور اپنی ان روایات میں فرق کرنے کی ضرورت ہے۔

یہاں مَیں یہ بھی وضاحت کر دوں کہ جہاں تک ڈانس اور کلبوں میں جانے کا سوال ہے تو نہ مَردوں کو اس کی اجازت ہے نہ عورتوں کو۔ مرد اور عورت کو نہ اکٹھے جانے کی اجازت ہے، نہ علیحدہ علیحدہ جانے کی۔ اگر مرد جاتے ہیں تو وہ بھی گناہ کرتے ہیں۔

بہرحال میں نے انہیں کہا کہ عیسائیت اپنی تعلیم بھول چکی ہے اور لوگوں کو اپنے اندر رکھنے کے لئے یا اپنے اندر سمیٹے رکھنے کے لئے لوگوں نے جو کلچر اور آزادی کے نام پر غلط روایات رائج کر لی ہیں ان کو مذہب کا حصہ بنا لیتے ہیں۔ لیکن ہم اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے والے ہیں اس لئے ہمیں تو جو ہمارا مذہب کہتا ہے ہم نے اس کے مطابق چلنا ہے۔ میں نے کہا کہ آئرلینڈ جو یورپین ممالک میں اپنے آپ کو بڑا عیسائیت پر قائم ملک کہتا ہے کہ وہ لوگ مذہب پر بڑے قائم ہیں۔ عیسائیت سے ابھی تک ان کا تعلق ہے اور ان کی بڑی اکثریت عیسائیت پر قائم ہے، مذہب پر قائم ہے۔ وہاں ہم جنسی کا قانون پاس کرنے کے لئے ریفرینڈم ہوا تو لوگوں نے اس کے حق میں کثرت سے رائے دی۔ یہ گزشتہ دنوں کی ہی بات ہے اور اس پر وہاں کے آرچ بشپ نے کہا کہ لوگوں کی رائے کے احترام میں ہمیں بھی یعنی چرچ کو بھی اس

بارے میں زیادہ سختی نہیں کرنی چاہئے اور اس بات کو اپنالینا چاہئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ لوگوں کا کام ہے کہ مذہب کی تعلیمات پر عمل کریں۔ مذہب کا یہ کام نہیں ہے کہ لوگوں کی مرضی سے چلے۔ اگر کسی مذہب کو مانا ہے تو آپ کا فرض ہے، ماننے والوں کا فرض ہے کہ اس کی تعلیم پر عمل کریں۔ مذہب آپ کی ہدایت پر نہیں چلے گا۔ مذہب آپ کی ہدایت کے لئے آتا ہے۔ پس ہم تو اس بات پر عمل کرتے ہیں اور چلتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتائی ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ برائیاں ہیں، ان سے بچو۔ میں نے ان کو بتایا کہ تمہاری بائبل میں بھی یہی لکھا ہوا ہے کہ یہ برائی ہے۔ اب ان برائیوں سے بچو گے تو تبھی کامیابیاں حاصل کروگے، تبھی تمہاری ترقی ہو گی۔ تبھی تمہیں دینی اور دنیاوی ترقی ملے گی۔ میں نے ان سے کہا کہ تم جسے عورت اور مرد کی تفریق کہہ کر برائی سمجھتے ہو یا سمجھتے ہو کہ اس کی وجہ سے عورت کے حقوق غصب ہو رہے ہیں یہی اچھائی ہے۔ دراصل وہ کہنا یہ چاہتے تھے کہ تم لوگ اس طرح عورت کی آزادی سلب کرتے ہو۔ انہیں میں نے جلسوں اور اجتماعوں کی مثال دے کر کہا کہ اس طرح عورتیں زیادہ آزادی سے اور زیادہ اعتماد سے اپنے کام سرانجام دیتی ہیں۔ پس ہمیں کسی اعتراض کرنے والے کے نہ کسی اعتراض سے متأثر ہونے کی ضرورت ہے نہ اس معاشرے میں رہتے ہوئے ان باتوں سے ڈر کر اپنی روایات اور تعلیم کو چھوڑ کر اپنی زندگی گزارنے کی ضرورت

ہے۔ یہ مذہب سے دور ہٹے ہوئے یا اسلامی تعلیمات پر اعتراض کرنے والے لوگ ہمارے ہمدرد بن کر ہمیں مذہب سے دور ہٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ہر حکم میں حکمت ہے

لیکن یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم میں حکمت ہے اور ہر حکم جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ ہمارے فائدے کے لئے ہے۔ اس لئے بجائے ایسے لوگوں کی باتوں میں آنے کے ہر عورت کو، ہر احمدی لڑکی کو اپنا دینی علم بڑھانے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بعض پابند کرنے والے احکامات اگر عورتوں کو دیئے ہیں تو ان کے فائدے کے لئے ہی دیئے ہیں اور صرف عورتوں کو ہی پابند نہیں کیا گیا بلکہ مَردوں کو بھی پابند کیا گیا ہے۔ لیکن دین سے ہٹانے والے یا ہٹانے والی قوتیں عورتوں کو یہی کہتی ہیں کہ دیکھو تمہارے مرد آزاد ہیں اور تمہارے پر پابندیاں ہیں۔ حالانکہ یہ صرف شیطانی وساوس ہیں جو شیطان ہمارے دلوں میں مختلف طریقوں سے ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔ وہ جب اپنی اطاعت کا اور اپنے رسول کی اطاعت کا حکم دیتا ہے تو ہمیں تباہی سے بچانے کے لئے حکم دیتا ہے۔

پس ایک حقیقی احمدی کو بڑی کوشش سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکموں پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے اور اسی میں ہماری زندگی اور بقا ہے۔ اگر یہ نہیں

تو ہماری زندگیاں ختم ہو جائیں گی۔ چند دن کی یہ دنیاوی زندگی ہے اس کے بعد پھر خوفناک انجام بھی ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس سے بچائے۔ اللہ تعالیٰ اپنے احکامات پر عمل کرنے کے لئے جہاں اس دنیا میں اس کے لئے بھلائی کے سامان پیدا فرماتا ہے وہاں اگلے جہان میں بھی اسے کئی گنا ثواب کا مستحق بناتا ہے۔

خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والی بنیں

مَیں ان لڑکیوں سے بھی کہتا ہوں جو یہاں پلی بڑھی ہیں یا جو پاکستان سے آ کر یہ سمجھتی ہیں کہ اس معاشرہ میں عورت کے بڑے حقوق ہیں اور یہاں آزادی ہے اور اس آزادی کی وجہ سے ان قوموں کی ترقی ہے۔ یاد رکھیں اگر ان کو کوئی دنیاوی ترقی مل رہی ہے تو ان کی محنت کی وجہ سے اور دنیاوی علم میں ترقی کی وجہ سے۔ دین کا اور روحانیت کا خانہ ان کا بالکل خالی ہے۔ ان کو اس سے کوئی غرض نہیں کہ خدا ہے یا نہیں یا خدا تعالیٰ کے احکامات ہیں اور ان پر عمل کرنا ضروری ہے یا نہیں۔ لیکن ایک مومنہ اور مومن جو اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں دین کی خاطر شامل ہوا ہے، اپنی دنیا و عاقبت سنوارنے کے لئے شامل ہوا ہے تو اسے یاد رکھنا چاہئے کہ دین خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکامات پر عمل کرنے کا نام ہے۔ آپ اگر خدا تعالیٰ کے حکموں پر چلتے ہوئے محنت کریں گی، علم میں بڑھیں گی تو یہ چیزیں تو مل ہی جائیں گی لیکن ایک سب سے اہم چیز جس سے دنیادار محروم ہیں اور جو انسانی زندگی کا مقصد ہے، آپ اسے بھی حاصل کرنے والی بنیں گی اور وہ خدا

تعالیٰ کی رضا ہے، اپنی عاقبت سنوارنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے آپ کے ماننے والوں کے علم و معرفت میں بڑھنے کا یا ترقی کا وعدہ فرمایا ہے۔

(ماخوذ از تجلیات الٰہیہ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 409)

پس یہ دینی اور دنیاوی ترقیات تو انہیں ملنی ہیں یا ہمیں ملنی ہیں لیکن جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکموں کے ساتھ چمٹیں رہیں گے وہ اس کے فضلوں کو بھی حاصل کرنے والے ہوں گے۔ جب ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کا دعویٰ کیا ہے تو پھر ہمارے ہر کام میں برکت تبھی پڑے گی جب ہم اس دنیاوی آزادی پر چلنے کی بجائے دین کو دنیا پر مقدم کریں گے اور جب یہ ہو گا تو دنیا ہماری لونڈی بن جائے گی۔ دنیا آپ کے پیچھے چلے گی۔ دنیا والے پھر آپ سے ہدایت حاصل کریں گے۔ جن کو خدائی وعدوں پر یقین نہیں وہ بیشک یہ سمجھیں کہ اتنی چھوٹی سی جماعت کس طرح دنیا کو اپنے پیچھے چلا سکتی ہے؟ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے آثار شروع ہو گئے ہیں۔ جرمنی میں ہی آپ دیکھ لیں کہ آج سے دس سال پہلے جماعت کی اس ملک میں جو پہچان تھی اب اس سے دس بیس گنا زیادہ پہچان ہے۔ پڑھے لکھے طبقے میں ہماری بات کا جو اَب وزن ہے اس سے پہلے اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ پس قوموں کی ترقی اسی طرح منزلیں طے کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر چڑھنے والا دن ہمیں اس ترقی کی منزل دکھاتا ہے۔ لیکن ہمیشہ یاد رکھیں

کہ ہماری یہ پہچان دین سے ہٹ کر نہیں ہے۔ دین پر قائم رہتے ہوئے ہی جماعت احمدیہ کی پہچان ہے۔

اللہ ہی کے ذکر سے دل اطمینان پکڑتے ہیں

پس کسی قسم کے احساس کمتری میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ہر احمدی عورت اور مرد کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنانے کی کوشش کرنی چاہئے اور اسی کی ضرورت ہے تاکہ ہم کامیابی کی منزلوں کو جلد سے جلد حاصل کرنے والے بن سکیں۔ اگر کسی کو صرف دنیا کی ہاؤ ہو ہی چاہئے، شور شرابا چاہئے، رونقیں چاہئیں تو بیشک دنیا کے پیچھے چلیں۔ ایسے لوگوں کو یہ ظاہری نام نہاد آزادی تو مل جائے گی لیکن یاد رکھیں کہ پھر اس آزادی کے پیچھے ان کی بے چینیاں ہیں۔ یہ دنیا والے جو لوگ ہیں وہ بھی بے چین ہیں اور ان کی بے چینیاں نظر آتی ہیں۔ ان لوگوں کی جو چمک باہر نظر آرہی ہے یہ ظاہری خول ہے، اس کے اندر کچھ نہیں ہے۔ ان کے ظاہری قہقہے، ڈانس، کلب، غل غپاڑہ، شراب نوشی ان کے دلوں کی بے سکونی کو دور کرنے کے لئے ظاہری تدبیریں ہیں لیکن بے مقصد اور بے نتیجہ تدبیریں ہیں۔ ان کی آزادی کے پیچھے ان کے دلوں کی بے چینیاں ہیں جنہیں ان دنیاداروں نے جیسا کہ میں نے کہا خول چڑھا کر چھپانے کی کوشش کی ہے۔ اگر ان کے دلوں کے اندر جھانک کر دیکھیں تو بھیانک نظارے نظر آتے ہیں۔ ان کے دل کی بے چینیاں انہیں کلبوں میں لے کر جاتی ہیں، شراب

خانوں میں لے کر جاتی ہیں، نشوں میں مبتلا کرتی ہیں۔ اگر دنیا ہی سب کچھ ہے تو پھر دنیا کے اعداد و شمار یہ کیوں ظاہر کرتے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ معاشی لحاظ سے بہتر ملکوں میں خودکشیاں بڑھ رہی ہیں۔ یہ سب اس بات کا ثبوت ہے کہ دلوں میں بے چینیاں ہیں۔ پس اگر دلوں کی بے چینیوں کو دُور کرنا ہے تو اس کے لئے خدا تعالیٰ کے بتائے ہوئے اصول پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ (الرعد:29) کہ سنو اللہ ہی کے ذکر سے دل اطمینان پکڑتے ہیں۔

پس جتنا زیادہ کوئی خدا تعالیٰ کی طرف جھکے گا، اسے یاد کرے گا، اتنا ہی اس کے دل کو اطمینان نصیب ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ انسانی فطرت کا تقاضا رکھا ہے کہ اگر اسے اطمینان قلب چاہیئے تو وہ خدا تعالیٰ کی طرف جائے۔ دنیاوی ہاؤ ہو جو ہے وہ دلوں کو بے چین کرتی ہے۔ اس سے دلوں کو چین نصیب نہیں ہوتے۔ خدا کرے کہ دنیا اس بات کو سمجھ لے اور سب سے پہلے تو ہم سمجھنے والے ہوں تا کہ دنیا کو اس غلاظت اور بے سکونی سے باہر نکالیں۔ حقیقی آزادی ہم نے دنیا کو دینی ہے اور وہ آزادی خدا تعالیٰ کی غلامی اور اطاعت میں آنے میں ہی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

"قرآن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ایسی شئے ہے جو قلوب کو اطمینان عطا کرتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (الرعد:29) پس جہاں تک ممکن ہے ذکر الٰہی کرتا رہے اس سے اطمینان حاصل ہو گا۔ ہاں اس کے واسطے صبر اور محنت درکار ہے۔ اگر گھبرا جاتا ہے اور تھک جاتا ہے تو پھر یہ اطمینان نصیب نہیں ہو سکتا۔

(ملفوظات جلد ہفتم صفحہ 311۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس صبر اور مستقل مزاجی شرط ہے۔

پھر آپ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کے ذکر سے قلوب اطمینان پاتے ہیں۔ لیکن اس کی حقیقت اور فلاسفی یہ ہے کہ جب انسان سچے اخلاص اور پوری وفاداری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اور ہر وقت اپنے آپ کو اس کے سامنے یقین کرتا ہے اس سے ایک خوف عظمت الٰہی کا پیدا ہوتا ہے۔ وہ خوف اس کو مکروہات اور منہیات سے بچاتا ہے اور انسان تقویٰ اور طہارت میں ترقی کرتا ہے۔"

(ملفوظات جلد ہشتم صفحہ 1۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس یہ حقیقت ہے انسانی زندگی کی اور یہ مقصد ہے انسانی زندگی کا کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑا جائے، اس کے احکامات پر عمل کیا جائے اور یہ اس کے ذکر سے

ہی اور اس کو یاد رکھنے سے ہی ہو گا۔ اور نہ صرف دلوں کے اطمینان کے سامان ہوں گے بلکہ تمام وہ باتیں جو مکروہ ہیں جن کو دنیادار تو بیشک نئے زمانے کی روشنی سمجھتا ہے لیکن خدا تعالیٰ کی نظر میں تباہی کے گڑھے میں ڈالنے والی ہیں ان سے انسان بچتا رہتا ہے۔ اس ذکر سے ان تمام باتوں سے جو منہیات ہیں، جن کے نہ کرنے کا خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے ان سے ایک مومن اور مومنہ بچے رہیں گے۔ پس اگر اپنے آپ کو جماعت میں شمار کروانا ہے، ان حقیقی احمدیوں میں شمار کروانا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام چاہتے تھے تو پھر اس بات کا صرف دعویٰ نہیں بلکہ حقیقت کو بھی ظاہر کرنا ہو گا کہ مَیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں شامل ہوں تو ان نام نہاد دنیاوی آزادیوں اور چکا چوند سے اپنے آپ کو بچا کر حقیقی مومن بنوں۔ پس یہی ہمارا کام ہے کہ حقیقی مومن ہم نے بننا ہے اگر اپنے آپ کو بچانا چاہتے ہیں۔

مَیں یہ بھی بتا دوں کہ میں صرف علمی باتیں نہیں کر رہا۔ جماعت میں ہی بہت سے ایسے ہیں جو اس نسخے کو آزما کر دلی سکون پانے والے بنے ہیں اور بن رہے ہیں۔ اور یہ صرف خیالی باتیں نہیں کہ جو دنیاداری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے باہر نکلیں انہیں بے چینیاں ملتی ہیں بلکہ بہت سی عورتیں اور مرد مجھے لکھتے ہیں کہ ان دنیاوی رنگینیوں میں ہم جو آزادی اور معاشرے کی ترقی سمجھ کر گئے تھے، اس دنیاداری میں ڈوب گئے تھے وہ اصل میں دھوکہ تھا اور اب ہمیں احساس ہوا ہے

کہ ہم نے غلط کیا ہے اس لئے ہمیں معاف کر دیں اور دوبارہ جماعت میں سمو لیں اور ہم عہد کرتے ہیں کہ ہم کبھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت سے باہر نہیں نکلیں گے۔

پس یاد رکھیں کہ **اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہی تسکین قلب عطا کرتی ہے۔** اس لئے بجائے اس کے کہ اس معاشرہ کے اثر میں آکر ہم اطاعت سے باہر نکل کر پھر بے سکون زندگی کا تجربہ کریں پہلے ہی خدا تعالیٰ کی بات مان کر خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اس دنیا کی بے حیائیوں سے اپنے آپ کو بچا کر رکھیں جس نے آزادی کے نام پر عورتوں کو ننگا کر دیا ہے۔ جس نے آزادی کے نام پر مَردوں کو دین اور خدا سے باغی کر دیا ہے۔ جس نے آزادی کے نام پر حیا اور بے حیائی کی تمیز مٹا دی ہے۔ یہ تمیز مٹنے کا ہی اثر ہے کہ بظاہر ایک مذہبی تعلیم کے پروفیسر یہ سوال کر رہے ہیں کہ عورتوں کو مردوں کے ساتھ ڈانس گانے اور کلبوں میں جانے پر تم پابندی کیوں لگاتے ہو؟

پس ہر عورت اور مرد جرأت سے کھڑے ہو کر ایسے لوگوں کے سامنے یہ کہیں کہ اگر بے حیائی آزادی ہے تو ایسی آزادی غیر مومنوں کو مبارک ہو۔ ایک مومن تو ایسی آزادی کا تصور بھی نہیں کر سکتا جس سے خدا کی اطاعت سے انسان باہر نکلتا ہو اور خدا کی ناراضگی مول لینے والا ہو۔ اگر کوئی یہ کہے کہ مسلمانوں کی اکثریت

اس آزادی کے پیچھے ہے تو یہ دلیل نہیں ہے کہ وہ صحیح ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے بھیجا تھا، آپ اس لئے آئے تھے کہ یہ بگاڑ پیدا ہو چکا ہے، اسے سدھارنا ہے۔ جو میرے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں آپ نے یا آپ کے باپ دادا نے اس لئے احمدیت قبول کی تھی کہ ہم نے اس کام میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہاتھ بٹانا ہے۔

پردہ کی غرض حیا ہے

عرب ممالک کی بعض عورتیں بھی جو احمدی عورتوں پر بعض اعتراض کرتی ہیں ان کے اپنے لباس اس قدر تنگ ہوتے ہیں کہ جسموں کی نمائش ہو رہی ہوتی ہے، جو ابھی احمدی تو نہیں ہوئیں لیکن ان کے اعتراض شروع ہو جاتے ہیں کیونکہ قبول نہیں کرنا۔ سر پر حجاب رکھ لینے سے سمجھ لیتی ہیں کہ ہمارا پردے کا مقصد پورا ہو گیا جبکہ تنگ جین اور چھوٹا بلاؤز پہنا ہوتا ہے۔

مَیں یہاں نئی آنے والی احمدی عورتوں سے بھی کہتا ہوں کہ پردہ کی غرض حیا ہے۔ مرد اور عورت کے درمیان ایک حجاب قائم کرنا ہے۔ اپنے آپ کو مردوں کی غلط نظروں سے محفوظ رکھنا ہے۔ اس لئے صرف بال ڈھانک کر اور نیچے تنگ لباس پہن کر یہ نہ سمجھ لیں کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم آپ کی حیا کو قائم کرنا ہے۔ اسی طرح پاکستانی عورتوں کو بھی بہت زیادہ اپنے

بالوں کی نمائش کی عادت ہے۔ وہ اپنے سر کی اوڑھنیوں کو ٹھیک کریں۔ پردہ کے مقصد کو پہچانیں۔ مسلمان عورتوں کی اکثریت بگڑ چکی ہے۔ اگر آپ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ماننے کا دعویٰ کرتی ہیں، یہ مانتی ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تجدید دین کے لئے آئے تھے تو پھر اپنے نمونے قائم کریں۔ میں نے یوکے (UK) کے اجتماع پر بھی بتایا تھا کہ ان تمام نام نہاد آزادیوں کا مسلمان کہلانے والے ملکوں پر بھی اثر ہے۔ حتی کہ پاکستان میں جو اپنے آپ کو شدت پسند مولویوں کے قبضے میں دے چکا ہے وہاں اب سنا ہے کہ فیشن کے نام پر ایسے لباس بھی آ گئے ہیں کہ شلوار قمیص کھلے گلے اور بغیر دوپٹّے کے پہن کر جوان لڑکیاں اور عورتیں بازاروں میں پھرتی ہیں۔ عورت کیوں نہیں سمجھتی کہ فیشن کے نام پر وہ اپنی حیا کی نمائش بازاروں میں کر کے بے حیائی کے گڑھے میں گر رہی ہے۔ یاد رکھیں کہ آزادی کے نام پر حیا اور زینت کی یہ نمائش ایک وقت میں بھیانک نتائج ظاہر کرے گی۔ پس احمدی عورت کو اپنی حیا، اپنی عزت، اپنی عصمت کی حفاظت کرنی ہے۔ یہاں بھی معاشرہ کے زیر اثر بعض احمدی لڑکیاں ایسی ہیں جو جب حجاب اور پردے کی بات ہو تو ردّ عمل دکھاتی ہیں کہ ہم اس سے فَیڈ اَپ (fed up) ہو چکی ہیں۔ اگر آپ کو پردہ کی سمجھ نہیں اور صرف لجنہ کی عہدیداروں یا میرے سے ڈر کے پردہ کر رہی ہیں اور خدا تعالیٰ کی تعلیم پر عمل کی خواہش کی وجہ سے نہیں ہے، خدا تعالیٰ کا پیار حاصل کرنے کے لئے نہیں ہے تو بے فائدہ ہے۔ پھر ایسا پردہ منافقت ہے۔ جیسا کہ

مَیں نے پہلے بھی کہا کہ بعض لڑکیاں اس معاشرہ سے اتنی متاثر ہیں کہ یہ کہتی ہیں کہ ہم پردہ کی باتیں سن سن کر عاجز آگئی ہیں۔ پس اگر کسی انسان کے دکھانے کے لئے یہ پردہ ہے تو میری باتیں سن کر ضرور عاجز آئیں۔ عاجز آنا چاہئے آپ کو اور بالکل ٹھیک عاجز آتی ہیں۔ اور اگر میری باتیں سن کر خدا تعالیٰ کے اس حکم پر نظر جاتی ہے کہ مَیں اس لئے نصیحت کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے نصیحت کرو، نصیحت مومنوں کو فائدہ دیتی ہے، مومنات کو فائدہ دیتی ہے تو پھر عاجز آنے کا کوئی جواز نہیں۔ یہ نیکی کی باتیں اور ان پر عمل آپ کو خدا تعالیٰ کا پیارا بنائیں گی۔ پس پہلے یہ فیصلہ کر لیں کہ آپ کو خدا تعالیٰ کی رضا چاہئے یا دنیا کی اور دنیا داروں کی رضا چاہئے۔ اگر خدا تعالیٰ کی رضا چاہتی ہیں تو پھر اس کے حکموں پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

عورتوں کے حقوق

اللہ تعالیٰ نے صرف حکم نہیں دیئے، حقوق بھی قائم کئے ہیں۔ ان حقوق کی طرف کیوں نہیں دیکھتیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لڑکی کے یہ کہنے پر کہ میرا باپ ایک بڑی عمر کے مرد سے میری شادی بغیر میری مرضی کے کر رہا ہے اس لڑکی کے باپ کو اس شادی سے روک دیا تھا۔

(ماخوذ از سنن ابی داؤد کتاب النکاح باب فی البکر یزوجھا أبوھا ولا یستأمرھا 2096)

اور آپؐ نے فرمایا کہ لڑکی کی مرضی شامل ہونی چاہئے۔ تو کیا آپؐ نے لڑکی کا حق نہیں قائم فرمایا؟ میرے پاس بھی کئی بچیاں آتی ہیں کہ ہمارے ماں باپ زبردستی فلاں جگہ شادی کرنے کا کہتے ہیں جن پر ہمیں تسلی نہیں، ہمارے دلوں میں انقباض ہے۔ مَیں بھی ماں باپ کو سمجھاتا ہوں۔ ہماری ایک احمدی بچی نے جو یہیں جرمنی میں یونیورسٹی میں پڑھ رہی ہے حجاب اور پردہ پر مضمون لکھا۔ بڑا اچھا مضمون لکھا۔ پس ایسی بچیاں ہیں جو پڑھی لکھی بھی ہیں، اپنی اور جماعت کی عزت اور وقار کو بلند کرنے والی بھی ہیں۔ غالباً یہ اس کا ریسرچ پیپر ہے۔ اس میں اس نے بڑے واضح طور پر کہا ہے کہ حجاب کی کیوں ضرورت ہے اور حجاب کیا چیز ہے؟ اسے میں نے کہا ہے کہ اسے جماعتی رسائل میں بھی شائع کرواؤ تاکہ دوسری لڑکیوں کا احساس کمتری بھی ختم ہو۔

بعض بچیوں میں یہ احساس ہے، یہ بھی سوال اٹھتا ہے کہ جماعت کا ٹیلنٹ (talent) ان پابندیوں کی وجہ سے ضائع ہو رہا ہے۔ تو اس ٹیلنٹ کو ضائع ہونے سے بچایا جائے۔ میں نے تو اس دورہ کے دوران یونیورسٹیوں میں پڑھنے والی بچیوں کے ساتھ ایک نشست بھی کی تھی، ملاقات تھی۔ چار پانچ سو لڑکیاں تھیں۔ اس میں سائنس پڑھنے والی لڑکیاں بھی تھیں، ڈاکٹر بننے والیاں بھی تھیں، ریسرچ کرنے والیاں بھی تھیں، دوسرے مضامین کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والیاں بھی تھیں۔ اس کے علاوہ بھی مجھے پڑھی لکھی لڑکیاں ملتی رہتی ہیں، شادی شدہ ہیں اور

بڑی سعادتمند ہیں۔ احمدیت اور ایمان ان کے دلوں میں کُوٹ کُوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ بعضوں نے قربانیاں دے کر اپنے سے کم پڑھے ہوئے مردوں سے بھی شادی کرلی ہے اور ان کی یہ قربانی یقیناً آئندہ نسلوں کی علمی اور عملی ترقی میں کردار ادا کرے گی۔ انشاءاللہ۔

ہم نے دنیا کی اصلاح کرنی ہے

میں یہ بھی بتادوں کہ یہ غلط خیال ہے کہ دوسرے کے سامنے ہمارے مرد عورت کے جو علیحدہ فنکشن ہیں ہونے سے شاید ہم بیک وَرڈ (backward) کہلاتے ہیں یا لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ ایک تو میں نے پہلے ہی بتادیا ہے کہ ہم نے دنیا کی اصلاح کرنی ہے۔ کوئی ہمیں چاہے جو کچھ بھی کہے ہم نے اپنی تعلیم سے پیچھے نہیں ہٹنا۔ دوسرے سمجھدار غیر لوگ بھی جو ہماری اس علیحدگی کو سمجھتے ہیں تو برملا یہ اظہار کرتے ہیں کہ یقیناً تمہارا مَردوں اور عورتوں کو علیحدہ رکھنے کا طریق پُر حکمت ہے۔ جلسہ یوکے (UK) پر بھی گزشتہ سال ایک خاتون آئیں، غالباً جرنلسٹ تھیں۔ انگریز تھیں انہوں نے کہا کہ پہلے مَیں سوچتی تھی کہ عورتوں کو علیحدہ رکھ کر عورتوں پر ظلم ہو رہا ہے لیکن عورتوں کے ساتھ سارا دن گزارنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ عورتوں کی آزادی زیادہ بہتر رنگ میں قائم کی گئی ہے۔ ان کے اپنے انتظامات ہیں۔ عورتیں ہر وہ کام کر رہی ہیں جو مرد کرتے ہیں اور مردوں کی طرف سے کوئی روک ٹوک بھی نہیں ہے۔ اگر مل جل کر کریں گی تو پھر مرد حاوی ہو

تے جائیں گے۔ بلکہ کہنے لگیں میں نے تھوڑی دیر کے لئے اپنے آپ کو ذرا عجیب محسوس کیا تھا لیکن کچھ دیر کے بعد ہی مجھے احساس ہوا کہ میں یہاں اس ماحول میں جہاں بالکل عورتیں ہی عورتیں ہیں زیادہ آزاد ہوں اور مَردوں کی نظروں سے بھی بچ رہی ہوں۔ بلکہ کہنے لگی مجھے اپنے چرچ میں اتنی عزت اور احترام کبھی نہیں ملا جتنا یہاں مل رہا ہے جو ایک دن احمدیوں کے ساتھ اور احمدی عورتوں کے ساتھ گزارنے سے مجھے ملا ہے۔ اور اسی طرح کی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں۔

پس کسی قسم کے احساس کمتری میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ ہمارا دین ہمیں کیا کہتا ہے۔ اگر کسی کے گھر میں کوئی ذاتی مسائل ہیں تو وہ تعلیم نہیں بلکہ اس کے گھریلو مسائل ہیں یا ماں باپ کی جہالت ہے جس کی وجہ سے بعض واقعات ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ عورتوں سے نیک برتاؤ کرو، ان کے جذبات کا خیال رکھو۔ عورتوں سے عدل اور انصاف کا سلوک کرو۔ نکاح میں مہر عورت کو تحفظ فراہم کرنے کے لئے مقرر ہے۔ طلاق کی صورت میں عورت کو دیا ہوا مال واپس لینے کی ممانعت ہے۔ نیکی کے اجر میں عورت مرد برابر ہیں، کوئی تخصیص نہیں۔ عورت کی کمائی میں مرد کا کوئی حق نہیں ہے۔ گھر چلانے کی ذمہ داری مرد پر ہے نہ کہ عورت پر۔ پہلے زمانے میں بھی اور آج بھی بعض جگہ اگر بچیاں پیدا ہوتی رہیں تو لڑکی کی پیدائش پر مردوں اور ان کے خاندانوں کی طرف سے نامناسب رویے دکھائے جاتے ہیں۔ اسلام نے اس کی

سختی سے مذمت کی ہے۔ غرض کہ بیشمار حکم ہیں۔ پس ہمیں یہاں کی آزادی دیکھ کر دیوانہ ہونے کی بجائے یہ دیکھنا چاہئے کہ اسلام نے کتنی آزادی دی ہے۔ اپنے دماغ کو استعمال کر کے سوچیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکموں کے فوائد کتنے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق عابدات اور قانتات بنیں۔ اطاعت کرنے والیاں بنیں اور دین کو دنیا پر مقدم کر کے زمانے کے امام کے کام میں معاون و مددگار بننے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو سمیٹنے والی بنیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ اب دعا کر لیں۔

(مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 4 ستمبر 2015)

☆☆☆

جماعت احمدیہ یوکے کے 49ویں جلسہ سالانہ کے موقع

پر 22 اگست 2015ء کو

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

کا حدیقۃ المہدی، آلٹن میں

مستورات سے خطاب

- عورتوں کی تعداد مَردوں سے زیادہ ہے
- عورت کا مقام۔ اس کی ذمہ داریوں اور قربانیوں کی وجہ
- عورت کے حقوق کی اہمیت
    - حسن سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون؟
- رشتے کرتے ہوئے دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے عہد کو ہمیشہ سامنے رکھیں
- پردہ
- نیک نمونے دکھانے چاہئیں

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ - بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ - اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ - مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ - اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ - اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ - صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ -

عورتوں کی تعداد مَردوں سے زیادہ ہے

آجکل فی زمانہ کسی بھی معاشرے میں، ملک میں عورتوں کی تعداد کے لحاظ سے بڑی اہمیت ہے۔ یعنی اس جمہوری دور میں اگر کوئی اہمیت ہے تو اس لئے کہ دنیا داروں کی نظر میں عورتوں کی تعداد مَردوں سے زیادہ ہے۔ دنیا کے سیاسی نظام میں ہم دیکھتے ہیں تو بڑے بڑے ملکوں کے سیاستدان بھی اپنے انتخابات میں، انتخابی پروگراموں میں اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم عورتوں کے یہ حقوق قائم کریں گے اور وہ حقوق قائم کریں گے۔ پھر عورتوں کی توجہ کھینچنے کے لئے مختلف حیلے اور طریقے استعمال کئے جاتے ہیں۔ دنیادار عورتیں سمجھتی ہیں کہ جو عورتوں کی تعریفیں ہو رہی ہیں، جن کے وعدے ان سے ہو رہے ہیں وہ اس لئے ہیں کہ اب ترقی یافتہ

ممالک میں عورت کی مردوں کے ساتھ برابری کو تسلیم کر لیا ہے اور ہماری تعریفیں جو کسی بھی رنگ میں کی جا رہی ہیں حقیقی تعریفیں ہیں اور ہمارے حقوق کی ادائیگی کے لئے ہیں۔ لیکن اگر کوئی اس کو حقیقت اور فطرت کے معیار پر پرکھے تو پتا چلے گا کہ اس میں بھی مردوں کے یا سیاستدانوں کے اپنے مفادات کا پلڑا بھاری ہے۔ بیشک عورت نے پڑھ لکھ کر اور معاشرے میں اپنے حقوق کی آواز اٹھا کر، اپنے طرفدار پیدا کر کے جن میں ان کے حقوق کی تنظیمیں بھی شامل ہیں اپنا مقام حاصل کرنے کی کوشش کی ہے لیکن پھر بھی ان سے امتیازی سلوک ترقی یافتہ ممالک میں بھی ہوتا ہے۔ اس ترقی یافتہ معاشرے میں بھی سوائے کسی پیشہ ورانہ مہارت کے میدان کے عورت کو عام ملازمت کی صورت میں مردوں سے کم ہی معاوضہ ملتا ہے چاہے وہ کسی بہانے سے کم مل رہا ہو۔ گھروں میں خاوندوں کی سختیوں اور مار پیٹ کا بھی یہاں کی عورت نشانہ بن رہی ہے۔ کہنے کو تو یہاں محبت کی شادیاں ہوتی ہیں، پسند کی شادیاں ہوتی ہیں لیکن کچھ عرصہ بعد ہی اختلافات اور مردوں کی سختی اور مار دھاڑ کی وجہ سے ساٹھ سے پینسٹھ فیصد تک رشتے ٹوٹ جاتے ہیں، ختم ہو جاتے ہیں۔ یہ شادیاں ٹوٹ رہی ہوتی ہیں۔

عورت کا مقام۔ اس کی ذمہ داریوں اور قربانیوں کی وجہ

پس عورت کی اہمیت آجکل کے حکومتی نظاموں میں مجبوری کی وجہ سے تو ہے لیکن اس کی حقیقی قدر کی وجہ سے نہیں۔ غرض کہ یہ اہمیت حقیقی قدر کے علاوہ بہت سی دوسری وجوہات کی وجہ سے ہے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کی جو قدر اور مقام قائم فرمایا وہ اس کی تعداد کی زیادتی کی وجہ سے یا اس کی کسی دنیاوی حیثیت یا حسن کی وجہ سے قائم نہیں فرمایا بلکہ یہ مقام اس کی ذمہ داریوں اور اس کی قربانیوں کی وجہ سے قائم فرمایا۔

ایک موقع پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس میں تشریف فرما تھے جب ایک عورت صرف اللہ تعالیٰ کا تقویٰ دل میں رکھتے ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں سرشار اور دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کی سوچ رکھتے ہوئے حاضر ہو کر بے دھڑک ہو کر کچھ سوال کرتے ہوئے کہتی ہے کہ اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ نے آپ کو مردوں اور عورتوں دونوں کی طرف برابر کا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ لیکن مردوں کو تو بے شمار ایسے مواقع ملتے ہیں جب ان کی بظاہر ہم پر فضیلت لگ رہی ہوتی ہے۔ وہ ہمارے سے بعض جگہوں پر بعض کام کر کے آگے نکل رہے ہوتے ہیں جہاں وہ اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی رضا حاصل کرنے والے بن رہے ہوتے ہیں۔ مثلاً وہ نماز باجماعت ادا کرتے ہیں جو مردوں پر فرض ہے عورتوں پر فرض نہیں۔ جمعہ اور دوسرے اجتماعات میں شامل ہو رہے

ہوتے ہیں یہ بھی مردوں کے لئے زیادہ فرض ہے۔ نماز جنازہ پڑھتے ہیں۔ حج کے بعد حج کرتے چلے جاتے ہیں۔ عورتیں بھی حج کرتی ہیں لیکن مردوں کے حج کرنے کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ سفر کی سہولتوں کی وجہ سے بھی یا دوسری وجوہات کی وجہ سے ان کو زیادہ مواقع ملتے ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر اس عورت نے سوال کیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور جب آپ میں سے کوئی حج، عمرہ یا جہاد کے لئے جاتا ہے تو ہم عورتیں آپ کے اموال اور آپ کی اولاد کی حفاظت کرتی ہیں۔ ان کے کپڑے بنتی ہیں۔ ان کی تعلیم و تربیت کا خیال رکھتی ہیں۔ پس کیا ہمارا یہ گھروں کی حفاظت کرنا، بچوں کی تربیت کرنا، ہمیں ان نیکیاں کرنے والوں اور جہاد کرنے والوں جتنے ثواب کا مستحق بناتی ہے۔ یہ سوال ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو یہ نہیں فرمایا کہ تُو کیا باتیں کر رہی ہے۔ گھروں کا خیال رکھنا اور بچوں کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ دینا تجھے کس طرح جہاد جیسے عظیم کام کا ثواب دلوا سکتی ہے۔ بلکہ آپ نے اپنا چہرہ مبارک پاس بیٹھے ہوئے صحابہ کی طرف موڑا اور فرمایا کہ کیا اس سے زیادہ عمدہ طریق سے کوئی عورت اپنے مسئلے اور معاملے کو پیش کر سکتی ہے؟ صحابہ نے بھی آگے سے یہ نہیں کہا، یہ عرض نہیں کی کہ عورتوں کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ یہ اپنے گھریلو فرائض کی ادائیگیوں کو ہماری جہاد جیسی بڑی قربانی کے مقابل پر پیش کر رہی ہیں۔ اس لئے حضور ان پر سختی کریں اور سرزنش کریں اور ہمیں اجازت دیں کہ ہم اپنی عورتوں کے دماغ ٹھیک کریں۔ بلکہ صحابہ جو آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ اور تربیت یافتہ تھے بڑے کھلے دل سے یہ اعتراف کرتے ہیں کہ ہمیں نہیں پتا تھا کہ عرب کی مظلوم عورت جو اسلام سے پہلے ایک حقیر چیز سمجھی جاتی تھی اور وہ اس طرح مجلس میں آ کر بات کرنے اور جرأت سے بات کرنے پر سزا کی مستحق ٹھہرتی تھی آج اسلام کی خوبصورت تعلیم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی کی وجہ سے اس اعلیٰ معیار پر پہنچ گئی ہے کہ اپنا معاملہ اس خوبصورتی سے پیش کر سکتی ہے۔ ہم تو کبھی یہ گمان بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اُس وقت یقیناً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سمجھا ہو گا اور آپ سے فیض یافتہ صحابہ نے بھی سمجھا ہو گا کہ ان اعلیٰ معیار پر پہنچنے والی عورتوں اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی فکر کرنے والی عورتوں کی گودوں میں پلنے والی نسلیں یقیناً محفوظ ہو گئی ہیں۔ اور عورتوں کا یہ سوال ان کے اس عمل اور خواہش اور کوشش کا اظہار کرتا ہے کہ مسلمانوں کی نسلیں محفوظ ہاتھوں میں ہیں اور رہیں گی اور ان کی کوکھ سے وہ قوم تیار ہو رہی ہے جو کبھی اسلام کے جھنڈے کو نیچا نہیں ہونے دے گی۔ بہر حال اس کے بعد آپ اس سوال کرنے والی خاتون جو حضرت اسماءؓ تھیں ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے عورت! اچھی طرح سمجھ لے اور جن کی تُو نمائندگی کرنے کے لئے آئی ہے ان کو بھی جا کر بتا دے کہ **خاوند کے گھر کی اچھی طرح دیکھ بھال کرنے والی اور اولاد کی تربیت کرنے والی عورت کو وہی**

ثواب ملے گا جو اس کے خاوند کو دوسری نیکیاں بجالانے اور جہاد کرنے سے ملتا ہے۔

(اسد الغابۃ جلد 6 صفحہ 19۔ اسماء بنت یزید الاشھلیہ۔ دارالفکر بیروت 2003ء)

آجکل مسلمان جہاد جہاد کی باتیں کرتے ہیں اور غیر مسلم جو ہیں جہاد کا نام لے کر اسلام کو بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بیشک جہاد کے غلط تصور کی وجہ سے بعض مسلمان عورتیں بھی متاثر ہو رہی ہیں۔ ان ملکوں سے بھی کاموں کے لئے چلی جاتی ہیں۔ مسلمان ممالک میں نام نہاد جہاد کی تنظیموں میں شامل ہو رہی ہیں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اولاد کی تعلیم و تربیت کرنے والی، خاوند کی جائداد کی حفاظت کرنے والی کو جہاد جتنا ثواب حاصل کرنے کی خوشخبری دی ہے۔

یہ بھی واضح ہو کہ جہاد جہاں جنگ کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے وہاں ہمیں قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ سے یہ پتا چلتا ہے کہ جب دین کو ختم کرنے کے لئے دشمن پہل کرے تو اس کا سختی سے جواب دو، نہ کہ ذاتی خواہشات کی تکمیل اور لوٹ مار کے لئے اور ظلم و بربریت کے اظہار کے لئے۔ بہرحال یہ ایک علیحدہ مضمون ہے۔ اس وقت تو عورت کی اہمیت کی بات ہو رہی ہے جو اسلام نے قائم کی۔

پس یہ ہے وہ مقام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو دلوایا کہ تمہیں کس طرح مردوں جتنا ثواب مل رہا ہے۔ ایک کم علم مسلمان عورت ترقی یافتہ ممالک کے معاشرے میں رہتے ہوئے، ان ملکوں میں رہتے ہوئے پریشان ہو جاتی ہے۔ یا تو جھینپ کر ایک کونے میں لگ کر بیٹھ جاتی ہے یا پھر آزادی کے نام پر اُن جیسا بننے کی کوشش کرتی ہے اور دین سے دُور ہٹتی ہے۔ نہیں جانتی کہ اسلام عورت کو کیا مقام دیتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں کہ عورت کی حقیقی اہمیت اور عزت کا جو مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو دیا اس کی وجہ سے ہمارا یہ حال ہو گیا تھا کہ ہم اپنے گھروں میں اپنی عورتوں سے بے تکلفی سے گفتگو کرنے سے ڈرنے لگ گئے تھے کہ کہیں کوئی ایسی بات نہ کہہ دیں جو عورتوں کو بری لگے اور ہماری شکایت ہو جائے۔ اس بے تکلفی کے دوران کوئی سخت بات کہہ کر کہیں ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مجرم بن کر پیش نہ ہو جائیں۔

(ماخوذ از صحیح البخاری۔ کتاب النکاح۔ باب الوصاۃ بالنساء۔ حدیث نمبر 5187)

اب بتائیں کہ ترقی یافتہ ممالک میں آزادی کے نام پر لاکھ قانون بنانے کے باوجود کیا مردوں میں کوئی خوف ہے؟ جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی کہا تھا کہ عورت اس معاشرے میں رہنے کے باوجود، اپنی آزادی کا نعرہ لگانے کے باوجود گھر میں خوفزدہ ہے۔ اس لئے کہ اگر کہیں ظاہری چوٹیں نظر نہ آئیں تو مرد ظلم کرنے کے باوجود

قانون کو دھوکہ دے جاتا ہے۔ اور یہاں بھی گھروں میں، اس یورپین معاشرہ میں بھی، ان مقامی لوگوں میں بھی مار دھاڑ ہوتی ہے۔ یہ صرف ایشین کا ہی شیوہ نہیں ہے۔ عورتوں کی ایک بہت بڑی تعداد جس طرح غیر ترقی یافتہ ممالک میں گھر بچانے کے لئے ظلم سہتی ہے، یہاں بھی سہتی ہے۔

مجھے یاد ہے غالباً فرانس میں ایک دفعہ ایک ہوٹل میں ہم ٹھہرے ہوئے تھے۔ ڈیوٹی والے خدام نے ہمارے لئے لفٹ کا دروازہ کھلا رکھنے کے لئے بیچ میں کھڑے ہو کر انتظار کرنا شروع کیا۔ یہ ایک آدھ منٹ کا معاملہ ہو گا، زیادہ دیر تو نہیں کھڑا ہوا جا سکتا۔ اتنے میں ایک فیملی دو بچے اور میاں بیوی لفٹ میں داخل ہونے لگے تو خادم نے روکنے کی کوشش کی۔ اس عرصے میں ہم بھی وہاں پہنچ گئے۔ میں نے خادم کو کہا کہ انہیں لفٹ میں جانے دو۔ یہ پہلے پہنچے ہیں ان کا حق ہے۔ اور میں نے خاتون کو اشارہ کیا کہ آپ لوگ چلے جائیں لیکن وہ زیادہ بااخلاق تھیں وہ رک گئیں اور خاوند کو بھی اشارہ کیا کہ ہم رک جاتے ہیں ان کو پہلے جانے دو۔ اس پر اس کے خاوند نے اس ظالمانہ طریق پر اسے جھڑکا ہے اور کافی دیر تک برا بھلا کہتا رہا کہ اس بیچاری کی آنکھوں میں آنسو تھے لیکن بولی نہیں۔ لگ ہی نہیں رہا تھا کہ یہ کسی یورپین ملک کا شخص ہے۔ کسی بالکل جاہل طبقے کا شخص لگتا تھا اور اس عورت کا جو صبر اور شرمندگی تھی وہ بھی دیکھنے والی تھی اور جو اس کی برداشت تھی وہ بھی قابل قدر

تھی۔ اس کا وہ جو برداشت اور صبر میں نے دیکھا ہے اس کا آپ میں سے بھی شاید بہت کم ایسی ہوں گی جو اظہار کر سکیں۔

پس ان کے ہاں آزادی عورت کے حقوق دینے میں نہیں بلکہ عورت کو ننگا کرنے میں ہے۔ لیکن ایک مومنہ عورت جو اپنے آپ کو لجنہ کی ممبر کہتی ہے جس نے اس زمانے کے امام کو مانا ہے، جس نے اللہ تعالیٰ کی لونڈی بننے کا عہد کیا ہے اس عورت کی آزادی بشرطیکہ جس کا خاوند بھی مومن ہو اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔ باوجود اللہ کی لونڈی کہلانے کے اس کی آزادی کا مقام، معیار بہت بلند ہے جس کا یہ مغربی لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ لیکن شرط مومن ہونا ہے اور مومنہ ہونا ہے۔ صحابہ اپنی بیویوں سے غلط بات کرتے ہوئے ڈرتے تھے تو صرف اس لئے کہ وہ ایمان میں بڑھنے والے تھے۔ علم تھا کہ ان کا غلط رویّہ جب اللہ تعالیٰ کے رسول کی ناراضگی کا موجب بنے گا تو خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا بھی باعث ہو گا۔

عورت کے حقوق کی اہمیت

عورت کے حقوق کی اہمیت اور اس کی ادائیگی نہ کرنے پر اس زمانے میں ہم میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو اِدراک پیدا فرمایا ہے وہ حقیقی اسلام ہے۔ آپ علیہ السلام نے مردوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تمہیں اپنے فرائض کی ادائیگی کی اہمیت، بیویوں کے جو حقوق تمہارے ذمہ ہیں اور جو ان

کے تمہارے ذمہ ہیں ان کا پتا ہو اور ان کی ادائیگی نہ کرنے کی صورت میں جو گناہ تمہیں ہونا ہے اس کا پتا ہو تو شاید تم ایک شادی بھی نہ کرو، کجا یہ کہ دو یا تین یا چار شادیوں کی باتیں کرو۔ بیشک خاص حالات میں اسلام میں زیادہ سے زیادہ چار تک شادیاں کرنے کی اجازت دی ہے لیکن شرائط اتنی سخت ہیں اور ان کو پورا نہ کرنے کا گناہ مرد پر اتنا ہے کہ وہ شاید ایک شادی سے بھی بچے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 7 صفحہ 64-63۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

حسن سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون؟

بہرحال عورت کا مقام اور اہمیت قائم ہونے کی بات ہو رہی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی اس کو بلندیوں پر پہنچاتا ہے جب ایک شخص نے عرض کیا کہ میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیری ماں۔ اس نے پوچھا پھر؟ آپ نے فرمایا تیری ماں۔ اس نے پوچھا پھر؟ آپ نے فرمایا تیری ماں۔ اس نے پھر چوتھی دفعہ پوچھا تو آپ نے فرمایا تیرا باپ اور پھر اس طرح قربت کے لحاظ سے باقی رشتہ دار۔

(صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ والآداب۔ باب بر الوالدین وانھما احق بہ۔ حدیث نمبر 2548)

یہ اس لئے ہے کہ عورت اپنے بچے کی تربیت میں سب سے زیادہ کردار ادا کرتی ہے۔ اس کی پیدائش پر تکلیف اٹھاتی ہے۔ اس کو پالنے میں تکلیف اٹھاتی ہے۔

اس کو ہر تھوڑے وقفے کے بعد دودھ پلانا، اس کی صفائی کرنا یہ بہت بڑا کام ہے جو اس کی نیندیں خراب کرتے ہیں۔ غرض کہ اپنے آرام اور اپنی نیند کو وہ قربان کر رہی ہوتی ہے۔ اور پھر جیسا کہ میں نے کہا اس کی اچھی تربیت کر کے اسے معاشرے کا ایک اچھا انسان بنانے کی کوشش کرتی ہے۔ اسلام میں ماں بچوں کی جنت کی یونہی تو ضامن نہیں بنادی گئی۔ ماں کی اولاد کی تربیت، اسے نیکیوں پر چلانا، اسے ملک و قوم کا بہترین فرد بنانا، اسے عابد بنانا، اسے دین سکھانا، اسے جان مال وقت کو قربان کرنے کی اہمیت کا احساس دلانے والا بنانا اور پھر اس کے لئے ہمہ وقت اس کو تیار کرنا اور اس کا تیار رہنا یہ چیزیں ہیں جو اس بچے کو جنت میں لے جاتی ہیں۔ مجھ سے ایک جرنلسٹ نے پوچھا کہ اسلام میں عورت کی کیا حیثیت ہے؟ لمبی بات تو نہیں ہو سکتی تھی۔ میں نے اسے کہا کہ وہ بچے کو ایک تو بہترین تربیت کر کے، اسے معاشرے کا بہترین فرد بنا کر جنت میں لے جانے کا ذریعہ ہے جس سے دو جنّتیں حاصل ہوتی ہیں اس دنیا کی بھی اور مرنے کے بعد کی بھی۔ پھر ماں سے اس کی بچے کی خاطر قربانی کی وجہ سے جو حسن سلوک کا حکم ہے اگر بڑا ہو کر بچہ وہ حسن سلوک ماں سے نہیں کرتا تو ایسے بچے کی جنت میں جانے کی ضمانت نہیں ہے۔ اور پھر ایسی تربیت کرنے والی ماں جو بچے کا خیال رکھنے والی ہو، اس کی تربیت کرنے والی ہو، اس کو یہ احساس دلانے والی ہو اور ایسی خدمت کرنے والی ہو جو کبھی احسان نہ جتائے ایسی ماں پھر خود بھی جنت میں جاتی ہے۔ ماؤں کی خدمت بچے کے لئے کسی انعام یا احسان کے لئے نہیں

ہوتی بلکہ ایک قدرتی جذبہ ہے جس کے تحت وہ خدمت کر رہی ہوتی ہے۔ اور یہی چیز پھر ماؤں کو جنت میں لے جانے کا بھی باعث بنتی ہے۔ اب بتائیں کہ عورت کو اسلام میں کوئی اہمیت اور حیثیت ہے یا نہیں۔ وہ کہنے لگی کہ میں سمجھ گئی۔ اس جرنلسٹ کو سمجھ آ گئی۔

پس مائیں اس اہم نکتے کو سمجھیں۔ اس معاشرے میں رہتے ہوئے دنیاوی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے، پیسے کمانے کے لئے، صبح سے شام تک گھر سے باہر رہ کر کام کر کے اور شام کو تھک ہار کر گھر آ کر پھر بچوں پر توجہ نہ دے کر انہیں ہلاکت میں نہ ڈالیں بلکہ ان کی تربیت اور تعلیم کی طرف بھرپور توجہ دیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے کہ **اپنی اولاد کو قتل نہ کرو** تو اس کا ایک یہ مطلب بھی ہے کہ اپنی ظاہری دنیاوی خواہشات اور جذبات کے لئے اپنی اولاد پر عدم توجہ کر کے ان کو ہلاک نہ کرو۔ اس مغربی معاشرے میں اس بات کو سمجھنا اور بھی آسان ہے۔ جہاں رشتے ٹوٹتے ہیں اور بہت سے بچے سنگل پیرنٹس (single parents) کی زندگی گزار رہے ہیں، ان کے تحت رہتے ہیں۔ ان میں سے بہت سے نفسیاتی الجھنوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ تعلیم میں کمزور ہو جاتے ہیں۔ نگرانی نہ ہونے کی وجہ سے بری صحبت میں چلے جاتے ہیں۔ نشہ اور دوسری برائیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔

پس میاں بیوی کو آپس کی رنجشوں کو بچوں کی پیدائش کے بعد بچوں کی خاطر قربانی کرتے ہوئے ختم کرنا چاہئے ورنہ بچوں کے بگڑنے کا بہت زیادہ امکان

ہے۔ مردوں کو بھی ہوش کے ناخن لینے چاہئیں۔ اپنی خواہشات کے پجاری نہ بنیں۔ اپنی نسلوں کو برباد ہونے سے بچائیں اور دونوں میاں بیوی اپنے دلوں میں تقویٰ پیدا کریں۔

رشتے کرتے ہوئے دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے عہد کو ہمیشہ سامنے رکھیں

پھر کہنے والے کہہ دیتے ہیں، اعتراض کرنے والے اعتراض کر دیتے ہیں کہ اسلام لڑکیوں کو اپنا رشتہ طے کرنے کی آزادی نہیں دیتا۔ اگر حقیقت کو جاننے کی کوشش کریں تو یہ اسلام کی تعلیم کا معاملہ نہیں بلکہ بعض ملکوں اور قبائل اور برادریوں کی روایات کا معاملہ ہے۔ برصغیر پاکستان اور ہندوستان میں قطع نظر اس کے کہ کوئی مسلمان ہے یا ہندو ہے یا سکھ ہے یہ مسئلہ ہمیں نظر آتا ہے۔ اور پھر مذہب کے لحاظ سے ہی نہیں بلکہ برادریوں کے لحاظ سے بھی ذات پات کے لحاظ سے ماں باپ اپنی بیٹیوں کو دوسری برادری اور ذات میں بیاہنے نہیں دیتے۔ یہ سب جاہلانہ باتیں ہیں۔ کوئی ذات، کوئی برادری کچھ حیثیت نہیں رکھتی۔ اسلام کہتا ہے کہ رشتوں کے وقت لڑکی کی مرضی کو اہمیت دو۔ بہت ساری لڑکیاں مجھے بعض دفعہ لکھتی بھی ہیں کہ ہمارے ماں باپ صرف اس لئے شادی نہیں کرتے کہ فلاں لڑکا

بیشک احمدی ہے لیکن ہماری برادری کا نہیں ہے ہماری ذات کا نہیں ہے یا اس کی ذات کم ہے۔ یہ کوئی ایسی چیز نہیں۔

ایک لڑکی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوئی کہ میرا باپ میرا رشتہ فلاں مالدار شخص سے کر رہا ہے۔ اب یہ نہیں کہ کوئی معمولی آدمی تھا۔ بڑا صاحب حیثیت اور مالدار شخص تھا اس سے وہ رشتہ کر رہا ہے۔ اب عام طور پر ایک غیر دیندار لڑکی ہو تو وہ تو کہے بڑی اچھی بات ہے۔ اس کے مال سے میں فائدہ اٹھاؤں گی۔ لیکن وہ حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ فلاں مالدار شخص سے رشتہ کر رہا ہے لیکن میں اسے پسند نہیں کرتی۔ پس ایک تو مجھے وہ شخص پسند نہیں ہے۔ دوسرے میرا باپ جس معیار پر میری شادی اس سے کرنا چاہتا ہے وہ صرف اس کا مال ہے۔ گویا کہ وہ مجھے اس مالدار شخص کے ہاتھ میں بیچ رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا **تُو آزاد ہے۔ کوئی تجھ پر جبر نہیں کر سکتا۔ تُو جو چاہے کر۔** اس بچی نے عرض کیا مَیں اپنے باپ کو بھی ناراض نہیں کرنا چاہتی اس سے بھی میرا تعلق ہے۔ مَیں تو صرف آپ سے فیصلہ کروا کر ہمیشہ کے لئے عورت کا حق قائم کرنا چاہتی ہوں۔ اب حق قائم ہو گیا ہے اب خواہ مجھے تکلیف پہنچے۔ مَیں باپ کی خاطر اس قربانی کے لئے تیار ہوں۔

(سنن النسائی۔ کتاب النکاح۔ باب البکر یزوجھا ابوھا وھی کارھۃ۔ حدیث نمبر 3269)

پس ان لوگوں کے لئے اس میں ہدایت ہے جو بعض دفعہ بے جا سختی کرتے ہیں۔ ایک مومن عورت کو اور خاص طور پر احمدی عورت کو یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اس زمانے میں حقیقی مومنہ وہی ہے جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق کی بیعت کی ہے۔ اس کا یہ عہد ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گی۔ پس دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے عہد کو ہمیشہ سامنے رکھیں اور رشتے کرتے ہوئے بھی سامنے رکھیں۔ اسی طرح احمدی لڑکوں سے مَیں یہ کہوں گا کہ وہ احمدی لڑکیوں سے رشتے کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رشتہ پسند کرنے کی جو چار وجوہات بتائی ہیں ان میں سے ایک دین ہے اور آپ نے فرمایا کہ تم نہ عورت کی خوبصورتی دیکھو نہ خاندان دیکھو نہ دولت دیکھو۔ جو چیز دیکھنے والی ہے وہ دین ہے وہ دیکھو۔

(صحیح البخاری۔ کتاب النکاح۔ باب الاکفاء فی الدین۔ حدیث نمبر 5090)

پس دیندار لڑکیوں سے رشتہ کریں اور لڑکیوں کو بھی یہ کوشش کرنی چاہئے اور دعا کرنی چاہئے کہ وہ زیادہ سے زیادہ دیندار بنیں اور خود اپنے نیک نصیب ہونے کے لئے بھی دعائیں کریں۔ جماعت میں احمدی بچیوں کے رشتوں کے بہت مسائل ہیں۔ بہت سی ایسی جگہیں پریشانی کی حد تک پہنچ جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ یہ حل فرمائے اور ان کی پریشانیاں بھی دور فرمائے۔ مَیں تو باقاعدگی سے ان کے لئے دعا کرتا ہوں اور ہر ایک کو کرنی بھی چاہئے۔

بہر حال جو بات مَیں کہہ رہا تھا وہ یہ کہ رشتوں کے بارے میں اسلام لڑکی کی رائے کو اوّلیت اور اہمیت دیتا ہے اور وہ ماں باپ جو اس پر عمل نہیں کرتے اور اپنی بچیوں پر ظلم کرتے ہیں وہ اسلام کو بھی بدنام کرتے ہیں۔ سوائے اس کے کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے رشتوں سے منع کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے واضح حکم کی خلاف ورزی ہو رہی ہو، برادری اور پیسے کی وجہ سے رشتوں میں روکیں نہیں ڈالنی چاہئیں۔ بعض بچیاں خط لکھتی ہیں جیسا کہ میں نے کہا کہ رشتہ اچھا ہے، احمدی ہے لیکن ماں باپ بعض دفعہ برادری اور خاندان کی وجہ سے یا اپنی ذاتی اناؤں کی وجہ سے، تعلقات کی وجہ سے انکار کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے باپوں کو بھی عقل دے۔ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے ہم پر یہ احسان فرمایا ہے کہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مانا ہے جنہوں نے ہر موقع پر ہماری رہنمائی فرمائی ہے۔ آپ نے واضح فرمایا کہ اسلام کے ہر حکم میں حکمت ہوتی ہے اور عورت کے بارے میں اگر بعض احکامات ہیں تو وہ عورت کی اہمیت اور اس کی عزت اور وقار قائم کرنے کے لئے ہیں اس لئے اسے خوش دلی سے تسلیم کرنا چاہئے۔

پردہ

بعض جگہ لجنہ کی رپورٹس میں یہ ذکر ہوتا ہے کہ آجکل پردے پر بہت زور دیا جاتا ہے اور لڑکیوں کی طرف سے، بعض نوجوانوں کی طرف سے یہ سوال اٹھتے ہیں کہ ہم پردہ پردہ سُن کے تنگ آگئی ہیں۔ پردہ کیا ہے؟ یہ حیا کا قائم کرنا ہے۔ اگر

پردہ کر کے بے حیائی قائم رہتی ہے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ اور حیا جسم کو ڈھانپنے میں ہی ہے۔ عورت کی زینت اور خوبصورتی اس کا پردہ ہی ہے جس کا ہر احمدی عورت سے اظہار ہونا چاہئے اور یہ قرآنی حکم ہے اگر اس کا بار بار زور دے کر ذکر نہ کیا جائے تو کیا یہ کہا جائے کہ بے حیائی بے حیائی کے نعرے لگاؤ؟ مَیں یہ نہیں سمجھتا کہ کوئی احمدی، سچی احمدی عورت یا لڑکی یہ چاہتی ہو کہ اس طرح کے نعرے لگائے۔ پردے کا حکم بھی عورت کی عزت کی حفاظت اور اس کی اہمیت کے پیش نظر ہے۔ اس بارے میں ایک دو اقتباسات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیش کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

"یہ زمانہ ایک ایسا نازک زمانہ ہے کہ اگر کسی زمانہ میں پردہ کی رسم نہ ہوتی تو اس زمانہ میں ضرور ہونی چاہئے تھی کیونکہ کل جُگ ہے۔" (اور زمین پر یہ آخری زمانہ ہے) "اور زمین پر بدی اور فسق و فجور اور شراب خوری کا زور ہے اور دلوں میں دہریہ پن کے خیالات پھیل رہے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے احکام کی دلوں میں سے عظمت اٹھ گئی ہے۔ زبانوں پر سب کچھ ہے اور لیکچر بھی منطق اور فلسفہ سے بھرے ہوئے ہیں مگر دل روحانیت سے خالی ہیں۔ ایسے وقت میں کب مناسب ہے کہ اپنی غریب بکریوں کو بھیڑیوں کے بَنوں میں" (یعنی جنگلوں میں) "چھوڑ دیا جائے۔"

(لیکچر لاہور، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 174)

پھر آپ فرماتے ہیں:

”قرآن مسلمان مَردوں اور عورتوں کو ہدایت کرتا ہے کہ وہ غَضِّ بَصر کریں۔“ صرف عورتوں کو پردے کا نہیں کہتا مردوں کو بھی کہتا ہے۔ ”جب ایک دوسرے کو دیکھیں گے ہی نہیں تو محفوظ رہیں گے۔ یہ نہیں کہ انجیل کی طرح یہ حکم دے دیتا کہ شہوت کی نظر سے نہ دیکھ۔ افسوس کی بات ہے کہ انجیل کے مصنف کو یہ بھی معلوم نہیں ہوا کہ شہوت کی نظر کیا ہے؟ نظر ہی تو ایک ایسی چیز ہے جو شہوت انگیز خیالات کو پیدا کرتی ہے۔ اس تعلیم کا جو نتیجہ ہوا ہے وہ ان لوگوں سے مخفی نہیں ہے جو اخبارات پڑھتے ہیں۔ ان کو معلوم ہو گا کہ لندن کے پارکوں اور پیرس کے ہوٹلوں کے کیسے شرمناک نظارے بیان کئے جاتے ہیں۔“ اور اب انٹرنیٹ نے مزید اس گند کو اچھال اچھال کر دنیا کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ”اسلامی پردہ سے یہ ہرگز مراد نہیں ہے کہ عورت جیل خانہ کی طرح بند رکھی جاوے۔ قرآن شریف کا مطلب یہ ہے کہ عورتیں سَتر کریں۔ وہ غیر مرد کو نہ دیکھیں۔ جن عورتوں کو باہر جانے کی ضرورت تمدّنی امور کے لئے پڑے ان کو گھر سے باہر نکلنا منع نہیں ہے وہ بیشک جائیں۔ لیکن نظر کا پردہ ضروری ہے۔“ اپنی نظریں نیچی رکھیں۔ ”مساوات کے لئے عورتوں کے نیکی کرنے میں کوئی تفریق نہیں رکھی گئی ہے اور نہ ان کو منع کیا گیا ہے کہ وہ نیکی میں مشابہت نہ کریں۔ اسلام

نے یہ کب بتایا ہے کہ زنجیر ڈال کر رکھو۔" عورتوں کو۔ "اسلام شہوات کی بناء کو کاٹتا ہے۔" اس کی بنیاد کو کاٹتا ہے۔

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 449-448۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پھر آپ فرماتے ہیں:

"یورپ کی طرح بے پردگی پر بھی لوگ زور دے رہے ہیں لیکن یہ ہرگز مناسب نہیں۔ یہی عورتوں کی آزادی فسق و فجور کی جڑ ہے۔" یہ اس زمانے میں آپ نے کہا جب یہاں بھی حیا کا کوئی تصور تھا۔ اور اب تو بہت ساری جگہوں پر بالکل اٹھ گیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ عورتوں کی آزادی فسق و فجور کی جڑ ہے۔ "جن ممالک نے اس قسم کی آزادی کو روا رکھا ہے ذرا اُن کی اخلاقی حالت کا اندازہ کرو۔ اگر اس کی آزادی اور بے پردگی سے ان کی عفّت اور پاکدامنی بڑھ گئی ہے تو ہم مان لیں گے کہ ہم غلطی پر ہیں"۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر یہ آزادی جو ملی ہے اس سے عورت کی عزت اور پاکدامنی بڑھ گئی ہے تو میں مان لیتا ہوں غلطی پر ہوں۔ "لیکن یہ بات بہت ہی صاف ہے کہ جب مرد اور عورت جوان ہوں اور آزادی اور بے پردگی بھی ہو تو ان کے تعلقات کس قدر خطرناک ہوں گے۔ بد نظر ڈالنی اور نفس کے جذبات سے اکثر مغلوب ہو جانا انسان کا خاصّہ ہے۔ پھر جس حالت میں کہ پردہ میں بے اعتدالیاں ہوتی ہیں اور فسق و فجور کے مرتکب ہو جاتے ہیں تو آزادی میں کیا کچھ نہ ہو گا"۔

(ملفوظات جلد7 صفحہ 134۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

اگر یہ سب کچھ پابندیوں کے بعد بھی ہوتا ہے تو آزادی کے بعد تو بہت کچھ ہو گا۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ یہ حکم بھی جو پردے کا ہے کہ عورت اپنے آپ کو ڈھانک کر رکھے اس کی اہمیت کے پیش نظر ہے۔ عورت کی اہمیت کے لئے، عورت کی عزت و وقار قائم کرنے کے لئے ہے۔ کوئی حکم بھی ایسا نہیں کہ عورت کو مردوں سے کم تر اور مردوں سے نچلے درجے کا سمجھ کر اسے حکم دیا جا رہا ہو۔ گھروں میں عورت کی اہمیت ہے۔ بچوں کی تربیت کی وجہ سے عورت کی اہمیت ہے۔ اپنے رشتے طے کرنے کے وقت لڑکی کی رائے کی اہمیت ہے۔ پردے کا حکم ہے تو اس کی اہمیت ہے۔ پس اس کے بعد کسی قسم کی جھینپ یا احساس کمتری پیدا ہونے کا کوئی جواز پیدا نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کو دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے عہد کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اب دعا کر لیں۔

نیک نمونے دکھانے چاہئیں

[دعا کے بعد حضور انور نے فرمایا:]

ایک بات میں انتظامیہ کے لئے بھی کہنا چاہتا ہوں کہ ایک خاتون یہاں مہمان آئی ہوئی ہیں جو احمدی نہیں ہیں۔ Greece سے آئی ہوئی ہیں۔ انہیں مَیں

نے کہا کوئی ایسی بات جو تم نے دیکھی ہو جو کمزوری نظر آتی ہو۔ کیونکہ ابھی جلسے کا ڈیڑھ دن باقی ہے اس لئے انتظامیہ کو بتا رہا ہوں تو کل انہوں نے مجھے بتایا۔ وہ کہنے لگی کہ یہاں جو ڈسٹ بِن (dust bin) رکھے ہوئے ہیں۔ لِٹر بِن (litter bin) رکھے ہوئے ہیں وہ بھرے ہوئے ہیں اور ارد گرد گند پڑا تھا۔ کہتی ہیں ایک جگہ بازار میں کچھ گند باہر گرا ہوا تھا۔ وہ بھرا تھا اور اب ڈال تو سکتی نہیں تھی لیکن مَیں نے اپنا کاغذ اسی گند میں پھینک دیا تو وہاں ایک خاتون، جو بھی تھیں ان کی دکان تھی یا انتظامیہ والی تھیں انہوں نے بڑی سختی سے بڑی rudely مجھے ڈانٹنا شروع کر دیا۔ جو بھی انتظامیہ ہے یا بازار والی ہیں ان کو اپنے نیک نمونے دکھانے چاہئیں، مہمانوں پر بُرا اثر نہ ڈالیں۔

دوسری بات یہ کہ ان کے پروگرام کے مطابق ابھی کچھ نظمیں دس پندرہ منٹ کے لئے پیش کی جائیں گی اور مجھے پتا ہے گرمی بہت ہے۔ ہر ایک پنکھے جھل رہی ہیں۔ میری اپنی بھی یہ حالت ہے کہ اچکن مَیں نے پہنی ہوئی ہے اور اس کے نیچے میری قمیص پسینے سے بالکل شرابور ہو گئی ہے۔ لیکن ان نظم تیار کرنے والوں کی خاطر دس منٹ اور اس گرمی کو برداشت کر لیں۔ چلیں جلدی سے (شروع کریں)۔

(مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 23 اکتوبر 2015)

☆☆☆

جماعت احمدیہ برطانیہ کے جلسہ سالانہ کے موقع

پر 13 اگست 2016ء بروز ہفتہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

کا حدیقۃ المہدی، (آلٹن) میں

مستورات سے خطاب

- پیدائش کا مقصد
- اجر عظیم میں مرد و عورت کی تخصیص نہیں
- اسلام میں عورت کے حقوق
- عورت کا علیحدہ بیٹھنا اس کی آزادی کو ختم نہیں کرتا
- حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک واقعہ
- اسلام کی خوبصورت تعلیم
- بچوں کی تربیت
- عورتوں کی ذمہ داریاں

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ - بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ - اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ - مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ - اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ - اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ - صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ -

پیدائش کا مقصد

قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق عورتوں اور مردوں کی پیدائش کا مقصد ایک ہی ہے اور وہ ہے خدا تعالیٰ کے قرب کا حصول۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ مومن مرد اور مومن عورتیں چاہے وہ امراء کے طبقہ میں سے ہیں یا عوام الناس میں سے ہیں، امیر ہیں یا غریب ہیں، سب اپنے مقصد پیدائش کو پہچانیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذاریات:57) اور میں نے جنّوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے اور اس میں مرد اور عورتیں سب شامل ہیں۔ اور جو اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرتے ہیں، اس کا حق ادا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تعلیم پر چلنے والے ہیں، چاہے مرد ہوں یا عورتیں

اللہ تعالیٰ نے انہیں بشارتیں بھی دی ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جب جنت کی بشارت دی تو عورتوں اور مردوں کو علیحدہ علیحدہ بھی مخاطب فرمایا۔ بعض جگہ صرف انسانوں کا لفظ استعمال کیا، مومن کا لفظ استعمال کیا لیکن یہاں جنت کی بشارت دیتے ہوئے مرد اور عورت دونوں کے نام لئے۔ چنانچہ نے اللہ تعالیٰ سورۃ توبہ میں فرماتا ہے کہ

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَ سُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (التوبۃ:71)

کہ مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ وہ اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہی ہیں جن پر اللہ ضرور رحم کرے گا۔ یقیناً اللہ کامل غلبہ والا اور بہت حکمت والا ہے۔

پھر آگے فرمایا وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

(التوبۃ:72) اللہ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے ایسی جنتوں کا وعدہ کیا ہے جن کے دامن میں نہریں بہتی ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اسی طرح بہت پاکیزہ گھروں کا بھی جو دائمی جنتوں میں ہوں گے۔ تاہم اللہ کی رضا سب سے بڑھ کر ہے۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

اجر عظیم میں مرد و عورت کی تخصیص نہیں

پس بڑا واضح ہے کہ جو انعام مردوں کو مل رہا ہے، جو مومنوں کو مل رہا ہے، وہی انعام عورتوں کو بھی مل رہا ہے۔ کہیں نہیں لکھا کہ عورتوں کو ایک درجہ یا کچھ حصّہ کم ملے گا یا انعام میں کوئی تھوڑی بہت کمی بیشی ہو گی یا جنت کے جس مقام پر مرد ہوں گے وہاں عورتیں نہیں ہوں گی۔ فرمایا نیکی کرو۔ نیکی کرنا اور اللہ تعالیٰ کو مقدم سمجھنا ضروری ہے۔ پھر انعام عورتوں کو بھی ویسا ہی ملے گا جیسا مَردوں کو ملتا ہے۔ کوئی مَردوں کی تخصیص نہیں بلکہ دوسری جگہ فرمایا کہ مَردوں اور عورتوں دونوں کو اجر عظیم ملے گا بشرطیکہ وہ نیک کام سرانجام دیں۔ اور نیک کاموں کی تفصیل بھی بیان فرمادی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَ الصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُ تَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ

وَالصّٰٓبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۔(الاحزاب:36) یقیناً مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں اور صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں اللہ نے ان سب کے لئے مغفرت اور اجرِ عظیم تیار کئے ہوئے ہیں۔

پس وہ کام جو اجر عظیم کا مورد بناتے ہیں قطع نظر اس کے کہ یہ مرد کر رہے ہیں یا عورتیں ہر ایک کے لئے اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ ان کو اس کا انعام ملے گا اگر تم یہ نیکیاں انجام دو گے۔ پس ان نیکیوں کی تفصیل لکھ دی اور انہی نیکیوں کی ہمیں تلاش کرنی چاہئے اگر اللہ تعالیٰ کا پیار حاصل کرنا ہے، اس کی رضا حاصل کرنی ہے، اس سے اجر لینا ہے۔

اسی طرح اور بہت سی جگہوں پر مومنین اور مومنات کا علیحدہ علیحدہ ذکر ہے۔ گو بہت سے احکام میں مردوں اور عورتوں کو صرف مومنوں کے نام سے مخاطب کیا گیا ہے۔ لیکن اگر صرف مومن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تو ان احکام میں بھی عورتیں بھی شامل ہیں۔

پس یہ قرآن کریم کی خوبی ہے کہ جہاں عمومی طور پر مومنین کو مخاطب کرنے سے مرد اور عورت دونوں کو اپنی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی جاسکتی ہے وہاں صرف مومنین کا لفظ استعمال کیا۔ جہاں خاص طور پر دونوں کے حقوق کو قائم کرنا ہے، اجر دینا ہے، جنت کی بشارتیں دینی ہیں، ان کی ذمہ داریوں کے ذکر کی ضرورت تھی، خاص تحریک کرکے انعامات کا ذکر کرنے اور اللہ تعالیٰ سے تعلق کو اجاگر کرنے کی ضرورت تھی وہاں مومنین اور مومنات کا، مرد اور عورت کا علیحدہ علیحدہ بھی ذکر کر دیا۔

اسلام پر اعتراض کرنے والے اعتراض کرتے ہیں اور یہ اعتراض اپنے اندر وزن بھی کوئی نہیں رکھتا، صرف اعتراض برائے اعتراض ہے کیونکہ قرآن کریم میں ان کے اعتراضوں کے جواب بھی موجود ہیں۔ لیکن قرآن کریم پر اعتراض کرنے والے کو یہ نظر نہیں آتا کہ اسلام سے پہلے کسی مذہبی کتاب نے عورتوں کے تمام حقوق اور باتوں کا ذکر نہیں کیا جس طرح اسلام نے کیا ہے۔

اسلام میں عورت کے حقوق

قرآن کریم ہی ہے جس نے واضح کیا کہ عورت کے بھی ویسے ہی جذبات ہیں جیسے مرد کے۔ اور عورت کی بھی خواہشات ہیں جس طرح مرد کی۔ اللہ تعالیٰ جہاں مرد کے حقوق قائم فرماتا ہے وہاں عورت کو حقوق دلوانے کے لئے یہ بھی اعلان کرتا ہے کہ

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ (البقرۃ:229) یعنی ان عورتوں کا دستور کے مطابق مَردوں پر اتنا ہی حق ہے جتنا مَردوں کا اُن پر۔ پھر بے شمار حقوق اسلام نے عورت کے قائم کئے۔ نیکی کا اجر دونوں کا برابر ہے جیسا کہ میں نے بتایا۔ عورت کو جائیداد کا وارث بنایا۔ عورت کی کمائی پر صرف عورت کا ہی حق دیا۔ عورت سے حق ورثہ چھیننے کو منع کیا گیا۔ فرمایا کہ ان کو حق دو۔ ان کے ورثے کے حق کو نہ چھینو۔ عورتوں کو نقصان پہنچانے کی غرض سے شادی سے روکنے سے منع کیا گیا۔ اس طرح کے بہت سے حکم ہیں۔

مجھ سے ایک دفعہ ایک جرنلسٹ نے کہا کہ عیسائیت میں جس طرح نئے زمانے کے ساتھ تبدیلیاں کی جا رہی ہیں تم نہیں سمجھتے کہ اسلام میں بھی اس کی ضرورت ہے۔ مَیں نے اسے یہی جواب دیا تھا کہ نہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ قرآن کریم نے انسانی فطرت کو قائم رکھتے ہوئے ذمہ داریاں مقرر کی ہیں اور جب یہ مقرر

کر دی گئی ہیں تو کسی قسم کی تبدیلی کی ضرورت نہیں۔ بدلنے کی ضرورت وہاں پڑتی ہے جہاں کہیں کمیاں ہوں۔ اگر حقوق غصب کئے جارہے ہوں وہاں ضرورت پڑتی ہے چاہے مرد کے حقوق ہوں یا عورت کے، بچے کے حقوق ہوں۔ یاماں باپ کے۔ مزدور کے حقوق ہوں یا آجر کے۔ ملازم کے حقوق ہوں یامالک کے۔ عام شہری کے حقوق ہوں، یا حکومت کے۔ جب سب حقوق کا تعیّن کر دیا گیاہے اور بڑے انصاف سے تعیّن کر دیا گیاہے اور اگر صحیح اسلامی حکومت ہے جس کے نمونے ہم نے صحیح اسلامی حکومتوں میں دیکھے بھی اور ان کی ادائیگی بھی ہورہی ہو تو پھر صرف اس لئے کہ ہم جدید تعلیم پر چلنے والے ہیں اور جدید تعلیم تقاضا کرتی ہے کہ مذہبی تعلیم کو بدلا جائے اس لئے بدل دو تو یہ بیوقوفی کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ ہاں اگر یہ سب حقوق ادا نہیں ہورہے تو انہیں ادا کروانے کی کوشش کی جائے۔ اس تعلیم پر عمل درآمد کروایا جائے۔ لیکن یہ کہنا کہ بدل دو، یہ کوئی حل نہیں ہے۔ بدل کر بھی ایسی حکومتیں، ایسے سربراہ جو حقوق ادا نہیں کرتے یا ایسے لوگ جو حقوق ادا نہیں کرتے وہ تب بھی حقوق ادا نہیں کریں گے۔ پس اصل ضرورت یہ ہے کہ حقوق ادا کروانے کی کوشش کی جائے، ان کو لاگو کیا جائے۔ ان پر عمل درآمد کروایا جائے۔

پس اگر میں اپنی مذہبی کتاب قرآن کریم کو دیکھتا ہوں تو مجھے نظر آتا ہے کہ وہ اس خدا کا کلام ہے جو عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ اُس کو ماضی کا بھی علم تھا اور حال کا بھی علم ہے اور آئندہ آنے والی باتوں کا بھی علم ہے۔ پس جب ہم ایسے خدا کو مانتے

ہیں اور ایسی کتاب پر یقین رکھتے ہیں جس نے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے تو پھر مَیں کیوں سمجھوں کہ اسلام میں احکامات کی تبدیلی کی ضرورت ہے۔ پھر اگر مذہب خدا کی طرف سے ہے اور مجھے خدا کی ہستی پر یقین ہے۔ مَیں اس بات پر قائم ہوں کہ مذہب بھیجنے والا اللہ تعالیٰ ہے تو پھر مجھے کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ مَیں خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر لوگوں کے بنائے ہوئے قانون کے پیچھے چلنا شروع کر دوں۔

عورت کا علیحدہ بیٹھنا اس کی آزادی کو ختم نہیں کرتا

کل جمعہ کے وقت بہت سا پریس آیا ہوا تھا۔ پہلا دن تھا۔ ہمارے پریس سیکرٹری جمعہ کے بعد مجھے کہنے لگے کہ پریس تو آیا ہوا ہے لیکن چینل فور (Channel 4) کی وجہ سے ہم بڑے پریشان ہیں۔ شاید وہ خاتون تھیں۔ کہتی ہیں کہ باقی تو تمہاری باتیں ٹھیک ہیں لیکن یہ عورتوں مردوں کی سیگریگیشن (segregation) جو ہے، یہ علیحدہ علیحدہ جو عورتوں اور مَردوں کو بٹھایا ہوا ہے یہ تو تمہیں بھی شدت پسند دکھاتا ہے۔ یہ تم عورتوں کے حقوق غصب کر رہے ہو۔ میں نے اسے کہا تھا کہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ انہیں کہو کہ اس بات کا جواب ہم مرد نہیں دیں گے۔ تم عورتوں سے جا کر پوچھو۔ اور مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ لجنہ کی طرف سے ہماری ایک نمائندہ لڑکی جو پریس کو بھی بڑے انٹرویو دیتی ہیں۔ انہوں نے بڑا اچھا جواب اسے دیا۔ یہ اور بات ہے کہ اس کو مانیں نہ مانیں لیکن اس کو ردّ کرنے کی دلیل ان کے پاس کوئی نہیں۔

دوسرے میں نے یہ کہا کہ اگر وہ اس بات سے ہمارے متعلق کوئی منفی خبر دیتی ہیں یا تبصرہ کرتی ہیں تو کریں۔ ہم نے دنیاداروں کو اور پریس کو یا کسی چینل کو خوش نہیں کرنا۔ ہم نے تو خدا تعالیٰ کو خوش کرنا ہے اور اس کے لئے کوشش کرنی ہے۔ اس کے احکامات پر چلنا ہے۔ میں یہی جواب عموماً دیا کرتا ہوں کہ مذہب ہمیں اپنے پیچھے چلانے آتا ہے۔ مذہب ہمیں اپنے پیچھے چلا کر ہمیں ہمارے پیدا کرنے والے خدا سے ملانے کے لئے آتا ہے۔ مذہب بندوں کے پیچھے چلنے کے لئے نہیں آتا۔ مذہب اس لئے نہیں آتا کہ ہم لوگوں کو خوش کریں۔

اللہ تعالیٰ انبیاء بھیجتا ہے اور بھیجتا ہی اُس وقت ہے جب زمین میں فساد برپا ہو جاتا ہے۔ جیسا قرآن شریف میں بھی ذکر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اُس وقت بھیجا جب دنیا فساد سے بھری ہوئی تھی اور اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں اس وقت بھیجا جب دنیا میں ہر سمت، ہر طرف فساد پھیلا ہوا تھا۔ سو سال پہلے جس فساد کے روکنے کے لئے آپ نے قرآن کریم کی روشنی میں ہمیں بتایا اور وضاحت فرمائی وہی صورتحال آج بھی ہے اور اس کا حل بھی وہی ہے جو آج سے چودہ سو سال پہلے قرآن کریم نے بیان کیا ہے اور اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھول کر ہمارے سامنے رکھ دیا۔

یہ دنیا والے جو مذہب سے دور ہٹ کر مذہب پر اعتراض کر کے فساد برپا کر رہے ہیں یہی بات ان کو ایک دن اس کے نتائج بھی دکھائے گی۔ اسی طرح جو مذہب کے نام پر فساد کر رہے ہیں یہی ان کی پکڑ کی وجہ بھی بنے گی چاہے وہ مسلمانوں میں سے ہوں۔

یہ دنیا دار اپنے زعم میں عورتوں اور مردوں کے علیحدہ بیٹھنے پر اعتراض کرتے ہیں۔ سب سے بڑا اعتراض ان کو ہمارے پر یہی ہوتا ہے۔ یہی لوگ چند دہائیاں پہلے عورتوں کو ہر قسم کے حقوق سے محروم رکھے ہوئے تھے اور جب وقت کے ساتھ عورت نے اپنے حق کے لئے آواز اٹھائی تو کیونکہ عورت کو حق دلانے کی یہ انسانی کوشش تھی اس لئے اس نے دوسری انتہا اختیار کر لی۔ عورت کو حق دینے کے نام پر اسے ہمدردی کے جذبے کے تحت اتنا زیادہ دنیا کے سامنے پیش کیا گیا کہ اس کا تقدس ہی ختم کر دیا۔ ہمدردی کے جذبے کی آڑ میں آزادی کے نام پر عورت کے تقدس کو پامال کیا گیا ہے۔ یورپ کی عورت کو اس بات کا تجربہ نہیں کہ عورت کی اپنی شناخت اس وقت زیادہ ابھرتی ہے اور اس کو اپنے تحفظ کا احساس اس وقت زیادہ ہوتا ہے جب وہ عورتوں میں ہو اور عورتوں کی تنظیم کے ساتھ کام کر رہی ہو اور آزادی سے اس کی ہر حرکت ہو۔ قریباً دو سال پہلے ایک انگریز مہمان یہاں آئی تھیں۔ اچھی لکھنے والی ہیں۔ سارا دن انہوں نے عورتوں کے ساتھ گزارا اور شام کو

کہنے لگیں کہ پہلے مجھے بڑا عجیب لگا تھا کہ صرف عورتوں میں ہوں لیکن سارا دن یہاں گزار کر مجھے احساس ہوا کہ مَیں زیادہ آزاد ہوں اور مجھے زیادہ تحفظ مل رہا ہے۔

پس جب عورت کو اس کا تقدس قائم رکھتے ہوئے اس کے حقوق کا بتایا جائے تو چاہے مغرب میں پلی بڑھی غیر مسلم عورت ہو وہ اس بات کا اظہار کرے گی کہ اسلام عورت کے حقوق قائم کرتا ہے اور عورت کا علیحدہ بیٹھنا کوئی اس کی آزادی کو ختم نہیں کرتا۔ اس چینل فور (Channel 4) کی جو کل نمائندہ آئی تھی انہی خاتون نے جب اپنے ٹوِٹر (Twitter) پہ نمائش کا یا کسی کا حوالہ دے کر ٹوِیٹ (Tweet) کیا کہ وہاں اس طرح ہو رہا ہے عورتوں کو جانے کی اجازت نہیں تو اسی عورت نے پھر ان کا جواب بھی دیا اور یہ بھی مجھے خوشی ہے کہ بہت ساری احمدی لڑکیوں نے بھی اس کا جواب دیا کہ تم غلط کہتی ہو۔ تو بہر حال یہ تو انسانی قانون کے خلاف ایک ردّ عمل ہے جو آجکل کی عورت آزادی کے نام پر مغرب اور ان ترقی یافتہ کہلانے والے ممالک میں جس کا اظہار ہو رہا ہے اور عورت کو کیونکہ پتا ہے یا اس کو احساس ہے کہ ہمیں آزادی لینے کے لئے بھی مرد کی ضرورت ہے اور لاشعوری طور پر عورت کی فطری کمزوری ظاہر ہو رہی ہے اس لئے عورت نے اپنی آزادی کے لئے مرد کی مدد حاصل کی اور مرد نے عورت کی اس فطرت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جب عورت کو آزادی دلانے کے لئے مددگار بننے کی کوشش کی تو ساتھ ہی اپنی خواہشات کی تسکین کے لئے آزادی کے نام پر اسے ننگا کرنے کی بھی کوشش کی۔

اسی لئے یہاں کی ایک انگریز عورت لکھنے والی ہیں انہوں نے ایک آرٹیکل لکھا تھا کہ عورت کی آزادی کے نام پر جو حجاب اتارنے اور عورتوں کے لئے برائے نام لباس پہننے کی مہم میں مرد بہت کوشش کرتے ہیں اور اس معاملے میں بڑے ایکٹو (active) ہیں۔ یہ عورتوں کی آزادی سے زیادہ اپنی خواہش کی تسکین کے لئے یہ کر رہے ہیں تا کہ عورت کو ننگا دیکھیں۔ تو یہ یہاں کی جو عقلمند عورتیں ہیں خود ہی یہ کہتی ہیں۔

ان نام نہاد ترقی یافتہ کہلانے والوں نے مذہب کے نام پر اور روایات کے نام پر عورت پر جو ظلم ہوا اس کا صرف ایک پہلو دیکھا ہے۔ عورت نے عیسائیت اور مذہب اور روایات کے نام پر اپنی غلامی کا ایک پہلو دیکھا ہے۔ یہ صرف تیسری دنیا کی بات نہیں ہے بلکہ ان ملکوں میں بھی آج سے چند دہائیاں پہلے یہی کچھ ہوتا تھا اور پھر اس کو ختم کرنے کے لئے، اپنی آزادی حاصل کرنے کے لئے ہر حیلہ اور حربہ استعمال کیا گیا۔ اور پھر دوسرا المیہ مسلمانوں کے ساتھ بھی یہی ہوا کہ مسلمانوں نے اپنی روایات جو مختلف قوموں کی تھیں، اسلامی مذہب کی نہیں قوموں کی روایات تھیں ان پر مذہب کا لبادہ پہنا کر عورت کو بالکل ہی بے وقعت بنا دیا۔ اسی چیز کو بیان کرتے ہوئے ایک موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ لوگ مذہب کے نام پر ظلم کرتے ہوئے عورت کو نہایت حقیر، ذلیل چیز سمجھتے ہیں اور پاؤں کی جوتی سمجھتے ہیں حالانکہ اسلام تو عورت کے حقوق قائم کرتا ہے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 5 صفحہ 417-418۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کہتے ہیں کہ ہم اس خوف سے کہ ہماری شکایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ ہو جائے اپنی بیویوں سے اونچی آواز میں بات نہیں کرتے تھے۔ یہ حق تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمائے۔ مسلمانوں میں بعد میں اپنی مختلف قوموں سے آنے والوں نے اپنی قومی روایات یا مردوں کے اپنے آپ کو زیادہ طاقتور سمجھنے کی وجہ سے یا کسی وجہ سے اچھے بھلے دینی علم رکھنے والے بھی بعض زیادتیاں کر جاتے تھے۔ ان لوگوں میں لاشعوری طور پر یہ احساس پیدا ہو گیا تھا چاہے اس کا اظہار نہ ہو کہ عورت کچھ لحاظ سے مرد سے کمتر ہے اور مرد کی اسی میں عزت ہے کہ عورت سے چاہے وہ اس کی بیوی ہو ایک فاصلہ رکھا جائے۔ بات چیت میں عورت کو اس کے سامنے بولنے کا حق نہ دیا جائے۔ باہر نکلیں تو سڑک پہ چلتے ہوئے مرد اور عورت فاصلہ دے کر چلیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک واقعہ

ایک دفعہ ٹرین کے انتظار میں، گاڑی کے انتظار میں سٹیشن پر حضرت امّاں جان کے ساتھ پلیٹ فارم پر ٹہل رہے تھے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب جو بڑے عالم تھے اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول بھی اس وقت وہاں موجود تھے تو مولوی عبدالکریم صاحب نے اس اثر کے تحت جو ہندوستان میں علماء کے ذہنوں پر تھا یا بہرحال اپنی طبیعت کی وجہ سے حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب کو کہا کہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت امّاں جان کے ساتھ پلیٹ فارم پر ٹہل رہے ہیں۔ لوگ کیا کہیں گے۔ آپ جا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو روکیں۔ حضرت خلیفہ اوّل نے کہا میں تو نہیں کہتا۔ آپ کو خیال آیا ہے تو آپ جا کر کہہ دیں۔ میرے نزدیک تو کوئی ایسی بری بات نہیں۔ چنانچہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قریب ہوئے۔ ان کے پاس گئے اور کہا کہ آپ اس طرح ٹہل رہے ہیں، لوگ کیا کہیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کیا کہیں گے۔ یہی کہیں گے کہ مرزا غلام احمد اپنی بیوی کے ساتھ پلیٹ فارم پر ٹہل رہا تھا۔ تو کہنے دیں کیا فرق پڑتا ہے۔ مولوی عبدالکریم صاحب نہایت خاموشی سے منہ لٹکا کے واپس آ گئے۔ حضرت خلیفہ اول نے مسکرا کر انہیں کہا کیوں؟ جواب سن آئے؟ تسلی ہو گئی آپ کی؟

(ماخوذ از الفضل 18 اکتوبر 1952 صفحہ 3 جلد 40/6 نمبر 235)

تو باوجود اس کے کہ یہ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ماننے والے تھے اور روشن دماغ ہو چکے تھے لیکن ان روایات کا اثر تھا۔ اتنا اثر تھا کہ پبلک جگہ پر میاں بیوی کا اکٹھا پھرنا بھی ان کے نزدیک معیوب تھا۔ پس ہم احمدی اس لحاظ سے خوش قسمت ہیں کہ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآنی تعلیم کے مطابق مردوں عورتوں اور ہر ایک کے حقوق روشن کر کے، کھول کر بیان کر دیئے ہیں۔

اسلام کی خوبصورت تعلیم

پس اگر ہماری عورتیں کسی قسم کے احساس کمتری میں، کسی قسم کے کمپلیکس میں مبتلا ہیں تو ان کو اس سے نکل جانا چاہئے۔ اس کے بجائے اب جبکہ میڈیا اسلام کے خلاف باتیں کرنے کے بہانے تلاش کرتا ہے انہیں اسلام کی خوبصورت تعلیم بتائیں کہ تم اسلام پر اعتراض کرتے ہو۔ اسلام تو یہ کہتا ہے کہ حقوق کے لحاظ سے مرد اور عورت کے حقوق برابر ہیں جبکہ تمہارے مذہب یا کسی بھی مذہب نے یہ حقوق نہیں دیئے۔ مغرب میں عورت ایک غلام کی حیثیت رکھتی تھی جیسا کہ مَیں کہہ چکا ہوں۔ اگر اس کا خاوند اس پر ظلم کرتا تو تب بھی اس نے خاموش ہی رہنا تھا اور اس ظلم کو خاموشی سے سہتے چلے جانا تھا لیکن اسلام نے چودہ سو سال پہلے یہ اعلان کیا کہ اگر عورت مرد کے ظلم سے تنگ آ کر اس سے علیحدگی لینا چاہے تو لے سکتی ہے۔ بلکہ یہ بھی حق دے دیا کہ اگر کسی وجہ سے عورت کے دل میں مرد کے لئے ناپسندیدگی کے جذبات اس حد تک چلے گئے ہیں کہ شادی کے رشتے کو مزید قائم نہیں رکھنا چاہتی تو علیحدگی لے سکتی ہے۔ لیکن اس صورت میں پھر عورت کو اپنے تمام حقوق چھوڑنے پڑیں گے۔ ان حقوق سے دستبردار ہونا پڑے گا اگر بلاوجہ علیحدگی لینی ہے، اگر اپنے اس حق کو قائم کرنا ہے اور یہ یقیناً بڑی جائز بات ہے۔

پھر جیسا کہ میں نے کہا **عورت کو یہ حق دیا کہ اس کی کمائی کی وہ مالک ہے** اور مرد کے لئے اپنی کمائی ہے۔ لیکن ساتھ ہی مرد کو یہ بھی کہہ دیا کہ گھر کا خرچ چلانا اور بیوی بچوں کے نان نفقہ کی ذمہ داری تمہاری ہے۔ بیوی کی دولت پر نظر نہ رکھو۔ پھر بعض بلکہ ایسی عورتیں اکثر ہیں جن کی اپنی کوئی آمد نہیں ہوتی۔ ایسی عورتیں خواہش رکھتی ہیں کہ دین کے لئے خرچ کریں، صدقہ و خیرات کریں۔ ایک ایسی ہی عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میرا خاوند مجھے صدقہ و خیرات سے منع کرتا ہے تو میں کیا کروں۔ کیا میں چُھپ کے صدقہ و خیرات کر سکتی ہوں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں کر سکتی ہو بلکہ اس کی آمد میں سے اس سے چھپ کے اس کے پیسوں میں سے نکال کے بھی صدقہ دے سکتی ہو۔

(ماخوذ از صحیح البخاری کتاب النفقات باب اذالم ینفق الرجل، فللمرأۃ أن تاخذ بغیر علمہ... حدیث 5364)

تو ان چیزوں میں عورت کو یہ حق دے دیا۔

اگر میاں بیوی کی اولاد کی پیدائش کے بعد علیحدگی ہوتی ہے تو یہ حکم دیا کہ اولاد کے لئے پیار کے جذبات ماں اور باپ دونوں کے ہوتے ہیں اس لئے **نہ باپ کو اولاد کی وجہ سے تکلیف دو، نہ ہی ماں کو اولاد کی وجہ سے تکلیف دو۔** پس یہ دنوں کے حقوق قائم کئے۔ اس لئے عورتوں کو بھی اور مردوں کو بھی جو

بعض دفعہ ضد میں آ جاتے ہیں یہ خیال رکھنا چاہئے کہ ایسے تکلیف دہ حالات میں بچوں کی وجہ سے نہ عورت بچوں کے باپ کو تکلیف دے، نہ مرد بچوں کی ماں کو تکلیف دے۔ پس وہ باپ جو بچوں پر قبضہ کر کے ماؤں کو ملنے نہیں دیتے اور وہ مائیں اپنی نفرت کی وجہ سے جو انہیں اپنے سابقہ خاوندوں سے بعض دفعہ ہو جاتی ہے اپنے بچوں کو ان کے باپوں سے ملنے نہیں دیتیں وہ بھی غلط کرتی ہیں اور اس کی اصلاح ہونی چاہئے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہر نیکی کرنے کے بعد یہی فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا تمہیں مقدم ہونی چاہئے۔

اسی طرح **ماں باپ کی وراثت میں بھی اور خاوندوں اور بچوں کی وراثت میں بھی اسلام عورت کو حق دیتا ہے۔** پس ہر قسم کے حقوق ہیں جو اسلام نے قائم کئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے عورت کو حقوق دیئے ہیں، انسانی فطرت کو مدّ نظر رکھتے ہوئے یہ حقوق دیئے ہیں۔ عورت مرد کی ضرورت کو مدّ نظر رکھتے ہوئے اور انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہوئے یہ حقوق دیئے ہیں۔ پس ہم ان حقوق کا انسان کے قائم کئے ہوئے حقوق سے کس طرح مقابلہ کر سکتے ہیں۔

آج حقوق کے نام پر عورت کے لئے ایسی ایسی آزادیاں اور ایسے ایسے حقوق قائم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے جو صاف لگتا ہے کہ صرف دکھاوا ہے یا بدلے لئے جا رہے ہیں یا غصہ کے اظہار کئے جا رہے ہیں۔ ایک وقت آئے گا جب

ان کو خود احساس ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے عورت اور مرد کی جو فطرت رکھی ہے اس کے مطابق جہاں اشتراک ہے وہاں ایک جیسے حق قائم کئے۔ جہاں **عورت کی کمزور فطرت کے مطابق اسے زیادہ تحفظ کی ضرورت ہے اسے وہاں اسلام نے زیادہ تحفظ دیا۔** اور جو باتیں مردوں کے کرنے کی ہیں ان میں مردوں کو بھی ذمہ دار ٹھہرایا گیا اور جب ان اپنے زعم میں ترقی پسند لوگوں کو اپنے بنائے ہوئے قوانین آزادی میں کمزوریاں نظر آئیں گی، ایک وقت آئے گا جب نظر آئیں گی، تو پھر یہ اس کمزوری کو دور کرنے کے لئے کسی بہتر حل کی تلاش میں ہوں گے اور اُس وقت صرف اسلام ہی بہتر حل پیش کر سکے گا۔

پس کسی بھی قسم کے احساس کمتری میں ہمیں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ ایک حق جو تھوڑا عرصہ ہوا برطانیہ کے سابق وزیر اعظم نے عورتوں کو دیا کہ عورتیں باقاعدہ لڑنے والی فوج میں شامل ہو سکتی ہیں اس پر ابھی بعض پرانے تجربہ کار جرنیلوں نے تبصرے شروع کر دیئے ہیں اور بعد میں یہ جو نتائج سامنے آئیں گے تو اور مزید پتا لگے گا۔ یہ تبصرے کرتے ہیں کہ اس سے ہماری فوج کمزور ہو گی اور مرد فوجی بجائے لڑنے کے، جنگ میں اپنی عورت فوجیوں کو بچانے کی طرف توجہ رکھیں گے اور لڑائی کی طرف صحیح طرح concentrate نہیں کر سکیں گے اور یہ حقیقت ہے۔

بچوں کی تربیت

اسلام کہتا ہے کہ عورت کا اصل مقام اس کے گھر میں بچوں کی تربیت ہے اور جب مرد گھر سے باہر کام کر رہے ہوں حتی کہ دین کو ختم کرنے والوں کے خلاف جہاد کر رہے ہوں تو ان کو جو ثواب ملے گا اتنا ہی عورتوں کو اپنے گھروں میں اپنے بچوں کی صحیح تربیت کرنے اور انہیں ملک و قوم کا فائدہ مند وجود بنانے پر ملے گا۔

پس اسلام نے اگر ایک کام سے عورت کو منع کیا ہے تو اس کے نہ کرنے کی وجہ سے اس پر جو اجر ملنا ہے اس سے اسے محروم نہیں کیا بلکہ اتنا ہی اجر دوسرے کام کا اسے دے دیا جو مرد نہیں کر سکتے۔

اسلام عورت کو کمتر یا کمزور نہیں سمجھتا۔ بچوں کی پیدائش کے دوران اور اس کی پرورش کے لئے جو تکلیفیں عورت اٹھاتی ہے اس کا نہ مرد تصور کر سکتا ہے نہ اسے برداشت کر سکتا ہے۔نہ یہ کام کر سکتا ہے۔ اس لحاظ سے عورت کے اعصاب جتنے مضبوط ہیں مرد اس کے قریب بھی نہیں پھٹک سکتا۔ عورت کے کام کی اس اہمیت کے پیش نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پوچھنے والے کو، ایک سوال کرنے والے کو تین مرتبہ یہ فرمایا کہ تیری ماں تیرے حسن سلوک کی سب سے زیادہ حق دار ہے اور چوتھی مرتبہ فرمایا پھر تیرا باپ۔

(صحیح البخاری کتاب الادب باب من احق الناس... حدیث 5971)

بہترین فعال اور کارآمد شہری بنانے اور اس کی اچھی اور نیک تربیت کرنے کی وجہ سے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔

(سنن النسائی کتاب الجہاد باب الرخصۃ فی التخلف لمن لہ والدۃ حدیث 3104)

پس جیسا کہ مَیں نے کہا ہم دنیا کو یہ بتائیں اور اسی طرح اپنی نسلوں کے ذہنوں میں بھی یہ ڈال دیں کہ عورت کے حقوق کی اسلام حفاظت کرتا ہے اور اسے ایک مقام دیتا ہے تو ہم ایک وقت میں دنیا کو باور کرانے والے ہو جائیں گے، ثابت کرنے والے ہو جائیں گے کہ اسلام ہی عورت کے حقیقی حقوق قائم کرتا ہے۔ اور اپنی نسلوں کے ذہنوں میں بھی یہ ڈالنے والے ہوں گے۔ اگر لڑکے ہیں تو انہیں بتانا ہے کہ شریعت نے تم پر عورت کے حقوق کی ذمہ داری ڈالی ہے۔ ہر ماں اپنے لڑکے کی، اپنے بچے کی اس طرح تربیت کرے تو بہت سارے مسائل گھروں کے بھی حل ہو جائیں گے کہ عورت کے حقوق کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے، شریعت میں تم پر ڈالی ہے اور اس ذمہ داری کو ادا نہ کرنا گناہ ہے تو آئندہ آنے والے احمدی مسلمان مرد مسلمان عورت کے بلکہ ہر عورت کے حقوق کے علمبردار بن جائیں گے اور بجائے دنیا داری یا دنیا داروں کی بات کو اہمیت دینے کے اور اس بات کو اہمیت دے کر عورت کے حقوق کے لئے دنیاداروں کی طرح لڑنے کے اسلام کی تعلیم کے مطابق یہ حقوق قائم کروانے کی کوشش کریں گے۔ پس اگر مائیں اپنے گھروں سے یہ تربیت

شروع کریں گی تو وہیں لڑکے ان حقوق کے لئے لڑنے والے ہوں گے بجائے اس کے کہ دنیاوی تنظیموں کے پاس جائیں اور ہماری لڑکیاں اپنے حقوق کے لئے دنیاوی تنظیموں کے پاس جانے کی بجائے اسلام کے دیئے ہوئے حقوق کی پاسدار بن جائیں گی اگر لڑکیوں کی تربیت کی جائے کہ اسلام تمہیں کیا حقوق دیتا ہے اور پھر یہ بات آئندہ نسلوں میں بھی اگر ڈالتے چلے جائیں تو عورتوں کے حقوق کا ایک خوبصورت معاشرہ قائم ہو جائے گا۔

عورتوں کی ذمہ داریاں

پس آج احمدی عورتیں اور احمدی لڑکیاں اس کی اہمیت کو سمجھیں اور اس ذمہ داری کو اٹھالیں تو آئندہ آنے والی نسلیں چاہے وہ کسی قوم سے تعلق رکھتی ہوں ان کے حقوق کی علمبردار آپ ہو جائیں گی۔ دنیا آپ کی طرف دیکھ کر حقوق قائم کرنے کے لئے رہنمائی لے گی۔ آپ وہ ہوں گی جو ہر قوم کی عورت کو غلامی کی زنجیروں سے آزاد کروانے والی ہوں گی اور انہیں آزاد کروا کر ان کے حقوق ادا کرنے والی ہوں گی۔ اور مَیں مردوں سے بھی کہتا ہوں کہ اس عظیم مہم میں عورتوں کے مددگار بنیں۔

آج مذہب کے خلاف قوتیں انسانی حقوق کے نام پر دنیا کو مذہب سے دور لے جا رہی ہیں اور یہ ہمارے لئے بہت بڑا چیلنج ہے۔ ہم نے حقوق کے قیام کے نام پر

ہی دنیا کو مذہب کے قریب لانا ہے۔ دنیا یہ کہتی ہے کہ مذہب حق نہیں دیتا۔ ہم نے بتانا ہے کہ مذہب حق دیتا ہے اور انہی حقوق کی وجہ سے ہم تمہیں مذہب کے قریب لاتے ہیں اور ہم نے لانا ہے جس کے لئے ہماری عورتوں کو بڑا کردار ادا کرنا ہو گا اور ہمیں ان کے مددگار بننا ہو گا۔

اللہ تعالیٰ کرے کہ ہر عورت بھی اپنی ذمہ داری ادا کرنے والی ہو اور صحیح اسلامی تعلیم پر خود بھی عمل کرنے والی ہو اور اپنی نسلوں کو بھی عمل کروانے والی ہو اور اسے اللہ تعالیٰ کی رضا مقدم ہو تا کہ دنیا اسلام کی تعلیم کا اور عورت کے حقیقی حقوق کا اصل چہرہ دیکھ سکے۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی عورت کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ اب دعا کر لیں۔

(مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 16 دسمبر 2016)

☆☆☆

جلسہ سالانہ جرمنی کے موقع پر 03 ستمبر 2016ء کو

بمقام کالسروئے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا

مستورات سے خطاب

- عورت اور مرد کے حقوق کا تعین
- اسلام میں عورت اور مرد کے حقوق کا تعین۔ فطرتی خصوصیات کے مطابق
- اسلام عورت اور مرد کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس دلاتا ہے
- بیوی کے رشتہ داروں سے حسن سلوک
- دوسروں کے حق ادا کرنے کی طرف توجہ دیں
- بچے کی اصل تربیت ماں کی گود ہی ہے
- دیندار مائیں بننے کی کوشش کریں

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیكَ لَہٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ - بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۔ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ۔ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۔

عورت اور مرد کے حقوق کا تعین

آجکل دنیا میں عورت اور مرد کے حقوق کی بڑی بات ہوتی ہے اور اس کے اظہار میں اس قدر شور مچایا جانے لگا ہے کہ دنیا والے اس بات پر غور کرنے سے انکاری ہیں کہ حقوق کی حدود کو بھی متعین کر لیں۔ یہ دیکھ لیں کہ کہاں انسان کی بناوٹ کے اعتبار سے جس میں جسمانی بناوٹ بھی ہے اور فطری صلاحیتیں بھی ہیں فرق کی ضرورت ہے۔ ان بناوٹوں میں جو فرق ہے اس کو بھی تو دیکھنا چاہئے۔ کون کون سے حقوق ہیں جو مرد اور عورت کے ایک جیسے ہونے چاہئیں اور کہاں ان میں فرق کی ضرورت ہے۔ اور اگر عورت اور مرد کے حقوق میں فرق کئے جانے کی ضرورت ہے تو کس لئے؟ کیا مرد کی برتری ثابت کرنے کے لئے؟ کیا عورت کو اس کی کمزوری کا احساس دلانے کے لئے؟ کیا عورت کی فطرت سے ناجائز فائدہ اٹھانے

کے لئے؟ اگر تو اس لئے عورت اور مرد کے حقوق میں غور کیا جائے اور اس فرق کو قائم کرنے کی کوشش کی جائے تو یہ یقیناً عورت پر ظلم ہے۔ دنیاداروں نے تو اس ظلم کے خلاف آج آواز اٹھائی ہے۔ اسلام نے تو آج سے چودہ سو سال پہلے اس ظلم کے خلاف آواز اٹھائی تھی۔ اس کی قرآن کریم کے حوالے سے کچھ تفصیل مَیں جلسہ سالانہ یوکے (UK) میں لجنہ کی تقریر میں بیان کر چکا ہوں۔

لیکن جیسا کہ میں نے کہا کہ ان حقوق کے بارے میں آجکل بہت کچھ کہا جاتا ہے اور یہاں جرمنی میں بھی اس بارے میں بہت شور مچایا جاتا ہے اور ہماری بچیاں اور عورتیں بھی بعض دفعہ اس بات سے متاثر ہو جاتی ہیں اور سمجھتی ہیں کہ یہ شاید عورتوں کے حقوق کے چیمپیئن ہیں اور ہمارے حقوق قائم کرنے کی جو یہ کوشش کر رہے ہیں حقیقتاً قابل تعریف ہے۔ یہ ان عورتوں کے حقوق دلوانے کی کوششوں میں تو شاید قابل تعریف ہوں جو ہمیشہ سے حقوق سے محروم تھیں اور جن کو نہ مذہب نے وہ حقوق دیئے جن کی وہ حقدار تھیں اور نہ ملکی قانون نے وہ حقوق دیئے جن کی وہ حقدار تھیں۔ لیکن ایک مسلمان عورت یہ نہیں کہہ سکتی کہ مجھے آزادی دلوانے اور میرے حقوق قائم کروانے میں عورتوں کے حقوق دلوانے کی تنظیموں کا کوئی ہاتھ ہے۔

اسلام میں فرق ضرور ہے۔

اسلام میں عورت اور مرد کے حقوق کا تعین۔ فطرتی خصوصیات کے مطابق

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تو جو تعلیم قرآن کریم میں دی ہے اور تفصیل سے ہر طبقے کے جو حقوق قائم کئے ہیں اس کا مقابلہ نہ کوئی قانون کر سکتا ہے، نہ ہی کوئی قانون قائم کرنے والے تنظیموں کے دستوروں میں ان کو اس نظر سے دیکھا گیا ہے جس نظر سے قرآن کریم نے دیکھا ہے۔ جس طرح اسلام دیکھتا ہے۔ ہاں اسلام پر اعتراض کرنے والے یہ اعتراض بیشک کر سکتے ہیں کہ ان حقوق کی پاسداری اور ان پر سو فیصد عمل یا اکثر حصے پر عمل ہمیں اسلامی حکومتوں میں، اسلامی ممالک میں نظر نہیں آتا۔ لیکن یہ اعتراض اسلام کی تعلیم پر نہیں ہو سکتا۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اسلام اپنے قوانین میں عورتوں کے حقوق کی حق تلفی کرتا ہے۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ مسلمانوں کو اپنی جس شرعی کتاب پر ناز ہے کہ وہ ہر معاملے کا حل پیش کرتی ہے اور بہترین حل پیش کرتی ہے اس نے تو عورتوں کے حقوق کی نفی کی ہے یا ان کا خیال نہیں رکھا۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرتا ہے تو ظلم کرتا ہے۔ ہاں اسلام میں عورت مرد کے حقوق کی فلاسفی اور دنیاوی قوانین یا سوچ کے تحت بنائے گئے حقوق کی تعریف میں فرق ضرور ہے۔

اسلام دین فطرت ہے اور عورت اور مرد کے حقوق کا تعین بھی دونوں کی فطرتی خصوصیات کے مطابق کرتا ہے۔ یا ہم کہہ سکتے ہیں کہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے یعنی مرد اور عورت اس لئے ان کے حقوق و فرائض بھی ان دو قسموں کے مطابق رکھے ہیں۔ پس حقوق کا قائم ہونا اسلام کے نزدیک اس فرق کو سامنے رکھتے ہوئے ہونا چاہئے۔ ہاں جہاں ان دونوں قسموں میں اشتراک پایا جاتا ہے، جہاں حقوق مشترک ہیں جس کا میں لجنہ کی یوکے (UK) کی تقریر میں بڑی تفصیل سے ذکر کر چکا ہوں کہ کہاں کہاں اللہ تعالیٰ مردوں اور عورتوں کو ایک جیسے حقوق دلواتا ہے۔ ان کے اعمال کی جزا ہے اور دوسرے بہت سارے کام ہیں جہاں اشتراک ہے وہاں حقوق مشترک ہیں جہاں اختلاف پایا جاتا ہے وہاں مختلف حقوق اور ضروریات کو بیان کیا گیا ہے۔

مثلاً خوراک ہے، پانی ہے، زندگی کو قائم رکھنے کے لئے یہ ضروری چیزیں ہیں۔ مرد بھی کھاتا ہے اور عورت کے لئے بھی اپنی زندگی کو قائم رکھنے کے لئے خوراک کی ضرورت ہے۔ لیکن بعض حالات میں جب عورت حمل اور بچے کے پیدائش کے دور سے گزر رہی ہو اس کو بہترین غذا کی بھی ضرورت پڑتی ہے اور اس کو سب دنیادار بھی تسلیم کرتے ہیں، ڈاکٹر بھی تسلیم کرتے ہیں کیونکہ اس عرصہ میں عورت کے جسم کے بعض حصے ایسی غذا چاہتے ہیں جو اس وقت عورت اور بچے کے لئے ضروری ہے۔ اسلام نے کس قدر باریکی میں جا کر ان باتوں کا خیال رکھا ہے کہ

بچہ کو دودھ پلانے کے دوران عورت کے حق کا تحفظ کس طرح کیا ہے۔

اگر عورت مرد کی طلاق ایسے وقت میں ہو جائے جب عورت اپنے اور اس مرد کے بچے کو دودھ پلا رہی ہو تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بچہ کے دودھ پلانے کے دوران ماں کا کھانے پینے کا تمام خرچ مرد کے ذمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ (البقرۃ:234)اور جس کا بچہ ہے اس کے ذمہ حسب دستور دودھ پلانے کے دوران اس عورت کا کھانا اور اس کی پوشاک مرد کے ذمہ ہے۔ اور کھانے اور کپڑے سے مراد اخراجات ہیں نہ کہ صرف روٹی اور لباس کہ جس طرح نوکر کو دے دیا۔ عورت نوکر نہیں ہے۔ وہ اس کے بچے کی ماں ہے۔ اور معروف سے مراد ہے باپ بھی مقدرت کے لحاظ سے یعنی امیر اپنی طاقت کے لحاظ سے اور غریب اپنی طاقت کے مطابق دے۔ معروف کا یہ مطلب ہے۔ یہ ذکر طلاق کے ضمن میں کر کے واضح کر دیا کہ عام دودھ پلانے والی عورت مراد نہیں۔ یہاں اس کا ذکر نہیں ہو رہا کہ جو بعض قبیلوں میں رواج تھا اس زمانے میں بھی اور پرانے زمانے میں بھی کہ دودھ پلانے والی عورتیں رکھ لیتی تھیں۔ ان کے کھانے پینے کے خرچ کا ذکر نہیں ہو رہا بلکہ بچہ کی ماں کے کھانے پینے کا ذکر ہو رہا ہے۔ جہاں ماں پر فرض ہے کہ مقررہ وقت تک دودھ پلائے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق زیادہ سے زیادہ دو سال ہے، وہاں باپ پر بھی فرض ہے کہ بچہ کی ماں کا تمام خرچ اٹھائے اور عام نوکر یا مزدور کی طرح نہیں اٹھائے بلکہ فرمایا کہ اپنی

طاقت کے مطابق، جو تمہارے وسائل ہیں، اس کے مطابق خرچ کرو۔ یہ نہیں کہ جب بیوی تھی تو زیادہ خرچ کرتے تھے، جب طلاق دے دی تو اور سلوک ہونے لگ جائے۔ جب تک بچہ ماں کا دودھ پی رہا ہے ماں کا خرچ اسی طرح دینا باپ پر فرض ہے جس طرح وہ پہلے بیوی کی حیثیت سے اس کا خرچ اٹھاتا تھا۔ یہ کوئی احسان نہیں ہے جو عورت پر کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ احسان نہیں ہے بلکہ عورت کا حق ہے جو تم نے اسے دینا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس حق کو عورت کو دلوایا۔ یہ حق قائم کر کے عورت کو ذلت سے بھی بچایا گیا ہے۔

پس اس طرح بظاہر معمولی باتوں سے بھی اسلام عورت کا حق قائم کر کے مرد کو اس کے فرائض کا احساس دلاتا ہے۔ پس اسلام تو ہر بات میں عورت کو تحفظ فراہم کرتا ہے۔ جب طلاق کے بعد اتنا خیال رکھنے کا حکم ہے تو مرد کے لئے بیوی کی حیثیت سے تو اور بھی زیادہ خیال رکھنے کی ضرورت ہے۔

پھر باوجود اس کے کہ اسلام کہتا ہے کہ مرد اور عورت کی ذمہ داریوں میں فرق ہے۔ جسموں کی بناوٹ مختلف ہے۔ لیکن عقل سے جس طرح اللہ تعالیٰ نے مرد کو نوازا ہے اسی طرح عورت کو بھی نوازا ہے۔ علم حاصل کرنے کا حکم جس طرح مرد کو ہے اسی طرح عورت کو بھی ہے۔ گویا **خدا تعالیٰ نے مرد اور عورت کو برابر کی ترقی کرنے کا مادہ بھی دیا ہے** اور دونوں کو عقل دی ہے کہ اس کو

استعمال کر کے اپنی ذہنی صلاحیتوں کو اجاگر کر کے ایک دوسرے سے آگے بڑھ سکتے ہو۔ نہ مرد یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ عقل اور دماغ صرف مجھے ہی دیا گیا ہے اور میں ہی اس کے ذریعہ ترقی کرنے کا حق رکھتا ہوں، نہ ہی عورت اس بات کا دعویٰ کر سکتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے جو عقل دی ہے، جو ذہن دیا ہے اس سے علم و عرفان دونوں حاصل کر سکتے ہیں۔ کوئی مرد نہیں کہہ سکتا کہ ایک جگہ پہنچ کر عورت کے علم و عرفان کی صلاحیتیں ختم ہو جاتی ہیں اور مرد کی جاری رہتی ہیں۔ اسی طرح زبان مرد اور عورت کو ایک طرح دی ہے۔ اگر مرد بڑے بڑے مقرر ہو سکتے ہیں اور اپنے علم و عرفان کو بیان کرنے کی صلاحیت رکھ سکتے ہیں تو عورتیں بھی بڑی بڑی مقرر بن سکتی ہیں اور ہیں۔ اور عورت کا یہی علم و عرفان اور ترقی کا معیار ہے جو صحابہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے علم حاصل کرنے کے لئے لیکچر لیتے تھے۔ پس علم و عرفان میں بڑھنے اور مردوں کو بھی پڑھانے کا راستہ اسلام نے چودہ سو سال پہلے کھولا ہے اور جہاں ضرورت ہے اس کو استعمال کیا ہے۔ بالکل کھلی چھٹی نہیں دی بلکہ اگر حقیقت میں ضرورت ہے تو اس کو استعمال کیا ہے۔ لیکن ساتھ ہی عورت کے حیا اور تقدس کا بھی خیال رکھا ہے اور پردہ کی رعایت سے ان باتوں کی اجازت دی ہے۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ ہاتھ پاؤں وغیرہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں اور مردوں کو برابر دیئے ہیں مگر اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ **عورت اور مرد کے ہاتھ پاؤں اور اعصاب میں قوت اور طاقت میں اللہ تعالیٰ نے فرق رکھ**

دیا ہے۔ یعنی مردوں کو زیادہ طاقت دی ہے اور عورت کو کم۔ مثلاً اعصاب کی طاقت مردوں میں عورتوں کی نسبت زیادہ ہے۔

ایک سروے یوکے (UK) میں ہوا تھا جس سے پتا چلا کہ کام پر آنے جانے کی وجہ سے **عورتوں پر اعصابی اور نفسیاتی تناؤ اور سٹریس (stress) مردوں کی نسبت چار گنا زیادہ ہوتا ہے۔** اس لئے جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مرد عورت پر قوّام ہے تو اس سے یہ بھی مطلب ہے کہ اس کے اعصاب بھی مضبوط ہیں۔ آپس میں گھروں میں بڑے مسائل پیدا ہوتے ہیں، معاملات ہوتے ہیں۔ لیکن معاملات کو ٹھیک رکھنے میں، مسائل کو حل کرنے میں مردوں کو برداشت کا مادہ دکھانا چاہئے۔ جب اعصاب میں فرق رکھا تو عورت کا حق بھی قائم کر دیا اور مرد کو نصیحت بھی کر دی کہ تم قوّام ہو اس لحاظ سے تمہارا فرض زیادہ بنتا ہے کہ اپنے اعصاب کو کنٹرول میں رکھو۔ اسی طرح مرد عورت کی نسبت اپنے قویٰ کی مضبوطی کی وجہ سے بوجھ بھی زیادہ اٹھا سکتا ہے۔ اگر مرد عورت کو یہ کہے کہ تم بھی میرے جتنا وزن اٹھاؤ تمہیں بھی اللہ تعالیٰ نے بازو دیئے ہوئے ہیں تو یہ عورت پر زیادتی ہے اور اس کے عورت ہونے کے حق کی نفی ہے۔ لیکن جو ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے عورت پر ڈالی ہے اس کے انجام دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے اعصاب کو بھی مضبوط کر دیا ہے۔ ایک جگہ اعصاب اتنے مضبوط نہیں کہ کام پر

آنے جانے کی وجہ سے اس کا تناؤ اعصابی مردوں کی نسبت چار گنا زیادہ ہوتا ہے۔ دوسری طرف جہاں ضرورت تھی وہاں اعصاب بھی دے دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے اعصاب کو مضبوط بھی کر دیا اور جہاں برداشت کی زیادہ ضرورت تھی اس میں برداشت کا مادہ بھی مرد سے کئی گنا زیادہ دے دیا۔ مثلاً صبر ہے اور برداشت ہے۔ یہ صلاحیت بعض حالات میں مرد کی نسبت عورت میں بہت زیادہ ہے۔ اس کی ایک عام مثال بچوں کو پالنے کی ہے۔ عورت بچہ کا رونا چلّانا برداشت کرتی ہے رات میں کئی کئی دفعہ اٹھ کر اسے دودھ پلاتی ہے۔ اس معاملے میں **عورت کے صبر کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔** بعض مرد تو ایسے ظالم ہوتے ہیں کہ بچے کے تھوڑی دیر تک رونے چلانے کی وجہ سے بچہ کو مارنے لگ جاتے ہیں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دفعہ اس مضمون کو بیان فرما رہے تھے کہ عورت اور مرد میں فطرت کے مطابق کیا فرق ہے اور یہ فرق بیان فرمانے کے بعد جب آپ نے عورت کی مثال بچے کے رونے کے برداشت کرنے کے بارے میں دی تو فرمایا کہ اس معاملے میں اللہ تعالیٰ نے عورت کا دل پہاڑ جیسا بنایا۔ آپ نے لکھا کہ بڑے بڑے مضبوط اعصاب کے لوگ اور بڑے فلاسفر جو ہیں ان کے سپرد اگر بچہ کرو اور بچہ رونے والا ہو تو شام تک وہ شخص نیم پاگل ہو جائے گا لیکن عورتیں بڑی ہمت سے اسے برداشت کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عورت کو اس معاملہ میں ایسی طاقت دی ہے کہ حیرت انگیز ہے۔ لیکن اس کے مقابلہ میں جنگ میں مرد کام آتے ہیں۔ یہاں پر

عورت کتنی ہی صابر اور ہوشیار کیوں نہ ہو گھبر اجائے گی۔ جبکہ بچوں کی پرورش کے معاملہ میں جاہل سے جاہل عورت عقلمند سے عقلمند شخص کے مقابلہ میں بھی زیادہ معاملہ فہم اور عقلمند ثابت ہو گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عورت کے کام کے لحاظ سے اس کی فطرت میں ہی صبر رکھا ہے۔ اس لئے شاید چند ہی مرد ہوں جو اس معاملہ میں صبر دکھا سکیں ورنہ عموماً مردوں میں سواں حصہ بھی عورت کے مقابلہ میں صبر نہیں ہے۔ بعض مرد بچوں کو سنبھال بھی لیتے ہیں۔ پرسوں ہی میں یہاں سے جب نماز پڑھانے جارہا تھا، مَیں نے دیکھا فجر کی نماز پہ ایک شخص نے دو سال کا بچہ گود میں اٹھایا ہوا تھا جو ساتھ ہی اس کے سو رہا تھا، شاید ہال میں ہی سو رہا تھا اس نے بچہ کو سنبھالا ہے۔ کیا وجہ تھی اللہ بہتر جانتا ہے لیکن بہرحال اس کو چپ کرانا اور اس کو سنبھالنا، بڑے صبر سے وہ کام کر رہا تھا۔ تو ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں لیکن چند ایک۔ اس کے مقابلہ میں ہر عورت کو اللہ تعالیٰ نے فطرت دی ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک موقع پر عورتوں کے صبر کے بارے میں فرمایا کہ عورت کھانا پکانا، لکھنا پڑھنا سب کام کرتی ہیں اور ساتھ ہی بچوں کی نگہداشت اور ان کے رونے چلّانے سے ذرا نہیں گھبراتیں۔ ان کو بھی ساتھ ساتھ پال رہی ہوتی ہیں۔ اگر بالفرض کبھی گھبرا بھی جائیں اور بے چینی کا اظہار کر بھی دیں، چڑ بھی جائیں تو ذرا سی چپت لگا دی بچے کو اور پھر دوبارہ گلے لگا لیا۔ تو یہ عورت کی فطرت ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے عورت اور مرد کی فطرت ہی علیحدہ بنا دی

ہے اور اس کے مطابق کام بھی علیحدہ کر دیئے ہیں۔ تو پھر یہ سوال ہی جاہلانہ ہے کہ ہر معاملہ میں برابری دو یا ان کے کام بدل دو۔ جس طرح مطالبات روزمرہ ہوتے ہیں کوئی بعید نہیں کہ یہ مطالبہ بھی ہونے لگ جائے کہ ان کے کام بھی بدل دو۔ مرد عورتوں کے کام کریں۔ عورتیں مردوں کے کام کریں۔ ایسی باتیں اب شروع ہو چکی ہیں۔

برطانیہ کے سابق وزیر اعظم نے اپنے ملک میں اجازت دے دی کہ اب فوج کے اس حصہ میں بھی عورتیں شامل ہو سکتی ہیں جو لڑنے والی فوج ہے اور ان کے مطابق یہ عورت کا حق اور برابری کا تقاضا ہے جو اس کو مرد کے برابر ہونا چاہئے کہ وہ فوج میں بھی لڑے۔ اس پر خود ان کے جرنیلوں نے آواز اٹھائی ہے کہ یہ غلط ہے۔ یہ کیا بیوقوفی والی بات ہے۔ بلکہ سابق فوجیوں نے تو کھلے طور پر کہا ہے کہ یہ فوج کو کمزور کرنے والی بات ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے عورت مرد کے قویٰ اور طاقتوں میں فرق رکھ دیا تو پھر ایسے فیصلے سوائے نقصان پہنچانے کے اور کوئی نتیجہ نہیں نکالیں گے۔ فوجیوں نے یہ بھی کہا کہ اگر عورت فرنٹ لائن پر جا کر لڑتی ہے تو مرد فوجی جو ہے وہ لڑائی پر توجہ دینے کی بجائے، دشمن سے لڑنے کی بجائے اپنی فوجی عورتوں کو بچانے کی طرف توجہ دیں گے۔ ان کی توجہ ساری اس طرف رہے گی۔ گزشتہ دنوں برطانیہ میں ایک ٹی وی پروگرام آرہا تھا۔ ایک خبر پر تبصرہ تھا، اخبار کی خبر تھی کہ روسی فوج کو برطانوی فوج پر کچھ برتری حاصل ہے تو اس پر پروگرام

کرنے والے نے ازراہِ مذاق کہا کہ شاید اس لئے کہ اب برطانوی فوج میں عورتیں بھی شامل ہو جائیں گی۔ تو یہ خود ان لوگوں کو احساس ہے کہ یہ فرق ہیں۔ یہ خود سمجھتے ہیں کہ عمومی حالات میں عورت مرد کی ذمہ داریاں اس کے قویٰ کے فرق کی وجہ سے مختلف ہیں۔ پس اس فرق کو سمجھنا چاہئے۔

اسلام عورت اور مرد کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس دلاتا ہے

اسلام ایسا خوبصورت مذہب ہے جو اس فرق کو سامنے رکھتے ہوئے عورت اور مرد کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس دلاتا ہے۔ دنیا میں مرد نے عموماً عورت پر زیادتی کی اور ہر معاملہ میں اختلاف کرتے ہوئے اپنی برتری ظاہر کرنے کی کوشش کی اور عورت نے بھی اس کے ردّ عمل میں اب اپنے حقوق کے لئے ہر بات میں برابری کا مطالبہ کر دیا۔ دونوں کی غلطی ہے جس کی اصلاح ہونی چاہئے۔ اور ہم احمدیوں نے جو حقیقی اسلام پر عمل کرنے والے ہیں اس غلطی کی اصلاح کرنی ہے۔

افسوس یہ ہے کہ ہمارے اندر بھی **ایسے مرد ہیں جو عورت کو حقیر سمجھتے ہیں۔** دو چار نہیں کئی عورتیں ہیں جو مجھے زبانی بھی کہتی ہیں اور خط بھی لکھتی ہیں کہ ہمارے خاوند شادی کے بعد چاہتے ہیں کہ ہم اپنے رشتہ داروں سے قطع تعلق کر لیں کیونکہ اب ہم ان کی بیویاں بن گئی ہیں اور بیوی نے بہرحال ہر معاملے میں خاوند کی بات ماننی ہے۔ حتی کہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اپنے ماں باپ سے بھی نہیں ملنا۔

ان سے ملنے سے بھی روک دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صرف ہمارے رشتہ داروں سے تم نے تعلق رکھنا ہے۔ اور اس حد تک بعض مرد بڑھ جاتے ہیں جیسا کہ مَیں نے کہا کہ بیویوں کے قریبیوں اور ماں باپ سے صرف یہ نہیں کہ ملنا نہیں بلکہ ان کی ذلّت اور تحقیر کرنے لگ جاتے ہیں۔ عورتوں کو جذباتی تکلیفیں دیتے ہیں۔ یہ نہیں سوچتے کہ عورت کے بھی جذبات ہیں۔ عورت کے سینے میں بھی دل ہے۔ ہمارے ملکوں میں جہاں ابھی تک جہالت ہے بلکہ وہاں سے آئے ہوئے ان ملکوں میں بھی رہنے والوں میں یہ جہالت ہے اور وہ یہاں آکر بھی اس جہالت میں گرفتار ہیں اور عورت کے جذبات کی پرواہ نہیں کرتے۔

یہاں میں یہ بھی کہوں گا کہ **ان ظلموں کے پیچھے بعض اوقات ساسوں کا بھی ہاتھ ہوتا ہے** اور وہ اپنا وقت بھول جاتی ہیں۔ اگر ان کے خاوندوں نے ان سے برا سلوک کیا یا ان کے خاوندوں نے اپنی ماؤں کے کہنے پر ان سے برا سلوک کیا اور رشتہ داری کے تقاضے پورے کرنے کے بنیادی حقوق سے محروم کیا تو اس کا ردّ عمل تو ان بوڑھیوں میں یہ ہونا چاہئے تھا کہ وہ اپنی بہوؤں سے نیک سلوک کرتیں لیکن جیسا کہ مَیں نے کہا کہ جہالت الٹا ردّ عمل دکھاتی ہے اور ساسیں بات بات پر غلط ردّ عمل دکھا کر لڑائی شروع کر دیتی ہیں۔

یو کے (UK) جلسہ سالانہ پر جب میں نے والدین کے ساتھ حسن سلوک اور ان کا حق ادا کرنے کے بارے میں بیان کیا تو جلسہ کے بعد ایک دوست جو امریکہ سے آئے ہوئے تھے مجھے ملے اور کہنے لگے کہ ساس بہوؤں کے بارے میں بھی انصاف کرنے کے متعلق آپ کو کچھ کہنا چاہئے تھا۔ اسلام تو ہر جگہ پر عدل کا تقاضا کرتا ہے، ہر ایک کو حق دلواتا ہے۔ گو لجنہ کی تقریر میں وہاں مَیں مختصراً ذکر کر چکا تھا لیکن لگتا ہے کہ خاص طور پر جو ہمارا مشرقی دماغ ہے اپنی روایات اور اپنی سوچ کو بعض معاملات میں مذہب کی تعلیم کے مطابق نہ چلانے میں بہت بڑھا ہوا ہے۔ مذہب پیچھے چلا جاتا ہے اور ان کی سوچیں غالب آجاتی ہیں۔ پس اپنی سوچوں کو اسلامی تعلیم کے مطابق چلائیں۔ **ایک دوسرے کا حق ادا کریں۔** خاوند بیوی کا اور ساس بہو کا اور اس طرح بہو خاوند اور ساس کا، ہر ایک اگر اپنے ذمہ حق ادا کر رہا ہو تو کبھی حقوق کی تلفی کا الزام اسلام کی تعلیم پر نہیں لگ سکتا۔

بیوی کے رشتہ داروں سے حسن سلوک

بیوی کے رشتہ داروں سے حسن سلوک اور ان کے جذبات کا خیال رکھنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ کیا تھا۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ آپ کی بیوی ام حبیبہ کی ران پر ان کے بھائی سر رکھ کے لیٹے ہوئے ہیں اور وہ ان کے بالوں میں انگلیاں پھیر رہی تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ام حبیبہ کیا آپ کو معاویہ بہت پیارا ہے؟ یہ ابو سفیان کی بیٹی تھیں۔ اور بھائی کا نام معاویہ تھا۔ کہ کیا آپ کو بہت پیارا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے بھی یہ بہت پیارا ہے تمہاری وجہ سے۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد۔ تالیف الحافظ نور الدین علی بن ابی بکر بن سلیمان الھیثمی المصری۔ الجزء التّاسع صفحہ 441۔ الطبعۃ الاولی 2001ء مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت۔ لبنان)

پس یہ ہے جذبات کا خیال۔

اسی طرح اگر مرد جذبات کا خیال رکھنے والے ہوں تو **عورتوں کو بھی غلط قسم کے مطالبات سے پرہیز کرنا چاہئے۔** اگر مرد اپنی ذمہ داریوں کے فرق کو سمجھ کر اس پر عمل کرنے والے ہوں تو حقوق کے غلط مطالبات بھی کبھی نہ ہوں۔ بعض عورتیں ہوتی ہیں جو زیادتی کرتی ہیں لیکن اگر حقوق ادا ہو رہے ہوں تو پھر میرا نہیں خیال کہ کوئی عورت زیادتی کرے۔

دوسروں کے حق ادا کرنے کی طرف توجہ دیں

بعض دفعہ دنیا والے لوگ بھی مجھ سے سوال کرتے ہیں کہ دنیا میں امن قائم کرنے کے لئے کیا کرنا چاہئے۔ کس طرح معاشرے کو پرامن بنانا چاہئے۔ تو میرا جواب اکثر ان کو یہی ہوتا ہے اور اکثر لوگ اس کو پسند بھی کرتے ہیں کہ امن قائم

کرنے کے لئے ہر ایک اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے اس کو ادا کرنے کی کوشش کرے اور حقوق کا مطالبہ کرنے کی بجائے، یہ مطالبہ کرنے کی بجائے کہ مجھے حق دو، حقوق دینے کی طرف توجہ دے۔ دوسروں کے حق ادا کرنے کی طرف توجہ دے۔ جب ہر ایک حقوق ادا کرنے کی طرف توجہ دے رہا ہو گا تو کسی کا حق غصب ہی نہیں ہو گا اور یہی اسلام کی تعلیم ہے۔ جب وہ حق غصب نہیں ہو رہا تو کوئی پاگل نہیں ہے کہ بلاوجہ مطالبات کرتا رہے۔

عورت یہ دیکھے کہ اس کے فرائض کیا ہیں اور انہیں اس نے کس طرح احسن رنگ میں ادا کرنا ہے۔ ساس بھی، بہو بھی، بیٹی بھی، ماں بھی۔ اور مرد دیکھے کہ اس کے فرائض کیا ہیں اور اس نے انہیں احسن رنگ میں کس طرح ادا کرنا ہے تو گھروں کے جھگڑے بھی ختم ہو جائیں۔ اور عورتیں جو یہ مطالبے کرتی ہیں کہ ہمیں حقوق دیئے جائیں وہ ختم ہو جائیں۔

بچے کی اصل تربیت ماں کی گود ہی ہے

اگر عورت یہ سمجھتی ہے کہ بچے کی تربیت اس کا اوّلین فرض ہے اور اسلام کی یہ تعلیم ہے اور اسلام یہ فرض عورت پر ڈالتا ہے کہ بچے کی تربیت تمہارا اوّلین فرض ہے تو وہ نوکریاں کرنے اور بلاوجہ باہر سہیلیوں کے ساتھ گھومنے اور مجلسوں میں وقت ضائع کرنے کی بجائے بچوں کی تربیت پر توجہ دے گی۔ وہ صرف

اپنے بچے کی تربیت نہیں کر رہی ہو گی بلکہ قوم کے بچوں کی تربیت کر کے انہیں ملک و قوم کا فعال حصہ بنا رہی ہو گی۔ بچوں کی اچھی تربیت ہی جماعت کے لئے بھی اور ملک و قوم کے لئے بھی بہترین اور کارآمد وجود پیدا کر رہی ہو گی۔ حکومتیں بڑی سکیمیں بناتی ہیں کہ بچوں کو پالنے کے لئے انتظام کرے اور مائیں اپنی نوکریوں پر توجہ دیں۔ یہاں بھی شاید کوئی ایسی سکیم بن رہی ہے۔ یہ عورتوں کے حق قائم کئے جانے کے لئے کوشش ہے۔ لیکن ایک وقت میں ان کو احساس ہو گا کہ بچے کی اصل تربیت ماں کی گود ہی ہے۔ ماں کا پیار اور بچوں کی تربیت کا انداز دوسرا کوئی اپنا ہی نہیں سکتا اور اس انداز میں اور اس طریق سے کوئی دوسرا کر ہی نہیں سکتا۔ جائزہ لے کر دیکھ لیں کہ جو بچے سوشل سروس والوں کے ذریعہ سے پلتے ہیں ان میں سے بہت بڑی تعداد ہے جو بگڑ جاتی ہے۔ پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ حکومت ایسی پالیسی بھی بنا رہی ہے کہ مائیں کام کریں اور باپوں کو حکومت کچھ الاؤنس دے جو بچوں کے ساتھ رہیں۔ اگر تو صرف کسی خاص فیلڈ میں کام کرنے والی اعلیٰ تعلیم یافتہ عورت کی ضرورت ہے تو اَور بات ہے۔ اگر اس کو عمومی اصول بنا دیا گیا تو بڑے خطرناک نتائج نکلیں گے۔ یہ ان کی خام خیالی ہے کہ ان کی بڑی کامیابی ہو جائے گی۔ ایک وقت آئے گا جب ان کو خیال ہو گا کہ یہ غلط پالیسی ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ عورت کی گود ہی بچے کی صحیح پرورش گاہ اور تربیت گاہ ہے اور یہی سچ ہے۔

یہاں میں ان عورتوں سے بھی کہوں گا جن کے بچے وقف نَو میں ہیں اور جو سمجھتی ہیں کہ ان کی تربیت کرنا اور ان کو مکمل طور پر سنبھالنا اب جماعت کی ذمہ داری ہے۔ جماعت کی تربیت کی ذمہ داری دینی اور دنیاوی تعلیم کے لئے رہنمائی کرنے کی حد تک تو ہے لیکن بچوں کی بچپن سے نیک ماحول میں اٹھان اور انہیں دینی تربیت دینا، انہیں دین کی اہمیت سمجھانا، انہیں جماعت کے لئے ایک مفید وجود بنانا یہ ماؤں کی ذمہ داری ہے اور باپوں کا بھی اس میں تعاون ضروری ہے کیونکہ مرد اس سے اپنے آپ کو بری الذمہ نہیں کر سکتے۔ یہاں دونوں کو اپنے فرائض ادا کرنے ہوں گے اور عورت کا یہ حق ہے کہ مرد اس معاملے میں اس سے مکمل تعاون کرے۔

حضرت مصلح موعود نے یہ بہت خوبصورت بات بیان فرمائی کہ بچوں کی صحت اور خوبصورتی کے لئے تم بڑی کوشش کرتی ہو، بڑی بے چین ہو جاتی ہو لیکن روح کی خوبصورتی کا جب سوال پیدا ہوتا ہے تو اس کی پرواہ نہیں کرتی۔ اگر ایسا کریں گی تو بہت ظالم ہوں گی کہ روح کی خوبصورتی کا احساس نہ کیا جائے۔ اس کی طرف توجہ نہ دی جائے۔ دنیا داری کی طرف زیادہ توجہ رہے۔ پس احمدی مائیں جو یہ عہد دہراتی ہیں کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گی اس وقت تک اس عہد کو نبھانے والی نہیں ہو سکتیں جب تک اپنے بچوں کے دین کو سنوارنے کے لئے اپنی تمام تر

صلاحیتوں کے ساتھ کوشش نہیں کرتیں اور اگر یہ کوشش نہیں کرتیں تو پھر اپنے عہد کو بھی پورا نہیں کر رہیں۔

دیندار مائیں بننے کی کوشش کریں

لڑکیاں بھی یاد رکھیں کہ انہوں نے کل انشاء اللہ تعالیٰ مائیں بننا ہے تو دنیا دار مائیں بننے کے بجائے جو صرف اپنے دنیاوی حق کا مطالبہ کرتی ہیں وہ دیندار مائیں بننے کی کوشش کریں جو اپنے بچوں کا حق ادا کرنے والی ہوں۔ جن کے بچے ہمیشہ ان کے لئے دعائیں کرنے والے ہوں۔ جو بچے ایسے تربیت یافتہ ہوں گے وہ بھی اور ان کی نسلیں بھی پھر اس فرق کے ساتھ حق دینے اور حق قائم کرنے والے ہوں گے جو دنیا میں عورت اور مرد کے فرق کو سامنے رکھتے ہوئے حق قائم کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ وہ معاشرہ جنم لے گا جس میں حق ہمیشہ قائم رہیں گے۔ جو دنیا داروں کو یہ بتانے والا معاشرہ ہو گا کہ حقوق کی ادائیگی کی اگر رہنمائی لینی ہے تو ہم سے لو۔ پس اس کے لئے بہت کوشش اور بہت توجہ کی ضرورت ہے۔ عورت اور مرد کی ذمہ داریوں کا جو فرق اللہ تعالیٰ نے رکھا ہوا ہے اس کے ادراک کی ضرورت ہے۔ جس دن ہماری ہر عورت کو یہ ادراک حاصل ہو گیا اس دن ہماری نسلیں دنیا کی رہنما بن کر ابھرنا شروع ہو جائیں گی۔ اس دن ہر بچی کا حق محفوظ ہو جائے گا۔ اس دن ہر عورت کا حق محفوظ ہو جائے گا۔ ایسی تربیت سے نکلے ہوئے لڑکے وہ مرد بنیں گے جو عورت کے حقیقی مقام کو پہچاننے والے ہوں گے۔ جو عورت پر ظلم کرنے والے

نہیں بلکہ ان کے حق دینے والے ہوں گے۔ وہ باپ پیدا ہوں گے جو بچوں کی صحیح پرورش میں ماؤں کا ہاتھ بٹانے والے ہوں گے۔

پس آج ہماری بچیاں دنیا داروں کے عورت کے حق دلوانے کی تنظیموں سے متاثر ہو کر صرف اپنے اس حق کا مطالبہ نہ کریں جو اپنی ذات تک اور دنیا داری تک محدود رہتا ہے اس سے آگے نہیں نکلتا۔ بلکہ اس حق کا نعرہ بلند کریں جو مردوں کے ذہنوں میں ان کی بچپن کی تربیت سے بلند ہوتا رہے۔ جو بچوں اور لڑکوں میں ان کی بچپن کی تربیت کے دوران سے بلند ہونا شروع ہو جائے کہ تم نے بیوی، بیٹی، ماں کے حق کو قائم کر کے انہیں معاشرے میں ایک اعلیٰ مقام دینا ہے۔ وہ مقام دینا ہے جو اسلام نے ان کو دیا ہے۔ جہاں جہاں ان کو برابری کے حق ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ حق دیئے ہوئے ہیں۔ اعمال کی جزا اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کو برابر دی ہے۔ تعلیم حاصل کرنے کے لئے برابر کے مواقع ہیں اور بہت ساری ضروریات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے حق برابر کے دیئے ہوئے ہیں۔ وہ سب حق قائم کرنے ہیں۔ لیکن جہاں بچوں کی تربیت کا معاملہ ہے، اولاد کی تربیت کا معاملہ ہے، اگلی نسلوں کو سنبھالنے کا معاملہ ہے، اگلی نسلوں میں حقوق قائم کرنے کی جو حقیقی روح ہے وہ پیدا کرنے کا معاملہ ہے وہاں عورت کی ذمہ داری لگا دی ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ دعا کر لیں۔

(مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 30 دسمبر 2016)

جماعت احمدیہ کینیڈا کے 40ویں جلسہ سالانہ کے موقع

پر 08؍ اکتوبر 2016ء کو

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

کا انٹرنیشنل سینٹر Mississauga میں

مستورات سے خطاب

- نئی ایجادات کے فوائد اور نقصانات
- اللہ تعالیٰ زمین کو اس کی موت کے بعد زندگی بخشتا ہے
- ہر احمدی عورت کو اپنی ذمہ داریاں سمجھنے کی ضرورت
- دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا عہد
- تربیت میں حکمت سے نظر رکھیں
- بچوں کی تربیت کرنے پر جہاد جیسا ثواب
- ایک ایمان افروز واقعہ
- دنیادار ماں اور مومن ماں کی سوچ میں بڑا فرق
- حقیقی مومنہ
- اللہ تعالیٰ کے حکموں پر فوری عمل
- پردہ

- **احساس کمتری میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں**
- **حیا کی اہمیت**
- **نیکیوں میں آگے بڑھو**

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ - بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۔

نئی ایجادات کے فوائد اور نقصانات

دنیا میں جوں جوں تعلیم میں اضافے، نئی ایجادات اور میڈیا کی وجہ سے آپس میں ایک علاقے اور ملک کے لوگوں کو دوسرے علاقے اور ملک کے بارے میں زیادہ سے زیادہ پتا چل رہا ہے۔ ایک ملک کا واقعہ منٹوں میں دوسرے دور دراز کے ملکوں میں رہنے والوں کو پتا چل جاتا ہے۔ ترقی یافتہ ملکوں کے رہن سہن اور ترجیحات کو کم ترقی یافتہ یا ترقی پذیر ملکوں میں رہنے والوں کی اکثریت دیکھ اور سن سکتی ہے۔ جہاں اس کے فوائد ہیں وہاں اس کے بعض نقصانات بھی سامنے آ رہے ہیں۔ کم وسائل والے لوگوں میں بے چینیاں اور احساس کمتری پیدا ہو رہا ہے۔ مذہب اور اس کی تعلیمات کو بوجھ سمجھا جانے لگا ہے۔ آزادی کے نام پر مذہبی اور اخلاقی زوال کو قانونی

تحفظ دیا جانے لگا ہے۔ ایسی باتیں جن کو مذہبی تاریخ نے قوموں کی تباہی کی وجہ بتایا انہیں آزاد اور ترقی یافتہ معاشرے کا طرّۂ امتیاز بتایا جاتا ہے ان کی خوبی بتائی جاتی ہے۔ بچوں کو ایسی تعلیم دی جاتی ہے جس سے چھوٹی عمر کے بچوں کا کوئی واسطہ اور تعلق ہی نہیں ہے بلکہ ان میں سے بعضوں کو سمجھ بھی نہیں آتی کہ ہمیں کہا کیا جا رہا ہے اور بعض بچے اس بات کا اظہار بھی کر دیتے ہیں۔ فحاشی کو ترقی یافتہ ہونے کی نشانی سمجھا جاتا ہے۔ قدم قدم پر شیطان کے اس اعلان کا اظہار نظر آتا ہے جو اس نے اللہ تعالیٰ کو کہا تھا کہ اے خدا تُو نے مجھے راندۂ درگاہ کیا ہے، تُو نے آدم کو مجھ پر فوقیت دی ہے تو مَیں اب آدم کے ہر راستہ پر کھڑا ہو کر تیرے حکموں کے خلاف اسے بھڑکاؤں گا۔ دین سے ہٹاؤں گا اور انسانوں کی اکثریت جن میں مرد بھی شامل ہیں اور عورتیں بھی شامل ہیں میری پیروی کریں گی۔ یہ شیطان نے اعلان کیا۔ اللہ تعالیٰ نے جواباً یہی فرمایا کہ ٹھیک ہے تُو اپنا کام کر لیکن مَیں تیرے پیچھے چلنے والوں سے جہنم کو بھروں گا۔ جو تیری پیروی کریں گے وہ جہنم میں جائیں گے۔ یہ نہیں فرمایا کہ میں زبردستی انہیں تیری گود میں گرنے سے روکوں گا۔

اللہ تعالیٰ زمین کو اس کی موت کے بعد زندگی بخشتا ہے

پس آجکل جو دنیا کی نئی سے نئی ترقی ہے اس کے ساتھ آزادی کے نام پر مذہب سے دُوری شیطانی کام ہے جس میں انسان روز بروز گرتا چلا جا رہا ہے۔ خدا تعالیٰ کو بھول رہا ہے اور دنیا کی چمک دمک غالب آ رہی ہے۔ لیکن ساتھ ہی ہم یہ بھی

دیکھتے ہیں کہ جب بھی زمانے میں دنیاوی ہوا و ہوس نے غلبہ پایا، انسان شیطان کی گود میں بے انتہا گرنا شروع ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فرستادے اور انبیاء بھیجے جو انسان کو آگ کے گڑھے میں گرنے سے بچانے کے لئے بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ جب بھی ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (الروم:42)۔ کے حالات پیدا ہوئے، دنیا میں ہر جگہ خشکی اور تری میں اللہ تعالیٰ کے حکموں کے خلاف عمل نظر آنے لگے، اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی اور اللہ تعالیٰ کے فرستادے اور نبی مبعوث ہوئے۔ یہ مذہب کی تاریخ ہے اور اس کے نظارے ہر قوم نے دیکھے۔ پس کیا اب اللہ تعالیٰ نے انسانیت کے لئے اپنی رحمت کے جذبے کو ختم کر دیا؟ کیا اللہ تعالیٰ کا رحم صرف سابقہ قوموں کے لئے تھا؟ کیا خدا تعالیٰ نے نعوذ باللہ شیطان سے ہار مان لی ہے کہ تم جو چاہو کرو؟ میں نے انسان کو پیدا تو کر دیا ہے، اسے اچھے برے کی تمیز بھی دے دی لیکن اب میں کچھ نہیں کر سکتا، مجبور ہو گیا ہوں تمہارے ہاتھ۔ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نہ پہلے کبھی اپنی صفات اور طاقتوں سے محروم ہوا نہ آئندہ ہو سکتا ہے۔ اس نے بیشک انسان کو یہ آزادی تو دی کہ تمہارے عملوں کو مَیں پابند نہیں کرتا لیکن برائیوں سے بچانے کے لئے مَیں رہنمائی کرتا رہوں گا۔ جو برائیوں سے بچیں گے اور نیکیوں کو اختیار کریں گے انہیں مَیں جنت کی نعمتوں سے نوازوں گا۔ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کے حکموں پر چلنے سے اس دنیا میں بھی جنت کے سامان ہوں گے اور اُخروی

زندگی میں بھی جنت کے سامان ہوں گے اور جو اس سے دُور جائیں گے وہ جہنم کا ٹھکانہ پائیں گے۔

پس اللہ تعالیٰ جب دنیا میں فساد کی حالت دیکھتا ہے، مذہبی کہلانے والوں کو بھی دین کو دنیاوی خواہشات پوری کرنے کا ذریعہ بنا کر فساد پیدا کرتے ہوئے دیکھتا ہے جیسا کہ آجکل دنیا میں ہم دیکھتے ہیں بہت ساری تنظیمیں اور علماء یہی کام کر رہی ہیں اور دنیاوی لوگوں کو بھی بے انتہا گراوٹوں میں گر کر فساد میں مبتلا دیکھتا ہے تو اس کی رحمت جوش میں آتی ہے اور پھر یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ (الروم:51) کا نظارہ دکھاتا ہے۔ زمین کو اس کی موت کے بعد زندگی بخشتا ہے۔ زمین میں بسنے والوں پر وہ پانی اتارتا ہے جو روحانی مُردوں کی زندگی کا باعث بنتا ہے۔

ہر احمدی عورت کو اپنی ذمہ داریاں سمجھنے کی ضرورت

تعلیمی ترقی اور نئی ایجادات نے جہاں انسانوں کے ذہنوں کو روشن کیا ہے وہاں اکثریت کو روحانی طور پر مُردہ کر دیا ہے۔ حتی کہ مسلمان بھی کامل تعلیم کے باوجود غلط قسم کے علماء کے پیچھے چل کر روحانی طور پر مُردہ ہو چکے ہیں۔ لیکن یہ ہونا تھا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر ہمیں پہلے ہی یہ بتا دیا تھا۔ لیکن ساتھ ہی یہ خوشخبری بھی دے دی تھی کہ اس فساد کے زمانے میں، روحانی زوال کے زمانے میں، دنیاوی خواہشات کے بڑھنے کے زمانے میں، اسلامی تعلیمات

کو بھلانے کے زمانے میں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک غلام دنیا کی رہنمائی کے لئے آئے گا اور احیائے موتی کا ذریعہ بنے گا۔ پس ہم خوش قسمت ہیں کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے اس فرستادے اور مسیح موعود اور مہدی معہود کو مان لیا اور اس کی بیعت میں شامل ہو کر یہ اعلان کیا کہ ہم شیطان کے ہر حملے کو اللہ تعالیٰ کی مدد سے اس پر الٹا دیں گے۔ اس کے ہر بہکاوے پر اللہ تعالیٰ کا فضل مانگتے ہوئے بچنے کی کوشش کرتے چلے جائیں گے۔ دین کو دنیا پر مقدم کریں گے۔ پس آپ اس بات پر اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر کریں کم ہے۔ لیکن یہ شکر گزاری صرف منہ کے اعلان سے ہی مقصد پورا نہیں کر سکتی کہ الحمد للہ ہم شکر گزار ہیں اللہ کے کہ ہم احمدی ہو گئے۔ اس کے لئے اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے کی ضرورت ہے اور احمدی عورت اور لڑکی کی سب سے بڑھ کر یہ ذمہ داری ہے کیونکہ اس نے صرف اپنے آپ کو ہی شیطان کے حملوں سے نہیں بچانا بلکہ اپنی نسلوں کو بھی ان حملوں سے بچانا ہے۔ عورت ہے جس کی کوکھ سے بچہ جنم لیتا ہے۔ عورت ہے جس کی گود میں بچہ پلتا ہے، بڑھتا ہے۔ عورت ہے جو اپنے بچہ کو باہر کے ماحول سے متاثر ہونے سے پہلے اپنے بچے کی اس نہج پر تربیت کر سکتی ہے کہ اسے پتا چل جائے کہ برائی کیا ہے اور اچھائی کیا ہے۔ ایک حقیقی احمدی مسلمان عورت اپنے بچے کو بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا کرنے کے علاوہ اسلام کے اعلیٰ اخلاق کے معیار کیا ہیں۔ ایک احمدی عورت ہے جو اپنے بچہ کو بتا سکتی ہے، اس کے کان میں بچپن سے ڈال سکتی ہے کہ تمہارے احمدی

مسلمان ہونے کا مقصد کیا ہے۔ اس موجودہ بگڑے ہوئے معاشرے میں یہ تربیت کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ ایک بہت بڑا چیلنج ہے ہر احمدی عورت کے لئے، ہر احمدی ماں کے لئے۔ ساتھ ہی بہت بڑی ذمہ داری بھی ہے۔

دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا عہد

اس وقت آپ میں سے اکثریت جو میرے سامنے بیٹھی ہیں وہ اس لئے یہاں آئی ہیں کہ ان کے اپنے ملکوں میں ان کو مذہب کی آزادی سے محروم کیا گیا۔ یہاں بعض ایسی بھی ہیں جو معاشرتی بہتری کے لئے آئی ہیں یا پھر بعض دوسرے ظلموں کا نشانہ بنی ہیں۔ جو تو مذہبی مظالم کی وجہ سے آئے ہیں، عورتیں ہوں یا مردوہ تو کبھی یہ سوچ نہیں سکتے اور مَیں امید رکھتا ہوں کبھی یہ سوچ ہو گی بھی نہیں کہ ترقی یافتہ ملکوں میں آکر مذہب کو ثانوی حیثیت دے دیں، مذہب ان کے لئے ثانوی حیثیت اختیار کر جائے۔ بلکہ وہ بھی جو مذہبی وجوہات کی وجہ سے نہیں آئے، مَرد ہوں یا عورتیں وہ بھی اِلّا مَاشَآءَ اللہ نہیں سوچ سکتے کہ مذہب کو پیچھے پھینک دیں۔

تربیت میں حکمت سے نظر رکھیں

گویا اعتقادی رنگ میں کوئی حقیقی احمدی خواہ وہ عورت ہے یا مرد اپنے مذہب کو دوسری چیزوں پر ترجیح نہیں دے گا۔ لیکن عملی طور پر اگر جائزہ لیں تو ہمیں نظر آئے گا کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے عہد کے باوجود بڑی تعداد اللہ

تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرنے والی نہیں ہے۔ اور اگر عورتوں کے عمل اس تعلیم کے مطابق نہیں تو بچے بھی پھر وہی نمونے قائم کریں گے۔ وہ مائیں جو بچپن سے اپنے نمونے بچوں کے سامنے رکھتی ہیں اور بچوں کے معاملات میں حکمت سے نظر رکھنے والی ہیں ان کے بچے ہر اچھی بری بات گھر آکر اپنی ماؤں سے شیئر (share) کرتے ہیں، انہیں بتاتے ہیں۔ اور مائیں پھر حکمت سے جواب بھی دیتی ہیں۔ ایسی ماؤں کے بچے پھر ماحول کے اثر میں نہیں آتے اور جوانی میں بھی ماحول کی برائیوں سے بچنے والے ہوتے ہیں لیکن جو مائیں بچوں کے معاملات میں شروع بچپن سے ہی دلچسپی نہیں لیتیں، وہ سمجھتی ہیں ان کے کھیلنے کودنے کی عمر ہے، کوئی ایسی بات نہیں ہے سیکھ رہا ہوگا۔ ضرورت سے زیادہ حسن ظنی رکھتی ہیں یا بے توجہگی کرتی ہیں یا پھر سختی بھی کرتی ہیں۔ اگر یہ بچے کوئی بات کریں تو بغیر دلیل کے سختی سے ان کے منہ بند کرنے کی کوشش کرتی ہیں، صرف معمولی سختی نہیں کرتیں۔ پھر وہ بچے ماؤں کو اپنی باتیں بتانا بند کر دیتے ہیں اور جب تیرہ چودہ سال کی عمر کو پہنچتے ہیں تو پھر گھر سے زیادہ باہر کا ماحول ان کو اچھا لگتا ہے۔ دین سے زیادہ دنیا ان کی نظر میں اچھی ہوتی ہے۔

مَیں باپوں کو اس تربیت کی ذمہ داری سے بری الذمہ نہیں کرتا۔ یقیناً باپ بھی ذمہ دار ہیں۔ بعض دفعہ ماؤں کی تربیت کے باوجود باپوں کے عمل کو دیکھ کر بچے بگڑتے ہیں۔ پس باپوں کی بھی یہ ذمہ داری ہے اور ان کو بھی سمجھنے کی ضرورت

ہے کہ انہوں نے اس ذمہ داری کا حق ادا کرنا ہے۔ لیکن زیادہ وقت بچے ماؤں کے پاس رہتے ہیں اس لئے اسلام ماؤں پر ذمہ داری ڈالتا ہے کہ وہ بچوں کی تربیت کا حق ادا کریں۔

بچوں کی تربیت کرنے پر جہاد جیسا ثواب

بچوں کی تربیت کی ذمہ داری جیسا کہ میں نے کہا کہ کوئی معمولی ذمہ داری نہیں ہے اور اس بگڑے ہوئے معاشرے میں جہاں ہر قدم پر شیطان نے دنیاوی ترقی کے نام پر اپنی طرف کھینچنے کے سامان کئے ہوئے ہیں اور پھر جب بچے اپنے ساتھ کے غیر بچوں کو بعض کام کرتے دیکھتے ہیں خاص طور پر جب بارہ تیرہ سال کی عمر کو پہنچتے ہیں تو ان میں بے چینیاں پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔ پس یہ تربیت جو ماں کرتی ہے اور جس محنت سے اس طرف توجہ دیتی ہے یہ جہاد سے کم نہیں ہے۔ تبھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کے سوال کرنے پر کہ ہم جہاد پر تو جا نہیں سکتیں کیا، گھروں کو سنبھالنے اور بچوں کی تربیت کرنے پر جہاد جیسا ثواب کمائیں گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یقیناً یہ تمہارا جہاد ہے اور اس کا ثواب تمہیں جہاد جتنا ہے۔

(الجامع لشعب الایمان للبیہقی جلد 11 صفحہ 177-178 حدیث 8369 مطبوعہ الرشد ناشرون ریاض 2004ء)

دیکھیں کتنا مقام ہے بچوں کی تربیت کا اور کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو اس مقام کا احساس دلایا ہے۔ عورت ہی ہے جو بچوں کی تربیت کر کے قوم کی بنیادیں مضبوط کرتی ہے یا کر سکتی ہے۔ جو قومیں بچوں کی تربیت پر توجہ نہیں دیتیں وہ زوال پذیر ہو جاتی ہیں۔

اخبار ہر سال یہ تجزیہ پیش کرتے ہیں کہ مذہبی لحاظ سے مثلاً عیسائی ممالک میں ایک بڑی تعداد ہر سال عیسائیت سے لاتعلق ہو رہی ہے، اسے چھوڑ رہی ہے بلکہ خدا تعالیٰ پر یقین ہی ختم ہو رہا ہے۔ کیوں عیسائیت میں جتنی بھی وہ باتیں ہیں جو بائبل میں برائیاں اور بداخلاقیاں لکھی گئی ہیں آج ان کو تبدیل کیا جا رہا ہے حتی کہ بعض پادری بھی یہ بیان دے دیتے ہیں کہ فلاں فلاں برائی اب کوئی برائی نہیں رہی کیونکہ لوگ اس کو پسند کرتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ لوگوں کی مخالفت کا سامنا نہیں کر سکتے۔ ملکی قوانین، جمہوریت اور آزادی کے نام پر اللہ تعالیٰ کے قوانین میں تبدیلیاں پیدا کر رہے ہیں اس لئے کہ لوگ مذہب کی اقدار اور تعلیم کو بھلا رہے ہیں اور اس سے لاتعلق ہو رہے ہیں۔ اس لئے کہ ترقی یافتہ ممالک میں ماؤں نے اپنے بچوں کی مذہبی اور اخلاقی تعلیم پر توجہ نہیں دی۔ ماں بھی گھر سے باہر ہے اور باپ بھی گھر سے باہر ہے نتیجۃً بچے کے لئے گھر میں نہ گھریلو ماحول ہے، نہ دینی ماحول ہے۔

مسلمانوں میں بگاڑ کی بھی ایک بڑی وجہ یہی ہے کہ مسلمان عورتوں کی اکثریت دینی علم سے بے بہرہ ہے۔ ان کو علم ہی نہیں ہے۔ ان سب میں یہ بگاڑ پیدا

ہونا بھی تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے علاوہ کسی مذہب کو ہمیشہ کے لئے اپنی تعلیم پر قائم رہنے کے لئے نہیں بھیجا اور اسلام کو جو تا قیامت قائم رہنے کے لئے بھیجا اور شریعت مکمل کر کے بھیجا تو اس کے لئے یہ سامان بھی کر دیئے کہ اس فساد کے زمانے میں مسیح موعود اور مہدی معہود کو بھیجا جنہوں نے عورتوں اور مَردوں دونوں کو اپنی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی ہے اور بتایا کہ اپنی ذمہ داریوں کا حق ادا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اپنی بچیوں کی ایسی دینی تربیت کرو کہ آئندہ نسل کی مائیں اپنے بچوں کے ذہنوں میں دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے حکم کو بٹھاتی چلی جائیں اور اپنے لڑکوں کی ایسی تربیت کرو کہ آئندہ بننے والے باپ دین کی حقیقی تعلیم کو اپنے اوپر لاگو کرنے والے ہوں اور یوں اپنے بچوں کے لئے بہترین نمونہ بنیں۔

پس ہر احمدی عورت کو اور لڑکی کو اس اہم ذمہ داری کو سمجھنے کی ضرورت ہے تا کہ ہماری نسلوں کی ترجیحات کبھی دنیا نہ ہو بلکہ دین ہو۔ آج ہم اپنے آپ کو پڑھا لکھا تو سمجھتے ہیں لیکن ایمان کی وہ حالت نہیں ہے جو ہونی چاہئے۔ عورتوں کی اکثریت بچوں کی دنیاوی تعلیم اور تربیت پر توجہ تو دیتی ہے۔ ان کے لئے بڑی فکر کا بھی اظہار کرتی ہے لیکن دینی تعلیم و تربیت پر نہیں۔

ایک ایمان افروز واقعہ

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت اپنا بیمار بچہ لے کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئی اور کہا کہ ڈاکٹروں نے تو اسے لا علاج قرار دے دیا ہے۔ نیز یہ بھی کہا کہ میں تو مسلمان ہوں بچہ بھی مسلمان پیدا ہوا ہے لیکن میرا یہ بچہ اب عیسائیت کے زیر اثر عیسائی ہو گیا ہے۔ آپ ایک تو اس بیماری کا علاج کریں لیکن جو بات بڑی اصرار سے اُس اَن پڑھ عورت، غریب عورت نے کہی وہ یہ تھی کہ آپ ایک دفعہ اس سے کلمہ پڑھوا دیں پھر بیشک یہ مر جائے مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس لڑکے کو بیماری کی وجہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے پاس بھیجا کہ اس کا علاج کریں اور ساتھ ہی کچھ تبلیغ بھی کریں۔ زبردستی تو کسی کو مسلمان بنایا نہیں جا سکتا۔ تبلیغ کریں۔ اس کے دل میں بات بیٹھ جائے تو ہو سکتا ہے وہ دوبارہ مسلمان ہو جائے۔ لیکن وہ لڑکا بھی عیسائیت میں بڑا پکّا تھا۔ وہ کلمہ پڑھنے سے بچنے کی خاطر ایک رات علاج چھوڑ کے قادیان سے چپکے سے بھاگ گیا۔ رات کو ہی اس کی ماں کو بھی پتا چل گیا۔ وہ اس کے پیچھے پیچھے دوڑی اور بٹالے کے نزدیک جا کے اسے پکڑ کے واپس لے آئی۔ ماں دعا بھی کر رہی تھی۔ دینی علم تو اتنا نہیں تھا لیکن اللہ پہ یقین تھا اس لئے دعا ضرور کرتی تھی۔ آخر خدا نے اس ماں کی دعا کو سنا اور اس کا بیٹا ایمان لے آیا۔ بعد میں گو وہ جلد فوت بھی ہو گیا مگر اس

ماں نے کہا کہ اب میرے دل کو ٹھنڈ پڑ گئی ہے۔ موت سے پہلے اس نے کلمہ تو پڑھ لیا اور دل سے پڑھا ہے، زبردستی نہیں پڑھایا گیا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ ہوتی ہے صحیح تربیت اور یہ ہوتی ہے وہ روح جو اسلام عورت میں پھونکنا چاہتا ہے۔

(ماخوذ از انوار العلوم جلد 22 صفحہ 16-17)

پس اس قسم کی عورتیں جو اپنے بچوں کو نیک اور تربیت یافتہ دیکھنا چاہتی ہیں وہ صرف اپنا فائدہ نہیں کر رہی ہوتیں، اپنی اور اپنے بچوں کی دنیا و عاقبت نہیں سنوار رہی ہوتیں بلکہ قوم کو اور جماعت کو بھی فائدہ پہنچا رہی ہوتی ہیں۔

دنیادار ماں اور مومن ماں کی سوچ میں بڑا فرق

بہت سے بچے واقفینِ نَو ماؤں کی گودوں میں ہیں ان کی تربیت کرنا ماؤں کا فرض ہے۔ بہت سارے بچے بڑے ہو کر اپنے اپنے کاموں میں لگ گئے۔ کہلانے والے وقفِ نَو ہیں۔ بعض ایسے ہیں جو کہتے ہیں ہم وقف نہیں کرنا چاہتے۔ اگر شروع میں دینی تربیت ہوتی تو کبھی یہ سوچ ان بچوں میں پیدا نہ ہوتی جن کی ماؤں نے بڑی دعاؤں کے ساتھ اپنے بچوں کو وقف کیا تھا۔ پس اس کے لئے محنت بھی کرنی پڑتی ہے۔ صرف ایک وعدہ کر دینا کافی نہیں ہے۔ دنیاوی لحاظ سے بھی اور دینی لحاظ سے بھی ہر وہ شخص جو دنیا میں ایک مقام حاصل کرتا ہے اس میں اس کی ماں کا حصہ ہوتا

ہے۔ دنیاوی سوچ رکھنے والی مائیں یا عام مائیں تو کہہ سکتی ہیں کہ اگر ہم اپنے بچوں کی تربیت میں لگی رہیں تو ہم اپنی پڑھائی سے کس طرح اونچا مقام حاصل کریں گی۔ ہم نے بہت ساری ڈگریاں بھی لی ہیں، سرٹیفکیٹ بھی لئے ہیں، میڈل بھی لئے ہیں، یہ مقام ہمیں کس طرح ملیں گے۔ لیکن اسلام کہتا ہے کہ تم اعلیٰ تعلیم یافتہ ہو کر دینی تعلیم میں اپنے آپ کو انتہائی رنگ میں بڑھا کر جب اپنے بچے کی صحیح پرورش اور تربیت کرتی ہو اور تمہارا بچہ اپنی پیشہ وارانہ مہارت دکھا کر ایک مقام حاصل کرتا ہے اور اچھا سائنسدان بنتا ہے، اچھا ریسرچ سکالر بنتا ہے۔ اچھا وکیل بن کر دکھی انسانیت کی خدمت کرتا ہے، اچھا ڈاکٹر بن کر انسانوں کی صحت کے سامان کرتا ہے۔ اچھا لیڈر اور سیاستدان بن کر اور اس میں مقام حاصل کر کے دنیا میں امن قائم کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کی نیکیوں کے ثواب میں اس کی ماں بھی شامل ہو گی۔ ایک مومن ماں اپنے بچے کے لئے اس دنیا میں بھی اور اخروی زندگی میں بھی جنت بنا رہی ہوتی ہے اور جن کو جنت بنانے کا مقام اللہ تعالیٰ نے دے دیا اس کے اپنے لئے کتنے بڑے بڑے اجر اللہ تعالیٰ نے مقرر کئے ہوں گے۔

پس یہ سوچ ہونی چاہئے کہ ہم نے ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ ہماری تعلیم بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا ذریعہ بن جائے۔ ہمارا علم بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا ذریعہ بن جائے۔ پس دنیادار ماں اور مومن ماں کی سوچ میں بڑا فرق ہے۔

حقیقی مومنہ

بعض لڑکیاں اچھے رشتے صرف اس لئے گنوا دیتی ہیں کہ ہم نے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنی ہے۔ بیشک اعلیٰ تعلیم اچھی چیز ہے لیکن مَیں نے دیکھا ہے بعض بہت اچھی پڑھی لکھی احمدی لڑکیاں ڈاکٹر بھی ہیں اور دوسرے اعلیٰ مقام پر پہنچی ہوئی ہیں لیکن جب اچھے رشتے آئے تو انکار نہیں کیا۔ شادیاں ہو گئیں۔ اس کے بعد خاوند کے ساتھ ایسی اچھی understanding بھی ہو گئی۔ بچے جب تربیت کے وقت سے نکل گئے تو دوبارہ انہوں نے اپنی پڑھائی کو جاری کیا اور پھر اپنی اس مہارت میں مزید اس کو بڑھانے کا شوق بھی پورا کر لیا۔ بیشک اعلیٰ تعلیم بڑی اچھی چیز ہے لیکن اس سے بھی اعلیٰ بات یہ ہے کہ احمدی بچوں کی دینی لحاظ سے بھی اور دنیاوی لحاظ سے بھی ایک فوج تیار ہو جو اس بگڑے ہوئے زمانے میں اپنی نسلوں کو شیطان کے حملوں سے بچانے کی ضمانت بن جائے۔ اپنی نسل میں سے ایسی مائیں پیدا کریں جو بہترین بیویاں ہوں اور بہترین ساسیں ہوں اور بہترین نندیں ہوں اور بہترین بھابھیاں ہوں۔ اور ایسے لڑکے پیدا کریں جو بہترین خاوند ہوں، بہترین باپ ہوں، بہترین سسر ہوں اور بہترین بیٹے ہوں۔ اگر یہ ہو جائے تو نہ کبھی کوئی بچی اپنے سسرال میں مظلوم ہو گی۔ بہت بڑی وجہ اس مظلومیت کی یہی جہالت ہے۔ اگر بچوں کی صحیح تربیت ہو تو کوئی بچی اپنے سسرال میں مظلوم نہیں ہو گی۔ نہ کوئی بیوی اپنے خاوند کی محبت سے محروم ہو گی۔ نہ کسی ساس کو اپنی بہو سے کوئی شکوہ ہو گا اور یہی وہ حالت ہے جو دنیا کو

بھی جنت بنا دیتی ہے اور فسادوں کو ختم کرتی ہے۔ بہت سارے جھگڑے، عائلی جھگڑے اسی وجہ سے ہوتے ہیں کہ ساسیں اپنا زمانہ بھول جاتی ہیں۔ بہوؤں پر ظلم کر رہی ہوتی ہیں۔ بہوئیں اس خوف سے کہ ساسیں کہیں ان پر ظلم نہ کر دیں پہلے ہی دن سے اپنا رعب ڈالنے کی کوشش کرتی ہیں حالانکہ دونوں کو ایک دوسرے کو سمجھنا چاہئے اور چاہے چند ایک مثالیں ہوں، بہت تھوڑی مثالیں ہیں لیکن جماعت میں بھی یہ مثالیں اب بڑھ رہی ہیں اس لئے بہر حال فکر کی بات ہے۔ اچھی مائیں اور اچھی ساسیں اور اچھی بہوئیں بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑے آرام سے اپنے گھروں میں رہ رہی ہیں۔ ساسوں نے بہوؤں کو اپنی بیٹیوں کی طرح رکھا ہوا ہے۔ لیکن جو بگاڑ پیدا کرنے والی ہیں ان کے ایسے ایسے بعض دفعہ سلوک ہوتے ہیں کہ انسان پریشان ہو جاتا ہے کہ ایک احمدی مومن ماں بھی اس طرح کر سکتی ہے۔ پس اگر جنت بنانی ہے تو ماؤں نے ہی بنانی ہے اور فسادوں کو ختم کرنا ہے تو ماؤں نے ہی کرنا ہے۔ عورت نے ہی کرنا ہے۔ لڑکی نے ہی کرنا ہے۔ اور یہی ایک حقیقی مومنہ سے توقع کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حکموں پر فوری عمل

دوسری بات جو مَیں کہنا چاہتا ہوں اور وہ بھی اصل میں پہلی بات کا ہی تسلسل ہے۔ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا ہی تسلسل ہے، تربیت کا ہی تسلسل ہے وہ مومن عورتوں اور مومن مردوں کے لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ آپ نے ابھی

تلاوت بھی سنی اس میں بھی بہت سارے احکامات ہیں جن پر انسان غور کرے تو اپنی حالت بہتر کر سکتا ہے۔ اس میں یہ آیت جو مَیں نے لی ہے یہ آپ نے سنی کہ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا (الفرقان:74) اور مومن مرد اور عورتیں ایسی ہوتی ہیں جب ان کو خدا تعالیٰ کی باتیں بتائی جاتی ہیں تو وہ ان پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گزر جاتے۔ یعنی مومن چاہے مرد ہو یا عورت ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حکموں کے حوالے سے جب کوئی بات سنتا ہے تو اس پر فوری عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ پس یہ ہے وہ معیار جو اللہ تعالیٰ نے مومن کا مقرر کیا ہے ورنہ مومن یا مومنہ ہونے کا اعلان صرف ایک اعلان ہے اور اس کی کوئی حقیقت نہیں۔

پردہ

قرآن کریم میں بعض احکامات خاص طور پر عورت کے حوالے سے آئے ہیں جو عورت کے مقام کو قائم کرنے کے لئے ہیں۔ ہر احمدی عورت کو، ہر احمدی لڑکی کو اس کا جائزہ لینا چاہئے۔ مثلاً پردہ ہے یہ کوئی ایسا حکم نہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام یا آپ کے خلفاء نے جاری فرمایا۔ بلکہ یہ وہ حکم ہے جو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور مختلف جگہ پر اس کو بیان کیا ہے۔ اس کی اہمیت اور اس کی حکمت بیان فرمائی ہے اور بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے بلکہ اس زمانے کی حالت کو بھی سامنے رکھتے ہوئے بیان کیا ہے۔ اس لئے جب لڑکیوں کو پردے کی

طرف توجہ دلائی جاتی ہے تو کہہ دیتی ہیں کہ یہ کیا پرانی دقیانوسی باتیں ہیں۔ بلکہ بعض عورتیں جو پاکستان سے آئی ہیں انہوں نے مجھے بتایا کہ ان کے پردے ان ترقی یافتہ ممالک میں آکر ان کے بچے چھڑوا دیتے ہیں۔ مردوں کو زیادہ اس بات میں کمپلیکس ہے کہ یہ بڑی خطرناک بات ہے، یہاں تو تمہیں پولیس پکڑ کے لے جائے گی اور وہ مائیں بیچاری جو ساری عمر پردہ کرتی رہتی ہیں پولیس کے خوف سے پردہ چھوڑ دیتی ہیں۔ اسلام اصل میں پردے کے ذریعہ عورت کی عزت اور عفت قائم کرنا چاہتا ہے اور جب اس بات کی تلقین کرتا ہے تو پھر اس سے پہلے سورۃ نور کی آیت 31 میں اس تقدس اور عصمت کو قائم کرنے کے لئے پہلے مَردوں کو حکم دیا ہے کہ مومن مرد اپنی نظریں نیچی رکھیں۔ جہاں عورت کو دیکھا فوراً نظریں اٹھا کر گھور گھور کے اسے دیکھنے کی بجائے اپنی نظروں کو نیچے رکھو۔ بعض مردوں کی یہ بھی عادت ہوتی ہے اور یہ پتا بھی ہوتا ہے کہ عورت پردہ کر رہی ہے اور حیادار ہے پھر بھی اگر آنکھیں پھاڑ کے نہ سہی تو کوشش ہوتی ہے کسی طرح ہماری نظر پڑ جائے۔ اس لئے ان نظروں سے بچنے کے لئے اسلام کہتا ہے کہ اپنے آپ کو تم بچاؤ۔

پس پہلے تو مَردوں کو ہی یہ حکم دیا ہے کہ تم عورت کی عزّت اور عفّت کو قائم کرو۔ پھر اگلی آیت میں عورتوں کو بھی کہا کہ ہر قسم کے شر سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ تم بھی اپنی آنکھیں نیچی رکھو۔ **حیا کو قائم کرو۔** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حیا ہر مومن مرد اور مومن عورت کے ایمان کا حصہ ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الایمان باب امور الایمان حدیث 9)

پس جس میں حیا نہیں اس میں اس ارشاد کے مطابق ایمان بھی نہیں۔
پھر قرآن کریم میں اسی آیت کے تسلسل میں فرمایا کہ اپنی زینت کو چھپائیں۔ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا (النور:32) کہ سوائے اس کے جو خود بخود ظاہر ہوتی ہو۔ اس میں قد کاٹھ ہے۔ جسم کا موٹا پتلا ہونا وغیرہ شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب فرمایا کہ پردہ کرو تو چادر اوڑھنے کا کہا تھا جس سے جسم ڈھانکا جاتا ہے۔ برقعہ کا رواج تو بعد میں عورتوں نے اپنی سہولت کے لئے اختیار کر لیا۔ اس میں بھی اب **نئی نئی بدعات** شامل ہو رہی ہیں۔ بعض تو سادہ برقعے ہوتے ہیں۔ بعض ضرورت سے زیادہ کڑھائی اور موتی لگا کے پہنے جاتے ہیں۔ گویا نظروں سے بچنے کے لئے پردہ کرنے کا حکم جو دیا گیا تھا اسے توجہ کھینچنے کا ذریعہ بنایا جا رہا ہے۔ اس میں بھی فیشن آ گیا ہے اور اسی پر بس نہیں بلکہ بعض لوگوں کے برقعے اتنے تنگ ہوتے ہیں یا سردیوں میں اس پہ بعض کوٹ کے نام پر جو پہنتی ہیں وہ اتنے تنگ ہوتے ہیں جو زینت کو چھپانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے جس کا حکم دیا ہے اس کو ظاہر کیا جا رہا ہوتا ہے۔ یہ کوئی پردہ نہیں ہے۔ پھر ایک نیا فیشن شروع ہو گیا ہے کہ تکونے اور آڑے ترچھے عجیب شکلوں کے برقعے بنائے جاتے ہیں۔ پھر اکثر برقعے کوٹ تو پہن لیتی ہیں لیکن ایسی بھی نظر آ جاتی ہیں جن کے آگے سے بٹن کھلے ہوتے ہیں۔ پاکستان میں بھی یہ بڑا رواج ہو گیا ہے اور نیچے تنگ جین اور ٹراؤزر اور انتہائی اونچی قسم کے پاجامے شلواریں پہنی جاتی ہیں اور

اس کے اوپر ٹی شرٹ نما یا چھوٹی قمیص پہنی ہوتی ہے۔ یہ تو سب چیزیں پردے کے ساتھ مذاق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ مذاق ہے۔ اسی طرح جس طرح سکارف ہے، حجاب ہے یا نقاب لیا ہوتا ہے تو اس میں نہ بالوں کا پردہ ہوتا ہے نہ صحیح طرح چہرے کا۔ بعض دفعہ نئی آنے والی مسلمان عورتیں یہ اعتراض کرتی ہیں کہ تمہاری احمدی عورتوں میں جو پہلے احمدی ہیں ان کے تو پردے صحیح نہیں ہوتے، بال نہیں ڈھکے ہوتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اوڑھنیوں کو اس طرح لو کہ چہرہ نظر نہ آئے۔ کم از کم پردہ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے بیان فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ ماتھا ڈھکا ہو، بال نظر نہ آئیں، نہ آگے سے نہ پیچھے سے۔ ٹھوڑی جو ہے یہ ڈھکی ہو اور گال ڈھکے ہوں۔

(ماخوذ از ریویو آف ریلیجنز جنوری 1905ء جلد 4 نمبر 1 صفحہ 17)

لیکن اس میں یہ شرط ہے کہ اگر منہ کھلا رکھنا ہے تو سنگھار نہ کیا ہو۔ سادہ چہرہ ہو۔ اس میں ان لوگوں کے اعتراض کا جواب بھی ہے، ان کا بھی اعتراض دور ہو جاتا ہے جو یہ کہتی ہیں کہ ہم ناک بند کریں تو ہمارا سانس رکتا ہے۔ پھر بعض سر پر سکارف یا حجاب لے کر تو بڑا اچھی طرح ڈھانک لیتی ہیں لیکن نیچے چھوٹی قمیص اور تنگ سی جین پہنی ہوتی ہے۔ پھر بعض یہ فیشن شروع ہو گئے ہیں پاکستان میں جو نظر آتے ہیں اور یہاں بھی یقیناً آ گئے ہوں گے کہ شلواروں میں اور ٹراؤزر میں پنڈلیوں کے قریب لمبے لمبے کٹ (cut) دے دیئے جاتے ہیں اور چلتے ہوئے ننگ ظاہر ہو

رہا ہوتا ہے۔ اس کی بھی کئی شکایتیں مجھے آتی ہیں۔ میں نہ بھی دیکھوں تو لوگ اپنی شکایتیں لکھ کے بھیج دیتے ہیں۔ میرے سامنے تو کوئی نہیں آتا اس طرح لیکن لوگ شکایتیں کرتے ہیں۔ ان سب لغویات سے احمدی لڑکی اور عورت کو بچنا چاہیے۔ جین پہننا منع نہیں ہے، بیشک پہن لیں لیکن اس کے ساتھ کم از کم گھٹنوں تک قمیص ہونی چاہیے۔ یہ تو ٹھیک ہے کہ جو محرم رشتے ہیں ان سے پردے کا حکم نہیں ہے۔ باپ ہے، سسر ہے، بھائی ہے، بھانجے ہیں، بھتیجے ہیں، خاوند لیکن حیادار لباس کا ضرور حکم ہے اور حیا جو ہے وہ عورت کا ایک بہت بڑا سرمایہ ہے، کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔ ہمارے فنکشنز پر بھی یہاں کی مغربی عورتیں بھی، غیر مسلم عورتیں بھی آتی ہیں اور ان کو ہمارے فنکشن کا تقدس پتا ہے اور بعض اپنا پورا لباس پہن کر آتی ہیں۔ بہت خیال رکھنے والی ہیں بلکہ سکارف بھی اوڑھ کر آتی ہیں جب کہ باہر جا کے نہیں اوڑھتیں۔ تو یہ دو عملی نہیں ہے۔ اس لئے آتی ہیں کہ ان کو ہمارے ماحول کے تقدس کا خیال ہے۔ اس لئے آتی ہیں کہ وہ اس ماحول میں سموئی جائیں۔ پس جب غیر مسلم ہو کر بھی غیر اس قدر لحاظ رکھتے ہیں، جن کے لئے کوئی حکم نہیں ہے تو پھر ہمیں، ہماری عورتوں اور بچیوں کو کس قدر اس بات کا خیال رکھنا ہو گا۔

احساس کمتری میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں

بعض احمدی لڑکیوں کو پتا نہیں کیوں احساس کمتری ہے کہ اگر انہوں نے پردہ کیا تو لوگ انہیں جاہل سمجھیں گے۔ پس ایسی لڑکیاں یہ دیکھ لیں کہ کیا انہوں

نے اللہ تعالیٰ کو خوش کرنا ہے یا لوگوں کو خوش کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بات کو ماننا ہے یا اس کی باتوں پر اندھے اور بہروں کی طرح گزر جانا ہے، جیسے سنا ہی نہیں یا دیکھا ہی نہیں۔ غیر احمدی عورت تو کہہ سکتی ہے کہ ہمیں تو ان احکامات کا پتا نہیں۔ ہمیں قرآن کریم کا علم نہیں۔ ہم نے تو تفصیل سے احکامات نہیں پڑھے۔ لیکن احمدی لڑکی اور عورت نہیں کہہ سکتی کہ ہم نے سنا نہیں اور دیکھا نہیں۔ مستقل انہیں پوری تفصیل کے ساتھ اس بارے میں سمجھایا جاتا ہے اور تمام خلفاء نے سمجھایا۔ میں عرصے سے سمجھا رہا ہوں۔ پس اس طرف لجنہ کی تنظیم کو بھی توجہ کرنے کی ضرورت ہے اور خود ہر لڑکی اور عورت کو بھی اپنا جائزہ لینے کی ضرورت ہے کیونکہ آہستہ آہستہ پھر یہ فیشن اور لاپرواہیاں بالکل ہی ننگا کر دیں گی۔ اگر ابھی ایک دو چار بھی ہیں تو ان کو اپنا جائزہ لینا چاہئے اور جو نہیں ہیں ان کو کسی قسم کے احساس کمتری میں، کمپلیکس میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہمارا دین ایک بہترین دین ہے اور دنیا میں پھیلنے کے لئے آیا ہے۔ پس اس کو پھیلانے کے لئے ہم میں سے ہر عورت اور مرد کو اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ اور جب صرف ننگا نہیں ہو جائیں گی بلکہ اس ذمہ داری سے بھی لاپرواہ ہو جائیں گی جو اولاد کی دینی تربیت کے لئے ہے اور بچے جب دیکھیں گے کہ میری ماں کی بعض حرکتیں تو اس سے مختلف ہیں جو قرآن کریم نے حکم دیا ہے تو پھر ظاہر ہے ان پر منفی اثر پڑے گا۔

حیا کی اہمیت

پس جہاں اعتقادی لحاظ سے ہر عورت اور لڑکی نے اپنے آپ کو مضبوط کرنا ہے، ایمان میں بڑھنا ہے وہاں عملی لحاظ سے بھی مضبوط کریں۔ اس معاشرے میں ہمیں اپنی عورتوں اور لڑکیوں کو حجاب اور پردے اور حیا کا تصور پیدا کروانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ حیا دار حجاب کی جھجھک اگر کسی بچی میں ہے تو ماؤں کو اسے دور کرنا چاہئے بلکہ اسے خود اپنے آپ بھی دور کرنا چاہئے اگر اس کی عمر ایسی ہے۔ مائیں اگر گیارہ بارہ سال کی عمر تک بچیوں کو حیا کا احساس نہیں دلائیں گی تو پھر بڑے ہو کر ان کو کوئی احساس نہیں ہو گا۔

پس اس معاشرے میں جہاں ہر ننگ اور ہر بیہودہ بات کو سکول میں پڑھایا جاتا ہے پہلے سے بڑھ کر احمدی ماؤں کو اسلام کی تعلیم کی روشنی میں، قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں اپنے بچوں کو بتانا ہو گا۔ حیا کی اہمیت کا احساس شروع سے ہی اپنے بچوں میں پیدا کرنا ہو گا۔ پانچ چھ سات سال کی عمر سے ہی پیدا کرنا شروع کرنا چاہئے۔ پس یہاں تو ان ملکوں میں چوتھی اور پانچویں کلاس میں ہی ایسی باتیں بتائی جاتی ہیں کہ بچے پریشان ہوتے ہیں جیسا کہ مَیں پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں۔ اسی عمر میں حیا کا مادہ بچیوں کے دماغوں میں ڈالنے کی ضرورت ہے۔

نیکیوں میں آگے بڑھو

بعض عورتوں کے اور لڑکیوں کے دل میں شاید خیال آئے کہ اسلام کے اور بھی تو حکم ہیں۔ کیا اسی سے اسلام پر عمل ہو گا اور اسی سے اسلام کی فتح ہونی ہے۔ یاد رکھیں کہ کوئی حکم بھی چھوٹا نہیں ہوتا۔ کل جمعہ میں بھی مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حوالے سے توجہ دلائی تھی کہ کس طرح ہمیں ہونا چاہئے۔ لیکن اگر کوئی کمزوری زیادہ بڑھنی شروع ہو جائے، معاشرے کا اثر اس پر زیادہ ہونا شروع ہو جائے تو پھر اس کی طرف توجہ کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے میں توجہ دلا رہا ہوں۔ دوسروں کا مطمح نظر کچھ اَور ہو گا تو ہو گا۔ ایک احمدی کا مطمح نظر یہی ہے کہ نیکیوں میں آگے بڑھو۔ یہی قرآن کریم نے ہمیں سکھایا ہے فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ۔ ہم نے دنیا کو اپنے پیچھے چلانا ہے۔ پس دنیا کے فیشن کو نہ دیکھیں۔ یہ دیکھیں کہ کیا یہ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود کے اندر ہے یا نہیں۔ فیشن کرنا منع نہیں ہے۔ اگر ان حدود کے اندر ہے تو بیشک کریں اور جس ماحول میں کرنے کا حکم ہے اس میں کریں اور ایسی مثالیں قائم کریں کہ دنیا آپ کے پیچھے چلنے والی ہو۔ پس جہاں ہر احمدی عورت کو اللہ تعالیٰ سے تعلق میں بڑھنے کی ضرورت ہے تا کہ دعاؤں سے مدد مانگتے ہوئے اپنی اولاد کی اعلیٰ رنگ میں تربیت کر سکیں وہاں اپنے ہر عمل کو بھی خدا تعالیٰ کے حکموں کے مطابق ڈھالنے کی ضرورت ہے جتنے بھی احکامات ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ دعا کر لیں۔ (مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 17 مارچ 2017)

جماعت احمدیہ برطانیہ کے جلسہ سالانہ کے موقع

پر 29؍جولائی 2017ء بروز ہفتہ

سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد

خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

کا حدیقۃ المہدی (آلٹن) میں مستورات سے خطاب

- تقویٰ پر چلتے ہوئے اپنے کل پر نظر رکھو
- ایک سبق آموز قصہ
- تمہیں بہرحال اپنی دونوں دنیاؤں کو دیکھنا ہوگا
- ایک حقیقی مسلمان عورت کا کیا مقام ہے
- مسجدوں میں عورت امام کیوں نہیں بن سکتی
- دین میں بدعات
- صحیح راستہ مسیح موعود اور مہدی معہود نے ہی دکھانا تھا
- اسلامی پردہ کی فلاسفی

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ - بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ـ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ـ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ـ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ـ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ـ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ـ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾

(الحشر:19)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور ہر جان یہ نظر رکھے کہ اس نے کل کے لئے کیا آگے بھیجا ہے۔ تم سب اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اللہ تمہارے اعمال سے خوب باخبر ہے۔

تقویٰ پر چلتے ہوئے اپنے کل پر نظر رکھو

یہ خدا تعالیٰ کا وہ حکم ہے جو مومن مَردوں کے لئے بھی ہے اور مومن عورتوں کے لئے بھی اور نکاح کے وقت پڑھی جانے والی آیات میں سے ایک آیت ہے۔ دونوں مردوں اور عورتوں کو یہ نصیحت ہے کہ تقویٰ پر چلتے ہوئے اپنے کل پر نظر رکھو۔ عموماً ہم دیکھتے ہیں کہ گناہوں اور غلطیوں کی بنیادی وجہ لاپرواہی اور اہمیت کا احساس نہ ہونا ہوتی ہے۔ یعنی اس بات کا احساس اور اہمیت کہ خدا اور اس کا رسول ہم سے کیا چاہتے ہیں۔ قرآن کریم جو ہمارے لئے ایک لائحہ عمل ہے اس میں ہماری زندگی گزارنے کے لئے کیا کیا احکامات ہیں، اس کا ہم ادراک حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم مومن ہو تو مرد بھی اور عورت بھی دونوں اپنی زندگیاں گزارنے کے لئے اس اصول کو ہمیشہ سامنے رکھو کہ تقویٰ پر چلتے ہوئے اپنی زندگیاں گزارنی ہیں۔ اپنے ہر عمل پر نظر رکھنی ہے اور ہمیشہ اپنے کل اور مستقبل کی فکر رکھنی ہے اور مستقل فکر جس میں دنیاوی خواہشات کی فکر نہ ہو بلکہ اخلاقی اور روحانی ترقی کی فکر ہو۔ یہ فکر رکھنی ہے۔ کس طرح اللہ تعالیٰ پر سچا اور حقیقی ایمان رکھتے ہوئے، اللہ تعالیٰ سے کامل وفا رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے احکامات کو اپنی زندگی کا حصہ بنانا ہے۔ پس جب یہ فکر ہماری زندگی کا حصہ بنے گی تو تبھی ہم اپنی زندگی بھی ایک مومن کی طرح گزارنے والے ہوں گے اور عاقبت کے سنوارنے والے بھی بنیں گے۔ اگر ہم اس یقین پر قائم ہیں اور یہ ہمارے ایمان

کا حصہ رہے کہ یہ دنیا عارضی ہے اور اصل اور دائمی زندگی مرنے کے بعد کی زندگی ہے، اور اگر ہم اس یقین پر قائم ہیں کہ اس دنیا میں کئے گئے اعمال کی جزا بھی اگلے جہان میں ملتی ہے، اگر ہم اس یقین پر قائم ہیں کہ خدا تعالیٰ سب طاقتوں کا مالک ہے، اگر اس بات پر ہم ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادۃ ہے اسے ہماری چھپی ہوئی باتوں کا بھی علم ہے اور وہ ہمارے دلوں کی پاتال تک کا بھی علم رکھتا ہے اور ظاہر کا بھی علم رکھتا ہے اور باطن کا بھی علم رکھتا ہے تو پھر ہمیں اللہ تعالیٰ کی اس بات پر غور کرنا ہو گا، اسے ہر وقت اپنے سامنے رکھنا ہو گا کہ تم اس بات پر نظر رکھو کہ تم نے اپنے کل کے لئے کیا آگے بھیجا ہے۔ تم نے اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کے لئے کیا کام کئے ہیں۔ تم نے اپنے مستقبل کی نسل کو سنبھالنے کے لئے کیا کام کئے ہیں۔ ہماری کل صرف ہماری زندگی کی کل اور مرنے کے بعد کی کل نہیں ہے بلکہ ہماری کل ہماری اولاد بھی ہے۔ اس کی نیک تربیت، اس کے اعلیٰ اخلاق، اس کا دین پر قائم رہنا، اس کا ملک کا وفادار شہری بننا، اسے ہر لحاظ سے ایک اعلیٰ کردار کا مالک ہونا جہاں ہماری اولاد کی زندگی سنوارنے والا اور اس کی عاقبت سنوارنے والا اور اسے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والا بنائے گا وہاں اس کی اس نیک تربیت کی وجہ سے ہمیں بھی اللہ تعالیٰ اجر حاصل کرنے والا بنائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے کسی عمل کو بغیر اجر کے نہیں چھوڑتا تو پھر جو کام خالصۃً اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلتے ہوئے اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے کئے جائیں انہیں کس طرح وہ بغیر اجر کے چھوڑے گا

۔اور پھر ہماری کل اس طرح بھی سنورے گی کہ یہ نیک اولاد ہماری نیکیوں کو جاری رکھنے والی اور ہمارے لئے دعائیں کرنے والی ہو گی اور اولاد کی دعائیں پھر ہمیں اگلے جہان میں درجات کے بلند ہونے کا باعث بھی بنارہی ہوں گی۔

پس یہ کل جس پر اللہ تعالیٰ نے نظر رکھنے کا فرمایا ہے اور فرمایا کہ یہ دیکھو کہ تم نے کل کے لئے کیا آگے بھیجا ہے یہ بہت وسیع کل ہے۔ بہت وسیع معنی ہیں۔ **اس کل میں اس جہان کے مستقبل کا بھی احاطہ ہو گیا اور اگلے جہان کے مستقبل کا بھی احاطہ ہو گیا۔ اس میں اپنے آپ کو سنوارنے کی بھی نصیحت اور ارشاد آگیا اور اپنی نسلوں کے ہر لحاظ سے سنوارنے کی بھی نصیحت اور ارشاد آگیا۔** ایک دنیادار جہاں تک پہنچنے کی سوچ بھی نہیں سکتا اللہ تعالیٰ نے اپنے اس حکم میں ہمیں ان منزلوں تک پہنچنے کے راستوں پر ڈال دیا ہے۔ ایک دنیادار اپنی کل کے لئے صرف روپیہ پیسہ بچانے کی کوشش کرتا ہے، جائیدادیں بنانے کی کوشش کرتا ہے لیکن روحانیت اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی اسے فکر نہیں ہوتی۔ لیکن ایک مومن کے لئے حکم ہے کہ تم صرف اس عارضی سامان کی جو اس دنیا کا مادی سامان ہے اس کی ہی فکر نہ کرو۔ عارضی سامان دنیا کا کمانا ناجائز نہیں ۔ جائز ہے۔ لیکن صرف اسی کی فکر نہ کرو بلکہ اپنی روحانی زندگی کی بھی فکر کرو۔ اگر اولاد کی صحیح تربیت نہیں تو اس دنیا کا عارضی مال و متاع جتنا بھی چھوڑ جاؤ تمہاری اولاد

کھا پی کر اسے ختم کر دے گی۔ اگر صحیح تربیت نہیں تو غلط کاموں میں پڑ کر وہ قانون کی گرفت میں آ جائے گی اور پھر روپیہ پیسہ اس کے کچھ کام نہیں آئے گا۔

ایک سبق آموز قصہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک واقعہ بیان فرماتے تھے کہ ایک عورت کا لڑکا اس کا بڑا لاڈلا تھا۔ باہر جا کر شرارتیں کرنا، غلط کام کرنا، لوگوں کو چھوٹا موٹا نقصان پہنچانا اس کی عادت تھی۔ پھر آہستہ آہستہ چھوٹی چھوٹی چوریاں بھی شروع ہو گئیں۔ لوگ بچے کو پکڑ کر ماں کے پاس لاتے تھے۔ ماں بچے کی طرفداری کرتی تھی اور اس کے غلط کاموں کو باوجود جاننے کے بھی چھپاتی تھی اور کہہ دیتی تھی کچھ نہیں ہوا۔ لوگوں کو کہتی تھی کہ میرا بچہ ایسا نہیں ہے تم الزام لگا رہے ہو۔ بچہ اپنی حرکتوں کے ساتھ اور ماں کے غلط لاڈ پیار کے ساتھ بڑا ہوتا چلا گیا اور اس کی عادتیں بھی پکی ہوتی گئیں۔ آخر ایک دن وہ لڑکا بڑا ڈاکو اور قاتل بن گیا اور ایک دن اس جرم میں پکڑا بھی گیا۔ اسے پھانسی کی سزا ہوئی۔ پھانسی کے وقت اس سے پوچھا گیا کہ تمہاری اگر کوئی آخری خواہش ہے تو بتا دو۔ اس نے کہا بس میری ایک خواہش ہے کہ میری ماں کو میرے پاس لے آؤ۔ جب ماں پاس آئی تو اس نے اس مجرم بیٹے سے کہا ہاں بچے تمہاری آخری خواہش کیا ہے؟۔ بیٹے نے ماں کو کہا کہ میں اب مرنے جا رہا ہوں۔ مرنے سے پہلے میری خواہش یہ ہے کہ مَیں تمہاری زبان پر پیار کروں، اسے چُوسوں۔ ماں نے زبان باہر نکالی تو اس لڑکے نے اس زور سے اسے کاٹا

کہ وہ زبان آدھی کٹ کر علیحدہ ہو گئی۔ ماں نے تو وہاں چیخنا چلاّنا شروع کر دیا۔ لوگوں نے اسے لعن طعن کی کہ بدبخت اس آخری وقت میں بھی تُو ظلم سے باز نہیں آیا اور ماں پر اتنا بڑا ظلم کر دیا۔ اس نے کہا کہ جب میں غلط کام کرتا تھا اور لوگ مجھے پکڑ کر ماں کے پاس لاتے تھے تو یہ میری اصلاح اور تربیت کرنے کی بجائے میرے غلط کاموں پر میری حمایت کرتی تھی جس سے مجھے جرأت ہوتی گئی اور مَیں اتنا بڑا مجرم بن گیا۔ اگر میری ماں شروع میں ہی میری صحیح تربیت کرتی اور میرے غلط کاموں پر غصہ کا اظہار کرتی اور مجھے سمجھاتی اور سزا دیتی تو مَیں اس حد تک نہ پہنچتا۔ پس جو زبان میری صحیح تربیت اور اچھی نصائح کے بجائے میرے غلط کاموں پر میری حمایت کرتی رہی ہے اس ماں اور اس زبان کا یہی انجام ہونا چاہئے جو میں نے کیا۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد دوم صفحہ 373۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

تمہیں بہرحال اپنی دونوں دنیاؤں کو دیکھنا ہوگا

پس یہ ایک سبق آموز قصہ ہے ان سب ماؤں کے لئے جو وقتی لاڈ پیار کے وقت نہ اپنے کل کو دیکھتی ہیں، نہ اپنے بچوں کے کل کو دیکھتی ہیں، فکر ہے تو صرف دنیا کے مال و متاع کی یا دنیا کی آسائشوں کی۔ ہزاروں لوگ روزانہ یہاں دنیا میں دیوالیہ ہوتے ہیں۔ آجکل تو ہر جگہ دیکھا جاتا ہے بڑے بڑے بزنس مین بھی جو ہیں بینک کرپٹ ہو جاتے ہیں۔ ان کے ماں باپ نے ان کے لئے مکان روپیہ اور پیسہ چھوڑا ہوتا ہے جو قرضوں کی وجہ سے ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔ کچھ بھی ہاتھ نہیں رہتا۔ کوڑی

کوڑی کے محتاج ہو جاتے ہیں۔ پھر اس وجہ سے خودکشیاں بھی کرتے ہیں یا غلط کاموں میں ملوث ہو جاتے ہیں۔ اگر نیک تربیت ہو تو صرف دنیا کی دوڑ میں نہ پڑے ہوں بلکہ متوازن طبیعت کے حامل ہوں۔ دنیا کی نعمتوں سے بیشک فائدہ اٹھائیں لیکن روحانیت کی بھی فکر ہو۔ ایک عام غیر احمدی مسلمان عورت کے بچے اگر ایسے ہوں تو ان کی تربیت کا تو انتظام نہیں۔ کہہ سکتے ہیں کہ ان کی تربیت نہیں۔ لیکن ایک احمدی عورت جس نے زمانے کے امام کو مانا ہے اس کا تو فرض بنتا ہے کہ وہ اپنی روحانیت کو بھی تیز کرنے کی کوشش کرے۔ اپنے بچوں کی تربیت بھی اس نہج پر کرے کہ وہ بجائے دنیاداری میں پڑنے کے دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہوں۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ بیشمار لوگ دنیا میں ہیں جو باپ دادے سے دنیاوی لحاظ سے کشائش رکھتے ہیں۔ امیر ہیں اور امیر تر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ کاروباروں میں دھوکہ دہی بھی کر رہے ہیں۔ اَور بھی ان میں برائیاں ہیں۔ لیکن پھر بھی ان پر دنیاوی زوال نہیں آیا۔ اس کے باوجود ان پر دنیاوی زوال نہیں آیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہاں ہمیں کل پر نظر رکھنے کے لئے کہہ کر اس طرف بھی توجہ دلا دی کہ بیشک یہ دنیا میں اچھی حالت میں ہیں۔ بعض لوگ دنیا میں اچھی حالت میں ہوتے ہیں لیکن تم جو ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہو، تم جو زمانے کے امام کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہو، تم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق کے بیعت میں آنے کا دعویٰ کرتے ہو، تم جو یہ دعویٰ کرتے ہو کہ اس زمانے میں ہم نے بیعت کر کے اپنی اصلاح کے سامان مہیا کر لئے

ہیں تمہیں بہر حال اپنی کل کو دیکھنا ہو گا اور اُخروی زندگی پر بھی نظر رکھنی ہو گی۔ ان لوگوں نے جن کے پاس نہ دین ہے نہ روحانیت ہے انہوں نے اگر اپنی اخروی زندگی پر نظر نہیں رکھی، مرنے کے بعد کی زندگی پر نظر نہیں رکھی تو وہ مجبور ہیں، معذور ہیں۔ انہوں نے اس دنیا کو سب کچھ سمجھا اور روحانی کل سے فائدہ نہ اٹھایا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگلا جہان بھی ہے۔ ان کے اس دنیا میں غلط کاموں کی سزا اگر یہاں نہیں ملی تو اگلے جہان میں ملے گی۔ لیکن تم جو روحانیت کا دعویٰ کرتے ہو تمہیں بہر حال اپنی دونوں دنیاؤں کو دیکھنا ہو گا۔ پس ہم جو اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے فرستادے کی جماعت میں شامل ہونے والا کہتے ہیں، ہم جو اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری شرعی نبی ہیں اور آپ پر اتری ہوئی کامل کتاب قرآن کریم ہماری دنیا و آخرت سنوارنے کے لئے ہمیں ہر لحاظ سے کامل ہدایت عطا کرتی ہے تو پھر ہمیں اپنی زندگیوں میں پاک تبدیلیاں پیدا کرتے ہوئے اس کے احکامات پر چلنے کی بھی کوشش کرنی ہو گی۔ ہمیں اپنے نمونے اپنی اولادوں کے لئے بھی قائم کرنے ہوں گے تا کہ ہماری کل، ہمارا مستقبل، ہماری نسلیں اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرتی چلی جانے والی ہوں۔

اسلام نے عورت پر نئی نسل کو سنبھالنے کی ذمہ داری ڈالی ہے۔ اگر ایک کے بعد دوسری نسل کو محفوظ رکھ سکتی ہے تو وہ عورت ہے۔ اگر عورت اللہ تعالیٰ کے

احکامات کو نہ سمجھے اور نہ سمجھنے کی کوشش کرے تو پھر نسلوں کی تربیت کی بھی کوئی ضمانت نہیں دی جاسکتی۔

ایک حقیقی مسلمان عورت کا کیا مقام ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا کہ ایک حقیقی مسلمان عورت کا کیا مقام ہے اس کو احساس دلانے کے لئے عورت کے بلند مقام کا ذکر فرمایا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جذباتی اور سطحی ارشاد نہیں فرمایا بلکہ نسلوں کو محفوظ رکھتے چلے جانے کے لئے، ان کی دنیا و آخرت سنوارنے کے لئے عورت کو ایک مقصد حیات دے دیا ہے۔ آپ نے ایک فقرے میں عورت کے بلند ترین مقام اور اس کی ذمہ داریوں کی طرف رہنمائی فرما دی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔**

(کنزالعمال جلد 16 صفحہ 192 کتاب النکاح باب الثامن فی بر الوالدین الأم حدیث 45431 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2004ء)

اس فقرہ میں جہاں عورت کے مقام کے ساتھ خوشخبری وابستہ کی ہے وہاں اِنذار بھی ہے کہ جس ماں کے قدموں کے نیچے جنت نہیں تو وہیں جہنم بھی ہے جس کی مثال میں نے ابھی اس ڈاکو اور قاتل کے واقعہ میں دی ہے۔

پس ماں کے قدموں کے نیچے جنت اس لئے ہے کہ ماں کی تربیت سے ایک بچہ اچھا شہری بنتا ہے۔ ایک بچہ قوم کا سرمایہ بنتا ہے۔ ایک بچہ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والا بنتا ہے۔ یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ تربیت میں بھی برکت اسی وقت پڑتی ہے جب اس کے ساتھ دعائیں بھی ہوں اور ماؤں کی دعاؤں کی حالت کو دیکھ کر بچوں میں بھی دعاؤں کی طرف رجحان پیدا ہوتا ہے۔ پس صرف ظاہری تربیت نہیں بلکہ ایک ماں کا دعاؤں کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑنا بھی ضروری ہے۔

بیشک باپوں کو بھی اس بات کا خیال رکھنا چاہئے اور روحانیت اور عبادت میں ان کے معیار اعلیٰ ترین ہونے چاہئیں اور ایک عمر کے بعد لڑکے خاص طور پر باپوں کو دیکھتے ہیں لیکن بیشمار خط بچوں کے مجھے آتے ہیں کہ ماں کی نیک تربیت اور اس کے نیک عمل کا ہمارے پہ اثر ہے اور باپ ہمارا خیال نہیں رکھتا یا ماں کا خیال نہیں رکھتا۔ اس کی شکایتیں بچے کرتے ہیں اور اس وجہ سے بعض بچے بگڑ بھی جاتے ہیں۔ لیکن بہت بڑی تعداد ایسی ہے جنہیں ماؤں کی دعائیں بگڑنے سے بچا لیتی ہیں۔ پس مائیں اگر پکّا اور مصمّم ارادہ کر لیں کہ ہم نے اپنی نسلوں کو بگڑنے سے بچانا ہے تو نامساعد حالات کے باوجود، باپوں کے اور خاوندوں کے تعاون نہ ہونے کے باوجود، مردوں کے ظالمانہ اور غلط رویّوں کے باوجود بچے دین پر قائم ہوتے ہیں۔ یہاں مَیں مردوں کو بھی کہوں گا کہ اپنے گھروں کو جنت بنانے میں وہ بھی اپنا کردار ادا کریں، صرف ماؤں پر ذمہ داری نہ ڈالیں کیونکہ مردوں کے گھروں میں محبت کے اظہار اور

اپنے فرائض کی ادائیگی اور پھر ماؤں کی نیک تربیت کی طرف توجہ، بچوں کی تربیت میں مزید بہتری پیدا کرتی ہے۔ لیکن مائیں بہر حال اس بات کو لے کر نہ بیٹھ جائیں کہ مرد ٹھیک نہیں تو ہم کیا کریں، ہم کس طرح تربیت کریں۔

جیسا کہ مَیں نے کہا بیشمار خاندان ایسے ہیں جہاں باپوں کے غلط رویّے کے باوجود ماؤں کی وجہ سے بچے دینی لحاظ سے بھی بہترین تربیت یافتہ بن کر نکلتے ہیں اور بہترین شہری بھی بن کر نکلتے ہیں۔ اگر لڑکے ہیں تو آئندہ آنے والے خاوند اور باپ اس تربیت کی وجہ سے، ماؤں کی تربیت کی وجہ سے نیکیوں پر قائم ہونے والے خاوند اور باپ بنیں گے۔ اعلیٰ اخلاق کے حامل بنیں گے اور اس دنیا میں بھی جنتیں بنانے میں اپنی بیویوں کے مددگار بنیں گے۔ پس اگر ایک نسل نہیں تو دوسری نسل کو مائیں سنبھال سکتی ہیں۔ یعنی اگر خاوند ٹھیک طرح نہیں سنبھل رہے تو کم از کم اپنے بچوں کو سنبھال کر آئندہ آنے والے باپ اور خاوندوں کو سنبھال لیں۔ اگر بیٹیاں ہیں تو اس نیک تربیت کی وجہ سے وہ جنت میں لے جانے والی مائیں بنیں گی۔ پس اسلام نے جو ایک اہم ذمہ داری اپنے ایمان لانے والوں پر ڈالی ہے اور جس کو انتہائی خوبصورت اور پُر معنی الفاظ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما دیا ہے اسے ہماری عورتوں کو، لڑکیوں کو ہر وقت سامنے رکھنا چاہئے۔

مسجدوں میں عورت امام کیوں نہیں بن سکتی

جرمنی میں ایک پریس کی نمائندہ نے سوال کیا اور آجکل یہ ایشو بڑا اٹھا ہوا ہے کہ مسجدوں میں عورت امام کیوں نہیں بن سکتی تو میں نے اسے بتایا کہ مختلف دنوں میں، مختلف حالات میں عورتوں کو نمازوں اور عبادتوں سے بھی چھوٹ ہے۔ پھر اسلام میں تقسیمِ کار ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ یہ مردوں کے کام ہیں اور یہ عورتوں کے کام ہیں۔

یہاں یہ بھی بتا دوں کہ اسلام مَردوں کو تو کہتا ہے کہ تم عورتوں کے کاموں میں ہاتھ بٹاؤ۔ ان کے گھر کے کاموں میں بھی ہاتھ بٹاؤ اور کام کرو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے اور سنّت سے ہمیں اس کی واضح مثالیں ملتی ہیں۔ لیکن عورتوں کو نہیں کہتا کہ تم نے ضرور مردوں کے کام بھی کرنے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ سے ہمیں پتا چلتا ہے کہ کس طرح آپ اپنی بیویوں کے گھروں میں ان کے گھریلو کاموں میں ہاتھ بٹایا کرتے تھے۔

(صحیح البخاری کتاب الأدب باب کیف یکون الرجل فی اھلہ حدیث 6039)

تو بہرحال میں نے اس کو یہ جواب دیا کہ اسلام عورتوں کی بعض ذاتی مجبوریوں کی وجہ سے بعض احکامات بجالانے میں رخصت دیتا ہے جو کام کرنے امام کے لئے بھی ضروری ہوتے ہیں۔ نیز اسلام میں عورت اور مرد کی تقسیمِ کار بھی ہے۔

لیکن ایک امامت کے ایشو کو لے کر جو غیر مسلم ہیں ان کو مسلمانوں سے زیادہ تکلیف ہے اور وہی امامت کے ایشو کو زیادہ ابھارتے اور بگاڑتے ہیں اور بڑھ بڑھ کر باتیں کرتے ہیں۔ **اسلام نے عورت کو جو مقام دیا ہے وہ امامت سے بڑھ کر ہے۔** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔ کوئی امام تو یہ ضمانت نہیں دے سکتا کہ میرے پیچھے نمازیں پڑھنے والے جنت میں جائیں گے۔ بلکہ اگر امام کے دل میں نماز پڑھتے ہوئے کوئی غلط خیال آ جائے تو یہ روایتیں تو ملتی ہیں کہ پیچھے جتنے بھی مقتدی ہیں ان کو غلط خیالات آ رہے ہیں تو ان کے گناہ بھی امام کے سر پڑ جاتے ہیں۔ تو جنت کہاں دلوانی ہے ان لوگوں نے۔ لیکن عورت وہ ہستی ہے جو ماں کی حیثیت سے نیک امام بنانے والی ہے اور جنت میں لے جانے والی ہے۔ اچھا شہری بنانے والی ہے۔ اعلیٰ سائنسدان بنانے والی ہے۔ ایک اعلیٰ ملکی سربراہ بنانے والی ہے۔ پس عورت کا بڑا مقام ہے۔ پس ایک حقیقی مسلمان عورت کو، ایک احمدی عورت کو کسی قسم کے احساس کمتری میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

دین میں بدعات

گزشتہ دنوں اس خبر کو بڑا اچھالا گیا کہ جرمنی میں ایک عورت نے ایک مسجد بنائی ہے جس میں عورت امام ہو گی اور عورت اور مرد اکٹھے نماز پڑھیں گے ۔نیز یہ بھی کہ سر کو ڈھانکنے کی، سکارف لینے کی اور پردے وغیرہ کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اب یہ عورت یہ بھی کہتی ہے کہ مَیں یوکے (UK) میں بھی جا رہی ہوں اور یہاں آکر بھی اسی طرح کی ایک مسجد بناؤں گی جیسی مَیں نے جرمنی میں بنائی تھی۔ تو یہ سب باتیں دین کو نہ سمجھنے کی وجہ ہے اور احساس کمتری میں مبتلا ہونے کی وجہ ہے۔ جو چیز خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف ہے وہ بدعت ہے جو دین میں شامل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے یا جہالت کی وجہ سے اس کو دین میں شامل کیا جارہا ہے یا اسلام کے خلاف جو قوتیں ہیں وہ ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت، ایک سازش کے تحت ایسی باتوں کو شامل کر رہی ہیں تا کہ اسلام میں ہی بگاڑ پیدا کیا جائے۔ دوسرے دینوں میں تو بگاڑ پیدا ہو چکا ہے۔ اسلام اگر اپنی اصلی حالت میں ہے تو یہ بڑی تکلیف دہ بات ہے اس لئے یہ کہتے ہیں اس میں بھی بگاڑ پیدا کیا جائے۔ قرآن کریم یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ ہمیشہ سے محفوظ ہے اور اس کے احکامات ہمیشہ کے لئے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ اس کی حفاظت کرتا رہے گا۔ یہ بات اسلام مخالف قوتوں کو برداشت نہیں اس لئے وہ اس میں بگاڑ پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور کریں گے۔ جب قرآن کریم نے واضح طور پر عورت کو حیادار

لباس اور پردے کا حکم دے دیا تو پھر اس قسم کی حرکتیں جو ان حکموں کے خلاف ہیں کہ اسکارف کی کوئی ضرورت نہیں ہے، لمبے ڈھیلے لباس کی کوئی ضرورت نہیں ہے، زینت چھپانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، یہ دین میں بگاڑ پیدا کرنے والی باتیں ہیں۔ اور یہ بھی غلط ہے کہ مرد عورتیں اکٹھے کھڑے ہو کر نمازیں پڑھیں۔ جب خدا تعالیٰ نے کہہ دیا کہ علیحدہ علیحدہ رہو تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہم اسلام مخالف طاقتوں کے اعتراضوں سے متاثر ہو کر اس کی خلاف ورزی کریں۔

دنیادار جس کی دین کی آنکھ اندھی ہے اس کو یہ احساس ہو ہی نہیں سکتا کہ دین کے احکامات کی اہمیت کیا ہے۔ ایک دفعہ یہاں ایک سیاسی پارٹی کے لیڈر مجھے ملنے آئے۔ کہنے لگے کہ کبھی ایسا وقت آئے گا کہ عورت اور مرد مسجد میں ایک ہی جگہ اکٹھے نماز پڑھیں؟ میں نے اسے بتایا کہ یہ آئے گا نہیں بلکہ آ چکا ہے اور ایک زمانہ ہوا گزر بھی چکا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک ہی جگہ نماز ہوا کرتی تھی۔ مرد آگے ہوتے تھے اور عورتیں پیچھے ہوتی تھیں۔ اب بھی ضرورت ہو تو اس طرح ہو سکتا ہے۔ اب تو یہ عورتوں نے اپنی سہولت کے لئے علیحدہ جگہ کر لی ہے تا کہ آزادی سے نمازیں پڑھ سکیں اور آزادی سے اگر کبھی ضرورت ہو تو اپنے سر کے دوپٹے اور چادریں بھی اتار سکیں گو نماز پڑھتے ہوئے نہیں لیکن باقی فنکشنز میں۔ اس کو میں نے بتایا کہ مختلف سوچوں کے مرد ہوتے ہیں۔ نماز ایک عبادت ہے۔ اگر عورتیں آگے ہوں یا مِکس (Mix) ہوں تو عبادت کے بجائے بہت سے

مرد ایسے بھی ہو سکتے ہیں جو عبادت کرنے کے بجائے عورتوں کو ہی دیکھتے رہیں گے، نماز کی طرف ان کی توجہ نہیں ہو گی۔ ہنس کے کہنے لگا کہ تم بالکل ٹھیک کہتے ہو۔ بلکہ بعد میں مجھے دوسرے ذرائع سے پتا لگا کہ بعد میں وہ سیاستدان اپنی مجلسوں میں ذکر کرتا رہا ہے کہ میرے اس سوال کا مجھے یہ جواب ملا ہے جو بڑا منطقی اور حقیقت پر مبنی جواب ہے۔ پس یہ لوگ جو بگڑ کر دین میں بدعات پیدا کر رہے ہیں یہ غلط ہے بلکہ دین سے مذاق کرنے والے ہیں۔ اسلام کے نام پر خود مسلمان ہو کر ایسی باتیں کر رہے ہیں تو دین سے مذاق کر رہے ہیں اور یہ دین کے علم کو نہ سمجھنے اور جہالت کی وجہ سے ہے۔ مسلمانوں کا یہ حال ہونا تھا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئی تھی کہ ایسی جہالت مسلمانوں میں پیدا ہو جائے گی جب وہ اس قسم کی حرکتیں کریں گے۔

صحیح راستہ مسیح موعود اور مہدی معہود نے ہی دکھانا تھا

یا پھر مسلمانوں کی ایک دوسری انتہا ہے کہ دین کے نام پر ظلم کر رہے ہیں، بربریت کر رہے ہیں اور اتنی سختی عورت پر ہو رہی ہے کہ عورت کی کوئی حیثیت ہی نہیں سمجھی جاتی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں زمانے کے امام مسیح موعود اور مہدی معہود کو بھیجا ہے کہ اسلام کی تعلیم میں علماء کے غلط رویّوں کی وجہ سے جو افراط اور تفریط پیدا ہو رہی ہے یا اس طرف جھک گئے یا اُس طرف جھک گئے وہ حالت پیدا ہو رہی ہے تو اسے درست کیا جائے۔ اسلام کی تعلیم میں آسانی کے نام پر لوگ جو

بدعات پیدا کر رہے ہیں یا اسلام کی تعلیم میں سختی کے نام پر بے جا پابندیاں لگائی جا رہی ہیں، جو غلط عمل کئے جا رہے ہیں ان سے روکے۔ ان دونوں طرح کے لوگوں کو صحیح راستہ مسیح موعود اور مہدی معہود نے ہی دکھانا تھا جو آپ نے ہمیں دکھایا۔

پس ہم احمدی خوش قسمت ہیں کہ ہم نے آپ کو مانا۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو ماننے کے بعد بھی ہمارے اندر کوئی احساس کمتری یا دین کو دنیا پر مقدم کرنے میں کمزوری ہے تو یہ قابل فکر اور قابل شرم بات ہے۔ ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ کی بات ہی ہمیشہ رہنے والی اور ہر سُقم سے پاک ہے اور ہر غلطی سے پاک ہے۔

دنیا والوں کے بنائے ہوئے قواعد اور قانون کبھی غلطیوں اور خامیوں سے پاک نہیں ہو سکتے۔ ابھی گزشتہ دنوں میں ایک خبر آئی تھی کہ سویڈن میں ایک عورت جو میوزک کے بڑے بڑے کنسرٹ کرتی ہے۔ اس نے اعلان کیا ہے کہ ہر سال جو اُن کا بہت بڑا کنسرٹ (concert) ہوتا ہے اس میں اس دفعہ صرف عورتیں آئیں گی اور مرد نہیں بلائے جائیں گے اور وجہ یہ بیان کی کہ کیونکہ گزشتہ سالوں کے تجربہ سے یہ ثابت ہوا ہے کہ مرد آکر عورتوں کے ساتھ بڑی بیہودگی کرتے ہیں بلکہ ریپ (rape) تک نوبت آجاتی ہے۔ اب یہ نتیجہ ہے جو مرد عورت کو اکٹھا رکھنے کا سامنا آیا ہے۔ اس لئے اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ اگر معمولی سا بھی امکان ہو کہ کوئی غلط کام ہو سکتا ہے تو اس غلط کام سے بچو، اس امکان سے بچو۔

اسلام کی تعلیم پر اعتراض کرنے والے اب خود ہی اس بات کا اقرار کرنے لگ گئے ہیں کہ بعض جگہوں پر عورت اور مرد کی علیحدگی ہی بہتر ہے۔ اب بعض جگہ عورتوں اور مردوں کی علیحدہ تنظیم کی باتیں ہونے لگ گئی ہیں۔ دنیاوی معاشرے میں بھی اس بات کا احساس پیدا ہونا شروع ہو گیا ہے کہ عورت اور مرد کی علیحدہ شناخت اور علیحدہ رہنا ہی ٹھیک ہے۔ جو ہم پر سیگریگیشن (segregation) کا الزام لگاتے تھے، اعتراض کرتے تھے اب خود یہ تسلیم کرنے لگ گئے ہیں کہ بعض جگہوں پر یہ علیحدگی ہونی چاہئے۔

(http://www.bbc.com/news/entertainment-arts-40504452)

اسلامی پردہ کی فلاسفی

پس ایک احمدی مسلمان عورت کو اس بات پر کامل یقین ہونا چاہئے کہ آخر کار ہماری تعلیم ہی کامیاب ہونے والی ہے اور عورت کی آزادی کے نام پر ان کی کوششیں ناکام و نامراد ہوں گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہماری اس بارے میں رہنمائی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اسلامی تعلیم کی روشنی میں کیوں ضروری ہے کہ عورت اور مرد علیحدہ رہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ

"اسلامی پردہ کی یہی فلاسفی اور یہی ہدایت شرعی ہے۔ خدا کی کتاب میں پردہ سے یہ مراد نہیں کہ فقط عورتوں کو قیدیوں کی طرح حراست میں رکھا جائے۔ یہ اُن نادانوں کا خیال ہے جن کو اسلامی طریقوں کی خبر نہیں۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ عورت مرد دونوں کو آزاد نظر اندازی اور اپنی زینتوں کے دکھانے سے روکا جائے کیونکہ اس میں دونوں مرد اور عورت کی بھلائی ہے۔" فرمایا کہ "بالآخر یہ بھی یاد رہے کہ خوابیدہ نگاہ سے غیر محل پر نظر ڈالنے سے اپنے تئیں بچالینا اور دوسری جائز النظر چیزوں کو دیکھنا اس طریق کو عربی میں غضِ بصر کہتے ہیں"۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 344)

اگر کہیں مجبوری ہے تو بڑی نیم وا آنکھوں سے دیکھنے کی ضرورت پڑ جاتی ہے لیکن عموماً اپنی نظریں نیچی رکھو اور اپنے آپ کو غلط جگہ نظر ڈالنے سے بچاؤ اور یہ چیز ہی غضِ بصر کہلاتی ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جو لوگ بے پردگی پر زور دیتے ہیں اور اس حوالے سے عورت کی آزادی کے نعرے لگاتے ہیں تو اس سے فسق و فجور بڑھے گا۔ دین سے دور ہٹو گے اور برائیوں میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر آزادی اور بے پردگی سے ان کی عفت اور پاکدامنی بڑھ گئی ہے یعنی عورتوں کی عفّت اور پاکدامنی بڑھ گئی ہے تو ہم مان لیں گے کہ ہم غلطی پر ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مردوں کی حالت کا اندازہ کرو۔ مردوں کو بھی نصیحت کی اور ان کی حالت کا بھی بیان

فرمایا کہ وہ کس طرح بے لگام گھوڑے کی طرح ہو گئے ہیں، نہ خدا کا خوف رہا ہے، نہ آخرت کا یقین ہے۔ دنیاوی لذّات کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 7 صفحہ 134-135۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس سب سے اوّل ضروری ہے کہ آزادی اور بے پردگی سے پہلے مَردوں کی اخلاقی حالت درست کرو اگر یہ درست ہو جاوے اور مردوں میں کم از کم اس قدر قوت ہو کہ وہ اپنے نفسانی جذبات سے مغلوب نہ ہو سکیں تو اس وقت اس بحث کو چھیڑو کہ آیا پردہ ضروری ہے کہ نہیں ورنہ موجودہ حالت میں اس بات پر زور دینا کہ آزادی اور بے پردگی ہو گویا بکریوں کو شیروں کے آگے رکھ دینا ہے۔

یہ بات جو آپ نے فرمائی یہی بات اس عورت نے بھی کہی جو کنسرٹ آرگنائز کرتی ہے جس کے بارے میں ابھی میں نے بتایا کہ اس نے کہا کہ ہم اس وقت تک مردوں اور عورتوں کو اکٹھے نہیں رکھ سکتے جب تک مردوں کو یہ سمجھ نہ آ جائے اور ہمیں یہ یقین نہ ہو جائے کہ عورت کی کس طرح عزت کرنی ہے اور اپنے جذبات کو کس طرح قابو کرنا ہے۔ آج ایک جگہ سے یہ آواز اٹھی ہے چاہے وہ ناچ گانے کی مجلس کی آواز ہی ہو، اس کے حوالے سے ہی ہو، کم از کم خیال تو آیا ان کو کہ مرد عورت کے ایک جگہ ہونے میں کس طرح کی برائیاں پیدا ہو سکتی ہیں اور ہو رہی ہیں۔ وہ باتیں جو دین نے ہمیں سینکڑوں سال پہلے بتا دیں اور وہ باتیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے ہمیں کھول کر سوا سو سال پہلے بیان فرما دیں وہ اب

تجربے کے بعد آزادی کے نام پر بے حیائیوں کے پھیلنے کے بعد ان کو سمجھ آ رہی ہیں۔ آخر ایک دن ان کو مکمل طور پر یہ ماننا پڑے گا کہ اسلام کی تعلیم ہی قائم رہنے والی تعلیم ہے۔ یہی تعلیم ہے جو انسان کو انسانوں کے دائرے میں رکھنے کے لئے مکمل ہدایت دیتی ہے۔

پس ایک حقیقی مسلمان عورت کو کسی بھی قسم کے احساس کمتری میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم دو کشتیوں میں پاؤں نہیں ڈال سکتے۔ ڈوب جائیں گے۔ اگر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا ہے تو پھر دین کو مقدم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے احکامات پر نظر رکھنی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مرد اپنی نظریں نیچی رکھیں۔ یہ پہلے مَردوں کو حکم ہے اور غضِّ بصر سے کام لیں اور عورتوں کو بلا وجہ نہ دیکھیں اور ان کی مجلسوں میں نہ جائیں۔ پھر اگر اس پر عمل کریں گے تو پھر ہی مرد ان برائیوں سے بچ سکتے ہیں اور اپنی دنیا و آخرت سنوار سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پھر عورتوں کو بھی فرماتا ہے کہ اپنی نظریں نیچی رکھو اور اپنی زینت کو غیر مردوں سے چھپاؤ اور اپنی حیا کو قائم کرو۔ اگر یہ عورتیں کریں گی تو اس پر عمل کر کے ہی اپنی اور اپنی نسلوں میں حیا کو قائم کرنے کا ان کو موقع ملے گا۔

پس جہاں ماؤں کو اپنی عبادتوں، اپنے اخلاق، اپنے حیادار لباس کے نمونے اپنے بچوں کے سامنے قائم کرنے ہوں گے تا کہ اپنی کل کو بچا سکیں وہاں میں مردوں کو بھی کہوں گا کہ وہ بھی اس پر قائم ہوں اور خاص طور پر جو مرد اور عورت عہدیدار

ہیں ان کو کہوں گا کہ وہ اپنے نمونے اپنے بچوں کے لئے دکھائیں۔ عورت عہدیداروں کے نمونے بھی ضروری ہیں۔ صرف عہدہ لینا، لجنہ کا کام کرنا کافی نہیں ہے۔ ان کو ان باتوں کا خیال رکھنا ہوگا کہ کس طرح انہوں نے اپنے گھروں کے لئے بھی اور اپنے ماتحت کام کرنے والیوں کے لئے بھی اپنے نمونے قائم کرنے ہیں۔

آجکل برقعوں کے بھی عجیب عجیب رواج ہو گئے ہیں۔ بعض لوگ پیٹ تک بٹن بند کرتے ہیں اس کے بعد عجیب کاٹ سے برقعے کھلے ہو جاتے ہیں جس سے لباس کی زینت نظر آ رہی ہوتی ہے۔ ٹیڑھی کاٹ کے برقعے ہوتے ہیں۔ کپڑوں کی نمائش کروا رہی ہوتی ہیں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں بھی برقعوں پہ اعتراض ہوتا تھا۔ آپ نے اس وقت بھی فرمایا کہ بعض برقعے ایسے ہیں جو سامنے سے کپڑوں کی نمائش کرتے ہیں نظر آتے ہیں۔ لوگ جو اعتراض کرتے ہیں کہ بعض برقعے پیچھے سے تنگ ہیں۔ اُس زمانے میں بھی یہی باتیں تھیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ اعتراض مجھے لوگوں کی طرف سے پہنچ رہے ہیں کہ یا سامنے سے کھلے ہوتے ہیں یا پیچھے سے صحیح نہیں ہوتے تو اس وقت آپ نے لجنہ کو کہا تھا کہ تم لوگ خود اپنے ایسے حیادار برقعے ڈیزائن کرو۔ تم لوگ جانتی ہو کس طرح کرنا ہے کہ جس سے پردہ بھی ہو جائے اور تمہاری سہولت بھی قائم رہے۔

(ماخوذ از مستورات سے خطاب، انوار العلوم جلد 12 صفحہ 560-561)

پس آج بھی اسی چیز کی ضرورت ہے کہ ایسے برقعے پہنیں جو پردے کا بھی حق ادا کرنے والے ہوں اور آپ کو سہولت سے کام کرنے میں روک بھی نہ پڑے۔ اگر اپنے لباس کی زینتوں کو اسی طرح کھلے لباس کر کے دکھائیں گی تو پھر یہ امید نہ رکھیں کہ مَردوں کی نظریں نہیں پڑیں گی۔ مردوں کی نظریں بھی پھر نیچے سے اوپر تک مکمل جائزہ لیں گی اور اس حوالے سے بعض مسائل بعض جوڑوں میں، بعض گھروں میں، بعض شادی شدہ لوگوں میں، میاں بیوی میں پیدا ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ اس لئے مَیں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اپنی نمائش کر کے دنیا کی دوڑ میں شامل ہونے کی بجائے دین کی دوڑ میں شامل ہوں۔ اپنے اور اپنے بچوں کی کل کو سنواریں۔ اس دنیا کو بھی جنت بنائیں اور اگلی دنیا کو بھی جنت بنائیں۔ اور یہ اس وقت ہو سکتا ہے جب اللہ تعالیٰ ہر کام میں مقدم ہو۔ کل بھی میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حوالے سے بتایا تھا کہ ہر کام میں یہ چیز ہو کہ میں نے خدا کے لئے یہ کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ وَلِمَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ (الرحمٰن: 47)۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی وضاحت فرماتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ”یاد رکھو جو خدا تعالیٰ کی طرف صدق اور اخلاص سے قدم اٹھاتے ہیں وہ کبھی ضائع نہیں کئے جاتے۔ ان کو دونو جہان کی نعمتیں دی جاتی ہیں۔ جیسے فرمایا

اللہ تعالیٰ نے وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ (الرحمٰن: 47) اور یہ اس واسطے فرمایا کہ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ میری طرف آنے والے "یعنی خدا تعالیٰ کی طرف آنے والے "دنیا کھو بیٹھتے ہیں۔ بلکہ ان کے لئے دو بہشت ہیں۔" فرمایا "ان کے لئے دو بہشت ہیں۔ ایک بہشت تو اس دنیا میں اور ایک جو آگے ہو گا۔"

(ملفوظات جلد 10 صفحہ 78۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے یہ چاہتا ہے کہ ہم کل پر نظر رکھیں تا کہ اس دنیا کی جنت کے حاصل کرنے والے بھی ہوں اور اگلے جہان کی جنت کے حاصل کرنے والے بھی ہوں۔ اللہ تعالیٰ کسی عورت کی آزادی کو ختم کرنا نہیں چاہتا۔ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ عورت اور مرد اپنے اپنے دائرے میں رہیں تا کہ اس دنیا کا معاشرہ بھی حسین بن کر جنت کا نمونہ پیش کرے اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر چلنے کی وجہ سے اگلے جہان میں بھی جنتوں کے وارث بنیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس بات کی توفیق عطا فرمائے کہ ان کا ہر عمل اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق ہو اور وہ دونوں جہان کی جنت حاصل کرنے والی ہوں۔ اب دعا کر لیں۔ (دعا)

(مطبوعہ الفضل انٹر نیشنل 20 اکتوبر 2017)

☆☆☆

جلسہ سالانہ جرمنی کے موقع پر

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

کا مستورات سے خطاب۔

فرمودہ 26؍اگست 2017ء بروز ہفتہ

بمقام کالسروے جرمنی

- اسلام پر حملے
- اسلام دین فطرت ہے
- بچوں کی تربیت پہلا فرض
- احمدی ماؤں کی پاک گودیں پاک خزانے رکھنے کی جگہ
- عورتوں کے حقوق کی ادائیگی
- خوبصورت مثال
- رشتہ کرنے میں بھی لڑکی کا حق
- رشتہ جوڑتے وقت دعا کرو
- رشتوں میں بے اعتمادی
- ماں کا مقام
- اسلام کی خوبصورت تعلیم
- احمدی عورت کا وقار اور تقدس

- وراثت کا حق
- دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ - بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۔

اسلام پر حملے

آجکل بعض مسلمانوں کے عمل نے اسلام کو اس طرح پیش کیا ہے کہ جس سے غیر مسلم دنیا کو اسلام پر اعتراضات کا موقع ملتا ہے اور جو مذہب مخالف طاقتیں ہیں وہ تو اور بھی بڑھ کر اسلام پر حملے کرتی ہیں۔ کہیں شدت پسند ظالم مذہب کہہ کر اسلام کو بدنام کیا جاتا ہے تو کہیں انسانی حقوق غصب کرنے کے حوالے سے اسلام کو بدنام کیا جاتا ہے۔ کہیں عورتوں کے حقوق ادا نہ کرنے کا نام دے کر اسلامی تعلیم پر اعتراض کیا جاتا ہے اور بڑے طریقے سے مسلمان عورتوں کے جذبات کو ابھارا جاتا ہے کہ دیکھو تمہیں گھر کی چار دیواری میں رکھ کر یا پردہ کا کہہ کر تمہاری آزادی سلب کی جاتی ہے۔ اور جن کو دین کا زیادہ پتا نہیں، زیادہ علم نہیں رکھتیں وہ سمجھتی ہیں کہ واقعی ہمارے حقوق ادا نہیں ہو رہے۔ اور یا پھر دوسری انتہا ہے کہ ردّ عمل کے طور

پر زیادہ شدت پسندی عورتوں میں بھی آگئی ہے اور بعض عورتیں دہشت گرد تنظیموں کی آلہ کار بن جاتی ہیں۔

اسلام دین فطرت ہے

یہ اللہ تعالیٰ کا احمدی عورتوں پر احسان ہے کہ انہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے کی توفیق ملی جنہوں نے اسلام کی حقیقی تعلیم ہمارے سامنے پیش فرمائی۔ قرآن و حدیث میں سے وضاحت طلب امور کو کھول کر بیان فرمایا اور بتایا کہ اسلام میانہ روی کا مذہب ہے اور وہ مذہب ہے جو دین فطرت ہے، فطرت کے مطابق ہے اور اسلام کا ہر حکم اپنے اندر حکمت لئے ہوئے ہے۔ اسلام جہاں مردوں کے حقوق کی بات کرتا ہے تو ساتھ ہی عورتوں کے حقوق کی بھی بات کرتا ہے۔ اسلام اگر مردوں کو ان کے نیک اعمال کی وجہ سے انعامات اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی خوشخبری دیتا ہے تو اسی طرح نیک اعمال بجالانے پر عورت کو بھی اللہ تعالیٰ کی رضا اور انعامات کی خوشخبری دیتا ہے۔ پس جو کہتا ہے کہ اسلام نے مرد کو عورت پر ترجیح دی ہے وہ غلط کہتا ہے۔

اسلام کہتا ہے کہ گھر کا خرچ چلانا، بیوی بچوں کے نان نفقہ کا خیال رکھنا، ان کی ضروریات کو پوری کرنا، مرد کا کام ہے اور یہی اس کے قوّام ہونے کی نشانی بھی ہے۔ مرد کا قوّام ہونا عورتوں پر رعب ڈالنا اور ان پر سختی کرنا نہیں ہے۔ اگر عورت

کام کر رہی ہے جیسے ڈاکٹر ہے، ٹیچر ہے یا کوئی بھی کام کر رہی ہے اور اس کے خاوند کی مرضی اس کے کام کرنے میں شامل ہے تو عورت کی کمائی پر مرد کا کوئی حق نہیں ہے۔ مرد نے بہر حال اپنے گھر کا خرچ چلانا ہے اور وہ اس کا ذمہ دار ہے۔ عورت کی ضروریات پوری کرنے کا بھی ذمہ دار ہے اور بچوں کی ضروریات پوری کرنے کا بھی ذمہ دار ہے، چاہے عورت کام کر رہی ہو یا نہ کر رہی ہو۔ مرد عورت کو یہ نہیں کہہ سکتا کہ کیونکہ تم بھی کام کر رہی ہو اور کمائی کر رہی ہو اس لئے گھر کا آدھا خرچ تم بھی پورا کرو۔ عورت اگر اپنی مرضی سے گھر پر خرچ کرتی ہے تو یہ اس کا مَردوں پر احسان ہے ورنہ وہ کسی طرح بھی پابند نہیں ہے کہ گھر کا خرچ چلائے، گھر کے اخراجات پورے کرے۔ بیوی بچوں کے کپڑے، کھانے پینے، رہائش اور دوسری ضروریات مہیا کرنا مرد یا خاوند کا کام ہے۔ ہاں اسلام عورت کو یہ کہتا ہے کہ جب مرد کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بیوی بچوں کی تمام ضروریات کا خیال رکھے تو پھر عورت کو اپنی پہلی ترجیح گھر کی دیکھ بھال اور بچوں کی تربیت کی طرف رکھنی چاہئے۔ جب کوئی شخص مرد ہو یا عورت کوئی پیشہ وارانہ تعلیم حاصل کرتا ہے جیسے ڈاکٹر ہے ،انجنیئر ہے، ٹیچر ہے وغیرہ وغیرہ تو ان کی خواہش بھی ہوتی ہے اور دلچسپی بھی کہ وہ اس پیشے میں کام بھی کریں تاکہ اس میں تجربہ حاصل ہو، اپنی مہارت کو مزید نکھارنے کا موقع ملے۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد عورت کی خواہش اپنے پیشے میں مہارت حاصل کرنے اور دکھانے کی نہیں ہوتی اور مرد کی

ہوتی ہے۔ لیکن اس خواہش کے باوجود مَیں بہت سی احمدی عورتوں کو جانتا ہوں جو ڈاکٹر ہیں اور اپنی فیلڈ میں انہوں نے سپیشلائز بھی کیا ہوا ہے لیکن شادی ہونے کے بعد اپنے کام اس لئے چھوڑ دیئے کہ انہوں نے بچوں کی دیکھ بھال اور تربیت کی اس پیشہ وارانہ دلچسپی سے زیادہ اہمیت سمجھی۔ اور جب بچے بڑے ہوگئے تو پھر انہوں نے دوبارہ اپنی فیلڈ میں کام کرنا شروع کر دیا۔ اور ایسی ماؤں کے بچے دینی لحاظ سے اور دنیاوی لحاظ سے بھی عموماً بہترین بچے ہوتے ہیں اور دوسرے نفسیاتی مسائل سے بھی آزاد رہتے ہیں۔ پس یہ مائیں ہیں جنہوں نے اس اسلامی حکم کو سمجھا کہ تمہارا اصل کام اپنی اور قوم کی نئی نسل کی بہترین تربیت کر کے انہیں قوم کے لئے بہترین سرمایہ بنانا ہے۔ انہیں معاشرے کا بہترین حصہ بنانا ہے۔

عورت کی فطرت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خاصیت رکھی ہے کہ وہ صبر اور برداشت سے بچے کی پرورش کر سکتی ہے۔ اس کی تفصیل مَیں گزشتہ سال کے جلسہ میں بیان کر چکا ہوں۔ اور یہ بھی اللہ تعالیٰ نے انسانی فطرت میں رکھا ہے کہ بچے باپوں کی نسبت عموماً ماؤں سے زیادہ attach ہوتے ہیں۔ چنانچہ چند سال پہلے ایک ریسرچ ہوئی کہ تیرہ چودہ سال تک کی عمر کے بچے ماؤں سے باپوں کی نسبت زیادہ متأثر ہوتے ہیں۔ ماؤں کی باتوں کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں، زیادہ صحیح سمجھتے ہیں۔ باپوں کو اس کے مقابلہ میں کم اہمیت دیتے ہیں۔ بعد میں خاص طور پہ لڑکے جب جوان ہونے شروع ہوتے ہیں تو باپوں کی طرف بھی رجحان بڑھتا ہے اس

لئے کہ باہر جانا اور دوسرے کھیل کود کے کام میں بھی لڑکوں کا رجحان زیادہ ہوتا ہے۔ اسی طرح بعض باپ، جب آپس میں ناچاقیاں ہوتی ہیں تو اپنی بیوی کی ضد میں آکر بچوں کی غلط خواہشات پوری کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور یہ بات اس وقت ہوتی ہے جیسا کہ مَیں نے کہا جب خاوند بیوی میں اختلافات شروع ہو جاتے ہیں۔ باپوں کو یہ پتا ہی نہیں لگ رہا ہوتا کہ اس طرح کے غلط لاڈ پیار سے وہ اپنی ہی نسل برباد کر رہے ہیں۔ یہ تو میرا ابھی تجربہ ہے اور بہت سے معاملات میرے سامنے بھی آئے۔ جب گھروں میں میاں بیوی میں اختلافات شروع ہو جاتے ہیں، یا جب میاں بیوی میں علیحدگیاں ہوتی ہیں تو صرف بچوں کو اپنی طرف کھینچنے کے لئے باپ وقت ضائع کرنی والی گیمز بچوں کو خرید کر دے دیتے ہیں اور جب مائیں بچوں کو سمجھائیں تو پھر بچے باپوں کو بتاتے ہیں اور یوں اگر وہ رشتہ ابھی قائم ہے اور صرف اختلافات ہی ہیں تو گھروں میں لڑائیاں اور فساد بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ اور اگر رشتے قائم نہیں اور علیحدگیاں ہو چکی ہیں تو پھر بچے دوہری زندگی گزار رہے ہوتے ہیں۔ ان کو سمجھ نہیں آتی کہ کیا صحیح ہے اور کیا غلط ہے۔ بہر حال یہ بھی میرا تجربہ ہے کہ ایک عمر کو پہنچ کر جب بچوں میں چاہے وہ لڑکے ہیں یا لڑکیاں کچھ عقل آتی ہے تو پھر بچے ماں کی حمایت کرتے ہیں اور باپوں کی زیادتیوں کی شکایت بھی کرتے ہیں۔

بچوں کی تربیت پہلا فرض

پس اسلام نے انسانی فطرت کے اس پہلو کو سامنے رکھتے ہوئے عورت اور مرد کو کہہ دیا کہ اگر اپنی نسلوں کی صحیح تربیت کرنا چاہتے ہو اور انہیں معاشرے کا بہترین حصہ بنانا چاہتے ہو تو مرد اپنی ذمہ داریاں سنبھالے اور عورت اپنی ذمہ داریاں سنبھالے۔ دونوں ایک دوسرے کے حقوق بھی ادا کرنے کی کوشش کریں اور بچوں کے حقوق بھی ادا کرنے کی کوشش کریں تو اس سے تم قوم کا ایک بہترین سرمایہ بنا رہے ہو گے۔ اگر عورتیں گھروں میں اپنے فرائض ادا کرنے کی بجائے پیسہ کمانے کے شوق میں نوکریاں کرتی رہیں گی اور بچے جب سکول سے گھر آئیں گے تو نظر انداز ہو رہے ہوں گے۔ انہیں پتا نہیں ہو گا کہ کہاں وہ اپنے سکون کی تلاش کریں۔ مائیں جب تک تھکی ہوئی گھر آئیں گی تو ظاہر ہے کہ جلدی جلدی کھانا تیار کرنے کی فکر میں ہوں گی یا اور دوسرے کام کرنے کی فکر میں ہوں گی بچوں کو صحیح طرح وقت نہیں دے سکیں گی اور یہی چیز بہت سے بچوں میں بے چینی کا باعث بن رہی ہوتی ہے۔ جوں جوں تعلیم عام ہو رہی ہے اسی طرح اس طرف رجحان بڑھ رہا ہے۔ تعلیم یافتہ لڑکیاں سمجھتی ہیں کہ شادی کے بعد ہمارا فرض ہے کہ ہم ضرور کام کریں۔ بیشک کام کریں لیکن جیسا کہ مَیں نے کہا بچوں کی تربیت پہلا فرض ہے۔ بہرحال بچوں میں یہ باتیں بے چینی کا باعث بن رہی ہوتی ہیں چاہے وہ اس کا اظہار

کریں یا نہ کریں لیکن عمر کے ساتھ ساتھ اس بے چینی کے پھر نفسیاتی اثرات بھی ظاہر ہوتے ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں عورتوں کو یہ کہہ کر اس طرف توجہ دلائی ہے کہ تم میں سے بہترین عورتیں وہ ہیں جو صالحات ہیں اور قانتات ہیں اور حافظات لِلغَیب ہیں۔ نیکیوں میں بڑھنے والی ہیں۔ دنیاوی خواہشات ان کا مطمح نظر نہیں ہے بلکہ ان کا مقصد یہ ہے کہ خود بھی اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلتے ہوئے نیکیاں بجالانے والی ہوں اور بچوں کی بھی صحیح تربیت کر کے انہیں صالح بنانے والی ہوں۔ پھر غیب میں بھی ان چیزوں کی حفاظت کرنے والی ہوں جن کی حفاظت کی اللہ تعالیٰ نے تاکید فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے عورت کو جن باتوں کے کرنے کی تاکید فرمائی ہے ان میں سے ایک بچوں کی تربیت ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت اپنے خاوند کی نگران بنائی گئی ہے۔ وہ اس کی غیر حاضری میں اس کے گھر اور اولاد کی حفاظت کی ذمہ دار ہے۔

(صحیح البخاری کتاب النکاح باب المرأۃ راعیۃ فی بیت زوجھا حدیث 5200)

اور **اولاد کی حفاظت کس طرح ہو سکتی ہے۔** یہ سوال ہے؟ یہ بچوں کی بہترین تربیت کر کے ہی ہو سکتی ہے۔ اگلی نسل کی بہترین تربیت کر کے ہی

ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ مَیں نے کہا تھا کہ اسلام اگر مرد کو تمام ضروریات کے پورا کرنے کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے تو پھر عورت کو بھی کہتا ہے کہ تم بھی اپنی ذمہ داری ادا کرو۔ اگر بچوں کی تربیت کی ذمہ داری عورت ادا کرتی ہے تو کہاں سے یہ نتیجہ نکلا اور کس طرح یہ نتیجہ نکلا کہ اس کو گھر میں رکھ کر اس کے حقوق غصب کئے گئے ہیں یا کئے جا رہے ہیں۔

جب مرد کو عورت کے حق ادا کرنے کا ذمہ دار بنایا گیا ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ وہ باہر کے کاموں کی وجہ سے بچوں کا صحیح حق ادا نہیں کر سکتا تو پھر عورت بچوں کا حق ادا کرے۔ اور اللہ تعالیٰ نے عورت کی فطرت میں یہ رکھا ہے کہ وہ بچوں کی نگہداشت بہترین رنگ میں کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اگر عورت بھی کہے کہ میں نے اپنا حق استعمال کرنا ہے اور سارا دن گھر سے باہر رہنا ہے تو بچوں کا حق کون ادا کرے گا۔ پس اسلام کہتا ہے کہ تم آپس میں باہمی رضامندی سے تقسیم کار کرو۔ ہر ایک اپنے اپنے کام کو تقسیم کرے اور ضد میں آکر بچوں کو ان کے حق سے محروم نہ کرو۔ اپنے حق لینے کے لئے بچوں کو ان کے حق سے محروم نہ کر دو۔ پس یہ قابل اعتراض نہیں بلکہ خوبصورت تعلیم ہے۔

احمدی ماؤں کی پاک گودیں پاک خزانے رکھنے کی جگہ

پس احمدی ماؤں کو کسی قسم کے شکوہ کی ضرورت نہیں بلکہ انہیں خوش ہونا چاہئے کہ احمدی ماؤں کی پاک گودیں پاک خزانے رکھنے کی جگہ ہیں اور ان میں پلنے والے بچے پاک مال ہیں اور نیک تربیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ مال ہیں۔ پس کون ہے جو یہ پاک مال بنانا اور لینا پسند نہیں کرے گا۔ پس اٹھیں اور پاک مال سے اپنے پاک خزانے بھرتی چلی جائیں۔ بجائے اس کے کہ ضدوں میں آکر، مقابلوں میں آکر، بچوں کے حق ادا کرنے چھوڑ دیں اور ان کو ان کے حق سے محروم کر دیں۔ دنیا کو نہ دیکھیں کہ یہ چند روزہ دنیا ہے۔ دنیا کی چند روزہ زندگی کے پیچھے دوڑنے کی بجائے آخرت کی اس زندگی کے حصول کی کوشش کریں جس سے اس دنیا کی زندگی بھی جنت بنتی ہے اور آخرت کی زندگی بھی دائمی جنت بناتی ہے۔

دیکھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نیک بیویوں اور نیک ماؤں کو کیا مقام دیا ہے۔ آپ نے فرمایا جمع کرنے والا مال سونا چاندی نہیں ہے۔ یہ نہ سمجھو کہ تم نے سونا چاندی جمع کر لیا تو بڑا مال کما لیا۔ فرمایا بلکہ سب سے افضل مال ذکر الٰہی کرنے والی زبان ہے اور شکر کرنے والا دل ہے اور مومنہ بیوی ہے جو اس کے دین پر اس کی مددگار ہوتی ہے۔

(سنن الترمذی ابواب تفسیر القرآن باب ومن سورۃ التوبۃ حدیث 3094)

گویا خاوند کو دین پر چلانے کے لئے بھی مومنہ بیوی ہی کام آتی ہے اور جو دین کی خدمت کرنے والے ہیں ان کی مددگار بھی مومنہ بیوی ہی ہوتی ہے۔ پس جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا مردوں اور عورتوں دونوں کو اس بات کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ اگر وہ خزانے جمع کرنے ہیں جو اس دنیا میں بھی کام آئیں اور اگلے جہان میں بھی کام آئیں تو اپنی زبانوں کو ذکر الٰہی سے تر رکھو۔ اللہ تعالیٰ کے فضلوں پر اپنے دل میں شکر گزاری کے جذبات پیدا کرو۔ اس بات پر ہر وقت کڑھتے نہ رہو کہ فلاں کے پاس مال زیادہ ہے، اس کے پاس پیسہ زیادہ ہے اور ہمارے پاس کم ہے۔ فلاں کا گھر بڑا ہے اور ہمارا چھوٹا ہے۔ فلاں کے پاس فلاں قسم کی اور نئے ماڈل کی کار ہے ہمارے پاس نہیں ہے۔اور عورتیں یہ نہ دیکھیں کہ فلاں کے پاس سونے کا اتنا زیور ہے اور ہمارے پاس نہیں ہے۔ ہمارے خاوند ہمیں بنا کے نہیں دیتے۔ اگر خاوندوں کو گنجائش ہے تو ضرور بیویوں کی خواہش پوری کر دینی چاہئے لیکن اگر قرضے لے کر اور قرضوں میں ڈوب کر خواہش پوری کرنی ہے تو یہ دیندار عورت کی نشانی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا رسول فرماتا ہے کہ اگر تم نیک اور دیندار ہو تو تمہاری قدر سونے چاندی سے زیادہ ہے۔ تمہاری گود میں پلنے والے بچے وہ انمول خزانہ ہیں جو دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے، جماعت کا بہترین سرمایہ اور ملک و قوم کا بہترین اثاثہ ہیں۔ وہ ملک و قوم کی ترقی میں صفِ اوّل میں شمار ہونے والے ہیں۔ یہ ارشاد

مردوں کے لئے بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک دوسرے ارشاد کی اہمیت کو مزید کھول کر واضح کرتا ہے کہ جب تم شادیاں کرنے لگو تو خاندان یا مال یا خوبصورتی کے بجائے سب سے پہلی ترجیح دین کو دو اور دیندار عورت کی تلاش کرو (صحیح البخاری کتاب النکاح باب الاکفاء فی الدین حدیث 5090)۔ تاکہ تمہیں ایسا خزانہ اور مال اور حسن مل جائے جو نہ صرف عارضی حسن ہو بلکہ اِس دنیا کو بھی خوبصورت بنادے اور اگلے جہان کو بھی خوبصورت بنادے اور تمہاری نسلوں کے حسن کو بھی قائم کردے۔

عورتوں کے حقوق کی ادائیگی

پس اگر مرد بھی اپنی اصلاح کریں اور اپنے رشتوں کے معیاروں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق دیکھنے لگ جائیں تو عورتوں میں بھی دنیا کی دوڑ میں آگے بڑھنے کی بجائے دین کی دوڑ میں آگے بڑھنے کی کوشش شروع ہو جائے۔ مَردوں میں خودغرضیاں کم ہوں اور اس سے عورتوں کے حقوق کی ادائیگی کی طرف زیادہ توجہ پیدا ہو جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کس خوبصورتی سے مردوں کو عورت کا حق ادا کرنے کی طرف بھی توجہ دلاتا ہے۔ آپ علیہ السلام نے ایک موقع پر فرمایا کہ مومنوں میں سے ایمان کے لحاظ سے کامل ترین مومن وہ ہے جس کے

اخلاق اچھے ہیں۔ اور تم میں سے خُلق کے لحاظ سے بہترین وہ ہے جو اپنی عورتوں سے بہترین اور مثالی سلوک کرتا ہے۔

(سنن الترمذی ابواب الرضاع باب ماجاء فی حق المرأۃ علی زوجھا حدیث 1162)

پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے بہترین سلوک کو دین اور ایمان کا حصہ بنادیا۔ پس ایسی خوبصورت تعلیم کے بعد اگر کسی عورت کو یہ خیال آتا ہے کہ ہمیں حقوق نہیں ملتے اور دنیاداروں کے قوانین میں عورتوں کے لئے زیادہ حقوق رکھے گئے ہیں تو اس سے بڑی جہالت اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ ہر احمدی چاہے وہ مرد ہے یا عورت یہ عہد کرتا ہے کہ مَیں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا اور رکھوں گی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ **اگر دین کو مقدم رکھنا ہے تو اس کی شرط یہ ہے کہ تم اپنے اخلاق کو بہترین بناؤ کہ اس سے ایمان میں ترقی ہوتی ہے** اور اخلاق میں ترقی کا تبھی پتا چلے گا جب تمہارا اپنی بیویوں سے اور عورتوں سے حسن سلوک ثابت ہو گا۔ پس اس ارشاد کے بعد اگر کوئی اپنی بیوی سے زیادتی کرتا ہے اور اس سے اخلاق سے پیش نہیں آتا تو اسے اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہئے۔

خوبصورت مثال

جو مرد ذرا ذرا سی بات پر عورتوں سے زیادتی کرتے ہیں انہیں نصیحت کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کی بھلائی اور خیر خواہی کا خیال رکھنا چاہئے کیونکہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم پسلی کی ہڈی کو سیدھا کرنے کی کوشش کرو گے تو اسے توڑ دو گے۔ لیکن اگر اس کی بناوٹ سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرو گے تو اس سے فائدہ اٹھاؤ گے۔

(صحیح البخاری کتاب النکاح باب الوصاۃ بالنساء حدیث 5186)

کیسی خوبصورت مثال آپ نے دی۔ انسانی جسم کے دو اہم حصے پھیپھڑے اور دل پسلی کے پنجرے کے اندر ہوتے ہیں اور ڈاکٹروں کے لحاظ سے یہ جسم کا بڑا اہم حصہ ہے اور دل اور پھیپھڑوں کو بہت سے نقصانات سے محفوظ رکھتا ہے۔ پس عورت کا مقام ایسا ہے کہ معاشرتی زندگی کا سانس اس سے چل رہا ہے اور پاک دلوں کی دھڑکنیں اس کی حفاظت میں ہیں۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کو اپنی مومنہ بیوی سے نفرت اور بغض نہیں رکھنا چاہئے۔ اگر اس کی ایک بات اسے ناپسند ہے تو دوسری بات پسندیدہ ہوسکتی ہے۔ پس اچھی باتوں پر نظر رکھو۔

(صحیح مسلم کتاب الرضاع باب الوصیۃ بالنساء حدیث (1469))

آپ نے فرمایا عورتوں کی خامیاں تلاش کرنے کی بجائے ان کی اچھی باتوں پر نظر رکھو تبھی تم حقیقی مومن ہو۔

پس جو مرد ذرا ذرا سی بات پر عورتوں پر ناراض ہوتے ہیں ان کی سوچوں کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اصلاح کرتا ہے۔ اگر وہ اصلاح نہیں کرتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی نفی کر رہے ہیں۔ اگر ان میں ایمان ہے تو پھر ان کو بہر حال بات ماننی پڑے گی۔

رشتہ کرنے میں بھی لڑکی کا حق

پھر شادی کے حق کی بات ہوتی ہے تو بعض ماں باپ خود اسلامی تعلیم پر عمل نہ کر کے غیر مسلموں کو اعتراض کا موقع دیتے ہیں۔ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رشتہ کرنے میں بھی لڑکی کا حق قائم فرمایا۔ چنانچہ روایت میں آتا ہے کہ ایک کنواری لڑکی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور بیان کیا کہ اس کے والد نے اس کی شادی کی ہے اور یہ شادی اسے ناپسند ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حق دیا کہ چاہے تو وہ اس نکاح کو قائم رکھے چاہے تو اسے ردّ کر دے اور توڑ دے۔

(سنن ابی داؤد کتاب النکاح باب فی البکر یزوجھا ابوھا ولا یستأمرھا حدیث 2096)

اسی طرح ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک عورت کا خاوند فوت ہو گیا ۔اس کا اس خاوند سے ایک بچہ بھی تھا۔ اس کے فوت شدہ خاوند کے بھائی نے عورت کے والد سے اس کا رشتہ مانگا۔ وہ لڑکی، وہ عورت جس کا ایک بچہ بھی اس کے بھائی سے تھا وہ رضامند تھی۔ اس نے اپنی رضامندی کا اظہار کیا کہ مَیں اپنے دیور سے یہ رشتہ کرنا چاہتی ہوں۔ لیکن لڑکی کے باپ نے اس کا رشتہ اس کی رضامندی کے بغیر کسی اور جگہ کر دیا۔ اس پر وہ لڑکی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور شکایت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکی کے والد کو بلا کر پوچھا تو اس کے باپ نے کہا کہ جہاں یہ لڑکی رضامند ہے یعنی جس جگہ رشتہ کرنی چاہتی ہے اس کے بجائے جہاں میں نے رشتہ کیا ہے وہ بہتر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باپ کے کئے ہوئے رشتہ کو توڑ کر عورت کے دیور کے ساتھ اس کا رشتہ کر دیا اور لڑکی کی پسند کو مدّ نظر رکھا۔

(مسند الامام الاعظم کتاب النکاح صفحہ 133 مطبوعہ المصباح اردو بازار لاہور)

پس اسلام رشتوں میں ولایت کا حق بیشک باپ کو دیتا ہے اور نکاح کے وقت باپ ہی ایجاب و قبول کرتا ہے لیکن رشتہ میں لڑکی کی مرضی بہر حال شامل ہونی چاہئے۔ سوائے اس کے کوئی دینی وجہ ہو۔ اگر لڑکی کا دین سے تعلق ہے، اگر وہ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والی ہے تو وہ دینی وجہ سے خود ہی رشتہ نہیں کرے گی۔ پس اسلام پر یہ الزام کہ وہ لڑکیوں کو اپنی مرضی سے رشتہ کرنے کا حق نہیں دیتا بالکل

غلط ہے۔ یہ بالکل غلط اعتراض ہے۔ ہاں اگر کوئی باپ اپنی لڑکی سے پوچھے بغیر اور اس کی مرضی کے بغیر رشتہ کرتا ہے تو وہ غلط کام کرتا ہے نہ کہ اسلام کی تعلیم۔ میرے پاس جب ایسے معاملات آتے ہیں تو مَیں نے تو کئی دفعہ بعض والدین کو سمجھایا کہ ضد نہ کریں اور رشتہ کر دیں۔ بعض مان بھی جاتے ہیں۔ لیکن بعض باپ انتہائی ضدی ہوتے ہیں اور وہ بات نہیں مانتے۔ لیکن اسلام کی تعلیم پر یہ اعتراض بہرحال نہیں پڑتا کہ اسلام لڑکیوں کو ان کی مرضی کے رشتوں کی اجازت نہیں دیتا۔

ویسے مَیں ضمناً یہ بھی بتا دوں کہ برطانیہ میں گزشتہ دنوں ایک ریسرچ ہوئی اور بڑی وسیع پیمانے پر ہوئی اور اس کے نتائج ریسرچ کرنے والوں کی حیرانگی کا موجب بھی بنے۔ ان کو یہ امید نہیں تھی کہ ایسے نتائج نکلیں گے۔ وہ نتائج کیا نکلے؟ اس کے مطابق جو arrange شادیاں تھیں جن میں بڑوں کے مشورے بھی شامل تھے زیادہ کامیاب ہوئیں۔ یا لوگوں نے، رشتہ والوں نے، لڑکے لڑکی نے یہی کہا کہ زیادہ کامیاب ہیں اور یہ جوڑے زیادہ خوش ہیں بہ نسبت ان شادیوں کے جو شادیاں دوستیوں کی وجہ سے اور آپس کے نام نہاد پیار کی وجہ سے ہوئیں۔

رشتہ جوڑتے وقت دعا کرو

بہر حال اسلام لڑکی کی مرضی کو شامل کرتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ خوبصورت تعلیم بھی ہے کہ تمہیں پتا نہیں کہ کون سا رشتہ کامیاب ہو گا اس لئے رشتہ جوڑتے وقت صرف ظاہر نہ دیکھو بلکہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرو کہ اگر یہ رشتہ میرے لئے اور آئندہ نسلوں کے لئے بہتر ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں آسانیاں پیدا کر دے۔ اس میں برکت ڈال دے ورنہ روک ڈال دے۔

رشتوں میں بے اعتمادی

یہاں مغربی معاشرے میں تو عورت مرد اپنی مرضی کی شادیاں کرتے ہیں۔ یہاں تو کوئی arrange marriage عموماً نہیں ہوتا پھر کیوں یہاں پینسٹھ ستّر فیصد رشتے ایک وقت میں جا کر ختم ہو جاتے ہیں۔ شادیاں ٹوٹ جاتی ہیں۔ طلاقیں ہوتی ہیں۔ مقدمے چل رہے ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ ان میں بھی ایک وقت میں جا کر بے اعتمادی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ بے اعتمادی اس لئے پیدا ہوتی ہے کہ یہاں آزادی کے نام پر ایک دوسرے سے دوستیاں لگائی ہوتی ہیں۔ یہ بے اعتمادی دوستیاں لگانے سے پیدا ہوتی ہے اور یہ بے اعتمادی سچ بھی ثابت ہوتی ہے کیونکہ بہت سارے معاملات میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ دوستیاں اس حد تک بڑھ جاتی ہیں کہ اس کے ساتھ میاں بیوی کا اعتماد ختم ہو جاتا ہے۔ مرد اور عورت کے جو دوسرے رشتہ

ہیں ان کا تقدس کوئی نہیں رہتا۔ پھر پچاس پچپن سال کی عمر میں مرد اپنی بیوی کو طلاق دے کر وہ دوسری عورت جس سے دوستی ہوتی ہے شادی کر لیتے ہیں۔ ایک دنیادار ماحول میں شاید یہ ایسی اہم بات نہ ہو لیکن ایک دیندار ماحول میں یہ بہر حال ناپسندیدہ ہے اور اس سے اگلی نسل بھی متأثر ہوتی ہے۔ ان کے اپنے بچے متأثر ہو رہے ہوتے ہیں۔ جو اس طرح ہو جاتے ہیں جیسے باپوں کے بغیر ہیں یا ماؤں کے بغیر ہیں۔ اور اس میں مرد ہی قصوروار نہیں ہے بلکہ عورتیں بھی قصوروار ہیں۔ وہ اپنی گھریلو ذمہ داریوں کے بجائے آزادی کے نام پر باہر وقت گزارنا چاہتی ہیں۔ پاکستان سے آئی ہوئی بھی بجائے اپنی دینی روایات کو قائم کریں، اس تعلیم پر چلیں جو اسلام ان کو سکھاتا ہے، سہیلیوں اور دوستوں کی باتوں میں آکر گھر پر توجہ نہیں دیتیں اور سمجھتی ہیں کہ ہم اس ملک میں آگئے تو ہمیں آزادی مل گئی اور آزادی کے نام پر بعض اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرنا شروع کر دیتی ہیں۔ بچوں پر توجہ نہیں دیتیں۔ اور اس وجہ سے پھر گھروں میں لڑائی جھگڑا پیدا ہو جاتا ہے اور فساد پیدا ہو جاتا ہے اور پھر گھر ٹوٹ جاتے ہیں۔ بات بات پہ میاں بیوی لڑ رہے ہوتے ہیں اور آخر میں آکر گھر بھی ٹوٹ جاتے ہیں اور اس سے بچے متأثر ہو رہے ہوتے ہیں۔

ماں کا مقام

جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی ذکر کیا تھا کہ اگر بعض خاص حالات میں یا کسی خاص پیشہ وارانہ مہارت کی وجہ سے عورت کو کام کرنا بھی پڑے تو اسے اپنے کام کے بعد فوراً گھر آنا چاہئے تا کہ بچوں کو بھی وقت مل سکے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو جو یہ مقام دیا کہ باپ سے زیادہ ماں کا درجہ رکھا وہ اس لئے ہے کہ ماں بچپن سے لے کر جوانی تک پالنے پوسنے اور تربیت کرنے والی ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے۔ ایک سوال پوچھنے والے کے اس سوال پر کہ لوگوں میں سے میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیری ماں۔ اس نے کہا پھر کون ہے؟ آپ نے فرمایا تیری ماں۔ اس نے پوچھا پھر کون ہے؟ آپ نے فرمایا تیری ماں۔ اس نے چوتھی دفعہ پوچھا کہ پھر کون ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تیرا باپ تیرے حسن سلوک کا زیادہ مستحق ہے۔ پھر درجہ بدرجہ قریبی رشتہ دار اور دوست۔

(صحیح البخاری کتاب الادب باب من أحق الناس بحسن الصحبۃ حدیث 5971)

پس اسلام عورت اور ماں کا مقام مرد سے تین حصہ زیادہ رکھتا ہے ۔چوتھے حصہ پہ جا کے مرد کو مقام ملا۔ ماں نے جو بچے کی خاطر تکلیفیں اٹھائی ہوتی ہیں اس کا حق بنتا ہے کہ اس کو باپ پر فوقیت ہو۔ پھر بھی اعتراض کرنے والے کہتے ہیں کہ اسلام میں عورت کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

اسلام کی خوبصورت تعلیم

پھر اسلام کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف تمہاری باتوں سے خوش ہو کر تمہیں ثواب نہیں دینا بلکہ تمہارے عمل ضروری ہیں ۔اگر تمہاری نمازیں تمہیں حسن خلق کی طرف مائل نہیں کرتیں تو تمہاری نمازیں بے فائدہ ہیں۔ یہ نہ سمجھو کہ باہر جا کے مسجد میں نمازیں پڑھ آئے یا جماعت کے دینی کام کر لئے تو اللہ تعالیٰ تمہارے سے راضی ہو گیا۔ فرمایا یہ نہیں۔ حسن خلق بھی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے اور مختلف کاموں کے کرنے کا ذکر فرماتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر تم بیوی کے منہ میں پیار سے لقمہ بھی ڈالو تو اللہ تعالیٰ اس کا بھی ثواب دیتا ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الفرائض باب میراث البنات حدیث 6733)

پس اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ میاں بیوی میں پیار اور محبت کا رشتہ قائم ہو اور اس پیار اور محبت کے رشتہ کو قائم رکھنے کی ترغیب دیتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مثال بیان فرمائی۔ اس سے تمہیں ثواب بھی ہو گا اور تمہارا حسن خلق بھی ثابت ہو گا اور آپس کے رشتوں میں مضبوطی بھی پیدا ہو گی۔ جب صرف لقمہ ڈالنے کے عمل کو بھی اللہ تعالیٰ بغیر اجر کے نہیں چھوڑتا تو پھر باقی نیک سلوک اور محبت کا اظہار اور عورت کے جذبات کا خیال رکھنا اور اسے تکلیف سے بچانے کے عمل کو اللہ تعالیٰ کس قدر نوازے گا۔

پس یہ ہے اسلام کی خوبصورت تعلیم جو مرد کو عورت کے نہ صرف حق ادا کرنے بلکہ اس سے بڑھ کر سلوک کرنے کا کہتی ہے۔ پھر بھی اسلام پر اعتراض ہے کہ اسلام میں عورت کی عزت نہیں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کی تین بیٹیاں ہوں وہ ان کی بہترین تعلیم و تربیت کرے تو اس نے جنت کما لی۔

(سنن ابی داؤد ابواب النوم باب فضل من عال یتیماً حدیث 5147)

اس زمانے میں جب بعض قبائل میں **بیٹ**یاں پیدا ہونے پر بعض لوگ افسوس کرتے تھے اور بعض اپنی بیٹیوں کو زندہ زمین میں گاڑ دیتے تھے تو آپ نے لڑکی کی عزت قائم کی، اسے فخر کی جگہ بنا دیا کہ تم بیٹیوں کی پیدائش پر افسوس کرتے ہو اور انہیں زمین میں گاڑ دیتے ہو لیکن اسلام تو بیٹیوں کی اعلیٰ تربیت اور انہیں اعلیٰ تعلیم دلوانے پر تمہیں جنت کی بشارت دیتا ہے کیونکہ وہ ایسی مائیں بننے والی ہیں جو اپنی اگلی نسلوں کو جنت میں لے جانے والی ہیں۔ پس اگر خدا پر ایمان ہے تو بیٹیوں کی پیدائش پر خوش ہو اور ان کا حق ادا کرو۔ دنیا والے اس دنیا کے انعام کی تو بات کر سکتے ہیں کہ ہم یہ انعام دیں گے۔ اس دنیا میں وہ انعام دیں گے۔ لیکن اگلے جہان کے انعامات کی بات وہ نہیں کر سکتے۔ یہ اسلام ہی ہے جو بیوی اور بیٹی کے حق ادا کرنے پر اگلے جہان کے انعامات کی بھی بشارت دیتا ہے۔

احمدی عورت کا وقار اور تقدس

پھر کہتے ہیں کہ اسلام عورت کا حق ادا نہیں کرتا۔ عورت کے کام کرنے اور ملازمت کرنے کی بات مَیں نے پہلے بھی کی ہے۔ اس ضمن میں یہ بھی کہوں گا کہ اگر عورت کو کسی وجہ سے ملازمت کرنی بھی پڑے تو ایک احمدی عورت کو اپنے وقار کا اور اپنے تقدس کا خیال رکھنا چاہئے۔ اپنے حیادار لباس کا خیال رکھنا چاہئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو ہمیشہ سامنے رکھیں کہ حیا ایمان کا حصہ ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الایمان باب امور الایمان حدیث 9)

پس ایک احمدی عورت کا لباس حیادار ہونا چاہئے۔ اسے اپنے تقدس کا ہمیشہ خیال رکھنا چاہئے۔ آہستہ آہستہ میں نے دیکھا ہے یہاں بھی، باقی ملکوں میں بھی اور پاکستان میں بھی یہی ہو رہا ہے کہ برقع کی جگہ گھٹنے کے اوپر یا زیادہ سے زیادہ گھٹنے تک کوٹ پہنے جاتے ہیں۔ اگر اس کی طرف ابھی توجہ نہ دی تو یہ اور بھی اوپر ہو جائیں گے اور پردے بھی ختم ہو جائیں گے۔ میں نے یوکے (UK) کے جلسے میں بھی کہا تھا کہ برقعوں کا پردہ ایسا ہونا چاہئے جو آگے اور پیچھے دونوں طرف سے عورت کے اعضاء کو ظاہر نہ کرے اور نہ اس کے لباس کی زینت کو ظاہر کرے۔ دونوں طرف سے ڈھکا ہونا چاہئے اور اس کے لئے اگر کوئی پسندیدہ برقع بنانا بھی ہے تو عورتیں سوچیں۔ شعبہ نمائش و دستکاری جو ہے وہ بھی ڈیزائن کر سکتے ہیں۔ لیکن اصل چیز پردہ اور حیا

ہے، اس کو قائم رکھنا ہے۔ یہ نہ ہو کہ فیشن شروع ہو جائیں۔ عجیب عجیب کاٹ کی قسم کے برقعے آنے شروع ہو گئے ہیں جیسا کہ میں نے کہا۔ حیرت ہوتی ہے کہ یہ برقعے ہیں یا فیشن کا کوئی شو(SHOW) ہے۔ اس سے ایک احمدی عورت کو بچنا چاہئے۔ بلکہ اب تو میں نے سنا ہے کہ پاکستان میں جو غیر از جماعت عورتیں ہیں ان کے پردے احمدی لڑکیوں اور عورتوں سے زیادہ بہتر ہو گئے ہیں۔ یہ ہمارے لئے قابل شرم ہے۔ بلکہ اب تو یہ بھی ہے کہ بعض اپنے لباس میں بھی حیا کا خیال نہیں رکھتیں۔ پردے تو ایک طرف رہے۔ پس کم از کم لباسوں میں حیا کا خیال رکھ لیں۔ اس طرف ہر احمدی عورت کو توجہ دینی چاہئے۔ جب آپ عہد کرتی ہیں کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گی تو پھر اس عہد کو پورا کرنے کے لئے معاشرے کی پرواہ نہ کرتے ہوئے کوشش بھی کرنی ہو گی۔ اس معاشرے میں جہاں عورت کے جذبات کو بات بات پر آزادی کے نام پر ابھارا جاتا ہے ہر اسلامی فعل پر عمل کرنا عورت کے لئے ایک مجاہدہ کا تقاضا کرتا ہے۔ پس اگر احمدی عورت نے جہاد میں حصہ لینا ہے تو دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا جہاد ہے۔ اس زمانے میں تلوار کے جہاد کی نہ مرد کو اجازت ہے اور نہ عورت کو اور نہ ہی اس کی ضرورت ہے۔ اور اگر جہاد ہے تو اپنے آپ کو اسلامی تعلیم کے مطابق ڈھالنے اور اپنے نفس کی درستی کرنے کا جہاد ہے۔ دنیا کی باتوں میں آکر کسی احساس کمتری کا شکار نہ ہوں۔

وراثت کا حق

اسلام نے عورت کے حق قائم کئے ہیں۔ وراثت کا اسے حق دیا ہے۔ آزادیٔ رائے کا اسے حق دیا ہے۔ چنانچہ صحابیات اپنی آزادیٔ رائے کا حق استعمال کرتے ہوئے مردوں کو مشورے بھی دیا کرتی تھیں۔

(صحیح البخاری کتاب المظالم باب الغرفۃ والعلیۃ المشرفۃ...الخ حدیث 2468)،(سنن ابی داؤد کتاب النکاح باب فی ضرب النساء حدیث 2146)

تعلیم حاصل کرنے کا حق دیا ہے۔ جائداد بنانے اور رکھنے کا حق دیا ہے۔ شادی میں اپنی مرضی کے اظہار کا حق دیا ہے۔ مرد کے غلط رویے کی وجہ سے خلع لینے کا ،علیحدگی لینے کا بھی حق دیا ہے۔ آج جو ترقی یافتہ ملکوں کے قانون بن رہے ہیں اور وہ بھی پوری طرح نہیں ان کا حق اسلام نے پہلے قائم کر دیا ہے۔ پس کسی قسم کے احساس کمتری کا شکار نہ ہوں۔ اپنے ایمان کو ہر چیز پر فوقیت دیں۔ یہاں جرمن عورتیں اور دوسرے ترقی یافتہ ملکوں میں بھی وہاں کی مقامی عورتیں جب احمدیت قبول کرتی ہیں تو بڑے اعتماد سے حیادار لباس بھی پہنتی ہیں اور پردے بھی کرتی ہیں بلکہ میں نے دیکھا ہے بعض تو مثال بن رہی ہیں۔ بعضوں کو مَیں کہتا بھی ہوں کہ ان پیدائشی احمدیوں کی بھی تربیت کرو۔ چنانچہ پچھلے دنوں میں جب گیزن(Gießen) میں مسجد کا افتتاح ہوا تو وہاں بھی ایک جرمن عورت مجھے ملی ۔ اسے میں نے کہا تھا کہ تمہارا پردہ ایسا مکمل اور صحیح ہے کہ اسے یہاں جو باقی پرانی

احمدی عورتیں ہیں اور پاکستان سے آئی ہوئی احمدی لڑکیاں ہیں جن کے پردے اچھے ہونے چاہئیں ان کو اپنی مثال پیش کرو۔ انہیں پردہ کرنا سکھاؤ۔

دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد

پس اصل بات یہ ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کو ہمیشہ یاد رکھیں۔ لڑکیاں یہ نہ سمجھیں کہ ہم یہاں پڑھ لکھ کر اگر اس ماحول کے مطابق اپنے آپ کو نہ ڈھالیں گی تو نکّو کہلائیں گی۔ لوگ ہم پر ہنسیں گے، مذاق اڑائیں گے۔ ہمیشہ یاد رکھیں کہ آپ میں سے بہت سی ہیں جن کے باپ دادا نے دین قبول کیا، احمدیت قبول کی اور قربانیاں دیں۔ آپ نے اسے یاد رکھنا ہے۔ اگر بھول گئیں تو اپنا دین بھی ضائع کریں گی اور اپنے بچوں کا دین بھی ضائع کریں گی۔ آپ جو پاکستانی ہیں، ان میں سے اکثریت اس لئے اپنے ملک سے نکالی گئی ہیں۔ آپ کے باپ دادا یہاں آ کے آباد ہوئے یا خود آپ لوگ یہاں آئے کہ آپ نے نام نہاد مُلّاں کے دین کی پیروی نہیں کی۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو سمجھتے ہوئے اور قبول کرتے ہوئے زمانے کے امام اور مسیح موعود کو مانا ہے نہ کہ مُلّاں کے دین کو۔ اور مُلّاں سے خوف نہیں کھایا۔ اس لئے آپ کو وہاں سے ملک چھوڑنا پڑا۔ ورنہ کیا خصوصیت ہے آپ میں اور کیا حق ہے ان احمدیوں کا جو یہاں آ کے اسائلم لیتے ہیں اور لے رہے ہیں۔ آپ کا جو جرمنی میں آ کر آباد ہونا ہے وہ کسی خصوصیت کی وجہ سے نہیں ہے۔ آپ کے کسی اعلیٰ معیار کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ دین کی وجہ سے ہے۔ جب دین کی

وجہ سے ہے تو پھر اس کو ہمیشہ یاد بھی رکھنا چاہئے۔ اس قوم نے احمدیوں کو صرف اس لئے جگہ دی کہ ہمیں اپنے ملک میں مذہبی آزادی نہیں تھی۔ پس اس بات کو مرد بھی اور عورتیں بھی یاد رکھیں۔ اگر دین پر قائم نہیں رہتے تو پھر ہم ان لوگوں کو دھوکہ دینے والے بنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو توفیق دے کہ اپنے قول سے بھی اور اپنے عمل سے بھی یہ ثابت کریں کہ جس دین کو آپ ماننے والے ہیں وہ سچا دین ہے اور آپ کے حقوق کی حفاظت کرتا ہے۔ دنیا کو اسلام کی خوبیاں بتائیں تاکہ دنیا جانے کہ دنیا کی نجات خدا تعالیٰ کے حکموں پر چلنے اور اس پر ایمان لانے میں ہے نہ کہ دنیاوی ہاؤ ہُو میں ڈوب کر دین کو بالکل بھول جانے میں ہے، اللہ تعالیٰ کو بھول جانے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا کی رہنمائی کی سچی توفیق عطا فرمائے اور اپنے عملی نمونے دکھانے کی آپ کو توفیق عطا فرمائے۔ دعا کر لیں۔

(مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 17 نومبر 2017)

☆☆☆

جماعت احمدیہ برطانیہ کے جلسہ سالانہ کے موقع

پر 04؍اگست 2018ء بروز ہفتہ

امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ

اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا

حدیقۃ المہدی (آلٹن) میں مستورات سے خطاب

- دنیاوی ترقیات کی انتہا کا زمانہ
- نئی ایجادات کے بے جا استعمال سے بچنا چاہئے
- اگلی نسل کی تربیت ایک بہت بڑا چیلنج
- اللہ تعالیٰ کا حق ادا کریں
- نیک، دیندار اور صالح اولاد کی خواہش ہو
- عقائد کی اصلاح بھی انتہائی ضروری ہے
- گھر کا پاکیزہ ماحول
- جماعتی اجلاسوں اور پروگراموں میں بچوں کو خود لے کر جائیں
- بچوں میں انصاف قائم رکھا جائے
- واقفین نو بچوں کو وقف کی اہمیت کا احساس دلائیں

- **گھروں میں نظام جماعت پر اعتراض یا غلط رنگ میں باتیں نہ ہوں**
- **پردے کی اہمیت**

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ - بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

دنیاوی ترقیات کی انتہا کا زمانہ

یہ زمانہ جس میں سے ہم گزر رہے ہیں دنیاوی ترقیات کی انتہا کا زمانہ ہے اور اس دنیاوی ترقی نے جہاں انسان کو نئی سے نئی ایجادات کرنے کے مواقع میسر فرمائے ہیں۔ ہر روز اللہ تعالیٰ نے مواقع میسر فرمائے ہیں۔ ہر روز ایک نئی ایجاد سامنے آرہی ہے یا پرانی ایجاد جو انسان نے اپنے آرام کے لئے کی اس میں مزید بہتری کر کے انسان کے لئے آرام دہ اور کارآمد بنایا جا رہا ہے۔ وہاں بعض ایجادات اور نئی چیزیں نقصان دہ بھی بن رہی ہیں۔ مثلاً فون ہے۔ انسان نے ایجاد کیا کہ پیغام رسانی کے ذرائع میسر آئیں اور فوراً اپنا پیغام دوسرے تک پہنچا دیا جائے۔ دنیا کو اس سے بہت فائدہ پہنچ رہا ہے اور اب اس فون کے نظام میں ایسی چیزیں شامل کر دی گئی

ہیں کہ آپ اپنی تصویر اور تحریر کے ذریعہ سے بھی اپنے پیغام پہنچا دیتی ہیں۔ یہ موبائل فون یا سیل فون (Cell Phone) اتنے عام ہو گئے ہیں کہ غریب ملکوں کے لوگوں کے ہاتھوں میں بھی یہ نظر آتے ہیں۔ بلکہ بعض ملکوں میں یہ ریسرچ ہوئی کہ لوگ ایک وقت کا فاقہ تو کر لیں گے لیکن موبائل فون ضرور لیں گے اور اس کا استعمال کریں گے۔ مثلاً انڈیا میں سو (100) میں سے ستاسی (87) لوگ موبائل فون کا استعمال کرتے ہیں حالانکہ وہاں بڑی غربت ہے۔ پاکستان میں 75 فیصد لوگ موبائل کا استعمال کرتے ہیں۔ کہتے ہیں وہاں مہنگائی بہت ہو گئی اس کے باوجود یہ حال ہے۔ برازیل بھی ایک غریب ملک ہے۔ آج کل تو اس کی معیشت کا بہت ہی برا حال ہو چکا ہے۔ لیکن وہاں بھی اوسطاً ہر شخص کے پاس ایک سے زیادہ فون ہے بلکہ ہر سو آدمی کے پاس 144 فون ہیں۔ اسی طرح ترقی یافتہ ممالک ہیں وہاں کا بھی یہی حال ہے۔ اب ایک طرف تو غریب ملک کے لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس کھانے کے لئے رقم نہیں۔ دوسری طرف موبائل لینے اور اس پر خرچ کرنے کے لئے جو بھی طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے کیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ موبائل پر فیس بُک (Facebook) ٹوئٹر (Twitter) اور دوسری بہت سی لغویات موجود ہیں دلچسپی کے سامان ہیں۔ اور جو بھی چیزیں تفریح کے لئے یا خبر کے لئے یا فساد پیدا کرنے کے لئے ان فونوں پہ موجود ہیں جن کو ہم لغویات ہی کہیں گے اس کے متعلق بہت سارے جو فون بنانے والے ہیں یا فونوں کی ایپلی کیشنز (Applications)

بنانے والے ہیں وہ خود تسلیم کر رہے ہیں کہ اس کا نقصان زیادہ ہے۔ بلکہ ایک بنانے والے نے تو یہ کہا غالباً فیس بُک والے نے ہی کہ میں کبھی اپنے بچوں کے لئے پسند نہیں کروں گا کہ وہ ان لغویات میں پڑیں۔ لیکن دوسروں کی تباہی کے سامان کرنے کے ذریعے پیدا کر رہے ہیں یا سامان کر رہے ہیں۔ دولت کمانے کے لئے یہ خود غرضی ہے جو اِن دنیاداروں میں نظر آتی ہے۔ کوئی فکر نہیں کہ دنیا ان چیزوں کے ناجائز استعمال سے کس فساد اور تباہی کی طرف جا رہی ہے۔ فکر ہے تو اپنی اور اپنے بچوں کی۔ اس کے مقابل پر اسلام کی تعلیم دیکھیں کتنی خوبصورت تعلیم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے بھائی کے لئے بھی وہی چیز پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو۔

(صحیح البخاری کتاب الایمان باب من الایمان ان یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ حدیث 13)

نئی ایجادات کے بے جا استعمال سے بچنا چاہئے

اگر اس اصول پر عمل کرتے تو ان ایجادات کی خوبیوں سے تو فائدہ اٹھانے والے ہوتے مگر اس کے نقصانات سے بچ سکتے۔ یہ دنیادار جن کو کوئی رہنمائی نہیں ہے وہ ان نقصان دہ چیزوں میں پڑ کر اپنے آپ کو تباہ کر رہے ہیں تو ان کے بارے میں تو یہ بات سمجھ آتی ہے کہ دنیاوی جو چکا چوند ہے اس نے ان کو اپنی طرف کھینچا ہوا ہے۔ لیکن ہم احمدی جن کو قدم قدم پر رہنمائی ملتی ہے ایسی چیزوں میں پڑیں جو تباہی کی طرف لے جانے والی ہوں اور دنیا کی رَو میں بہہ کر ان نقصان دہ چیزوں سے

اپنی زندگیاں برباد کر رہے ہوں تو انہیں کوئی عقل مند نہیں کہہ سکتا۔ ہر دنیاوی چیز کو بھیڑ چال میں اختیار نہیں کر لینا چاہئے۔ اپنی عقل بھی استعمال کرنی چاہئے سوچنا بھی چاہئے پھر جائز طور پر ضرورت سے زیادہ استعمال اور اس میں اتنا ڈوب جانا کہ جس طرح ایک نشہ باز کو نشہ میں ڈوب کر دنیا و مافیہا کی خبر نہیں ہوتی اسی طرح اکثر لوگ ہر وقت سیل فون یا آئی پیڈ وغیرہ لے کر بالکل نشہ کی حالت میں رہتے ہیں اور اس کا نقصان یہ ہے کہ گھر ٹوٹ رہے ہیں بچے بگڑ رہے ہیں۔ اب گھریلو زندگی میں ہی مائیں بچوں کو کھانے پر بلاتی ہیں تو اول تو بات نہیں مانتے اور پھر آ جائیں تو اس وقت بھی ہاتھ میں فون یا اس قسم کی چیزیں ہوتی ہیں جس میں کھیلیں ہیں، فلمیں ہیں اور وہ ہر وقت اس کو دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ پڑھائی کی طرف بعض بچے توجہ نہیں دیتے اور مائیں پھر فکر مند ہوتی ہیں۔ اب تو بعض عقل والے دنیادار بھی یہ کہنے لگ گئے ہیں کہ ان ایجادات سے ہمارے گھر کی اِکائی ختم ہو گئی ہے۔ ایک زمانہ تھا جب میاں بیوی بچے آپس میں بیٹھے باتیں کر لیا کرتے تھے۔ پھر ٹی وی آیا تو ٹی وی اکٹھے بیٹھ کر دیکھنے لگ گئے۔ کچھ نہ کچھ ایک اکائی تھی گھر کی۔ لیکن اس کمپیوٹر، سیل فون یا آئی پیڈ یا انڈرائڈ (Android) وغیرہ یہ جو ساری چیزیں ہیں انہوں نے تو رشتوں کو علیحدہ کر دیا، رشتوں کو توڑ دیا ہے۔ گھر کی اکائی ختم ہو کر رہ گئی ہے۔ تو یہ ایجادات ہر عقل مند کو پریشان کر رہی ہیں اور پھر ہمیں تو اور بھی زیادہ پریشان کرتی ہیں کہ بچوں، نوجوانوں بلکہ بڑوں کو بھی نمازوں کے اوقات کا ہوش نہیں رہتا۔ رات دیر

تک ان چیزوں پر بیٹھے رہتے ہیں اور فجر کی نماز کے لئے ہی نہیں اٹھتے۔ جاگ ہی نہیں آتی ان کو۔ مرد ظہر عصر کام پر ہونے کی وجہ سے باجماعت نماز نہیں پڑھ سکتے۔ مغرب عشاء پر ان لغویات میں ڈوبنے کی وجہ سے باجماعت نمازیں نہیں پڑھ سکتے۔ غرض کہ ان چیزوں نے جہاں فائدہ پہنچایا ہے وہاں ان کے نقصانات بھی ہیں۔ فائدہ بھی یقیناً ہے۔ ہم ایم ٹی اے اور دوسرے دینی پروگرام، جماعت کے پروگرام، معلوماتی پروگرام وغیرہ ان پر دیکھ لیتے ہیں۔ وہاں ان کے غلط استعمال سے جیسا کہ مَیں نے کہا کہ فساد بھی پھیلا ہوا ہے۔ پس نئی ایجادات کا فائدہ بھی اس وقت تک ہے جب ان سے جائز فائدہ اٹھایا جائے۔ اب جلسوں پر بھی بعض لڑکے لڑکیاں جلسہ کے پروگرام سننے کی بجائے ان فونوں پر فون میسج کر رہے ہوتے ہیں یا کوئی اُوٹ پٹانگ چیز دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ یہ بھی شکایات آتی ہیں۔ اب یہاں آئے جلسہ سننے کے لئے لیکن یہاں بھی ہاتھوں میں سیل فون ہیں تو جلسہ کے ماحول میں تو خالص ہو کر اللہ اور اس کے رسول کی باتوں کی طرف توجہ دینی چاہئے۔ سیل فون اور آئی فون وغیرہ کی چاہت اتنی بڑھ گئی ہے کہ بعض بچے سات آٹھ نو سال کی عمر سے، نو سال تو زیادہ ہیں، بلکہ سات آٹھ سال کی عمر کے مجھے لکھتے ہیں کہ ہم اپنے ماں باپ کو کہتے ہیں کہ ہمیں فون لے کر دیں اور وہ ہمیں انکار کر دیتے ہیں کہ تم ابھی چھوٹے ہو۔ تو آپ بتائیں کہ کس عمر کے بچوں کو یہ فون استعمال کرنے چاہئیں۔ مجھ سے شاید اس لئے بھی پوچھتے ہیں کہ میں ہمدردی میں ان کو کہوں گا کہ ہاں اپنے ماں باپ کو کہو

ضرور لے دیں اور پھر ان کو ایک لائسنس مل جائے گا۔ بہر حال میرا تو جواب یہی ہوتا ہے کہ بچوں کو سیل فون لے کر دینا ہی نہیں چاہئے۔ بعض پھر یہ بہانہ کرکے لکھتے ہیں کہ ہم نے سکول سے بعض ہنگامی حالت میں ماں باپ سے بات کرنی ہوتی ہے۔ اگر کوئی ہنگامی حالت ہو ایسی صورت پیدا ہو جائے تو سکول والے خود ہی اطلاع کر دیتے ہیں اس لئے اس قسم کے عذر بھی قابل غور نہیں ہیں۔ جو ماں باپ اپنے بچوں کو ان لغویات سے بچانے کی کوشش کرتے ہیں وہ بہر حال قابل تعریف ہیں۔ ایسی بہت بڑی تعداد ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی ہے ویسے بھی اب تحقیق یہی کہتی ہے کہ ایک گھنٹے سے زیادہ بچوں کو ٹی وی اور اس قسم کی سکرین وغیرہ کی دیکھنے والی چیزیں جو ہیں آئی پیڈ وغیرہ ان کو دیکھنے کی اجازت نہیں دینی چاہئے۔ ان سے نظریں خراب ہوتی ہیں بلکہ ان کی ڈویلپمنٹ متاثر ہو جاتی ہے۔ اس لئے بجائے اس کے کہ یہ چیزیں لے کر دیں بچوں کو کھلے میدان میں کھیلنے کی عادت ڈالیں یا پڑھنے کے وقت ان کو کتابیں پڑھنے کی عادت ڈالنی چاہئے۔ تو بہر حال یہ الیکٹرونک ڈیوائسز (Electronic Devices) یا چیزیں جو ہیں بعض حالات میں نقصان دہ بھی ہیں۔ فائدہ مند بھی ہیں۔ اور اب تو اکثر ان کا استعمال نقصان دہ ہوتا جا رہا ہے اور ہمارے بڑوں عورتوں اور بچوں کو بھی اس کے بے جا استعمال سے بچنا چاہئے اور بچوں کو تو خاص طور پر بچنا چاہئے۔ جب بڑے اس کا بے جا استعمال کر رہے ہوں گے تو بچے تو پھر غلط باتیں سیکھیں گے۔

اگلی نسل کی تربیت ایک بہت بڑا چیلنج

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ماؤں کی ایک بڑی تعداد بچوں کی تربیت کا خیال رکھتی ہے اور کم از کم مجھے ملنے والی مائیں جو ہیں یا مجھے خطوط لکھنے والی مائیں جو ہیں ان سے یہی اظہار ہوتا ہے کہ وہ بچوں کے باپوں کی نسبت بچوں کی تربیت کے لئے زیادہ فکر مند ہیں اور فکر مندی کا اظہار کرتی ہیں کہ ان کی صحیح رنگ میں تربیت ہو سکے۔

آجکل کے ماحول میں جب بچے سکول میں بھی دوسرے بچوں سے دنیاوی باتیں زیادہ سیکھ رہے ہوتے ہیں۔ سکول میں آزادی کے نام پر بعض غیر ضروری باتوں کی تعلیم بھی دی جاتی ہے جن کا بچوں کی اس عمر سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ پھر یہ بھی کہا جانے لگ گیا ہے کہ بچوں کو آزاد ماحول میں پلنے بڑھنے دینا چاہئے اور کوئی دین اور مذہب نہیں سکھانا چاہئے۔ بچہ خود بڑا ہو کر فیصلہ کرے گا کہ اس نے دین اختیار کرنا ہے یا نہیں اور کون سا دین اختیار کرنا ہے۔ تو جب ایسے حالات ہوں جب ہر طرف سے ایسا ماحول مل رہا ہو جو دنیا کی طرف لے جانے والا ہو تو ایسے میں اگلی نسل کی تربیت ایک بہت بڑا چیلنج ہے جس کا دین دار ماں باپ کو سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اگر ماحول اور تعلیمی درسگاہیں ماں باپ پر یہ پابندی لگانے لگ جائیں کہ بچوں کو دین نہیں سکھانا تو اس سے زیادہ خوفناک صورت اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ کل کو یہ لوگ یہ کہہ دیں گے کہ اخلاق سکھانے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ بچے بڑے ہو کر خود ہی اچھے اور برے اخلاق کا تعین کر لیں گے۔ تو یقیناً یہ بے چین کر دینے والی باتیں ہیں۔

ان دنیا داروں کی اپنی بات میں بھی تضاد ہے اور ان کے تضاد کی حالت یہ ہے کہ ایک طرف لامذہب بلکہ خدا کو بھی نہ ماننے والے لوگ مذہب کے خلاف بہت بولتے ہیں دوسری طرف یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ مذہب نے اخلاق اور civilization بھی سکھائی ہے۔ تو بہرحال مذہب کا انکار کرنے کے باوجود مذہب کی بعض باتوں کے مانے بغیر ان کو چارہ نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا حق ادا کریں

ایسے ماحول میں ہم جو زمانے کے امام کو ماننے والے ہیں ہم جو اس دعوے کے ساتھ کھڑے ہوئے ہیں کہ آخری زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہونا تھا تا کہ دنیا کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرے تا کہ دنیا کو دین اسلام کی خوبیوں سے آگاہ کرے تو ہمیں تو بہت زیادہ اور محنت سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم نے دنیا کی لغویات اور برائیوں سے نہ صرف اپنے آپ کو بچانا ہے بلکہ جیسا کہ میں نے کہا اگلی نسلوں کو بھی بچانا ہے اور ان کی ایسے طریق پر تربیت کرنی ہے کہ یہ جاگ آگے پھر لگتی چلی جائے اور ایک نسل کے بعد دوسری نسل اللہ تعالیٰ کے انعامات سے فائدہ اٹھانے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے والی بھی ہو۔ اس کی عبادت کرنے والی بھی ہو۔ اور اس کے احکامات پر عمل کرنے والی بھی بنتی چلی جائے۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا صرف کھڑے ہو کر زبانی عہد کرنے سے گزارا نہیں ہو گا۔ ہم صرف زبانی عہد کرنے

والے نہ ہوں بلکہ اس کی عملی تصویر ہوں اور یہ چیز نہ ہم، نہ ہماری نسلیں اپنے زور بازو سے کر سکتی ہیں بلکہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا فضل چاہئے اور اللہ تعالیٰ کا فضل چاہنے کے لئے اس کے آگے جھکنے کی ضرورت ہے۔ اس سے دعا کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے احکامات پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ اپنی عملی حالتوں کو ٹھیک کرنے کی ضرورت ہے۔ اپنے عقائد کو ٹھیک کرنے کی ضرورت ہے۔

نیک، دیندار اور صالح اولاد کی خواہش ہو

پس ہر عورت جو ماں ہے اور ہر لڑکی جس نے انشاء اللہ تعالیٰ ماں بننا ہے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اس ماحول میں محض اور محض اپنے فضل سے بچوں کی ایسی تربیت فرمائے کہ ان میں سے ہر ایک دین کو دنیا پر مقدم کرنے والا ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے ہمیں بار بار اس طرف توجہ دلائی ہے کہ اولاد کی خواہش اور دعا صرف اس لئے نہ کرو کہ صرف یہ ایک طبعی خواہش ہے۔ ہر انسان چاہتا ہے کہ اس کی اولاد ہو اور صحت مند اولاد ہو۔ عورتیں تو خاص طور پر اس طبعی خواہش کے علاوہ اس وجہ سے بھی اولاد کے لئے فکر مند ہوتی ہیں کہ اولاد نہ ہو تو سسرال کی باتیں سننی پڑتی ہیں۔ بعض دفعہ خاوند کی طرف سے بھی سخت الفاظ سننے پڑتے ہیں۔ بلکہ بعض عورتوں کو اولاد نہ ہونے کی وجہ سے خاوند طلاق دینے کی یا سسرال طلاق دینے کی دھمکیاں دیتے ہیں تو یہ طبعی خواہش بھی اپنی جگہ ٹھیک ہے اور ان حالات میں تو خاص طور پر بالکل جائز ہے۔ لیکن اس سے

بڑھ کر ایک مرد اور عورت کو اولاد کی خواہش اور اولاد ہونے کے بعد اس کی یہ فکر ہونی چاہئے کہ اولاد نیک، دیندار اور صالح ہو اور اس مقصد کو پورا کرنے والی ہو جو انسان کی پیدائش کا مقصد ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عبادت گزار بنو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مضمون کو بیان فرماتے ہوئے فرمایا جس کا خلاصہ میں بیان کرتا ہوں کہ خود جب تک ماں باپ اس مقصد کو پورا نہیں کر رہے ہوں گے ان کی اولاد کے بارے میں یہ خواہش ایک فضول اور سطحی خواہش ہے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 2 صفحہ 370-371)

پس اپنا نمونہ ایک انتہائی ضروری چیز ہے اور جب اپنے نمونے قائم ہوں گے تو اولاد بھی ان نمونوں پر چلنے والی ہو گی۔

ایک جگہ اولاد کی تربیت کے حوالے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی دعاؤں کی حالت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”میری اپنی تو یہ حالت ہے کہ میری کوئی نماز ایسی نہیں ہے جس میں مَیں اپنے دوستوں اور اولاد اور بیوی کے لئے دعا نہیں کرتا“۔ فرماتے ہیں ”بہت سے والدین ایسے ہیں جو اپنی اولاد کو بری عادتیں سکھا دیتے ہیں۔ ابتدا میں جب وہ بدی کرنا سیکھنے لگتے ہیں تو ان کو تنبیہ نہیں کرتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دن بدن دلیر اور بے باک ہوتے جاتے ہیں۔“ فرماتے

ہیں کہ ”جب اولاد ہوتی ہے تو اس کی تربیت کا فکر نہیں کیا جاتا نہ اس کے عقائد کی اصلاح کی جاتی ہے اور نہ اخلاقی حالت کو درست کیا جاتا ہے“۔

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 372-373)

عقائد کی اصلاح بھی انتہائی ضروری ہے

پس عقائد کی اصلاح بھی انتہائی ضروری ہے مذہب سکھانا بھی انتہائی ضروری ہے اور پھر اس کے بعد اخلاق تو خود بخود آ جائیں گے اگر مذہب سیکھ لیں گے۔ پس تربیت کے لئے عقائد کی درستی اور اصلاح بہت ضروری چیزیں ہیں۔ یعنی دینی تعلیم اور تربیت کی فکر اور اس کے لئے انتظام ضروری ہے۔ اسی طرح اخلاقی حالت کی درستی بھی جیسا کہ میں نے کہا کہ بہت ضروری ہے۔

پس دعا کے ساتھ بچوں پر نظر رکھنا اور ان کو دین سکھانا، ان کے اخلاق بہتر کرنا انتہائی ضروری چیز ہے۔ اس دنیا دار ماحول میں رہ کر دینی تربیت انتہائی ضروری چیز ہے۔ بچوں میں یہ احساس پیدا کرنے کی ضرورت ہے کہ دین ہر چیز پر مقدم ہے۔ بچوں کو یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ صحیح اور حقیقی اخلاق وہ ہیں جو خدا تعالیٰ نے اور دین نے ہمیں سکھائے ہیں۔ سچائی کا معیار ہے تو وہ قول سدید ہے یعنی ہر بات کو کامل سچائی سے ادا کرنا بیان کرنا۔ کوئی پیچ دار بات بیچ میں نہ ہو۔ بالکل صاف اور ستھری بات ہو۔ اگر ماں باپ اس پر قائم نہیں تو بچوں پر بھی نصیحت کا کوئی اثر

نہیں ہو گا۔ اسی طرح دوسری باتیں ہیں۔ بعض باتیں یہاں کے ماحول میں بری یا اخلاق سے ہٹ کر نہیں سمجھی جاتیں لیکن دین انہیں برا سمجھتا ہے اور غلط کہتا ہے۔ پس اچھے برے کی پہچان کروانا بھی والدین کا فرض ہے اور خاص طور پر جیسا کہ میں نے کہا جب سکولوں میں یہ باتیں سیکھتے ہیں تو متقیوں کا امام بننے کے لئے خود ماں باپ کو متقی بننا ہو گا۔

جس فکر سے دنیاوی تعلیم کا اظہار کیا جاتا ہے کہ یہ حاصل کر لیں اسی فکر کے ساتھ بچوں کی دینی تعلیم کی بہتری کا بھی اظہار ہونا چاہئے اور پھر اس کے لئے کوشش بھی ہونی چاہئے۔ دینی تربیت اور دین کی اہمیت اور عبادتوں کی اہمیت اور ضرورت کا ادراک پیدا کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنی اولاد کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دو اور پھر دس سال کی عمر تک انہیں اس پر سختی سے کاربند کرو۔ نیز ان کے بستر الگ الگ بچھاؤ۔

(سنن ابو داؤد کتاب الصلوۃ باب متی یؤمر الغلام بالصلاۃ حدیث 495)

اس عمر میں مائیں بھی بچوں کی صحیح رنگ میں تربیت کر سکتی ہیں۔ اگر اس فرض کو صحیح رنگ میں ادا کرنے والی ہوں گی تو بچوں کی صحیح رنگ میں تربیت ہو سکتی ہے۔ آئندہ نسلوں میں پھر عباد الرحمن پیدا کرنے والی ہوں گی۔ ہماری اگلی نسلوں میں جب

رحمٰن خدا کے بندے بنیں گے تو شیطان سے دور ہوں گے اور دنیاوی ماحول میں جو قدم قدم پر اپنی تمام تر کوششوں کے ساتھ شیطان حملے کر رہا ہے اور دین سے دُور ہٹانے کے لئے کھڑا ہے اس سے بچنے کے لئے ایک صحیح حقیقی رنگ میں کوشش ہو رہی ہو گی اور یہ سکھانے کے ساتھ ساتھ جیسا کہ میں نے کہا **دعائیں بہت ضروری ہیں** کیونکہ اس سے صرف خدا تعالیٰ کے آگے جھک کر اور اس سے مدد مانگ کر ہی بچا جا سکتا ہے ورنہ شیطان کے حملے انتہائی خطرناک ہیں۔ اس لئے تربیت کے لئے سب سے پہلے اپنی دعاؤں کو انتہا تک پہنچائیں اور پھر اپنے بچوں کو دعاؤں کی اہمیت بتائیں اور یہ بتا کر اللہ تعالیٰ سے جوڑنے والا بنائیں۔ یہی ہماری نسلوں کی شیطان کے حملوں سے بچنے کی ضمانت ہے۔ **نماز پڑھنے کی تلقین کرنا اور نماز پڑھنے کا صحیح طریق سکھانا یہ ماں باپ کا اولین فرض ہے۔** کس طرح کھڑے ہونا ہے کس طرح نماز میں بیٹھنا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ بچوں کی انتہائی بچپن میں تربیت کیا کرتے تھے۔ اس بارے میں آجکل ماں باپ سمجھتے ہیں کہ جو ذیلی تنظیمیں ہیں خدام، اطفال، لجنہ یا ناصرات کی یہ ان کا کام ہے کہ ہمارے بچوں کی تربیت کریں اور انہیں نماز سکھائیں۔ انہیں نماز کے طریق سکھائیں یا انہیں اور دینی معلومات سکھائیں۔ بیشک یہ ذیلی تنظیمیں تربیت کرنے اور اکائی پیدا کرنے کے لئے بنائی گئی ہیں لیکن اس سے ماں باپ کی ذمہ داریاں کم نہیں ہو گئیں۔ بعض مائیں

بچوں کو انتہائی بچپن میں دعائیں سکھا دیتی ہیں اور اپنی توتلی زبان میں وہ دعائیں پڑھتے ہوئے بڑے پیارے لگتے ہیں۔ لیکن اکثر جو ہیں اس توجہ سے تربیت نہیں کرتیں اور اس تربیت کو جو ان دعاؤں کو جو انہوں نے سکھائی ہیں وہ اس وقت تک قائم رکھ سکتی ہیں جب تک ساتھ اللہ تعالیٰ سے بھی ان کے لئے دعائیں مانگیں۔ اس تربیت کو جو بچوں کی مائیں کر رہی ہیں نمازوں اور دعاؤں کی اہمیت جو ان کو بتا رہی ہیں اس کو جوانی تک مسلسل جاری رکھنے اور سمجھانے کی ضرورت ہے تاکہ بڑے ہو کر بھی بچے اس اہمیت کو سمجھ سکیں اور جو ماں باپ یہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کے بچے دین سے جڑے رہتے ہیں دنیاوی چیزیں اور دنیاوی خواہشات ان کے لئے ثانوی حیثیت رکھتی ہیں۔ باپوں کو بھی یاد رکھنا چاہئے کہ دس گیارہ سال کی عمر کے بعد لڑکوں کو خاص طور پر ان کی توجہ کی ضرورت ہوتی ہے اس بارہ میں میں کئی دفعہ کہہ چکا ہوں اگر باپ اپنا ظاہر و باطن ایک رکھیں گے اپنے نمونے پیش کریں گے تو لڑکے بھی اسی طرح تربیت حاصل کریں گے۔ بہت سے ماں باپ ایسے ہیں جن کو بچوں کی دینی تربیت کی فکر نہیں ہوتی یا انہیں احساس بھی نہیں ہوتا کہ یہ بھی ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے جو انہوں نے ادا کرنی ہے۔ اگر یہ ذمہ داری ادا نہ کی تو بچے دنیا کی رو میں بہہ کر دین سے دور ہٹ جائیں گے بلکہ خدا سے بھی دور ہو جائیں گے۔ **پس بچوں کی دینی تربیت کے معاملے کو ماں باپ کو سرسری طور پر نہیں لینا چاہئے اس کے لئے خاص کوشش اور جدوجہد کی**

ضرورت ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا کا مقابلہ کرنے کے لئے ہمیں دنیاوی تعلیم بھی حاصل کرنے کی ضرورت ہے اور اس میں مقام پیدا کرنا چاہئے اور اس کا شوق پیدا کرنے کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ پوزیشن لینے والے بچوں اور بچیوں کے لئے گولڈ میڈل دینے کی سکیم شروع کروائی تھی۔ اب یہ تمام دنیا میں رائج ہے اور گولڈ میڈل تو شاید نہیں دیئے جاتے لیکن میڈل اور سندات دی جاتی ہیں۔ سوائے پاکستان اور انڈیا کے، وہاں گولڈ میڈل دیئے جاتے ہیں۔

آج یہاں بھی تقریب ہوئی ہے ایوارڈ تقسیم کئے گئے ہیں وہ اسی وجہ سے ہیں کہ بچیاں بھی دنیاوی تعلیم حاصل کرنے میں بھی اعلیٰ مقام پر پہنچیں لیکن یہ ہماری زندگی کا آخری مقصد نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تیرے ماننے والے علم و معرفت میں کمال حاصل کرنے والے ہوں گے

(ماخوذ از تجلیاتِ الٰہیہ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 409)

تو اس میں دینی اور دنیاوی دونوں علم شامل ہیں۔ اگر ہم دین کو چھوڑ کر صرف دنیا کے پیچھے چل پڑے تو دین بھی ہاتھ سے جائے گا اور دنیا بھی اور پھر ایسی مائیں اور باپ سوائے اس کے کہ خود بھی دنیا میں ڈوب کر دین کو بھلا بیٹھے ہوں بچوں کے دین

سے ہٹنے کی وجہ سے پریشان ہوتے ہیں۔ بڑھاپے میں جا کر پھر خیال آتا ہے کہ ہم سے غلطی ہو گئی ہم نے بچپن سے ہی تربیت کر کے ان کو خدا تعالیٰ سے نہیں جوڑا۔

گھر کا پاکیزہ ماحول

پھر اس بات کو بھی تربیت کے نقطۂ نظر سے ماں باپ کو اپنے سامنے رکھنا چاہئے کہ گھر کا ماحول ایسا پاکیزہ اور سازگار ہو جیسا کہ میں نے کہا کہ **ظاہر و باہر ایک ہو**۔ دو عملی نظر نہ آئے۔ پھر ہی بچے صحیح طور پر تربیت حاصل کریں گے۔ سچائی ہو اور ہر معاملے میں قول سدید ہو۔ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے نمونے ظاہر ہوں۔ ہم بچوں کو تو کہیں کہ آپس میں لڑنا نہیں، اللہ تعالیٰ کو یہ بات ناپسند ہے، دین اس کی اجازت نہیں دیتا اور اپنی زبان پر بیہودہ الفاظ خاوند بیوی سے اور بیوی خاوند سے اولاد کے سامنے کہہ رہے ہوں اور خود ماں باپ غصہ کی حالت میں جب لڑ رہے ہوں تو ان کو پتہ ہی نہ ہو کہ کیا کیا غلط الفاظ ایک دوسرے کے لئے استعمال کرتے چلے جا رہے ہیں۔ ایسے بھی خاندان ہیں۔

کئی بچے میرے پاس ایسے ماں باپ کی شکایت کرتے ہیں بلکہ خاص طور پر باپوں کی شکایت کرتے ہیں کہ ہمارے باپ جو ہیں وہ ماں پر زیادتی کر جاتے ہیں اور غلط الفاظ بول جاتے ہیں جس کا ہم پر بڑا اثر ہے۔ مردوں کے اس پاگل پن سے بچوں کی تربیت کے لئے اگر عورتیں خاموش ہو جائیں اور ایک طرف ہو جائیں اور

جواب نہ دیں تو کم از کم یہ خاموش طریق بچوں کو اچھے اور برے اخلاق کا پتہ تو دے دے گا۔ لیکن میری اس بات سے مرد یہ بھی نہ سمجھیں کہ انہیں بولنے اور غلط باتیں کہنے کی اجازت مل گئی ہے اور جو مرضی کہتے رہیں اور عورت کا یہ فرض ہے کہ وہ خاموش رہے اور صبر کرے۔ میرا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے۔ **مرد کو بھی اپنے غصہ پر قابو رکھنا چاہئے۔** اپنے آپ کو بے تاج بادشاہ نہ سمجھیں بلکہ خدا تعالیٰ کا خوف دل میں پیدا کریں۔ یاد رکھیں کہ ان کی ہر بات کو اور ہم میں سے ہر ایک کی ہر بات کو اور ان کی زیادتیوں کو خدا تعالیٰ دیکھ رہا ہے اور جو بھی زیادتیاں وہ مرد کرتے ہیں ان کی ان کو اگر اس دنیا میں نہیں تو آخرت میں سزا ملے گی۔

پس ماں باپ دونوں بچوں کی اعلیٰ تربیت کے لئے اپنے گھر کے ماحول کو ایسا رکھیں کہ بچے اپنے ماں باپ کو اپنے لئے ایک نمونہ سمجھ کر ان کے قریب ہوں۔

جماعتی اجلاسوں اور پروگراموں میں بچوں کو خود لے کر جائیں

پھر اس بات کا بھی خیال رکھیں کہ احمدی ماں باپ کا فرض ہے کہ جماعتی اجلاسوں اور پروگراموں میں بچوں کو خود لے کر جائیں۔ بعض تو ایسے ماں باپ ہیں جیسا کہ میں نے ذکر کیا کہ سمجھتے ہیں کہ دینی تعلیم و تربیت صرف نظام جماعت کا کام ہے اور ہم نے کچھ نہیں کرنا اور وہ بچوں کو چھوڑ بھی جاتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو

اس طرف توجہ ہی نہیں دیتے۔ خود بھی جماعتی پروگراموں میں شامل نہیں ہوتے اور بچوں کو بھی نہیں لاتے۔ پس خود بھی شامل ہوں اور بچوں کو بھی اس کی اہمیت بتائیں۔ پھر ان اجلاسوں میں انتظامیہ کا بھی کام ہے کہ بچوں سے پیار اور شفقت کا سلوک کریں اور انہیں جماعت کے قریب تر کرنے کی کوشش کریں۔ انتظامیہ میں چاہے عورتیں ہیں یا مرد دوسرے کے بچے کو بھی اپنے بچوں کی طرح دیکھنا چاہئے۔ ماں باپ نے جماعتی نظام پر اعتماد کرکے بچے آپ کے پاس بھیجے ہیں تو اس اعتماد پر پورا اتریں۔ بچوں کی تربیت کے لئے گھر اور باہر ہمیں من حیث الجماعت کوشش کرنی ہو گی اور کرنی چاہئے تا کہ اگلی نسل کو سنبھال سکیں اور وہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہوں۔

یہاں میں اس بات کا بھی ذکر کر دوں کہ ذیلی تنظیمیں اگر بچوں کو سنبھالنے کے لئے پوری کوشش کر رہی ہیں تو جماعتی عہدیدار خاص طور پر مرد صدر جماعت یا کوئی اور عہدیدار بچوں سے ایسا رویّہ دکھاتے ہیں کہ بچے مسجد آنے سے بدکنے لگ جاتے ہیں۔ بعض ایسی شکایتیں بھی آتی ہیں۔ اب ماں باپ جتنی چاہے کوشش کرلیں ان کا کہنا اور ان کی تربیت کوئی فائدہ نہیں دیتی اور ان کی ساری تربیت پر یہ عہدیدار پانی پھیر دیتے ہیں۔

پس تربیت اولاد کے لئے اور دین سے جوڑنے کے لئے یہ ضروری چیز ہے کہ پورا ماحول مددگار ہو۔ لیکن اگر کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے جب بچہ کسی

عہدیدار یا کسی بڑے کی وجہ سے جماعتی پروگراموں سے دور جارہا ہے یا جماعت سے ہٹ رہا ہے تو ماں باپ کو اسے سمجھانا چاہئے کہ اس عہدیدار کی یہ ذاتی کمزوری ہے اس کی وجہ سے تم جماعت سے دور نہ ہو۔ اسی طرح اس عہدیدار کو بھی کہیں۔ ماں باپ خود بھی کہہ سکتے ہیں اور بالا انتظام کو بھی کہیں کہ ان عہدیداران کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ لیکن بہر حال ماں باپ کا اگر بچے کے ساتھ ایک ذاتی تعلق ہو گا تو جو بھی ان کے ساتھ ہو رہا ہو گا وہ بات بھی ماں باپ کو بتائیں گے اور ان کے سمجھانے پر سمجھیں گے بھی۔ مَیں بار بار اس طرف توجہ دلاتا رہتا ہوں کہ اس ماحول اور معاشرے میں ماں باپ کا بچوں سے ذاتی تعلق اور ہر بات ماں باپ سے کرنا انتہائی ضروری ہے کیونکہ صرف اپنے ماحول اور پروگراموں کی بھی بات نہیں ہے بلکہ بچے جو گھر سے باہر دوسرے بچوں میں وقت گزارتے ہیں وہاں بھی وہ مختلف قسم کی باتیں سنتے اور سیکھتے ہیں۔ اگر ماں باپ کے ساتھ وہ یہ باتیں شیئر (share) نہیں کر رہے ہوں گے تو اچھے برے کی تمیز انہیں پتہ نہیں لگے گی اور پھر ان میں اس جھجک اور شرماہٹ کی وجہ سے ایک خلیج پیدا ہوتی چلی جائے گی جسے ختم کرنا پھر بہت مشکل ہو گا۔ ماں باپ اس خوش فہمی میں ہوتے ہیں کہ ہمارا بچہ یا بچی بڑے شریف ہیں باہر کے ماحول کا ان پر کوئی اثر نہیں ہو رہا۔ لیکن بعض دفعہ ایسی صورت پیدا ہو جاتی ہے کہ ماں باپ اس خوش فہمی یا غلط فہمی کو بعد میں تسلیم کرتے ہیں کہ ہمیں احساس نہیں ہوا کہ کب ہمارا بچہ دین سے دور ہٹ گیا۔ بچپن میں بچہ پاک فطرت ہوتا ہے اور اس

میں کوئی شک نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی فرمان ہے لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں اور یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ماحول اسے اچھا یا برا کرتا ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الجنائز باب اذا اسلم الصبی فمات ... الخ حدیث 1359)

دیندار یا دنیادار بناتا ہے۔ پس ماں باپ کو اپنے بچوں پر یہ نظر رکھنی بھی ضروری ہے کہ بچہ باہر کہاں کھیلنے جا رہا ہے۔ کس قسم کے بچوں کے ساتھ کھیل رہا ہے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ ماں باپ صرف یہ نہ سمجھیں کہ بچوں پر باہر کے ماحول کے اثر پر بھی نظر رکھنی ہے بلکہ جیسا کہ میں نے کہا کہ ماں باپ کے ظاہر رویّوں اور ایک دوسرے سے سلوک کا اثر بھی بچوں پر ہوتا ہے اور وہ ان کی ظاہری حالت اور اخلاق کو دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ اسی طرح لاشعوری طور پر بچوں پر ماں باپ کی دوسری برائیوں اور میلانات کا بھی اثر ہو رہا ہوتا ہے اور وہ ان کے میلانات سے اور برائیوں سے اثر لیتے ہیں۔ اس لئے ماں باپ کو اپنی اصلاح کرنے اور اپنی برائیوں سے اگلی نسل کو بچانے کے لئے کوشش بھی کرنی چاہئے اور دعا بھی کرنی چاہئے۔

بچوں میں انصاف قائم رکھا جائے

پھر لڑکوں کی تربیت کے لئے بھی اور لڑکیوں کی تربیت کے لئے بھی یہ ضروری چیز ہے کہ ان میں انصاف قائم رکھا جائے۔ بعض لوگ لڑکوں کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ اس سے جہاں لڑکوں میں خود غرضی پیدا ہوتی ہے، خودسری پیدا ہوتی ہے خودپسندی پیدا ہوتی ہے اور آخر میں تکبر بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ انہی وجوہات کی وجہ سے جو انتہائی برائی ہے وہاں لڑکیوں میں احساس محرومی پیدا ہو جاتا ہے اور اس کو دور کرنے کے لئے وہ پھر بعض اوقات اپنے دوستوں اور سہیلیوں میں اٹھنا بیٹھنا شروع کر دیتی ہیں جو اپنی یعنی لڑکیوں کی آزادی اور اہمیت کے نام پر دین سے دور جانے والی بنا دیتی ہیں۔ پس ایک بچے سے امتیازی سلوک کی وجہ سے صرف ایک بچہ خراب نہیں ہو رہا بلکہ یہ امتیازی سلوک بھائی بہن دونوں کو دین سے دور کرنے والا بن جاتا ہے۔ اس کی طرف احمدی ماؤں کو خاص طور پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

اسی طرح تربیت کا ایک پہلو یہ بھی سامنے رکھنا چاہئے کہ **بچوں کی کوئی کمزوری یا غلطی دیکھ کر لوگوں کے سامنے انہیں سرزنش نہ کریں۔** انہیں اونچی آواز میں نہ کہیں بلکہ پیار سے وہاں ٹوک دیں اور بعد میں اچھی طرح

سمجھا دیں۔ ان کی عزت قائم کریں۔ لیکن بعض لوگ بالکل ہی روک ٹوک نہیں کرتے۔ بچے کو اپنی غلطی کا احساس ضرور دلانا چاہئے۔

واقفین نو بچوں کو وقف کی اہمیت کا احساس دلائیں

ایک بہت ضروری بات جو اس حوالے سے میں کہنا چاہتا ہوں وہ واقفین نو بچوں کے متعلق ہے۔ اکثر والدین کا خیال ہے کہ واقفین نو بچوں کو بچپن میں کچھ نہیں کہنا۔ وہ جو چاہے کرتے رہیں بڑے ہو کر خود ٹھیک ہو جائیں گے۔ یہ بڑی غلط سوچ ہے۔ آپ نے جب اپنے بچوں کو وقف کیا ہے تو اس دعا کے ساتھ کہ اے اللہ جو بچہ پیدا ہونے والا ہے اسے میں تیرے دین کی خاطر وقف کرتی ہوں۔ یہ دعا اور یہ اظہار خود اس بات کا متقاضی ہے کہ بچے کی تربیت کے لئے زیادہ کوشش کی ضرورت ہے اور اس تربیت کو کامیاب کرنے کے لئے زیادہ دعا کی ضرورت ہے۔ پس وقف نو بچوں کی تو خاص طور پر بچپن سے دینی تربیت کرنے کی ضرورت ہے، اخلاقی تربیت کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں پیدا کرنے کی ضرورت ہے تاکہ بڑے ہو کر وہ دوسروں کی نسبت زیادہ ممتاز ہو کر ابھریں اور دنیاوی دلچسپیاں انہیں اپنی طرف نہ کھینچیں۔ ان کے اخلاق کے معیار دوسروں سے بلند ہوں نہ یہ کہ وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ بدتمیزی کر رہے ہوں۔ بچے اگر کسی کے

گھر جائیں تو گھر والوں کے ناک میں دم کیا ہو۔ بعض مائیں کہہ دیتی ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا تھا کہ واقف نو بچوں کو کچھ نہیں کہنا ان میں اعتماد پیدا کریں۔ ان کا کہنے کا قطعاً یہ مطلب نہیں ہے کہ انہیں بدتمیز بنا دیں۔ تین چار سال کی عمر سے ہی بچے کو پیار سے تربیت کی ضرورت ہے۔ بلاوجہ کی ڈانٹ ڈپٹ جو بعض مائیں اور باپ کرتے ہیں اور ان کو عادت ہوتی ہے اس سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے روکا تھا کہ اس طرح نہ کیا کریں اور یہ ہر بچے کے لئے ضروری ہے چاہے وہ واقف نو ہے یا نہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے تو اس بات پر بڑی تفصیل سے بیان کیا ہوا ہے کہ ماں باپ بچوں کی بچپن میں صحیح تربیت نہیں کرتے اور جب بچے دوسروں کے گھر جاتے ہیں اور اودھم مچاتے ہیں تو اس کی کوئی حد نہیں ہوتی اور ان گھر والوں کو پریشان کر رہے ہوتے ہیں۔ انہوں نے تو بچپن سے تربیت کی طرف توجہ دلائی تھی خاص طور پر واقفین نو کو انہوں نے کہا تھا کہ اگر بچے کو گھر میں ہی اخلاق سکھائے ہوں اور غیر ضروری اچھل کود اور صوفوں اور چیزوں کو خراب کرنے سے منع کیا ہو تو دوسرے گھر جا کر وہ کبھی ایسی حرکتیں نہ کریں۔ بڑی تفصیل سے انہوں نے یہ باتیں بیان کی ہیں۔ پس یہ ان ماں باپ کی جہالت ہے جو یہ کہتے ہیں کہ بچے کو کچھ نہیں کہنا۔ اگر وقف نو بچے کی صحیح تربیت نہیں کرنی اور اسے بچپن سے ہی برائی اور اچھائی کی تمیز نہیں سکھانی اور بچوں پر زیادہ سختی کرنی ہے تو ایک تو آپس میں بہن بھائیوں میں اس وجہ سے Jealousy اور غلط سوچ پیدا ہو رہی

ہو گی اور دوسرے اگر بچے رد عمل نہ بھی دکھائیں اور ماں باپ کی روک ٹوک سے تربیت حاصل کر لیں تو تب بھی دوسرے بچے جو ہیں جن کو روکا ٹوکا جاتا ہے وہ وقف نو بچوں سے زیادہ بہتر ہو جائیں گے اور جماعت کو تو ایسے بچوں کی ضرورت ہے نہ کہ وقف نو کا ٹائٹل لگا کر پھر یہ بد اخلاق اور بیکار واقفین نو کی جماعت پیدا کرنا یہ جماعت کے کسی کام نہیں آسکتے۔ پس مائیں اپنے وقف نو بچوں کی ایسی اٹھان کریں کہ وہ دین کے علم کے لحاظ سے بھی دنیاوی علم کے لحاظ سے بھی اور اخلاق کے معیار کے لحاظ سے بھی اور دنیا کی خدمت کے جذبہ کے لحاظ سے بھی اور روحانی لحاظ سے بھی اعلیٰ معیار پر پہنچیں۔ اس وقت دنیا میں ساٹھ ہزار سے زیادہ واقفین نو بچے ہیں۔ بہت سے بیس سال کی عمر سے اوپر ہیں۔ بہت سے ایسے ہیں جو میڈیسن اور دوسرے پیشہ ورانہ مضامین میں پڑھ کر میدان عمل میں آ گئے ہیں۔ کام کر رہے ہیں۔ لیکن ان لوگوں نے باقاعدہ طور پر جماعت کو اپنی خدمات پیش نہیں کیں۔ ہمارے ہسپتالوں میں ڈاکٹروں کی ضرورت ہے اور باوجود واقفین نو ڈاکٹروں کے ہم اپنی ضروریات پوری نہیں کر سکے۔ اسی طرح بعض دوسرے پیشے ہیں۔ ایسے وقف نو کا جماعت کو کیا فائدہ۔ بعض آتے بھی ہیں پھر چھوڑ کر چلے جاتے ہیں کہ الاؤنس کم ہے، جماعت کم الاؤنس دیتی ہے۔ وقف تو نام ہی قربانی کا ہے۔ ماؤں کی اپنے بچوں کی اس نہج پر تربیت کی ضرورت ہے کہ تم نے پڑھ لکھ کر اپنے آپ کو دین کی خدمت کے لئے پیش کرنا ہے اور اس کے لئے جتنی بھی بڑی سے بڑی قربانی دینی پڑے دینی ہے۔

تب ہم کہہ سکتے ہیں کہ ماؤں نے اپنے بچوں کے وقف کرنے کے عہد کو نبھایا ہے۔ ورنہ ایک ظاہری امتیاز ہے وقف نو اور غیر وقف نو بچے کا جس کا جماعت کو کوئی فائدہ نہیں ہے۔ پس ان باتوں کی ماں باپ کو ضرورت ہے کہ اس سلسلہ میں خاص کوشش کریں اور جماعتی ضروریات کو پورا کرنے کی روح اپنے بچوں میں پیدا کریں۔ انہیں وقف کی اہمیت کا احساس دلائیں۔ ورنہ کسی معاملے میں بھی وقف نو بچے سپیشل نہیں ہیں کہ سپیشل ہونے کے نام پر ان کی تربیت ہی نہ کی جائے۔ سپیشل ہونے کی خصوصیات کا دو سال پہلے میں نے کینیڈا کے خطبہ میں ذکر کیا تھا اس کو سامنے رکھیں اور اسے لائحہ عمل بنا کر بچوں کی تربیت کریں۔

گھروں میں نظام جماعت پر اعتراض یا غلط رنگ میں باتیں نہ ہوں

عمومی طور پر بچوں کی تربیت کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ گھروں میں نظام جماعت پر اعتراض یا غلط رنگ میں باتیں نہ ہوں۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ بچوں کے ذہنوں میں یہ باتیں بیٹھ جاتی ہیں اور پھر وہ سمجھتے ہیں کہ سارا نظام ہی ایسا ہے اور پھر وہ ایک قدم اور آگے جاتے ہیں اور خلیفۂ وقت پر اعتراض کرتے ہیں اور جب یہ اعتراض شروع ہو جاتے ہیں تو پھر وحدت سے علیحدہ ہو جاتے ہیں اور جماعت سے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ اس لئے خدا تعالیٰ کا خوف رکھتے ہوئے اور جماعت

سے تعلق اور محبت کا اظہار کرتے ہوئے اور اپنے دل میں جماعت سے پیار اور محبت کا اگر جذبہ ہے تو اس کو ظاہر کرتے ہوئے اپنے گھروں میں ایسی باتوں سے پرہیز کریں۔ اگر کہیں یہ باتیں نہیں بھی ہو رہیں تو یہ سوچ نہیں ہونی چاہئے کہ ہماری شکایت نہ ہو جائے اور ہم پر کوئی ایکشن نہ لے لیا جائے بلکہ اس سوچ سے گھروں میں خلافت اور جماعت کے احترام کے متعلق باتیں کریں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا یہ حکم ہے۔ بندوں سے ڈرنے کی بجائے خدا تعالیٰ سے ڈریں۔ اور وحدت کے جس نظام کو ہم نے حاصل کیا ہے اسے ہم نے ضائع نہیں ہونے دینا۔ اگر کسی عہدیدار سے شکوہ ہے تو خلیفہ وقت تک اپنی بات پہنچا دیں اور پھر معاملہ خدا تعالیٰ پر چھوڑیں۔ یہی چیز ہے جو اگلی نسلوں کو جماعت اور خلافت سے جوڑ کر رکھے گی۔

پردے کی اہمیت

لڑکیوں کی تربیت کے لحاظ سے اس بات کو بھی سب سے زیادہ اہمیت دیں کہ ان میں حیا کا مادہ زیادہ سے زیادہ پیدا کرنا ہے۔ مغربی ماحول میں آزادی کے نام پر جو بے حیائی پھیل رہی ہے اور مغربی ماحول جو سر ننگے کروا رہا ہے تو آپ نے دین کے نام پر حیا کو قائم کرتے ہوئے سروں کو ڈھانکنا ہے اور ہوشمند لڑکیوں کو بھی یہ خیال رہنا چاہئے۔ خود ان کو یہ احساس ہونا چاہئے۔ اس کے لئے ماؤں کے اپنے نمونے سب سے زیادہ ضروری ہیں۔ بچہ تو ماں باپ کی نقل کرتا ہے جیسا کہ میں نے کہا اور لڑکیاں خاص طور ماؤں کی۔ گزشتہ دنوں ایک عزیزہ ملنے آئی اس کی دو اڑھائی سال کی بیٹی

ہے، اپنی ماں کے منہ پر بار بار نقاب ڈال رہی تھی اور گھر کے ماحول کی وجہ سے ماں اسے اتار دیتی تھی تو بچی زبردستی اس کے منہ پر نقاب ڈال کر کہہ رہی تھی کہ وہ والا پردہ کریں۔ یعنی جو پردہ آپ باہر کرتی ہیں اور صحیح پردہ ہے وہ پردہ کرو۔ اب چھوٹی بچی کے ذہن میں یہ ہے کہ میری ماں کا یہ پردہ ہے اور یہ اس کے لباس کا حصہ ہے جب بھی اس ماں نے اپنے گھر سے نکلنا ہے چاہے کسی کے گھر بھی جائے تو ایسا پردہ ہونا چاہئے۔ پس جب تک مائیں اپنے بچوں کے سامنے ایسے نمونے رکھتی رہیں گی چھوٹی بچیوں میں بھی پردے کی اہمیت پیدا ہوتی رہے گی اور عورت کی حیا کے مقام کی اہمیت پیدا ہوتی رہے گی اور اس قرآنی حکم کی اہمیت پیدا ہوتی رہے گی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اپنے سروں کو اوڑھنیوں سے ڈھانپو اور اپنی زینت غیر مردوں سے چھپاؤ۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بہت سی عورتیں اور لڑکیاں جب مسجد میں اور جماعتی فنکشنز میں آتی ہیں تو بقول اس بچی کے جو اس چھوٹی بچی نے کہا تھا کہ ان کا وہ والا پردہ ہوتا ہے اور جب بازاروں میں پھر رہی ہوتی ہیں تو وہ والا پردہ تو علیحدہ بات ہے یہ والا پردہ بھی نہیں رہتا جو انتہائی خوفناک چیز ہے۔ اور وہ حیا اور وہ تقدس جو اسلام عورت کا قائم کرنا چاہتا ہے اس کو ماحول اور فیشن کے زیر اثر ختم کر دیتے ہیں یا پھر ماحول کی وجہ سے شرم آتی ہے اور پھر حیا سے جب شرم آنی شروع ہو جائے تو پھر بے حیائی پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ پس اگر شرم آنی چاہئے تو بے حیائی سے شرم آنی چاہئے نہ کہ اللہ تعالیٰ کے حکموں سے شرم آئے۔ یاد رکھیں اللہ

تعالیٰ کے ایک حکم سے دوری بہت سے حکموں سے دوری کی طرف لے جاتی ہے۔ پس اگر اگلی نسلوں کی تربیت کرنی ہے تو اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات پر سنجیدگی سے چلنے کی ضرورت ہے۔ اپنی نسلوں کی تربیت کے لئے اپنی دعاؤں کو قبول کروانا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے احکامات پر چلنے کی ضرورت ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ دعا کو قبول کروانے کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ (البقرۃ:187)۔ کہ یعنی میرے حکم کو قبول کرو اور مجھ پر ایمان لاؤ۔ اس پر عمل کی ضرورت ہے۔ پس ایمان بھی کامل اس وقت ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلا جائے اور جب ایمان اس معیار پر پہنچتا ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو پھر دعائیں بھی قبول ہوتی ہیں۔ پس اگلی نسلوں کو سنبھالنے کے لئے اپنے نمونے کی بھی ضرورت ہے اور دعاؤں کی قبولیت کے لئے اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلنے کی بھی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی سب کو توفیق عطا فرمائے اور ہماری نسلیں ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرنے والی پیدا ہوتی چلی جائیں۔

اب دعا کر لیں۔

(مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 21 دسمبر 2018)

☆☆☆

جلسہ سالانہ جرمنی 2018ء کے موقع پر

امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

کا مستورات سے خطاب

فرمودہ 08ستمبر 2018ء بروز ہفتہ بمقام کالسروئے جرمنی

- مذہب کی تاریخ میں عورت کا بڑا مقام
- اسلام کی بنیاد میں عورت کا حصہ
  - حضرت ہاجرہ
  - حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ
  - فرعون کی بیوی
  - حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ
  - حضرت خدیجہؓ
  - حضرت عائشہؓ
- قرآن کریم میں احکامات اور انعامات میں عورت اور مرد دونوں کا ذکر
- اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے متعلق ایک عورت کا واقعہ

- ○ حضرت لبینہ
- ○ حضرت زنیرہ
- ○ حضرت سمیہ

- جہاد
- احمدیت کا دنیا میں پھیلنا عورتوں اور مردوں کی قربانی کی وجہ سے ہے
- عورتوں کی قربانیوں کی بعض مثالیں

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُولُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ - بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ـ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ـ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ـ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ـ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ـ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ـ

مذہب کی تاریخ میں عورت کا بڑا مقام

آج کی دنیا میں عموماً مذہب کی طرف زیادہ توجہ نہیں ہے نہ مذہب کی تاریخ جاننے کی طرف زیادہ توجہ ہے۔ عموماً یہ خیال کیا جاتا ہے کہ مذہبی دنیا میں یا مذہب کی تاریخ میں صرف مرد کی اہمیت ہے اور عورت کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی اور اس کو بعض اسلام مخالف لوگ یا مذہب مخالف لوگ زیادہ ہوا دیتے ہیں۔ خاص طور پر اسلام پر تو یہ اعتراض بار بار اٹھایا جاتا ہے کہ عورت ایک ثانوی حیثیت رکھتی ہے اور جو بھی اس کا کردار ہو یا اس کی قربانیاں ہوں ان کو مردوں سے کم درجہ پر رکھا جاتا ہے۔ مرد کے کردار اور کام کی ہمیشہ تعریف کی جاتی ہے اور عورت کے کردار اور کام کو اتنی اہمیت نہیں دی جاتی۔

لیکن جب ہم اس بات کا جائزہ لیں کہ کیا مذہب اور خاص طور پر اسلام عورت کی دین کے لئے خدمات، عورت کے دین کی ترقی کے لئے کردار، عورت کی دین کی خاطر قربانی کو مَردوں کی خدمات، ان کے کردار، ان کی خدمات سے کم سمجھتا ہے یا اسلام میں کم سمجھا جاتا ہے یا کم اہمیت دی جاتی ہے تو جواب نفی میں ملے گا اور ہر علم رکھنے والی عورت یہ جانتی ہے۔

ایک مسلمان سب سے زیادہ تاریخی، واقعاتی اور علمی حقائق کے لئے جس چیز پر یا جس گواہی پر ایمان اور یقین رکھتا ہے یا اس کو ایمان اور یقین کی حد تک مانتا ہے وہ قرآن کریم ہے اور اس میں بیان کردہ واقعات و حقائق ہیں۔ اور قرآن کریم سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ مذہب کی تاریخ میں عورت کا بڑا مقام ہے اور عورت کے قابل تعریف کاموں کی اللہ تعالیٰ نے گواہی دی ہے اور بیان فرمایا ہے اور انہی قابل تعریف اور اہم کاموں کی وجہ سے عورت کو ان انعامات میں حصہ دار بنایا گیا ہے جن کاموں کی وجہ سے مرد اس کے اجر کے حق دار ٹھہرائے گئے ہیں یا نوازے گئے ہیں۔

پھر قرآن کریم کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ہیں اور آپ کی ہدایات عورت کی اہمیت اور اس کے تاریخی کردار پر روشنی ڈالتے ہیں۔

پھر جماعت احمدیہ مسلمہ میں تو اسلام اور احمدیت کی تاریخ بھی اس بات پر گواہ ہے اور اس بات پر روشنی ڈالتی ہے کہ عورت کے کردار اور قربانیوں کا کیا اہم مقام ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ جس طرح مرد کی قربانیوں اور دین کی خاطر اہم کردار

کو مذہب کی تاریخ اور خاص طور پر اسلام میں محفوظ کیا ہے وہاں عورت کی قربانیوں اور کردار کو بھی کم نہیں سمجھا اور محفوظ رکھا ہے۔ بلکہ ہم جائزہ لیں تو مذہب اسلام کی تو ابتدا ہی عورت کی قربانیوں سے شروع ہوتی ہے۔

اسلام کی بنیاد میں عورت کا حصہ

حضرت ہاجرہ

جیسا کہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ اسلام کی بنیاد اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے رکھی اور اس بنیاد میں عورت کا حصہ شامل کیا گیا۔ قرآن کریم میں بھی یہ ذکر ہے اور حدیث میں بھی یہ تفصیل سے آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو رؤیا دکھایا کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلے اور کئی سال تک اکلوتے بیٹے تھے۔ حضرت اسحاق علیہ السلام تو کئی سال کے بعد پیدا ہوئے ہیں۔ بہرحال حضرت اسماعیل علیہ السلام ابھی چند سال کے ہی تھے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ خواب دیکھی اور اسماعیل علیہ السلام کو سنائی کہ میں نے اس طرح دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔ وہ زمانہ تھا کہ جب لوگ بتوں کو خوش کرنے کے لئے انسانوں کی قربانیاں بھی کیا کرتے تھے اور خصوصاً بیٹوں کو ذبح کرنا ایک بہت بڑی قربانی سمجھا جاتا تھا۔ اسی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خیال آیا کہ انسانی جان

کو بتوں پر قربان کرنے کا رواج تو ہے تو اس خواب کا مطلب ہے کہ میں بھی اس رواج کے مطابق اپنے بیٹے کو خدا تعالیٰ کی خاطر قربان کروں اور یہی اللہ تعالیٰ مجھ سے چاہتا ہے یہ ان کو خیال آیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ذکر کیا تو جیسا کہ قرآن کریم میں بھی آتا ہے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ آپ اپنی رؤیا کو پورا کریں مجھے انشاء اللہ اس پر صبر کرنے والا پائیں گے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو باہر جنگل میں لے گئے اور الٹا لٹا دیا تا کہ ان کی تکلیف دیکھ کر ان کا کہیں یہ کام کرنے سے، ذبح کرنے سے ہاتھ نہ رک جائے۔ لیکن اس وقت جب آپ ذبح کرنے لگے تو قرآن کریم میں بھی آتا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو الہاماً فرمایا کہ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا۔ یعنی جب تُو اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے تیار ہو گیا ہے تو تُو نے اپنی خواب پوری کر دی ہے اور یہ عمل صاف ظاہر کرتا ہے کہ تُو عملاً اپنے بیٹے کو ذبح کر سکتا ہے مگر اب تُو نے اسے ذبح نہیں کرنا اور اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ آج سے انسانوں کو ذبح کرنے کا رواج ختم کیا جاتا ہے اور یہ طریق درست نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی خاطر قربانیوں کے نئے طریق رائج ہوں گے جو اس قربانی سے بہت بلند ہیں اور مستقل قربانی کرتے چلے جانے والے طریق ہیں۔ چنانچہ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو دوبارہ الہاماً فرمایا کہ حضرت ہاجرہ اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مکہ کے مقام پر لے جائیں اور وہاں چھوڑ آئیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مکہ کے

مقام پر لے گئے۔ اس وقت وہاں میلوں تک کوئی آبادی نہیں تھی۔ آپ اپنے ساتھ پانی کا ایک مشکیزہ اور کھجوروں کا ایک تھیلا لے کے گئے تھے۔ ان دونوں ماں بیٹے کے پاس وہ پانی اور کھجوروں کی تھیلی رکھ دی اور انہیں وہیں چھوڑ کر واپس چل پڑے۔ یہاں سے پھر اس مستقل قربانی کا سلسلہ شروع ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ایک انسانی جان کی قربانی ختم کر کے شروع کروائی تھی۔ دراصل رؤیا میں اسی قربانی کا ذکر تھا، نہ کہ چھری پھیرنے والی قربانی، کہ ایسی جگہ چھوڑ آؤ جہاں نہ کھانے کو روٹی ملے، نہ پینے کو پانی ملے۔ گویا یہ تمہاری طرف سے ایک طرح سے ذبح کرنا ہی ہے۔ بہر حال جب حضرت ابراہیم علیہ السلام واپسی کے لئے مڑے تو بیوی اور بیٹے کی محبت کی وجہ سے چند قدم جا کر مڑ کر دیکھنے لگے۔ پھر چل پڑتے پھر رک کر دیکھنے لگتے۔ جب چند بار اس طرح مڑ کر دیکھتے رہے تو حضرت ہاجرہ جو بڑی فراست رکھنے والی خاتون تھیں انہیں خیال پیدا ہوا کہ آپ کسی معمولی کام کے لئے نہیں جا رہے۔ ہمیں یہاں چھوڑ کر یا اِدھر اُدھر کوئی جگہ دیکھنے، تلاش کرنے نہیں جا رہے بلکہ ضرور کوئی بات ہے کوئی راز ہے جو آپ ہم سے چھپا رہے ہیں۔ حضرت ہاجرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے گئیں اور کہا کہ آپ ہمیں یہاں اکیلے چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ انہوں نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت ہاجرہ کچھ دُور تک آپ کے پیچھے جا کر یہی پوچھتی رہیں لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کوئی جواب نہیں دیتے تھے۔ حضرت ہاجرہ سمجھ گئیں کہ جذبات اور دل کے درد کی وجہ سے کوئی جواب نہیں دے

رہے۔ آخر حضرت ہاجرہ نے کہا کہ اے ابراہیم! آپ کس کے حکم سے ہمیں یہاں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟۔ حضرت ابراہیم جذبات کی وجہ سے کچھ بول تو نہ سکے البتہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر اشارہ کر دیا۔ اس پر حضرت ہاجرہ نے کہا کہ اگر آپ ہمیں یہاں خدا تعالیٰ کے حکم سے چھوڑ کر جا رہے ہیں تو فکر کی کوئی بات نہیں۔ اگر خدا تعالیٰ نے کہا ہے تو وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔ اور یہ کہہ کر واپس چلی گئیں۔ یہ ان کا ایمان کا معیار تھا۔ آخر وہ تھوڑا سا پانی اور کھجوریں چند دنوں میں ختم ہو گئیں۔ جب کھانے پینے کا سامان ختم ہو گیا تو حضرت اسماعیل علیہ السلام جب بھی کبھی پانی مانگتے یا کھانا مانگتے تو وہ کہاں سے دیتی۔ میلوں تک آبادی کوئی نہیں تھی، نہ کوئی انتظام ہو سکتا تھا۔ آخر حضرت اسماعیل علیہ السلام پیاس اور بھوک کی وجہ سے بیہوش ہونا شروع ہو گئے۔ ہوش آتی تو پھر پانی مانگتے۔ پھر غشی طاری ہو جاتی۔ ماں بیٹے کی حالت دیکھ کر گھبرا کر قریب جو دو ٹیلے تھے صفا اور مروہ وہاں جاتیں اور ادھر پانی یا کسی گزرنے والے قافلے کو تلاش کرتیں۔ پہلے صفا پر چڑھ جاتیں وہاں سے کچھ نظر نہ آتا تو مَروہ پر دوڑ کر چڑھتیں۔ دوڑ کر چڑھنے کی وجہ ایک یہ بھی تھی کہ دو ٹیلوں کے درمیان جو نیچی جگہ تھی وہاں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام نظر نہ آتے تھے۔ بے چین ہو کر اوپر چڑھتیں تا کہ بچے پر بھی نظر پڑتی رہے۔ جب آپ سات چکر لگا چکیں تو فرشتے کی آواز آئی کہ ہاجرہ جا اپنے بچے کے پاس اللہ تعالیٰ نے پانی کا انتظام کر دیا ہے۔ چنانچہ جب آپ بچے کے پاس پہنچیں تو دیکھا جہاں بچہ تڑپ رہا تھا وہاں پانی کا

چشمہ پھوٹ پڑا اس طرح وہاں پانی کی وجہ سے پھر قافلے ٹھہرنے شروع ہو گئے اور مکہ کی بنیاد پڑی۔

(صحیح البخاری کتاب احادیث الانبیائ باب یزفون۔ النسلان فی المشی حدیث 3364)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کی دوبارہ بنیادیں رکھیں تو یہ دعا کی کہ اے خدا اس شہر کے رہنے والوں اور میری اولاد میں سے ایسا نبی مبعوث فرما جو انہیں تیری آیات پڑھ کر سنائے۔ تیری کتاب سکھائے۔ اس کی حکمتیں بیان کرے اور ان کے دلوں کا تزکیہ کرے۔ انہیں پاک کرے۔ یعنی مکہ کی جو بنیاد رکھی گئی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے لئے تھی اور اس میں مرد اور عورت دونوں شامل تھے۔ حضرت ہاجرہ اگر اللہ تعالیٰ پر توکّل نہ کرتیں اور بچے کے ساتھ قربانی کے لئے تیار نہ ہوتیں تو انہیں کبھی وہ مقام نہ ملتا جو آج ہر مسلمان کے دل میں آپ کا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ

پھر قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا ذکر ملتا ہے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ ان کے ہاں ایک بچہ پیدا ہو گا۔ فرعون کیونکہ تم لوگوں کا دشمن ہے وہ اسے مارنے کا ارادہ کرے گا۔ اس لئے جب وہ پیدا ہو تو ایک ٹوکرے میں رکھ کر اسے دریا میں ڈال دینا اور جو نیکی اور تقویٰ اور خدا تعالیٰ کی ذات پر حضرت موسیٰ

کی والدہ کو توکّل تھا اس وجہ سے انہوں نے ایسا ہی کیا اور یہ پرواہ نہ کی کہ دریا میں میرا بچہ ڈوب بھی سکتا ہے۔ یہ ٹوکرا جنگلوں میں پتہ نہیں کہاں کہاں جا سکتا ہے۔ کسی جانور کے ہتھے چڑھ سکتا ہے۔ فرعون سے تو شاید بچے کو بچانے کی کوئی ترکیب ہو سکتی تھی دریا میں تو کوئی امکان نہیں تھا۔ لیکن کامل توکّل تھا اللہ تعالیٰ کی ذات پر اس لئے فوری تعمیل کی۔ یہ ایسا جرأت والا قدم ہے جو شاید کروڑوں میں ایک عورت بھی نہ کر سکے کہ صرف ایک خواب کی وجہ سے بچے کو دریا میں ڈال دیا بلکہ نسلوں میں بھی شاید ایک ایسا شخص پیدا ہو جو یہ قربانی کر سکے۔ لیکن انہوں نے کی اور اسی سے پھر حضرت موسیٰ بچے۔

فرعون کی بیوی

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ضمن میں ہی ایک اور عورت کی قربانی کا ذکر ملتا ہے جو فرعون کی بیوی تھی جس نے پھر فرعون کو کسی طرح قائل کر کے اس دریا میں بہتے ہوئے بچے کو پرورش کے لئے لے لیا۔ فرعون کی بیوی بھی ہر وقت یہ دعا کرنے والی تھی کہ اے اللہ تُو شرک کی ظلمت کو دور کر دے اور سچائی کو دنیا میں قائم کر دے۔ اب دیکھیں کہ بادشاہ کی بیوی ہے ہر قسم کے آرام اور آسائش میں رہنے والی ہے۔ اور پھر فرعون جیسے شخص کے ساتھ رہنے والی ہے جو اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے مقابل پر کھڑا کرتا تھا۔ لیکن فطرت کی نیکی اور جرأت اور اللہ تعالیٰ سے تعلق نے ایسے حالات کے باوجود ان میں سب چیزوں کو ٹھکرا کر خدائے واحد کی

حکومت قائم کرنے کا درد پیدا کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بھی اس عمل کو سراہا اور ایسا مقام عطا کیا کہ قرآن کریم میں اس کا ذکر کر دیا۔ اب یہ دونوں عورتیں بھی ایک مذہب کی بنیاد رکھنے میں کردار ادا کرنے والی تھیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے بھی بڑی قربانیاں کیں۔ اپنے بیٹے کو صلیب پر لٹکتے دیکھا اور بڑی جرأت سے یہ نظارہ دیکھا۔ شاید ہی کوئی ماں ہو کوئی عورت ہو جو یہ نظارہ اس طرح دیکھ سکے اور قربانی کے لئے تیار ہو۔ غرض کہ مذہب کی تاریخ نے عورت کے مقام اور قربانیوں کو محفوظ کیا ہے۔

حضرت خدیجہؓ

پھر اسلام کی تاریخ میں ہم مزید یہ دیکھتے ہیں کہ حضرت خدیجہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی وحی سے لے کر جب آپ نے دعویٰ کیا اور آپ کی مخالفت شروع ہوئی تیرہ سال تک شدید تکالیف میں آپ کا ساتھ دیا۔ ایک امیر ترین عورت جس نے نہ صرف اپنی تمام دولت اپنے خاوند کے سپرد کر دی بلکہ شعب ابی طالب میں سخت ترین حالات میں بھوکی پیاسی رہ کر قربانی کرتی رہیں اور یہ قربانی قریباً اڑھائی تین سال تک جاری رہی۔ اسی طرح اور مسلمان عورتیں بھی اس دور میں تکلیف اور پریشانیوں سے گزری ہیں جن کی قربانیوں کو تاریخ نے محفوظ کیا ہے۔

حضرت عائشہؓ

پھر اگر علم و معرفت کی باتوں کا ذکر ہو تو یہ نہیں کہ عورت کو جاہل بنا دیا اور صرف مردوں کو ہی علم و معرفت کا سمجھنے والا سمجھا جاتا ہے۔ اسلام کی تاریخ نے عورت کی علم و معرفت کی باتوں کو بھی محفوظ کیا ہے۔ مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی نے دین کا علم سیکھنا ہے تو نصف دین عائشہ سے سیکھو۔

(مرقاۃ المفاتیح جلد 11 صفحہ 338 حدیث 6194 کتاب المناقب باب مناقب ازواج النبیؐ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2001ء)

یعنی میں نے اس کی ایسی تربیت کر دی ہے۔ اس میں ایسی صلاحیتیں پیدا ہو چکی ہیں کہ دین کے مسائل اور خاص طور پر عورتوں کے مسائل عائشہ سے سیکھو۔ چنانچہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ بہت ساری روایات عورتوں کے مسائل کے بارے میں بھی حضرت عائشہ سے ہمیں ملتی ہیں اور مردوں کی تربیت بھی حضرت عائشہ نے کی ہے۔

قرآن کریم میں احکامات اور انعامات میں عورت اور مرد دونوں کا ذکر

قرآن کریم کو دیکھ لیں ہر جگہ مسائل کے بیان احکامات اور انعامات میں عورت اور مرد دونوں کا ذکر ہے۔ اگر مرد کی نیکی کا ذکر ہے تو عورت کو بھی نیک کہا گیا ہے۔ مرد کی عبادت کا ذکر ہے تو عورت کو بھی عبادت کرنے والی کہا گیا ہے۔

جنت میں مرد جائیں گے تو عورتیں بھی جائیں گی۔ جنت میں مرد اعلیٰ مقام حاصل کریں گے تو عورتیں بھی کریں گی۔ اگر کسی نیک مرد کی وجہ سے اس کی بیوی کم نیکی کے باوجود جنت میں جا سکتی ہے تو کسی اعلیٰ قسم کی نیکیاں کرنے والی عورت کی وجہ سے اس سے کم نیکی کرنے والا مرد بھی، خاوند بھی اس کی وجہ سے جنت میں جا سکتا ہے۔ حقیقت میں جنت میں اگر اعلیٰ مقام پر مرد اپنی نیکیوں کی وجہ سے ہوں گے جیسا کہ میں نے کہا تو اسی اعلیٰ مقام پر عورتیں بھی ہوں گی۔

پھر یہ بھی روایت ملتی ہے کہ ایک عورت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ مرد ہم سے زیادہ خدا تعالیٰ کے مقرب ہیں کہ وہ جہاد میں شامل ہوں اور ہم نہ ہوں۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے تم بھی شامل ہو جاؤ۔ آپ نے اس کو انکار نہیں کیا چنانچہ جب وہ شامل ہوئیں اور اس جنگ میں مسلمانوں کی فتح ہوئی تو باوجود مردوں کے یہ کہنے کے، صحابہ کے یہ کہنے کے کہ اس نے تو جنگ میں اتنا حصہ نہیں لیا جتنا ہم نے لیا ہے اور ہم لڑے ہیں اس لئے اس کو مال غنیمت میں حصہ دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں اس کو بھی مال غنیمت میں حصہ دیا جائے گا۔ پھر اس کے بعد یہ طریق بن گیا کہ مرد جب جہاد پر جائیں تو مرہم پٹی کے لئے عورتیں بھی ساتھ جائیں۔ غرض کہ عورتوں نے باہر نکل کر جہاد بھی کیا اور تمام خطرات کے باوجود مردوں کے ساتھ

متفرق ذمہ داریاں ادا کرنے کے لئے جہاد میں جاتی بھی تھیں۔ بلکہ یہ بھی روایات میں آتا ہے کہ فنونِ جنگ کی بھی انہوں نے تربیت حاصل کی۔

(ماخوذ از قرونِ اولیٰ کی نامور خواتین اور صحابیات کے ایمان افروز واقعات، انوار العلوم جلد 21 صفحہ 617-618)

یہ سوچ ان کی تھی کہ خدا تعالیٰ کی خاطر ہم نے ہر قربانی کے لئے تیار ہونا ہے۔ دین کی اولین ترجیح تھی۔ دنیا کی خواہشات کی ان کے نزدیک کوئی حیثیت نہیں تھی۔ پس آج بھی اگر ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم نے اسلام کی تعلیم کو دنیا کے چپے چپے پر پھیلانا ہے تو پھر ذاتی خواہشات کی قربانیاں کرنی پڑیں گی۔ اپنے خاوندوں اور اپنے بچوں کے اندر یہ احساس پیدا کرنے ہوں گے کہ دین اوّل ہے اور خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا سب سے اوّل ترجیح ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت سب سے اوّل ہے اور باقی محبتیں بعد میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے متعلق ایک عورت کا واقعہ

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اول اور خاوند کی محبت بعد میں کے متعلق ایک عورت کا واقعہ بھی ہمیں تاریخ میں ملتا ہے۔ تاریخ نے اسے محفوظ کیا اس لئے کہ اس قربانی کو سراہا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جب یہ خبر آئی کہ روما کی فوجیں عرب پر حملہ کرنے کے لئے آ رہی ہیں۔

عرب کے مقابلہ میں روما کی اس وقت ایسی طاقت تھی جیسی آجکل امریکہ یا کسی بڑے ملک کی ایک چھوٹے سے ملک پر ہے اور یہ بڑا ملک ایک چھوٹے سے ملک پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہو کر فوجیں لے کے آرہا ہو۔ تو بہر حال ایسی بڑی طاقت کے متعلق خبر آئی کہ وہ اپنی فوجوں کے ساتھ حملہ کرنے کے لئے آرہے ہیں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ بجائے اس کے کہ روما کی فوجیں ہم پر حملہ آور ہوں مناسب ہو گا کہ ان کے مقابلے کے لئے ہم باہر جائیں۔ چنانچہ آپ دس بارہ ہزار کی فوج لے کر روما کے لشکر کے مقابلے کے لئے نکل پڑے۔ اس کی لاکھوں کی فوج تھی لیکن آپ کو اللہ تعالیٰ پر توکّل تھا اس لئے دس بارہ ہزار کی فوج کو کافی سمجھا۔ اور مسلمانوں کی طاقت بھی اتنی تھی۔ اس موقع پر آپ نے تمام مخلص مومنین کو جنگ میں شامل ہونے کا حکم دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت ایک صحابی کو پہلے کہیں کام کے لئے بھیجا ہوا تھا۔ وہ وہاں مدینہ میں موجود نہیں تھے اس لئے شامل نہیں ہو سکتے تھے۔ جب وہ صحابی واپس مدینہ لوٹے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے روانہ ہو چکے تھے۔ جب وہ واپس آئے تو انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سفر کی تفصیلات کا علم نہیں تھا۔ صرف اتنا پتہ تھا کہ آپ کسی مہم کے لئے روانہ ہوئے ہیں۔ بہر حال گھر پہنچے۔ اپنے گھر آکر بیوی سے محبت کا اظہار کرنے لگے تو بیوی نے انہیں پرے ہٹا دیا کہ تمہیں شرم آنی چاہئے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک خطرناک مہم کے لئے گئے ہیں اور تمہیں گھر بیٹھ کر محبت

کے اظہار کی سوجھی ہوئی ہے۔ اس بات کا ان صحابی پر ایسا اثر ہوا کہ فوری طور پر گھوڑے پر سوار ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے روانہ ہوئے۔

اب یہاں خاوند کی محبت اور خدا تعالیٰ کی محبت کا مقابلہ تھا۔ ان صحابیہ کو بھی اپنے خاوند سے محبت ہو گی وہ صحابیات بڑی وفادار اور پیار کرنے والی بیویاں تھیں۔ لیکن جب یہ سوال آیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تکلیف میں ہیں اور خاوند آرام میں ہے تو برداشت نہ کر سکی۔

(ماخوذ از قرونِ اولیٰ کی نامور خواتین اور صحابیات کے ایمان افروز واقعات، انوار العلوم جلد 21 صفحہ 623-624)

پس اپنے جذبات کو قربان کرنے، اپنی جان کو قربان کرنے، اپنی اولاد کی قربانی کرنے کے واقعات اسلام کی تاریخ میں بھرے پڑے ہیں۔ کئی واقعات مَیں خطبات جمعہ میں بھی سنا چکا ہوں کس طرح انہوں نے کہا ہمیں اپنے بچوں کی فکر نہیں، بھائیوں کی فکر نہیں ہمیں فکر ہے تو صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فکر ہے۔

حضرت لبینہ

صرف بڑے اور اہم لوگوں کی مثالوں کو تاریخ نے محفوظ نہیں کیا بلکہ غریب اور بے بس لوگوں کی قربانیوں کو بھی اسلام کی تاریخ نے محفوظ کیا ہے۔ مثلاً

لبینہ ایک صحابیہ خاتون تھیں۔ بنو عدی کی ایک لونڈی تھیں۔ اسلام لانے سے پہلے عمر انہیں اتنا مارتے تھے کہ مارتے مارتے تھک جاتے تھے اور پھر دم لے کر انہیں مارنے لگ جاتے تھے۔ حضرت لبینہ سامنے سے صرف اتنا کہتی تھیں کہ عمر اگر تم نے اسلام قبول نہ کیا تو خدا اس ظلم کو بے انتقام نہیں چھوڑے گا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھی ان کو یہ توکل تھا۔

حضرت زنیرہ

پھر زنیرہ ایک خاتون تھی بنو مخزوم کی لونڈی تھی اور ابوجہل نے اس بے دردی سے ان کو مارا پیٹا، منہ پر بھی مارا کہ ان کی آنکھیں جاتی رہیں، نظر ختم ہو گئی۔

حضرت سمیہ

اسی طرح حضرت عمار کی والدہ حضرت سمیہ جو بوڑھی تھیں ان کی ران میں اسلام دشمنی کی وجہ سے ابوجہل نے اس طرح نیزہ مارا کہ ان کے پیٹ سے باہر نکل گیا اور شہید ہو گئیں۔

(الکامل فی التاریخ جلد اوّل صفحہ 591،589 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

غرض کہ مسلمان عورتوں کی قربانیوں کے اور بھی بے شمار واقعات ہیں۔

یہ واقعات کیوں محفوظ کئے گئے، اس لئے کہ بعد میں آنے والے اپنی تاریخ جان سکیں۔ انہیں پتہ چلے کہ خدا کی خاطر اور خدا کے دین کی عظمت کی خاطر قربانیاں دینی پڑتی ہیں اور عورت اور مرد کی قربانیوں سے ہی قومیں بنا کرتی ہیں۔ **صرف مرد کی قربانی سے قومیں نہیں بنتیں۔ نہ صرف عورت کی قربانی سے قومیں بنتی ہیں۔ بلکہ دونوں کو قربانیاں دینی پڑتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دین کی عظمت بھی دونوں کی قربانیوں کی وجہ سے قائم ہوتی ہے دونوں کا کردار ہے۔** اور ہم احمدی تو اس لحاظ سے بھی خوش قسمت ہیں کہ اس زمانے میں جبکہ اسلام کے احیائے نو کا زمانہ ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھیجا ہے تا کہ اسلام کی خوبصورت تعلیم دنیا میں پھیلائیں۔ جب آپ نے دعویٰ کیا تو مسلمانوں اور غیر مسلموں اور سب نے آپ کی مخالفت کی۔ مسلمان علماء نے آپ پر اور آپ کی جماعت پر قتل کے فتوے دیئے کہ ایک تو آپ نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے جو ہم کسی طرح ماننے کو تیار نہیں دوسرے تلوار کے جہاد کو اب اس زمانے میں غلط قرار دیا ہے۔ تو آپ نے بڑا واضح فرمایا کہ میرا دعویٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں غیر شرعی نبی ہونے کا ہے۔

(ماخوذ از ایک غلطی کا ازالہ، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 211)

میں نے اگر نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو آپ کے غلام نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ غیر شرعی نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ آپ کی شریعت کو پھیلانے کے لئے دعویٰ کیا ہے۔ اور اسلام کی تعلیم کو دنیا میں غالب کرنے کے لئے دعویٰ ہے۔ اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے مسیح موعود کو نَبِیُّ اللہ کہا ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الفتن باب ذکر الدجال حدیث 7372)

اسی طرح جہاد کا جو تصور تم پیش کرتے ہو اس کی اس زمانے میں اس لئے ضرورت نہیں ہے کہ اسلام پر حملے اب کتابوں اور لٹریچر اور دوسرے ذرائع سے ہو رہے ہیں۔ وہی ذریعہ تم استعمال کرو اور اسلام کی خوبصورت تعلیم دنیا کو بتاؤ اور یہی آنے والے مسیح موعود کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ وہ جنگوں کا خاتمہ کرے گا۔

(صحیح البخاری کتاب احادیث الانبیاء باب نزول عیسیٰ بن مریمؑ حدیث 3448)

جہاد

اور جو جہاد ہے وہ اب تبلیغ سے اور لٹریچر سے اور دوسرے میڈیا کے ذرائع سے ہو گا اور اس میں مردوں کو بھی حصہ لینے کی ضرورت ہے اور عورتوں کو بھی حصہ لینے کی ضرورت ہے۔ لیکن اس بات کو نام نہاد علماء ماننے کو تیار نہیں تھے اور اس وجہ سے انہوں نے احمدیوں پر ظلم کئے احمدیوں کو قربانیاں دینی پڑیں اور

مردوں کے ساتھ عورتوں نے بھی جان مال کی قربانیاں دیں اور دین کی اشاعت کے لئے اپنے جذبات اپنی اولاد کی بھی قربانیاں دیں۔ اپنے مال کی بھی قربانیاں دیں تاکہ اسلام کی خوبصورت تعلیم جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے ہمیں ملی وہ دنیا میں پہنچے۔ آج مردوں کے ساتھ احمدی عورتوں کی قربانیوں کا ہی نتیجہ ہے کہ دنیا کے دو سو دس سے زائد ممالک میں احمدیت اور حقیقی اسلام کا پیغام پہنچ چکا ہے۔ آج اسلام کو اگر پر امن مذہب کے نام پر کہیں دنیا میں جانا جاتا ہے تو وہ احمدیت کی وجہ سے ہے۔

احمدیت کا دنیا میں پھیلنا عورتوں اور مردوں کی قربانی کی وجہ سے ہے

پس آپ لوگ جو آج یہاں میرے سامنے بیٹھی ہیں اس بات کو یاد رکھیں کہ آپ لوگوں کا یہاں آنا بھی احمدی مردوں اور عورتوں کی قربانی کی وجہ سے ہے۔ احمدیت کا دنیا میں پھیلنا دنیا میں رہنے والی عورتوں اور مردوں کی قربانی کی وجہ سے ہے۔ خاص طور پر جن جگہوں پر جن ملکوں میں احمدیوں پر ظلم ہو رہے ہیں وہاں احمدی مردوں اور عورتوں دونوں نے قربانیاں دی ہیں۔ آپ لوگوں کا یہاں آنا ان عورتوں کی قربانی اور دین کی حفاظت کی وجہ سے ہے اور اب تک یہ قربانیوں کا سلسلہ چل رہا ہے۔

عورتوں کی قربانیوں کی بعض مثالیں

بعض ایسی ایسی قربانیاں ہیں عورتوں کی کہ قرون اولیٰ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ بعض مثالیں مَیں عورتوں کی قربانیوں کی پیش کروں گا۔ ان قربانیوں کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ صرف پاکستان میں ہی نہیں دنیا میں مختلف جگہوں پر یہ سلسلہ جاری ہے۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنے اور دین کی خاطر اپنے خاندانوں اور اپنے بچوں تک کی پرواہ نہ کرنے تک کی مثالیں ہیں۔ اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرنے کی مثالیں ہیں۔ مثلاً **ڈاکٹر نورین صاحبہ** تھیں پاکستان میں جن کی عمر صرف 28 سال تھی اور ان کے خاوند ڈاکٹر شیراز 37 سال کے تھے۔ دونوں اپنے اپنے فیلڈ میں، میڈیکل کی فیلڈ میں شعبہ میں ماہر تھے۔ ملتان میں انہیں صرف اس لئے شہید کیا گیا کہ یہ دونوں امام وقت کو ماننے والے تھے۔ ظالمانہ طریق پر ان کا گلا گھونٹ کر مارا گیا۔ پھر 2010ء میں جب دارالذکر اور ماڈل ٹاؤن میں ہماری مساجد پر حملے ہوئے ہیں، بڑی تعداد میں احمدی شہید کئے گئے تو بعض نوجوان بچے بھی اس راہ میں قربان ہوئے اور اس پر ماؤں کے ردّ عمل یہ تھے کہ ہم ہر قربانی کے لئے تیار ہیں۔ ایک ماں نے کہا کہ میں نے اپنی گود سے جواں سال بیٹا خدا کی گود میں رکھ دیا۔ ایک ماں باپ کی تین بیٹیاں تھیں اور اکلوتا بیٹا تھا جو میڈیکل کالج میں پڑھتا تھا وہ شہید ہوا تو ماں باپ نے کہا کہ ہم بھی جماعت کی خاطر قربان ہونے کے لئے تیار ہیں۔

2011ء میں لیّہ میں ایک احمدی گھر پر مخالفین نے حملہ کیا تو احمدی خاتون جن کا نام **مریم خاتون** تھا ان کو کسّی کے وار کر کر کے شہید کر دیا اور ظلم یہ کہ اس وقت کی انتظامیہ نے ملزمان کی مدد کی کیونکہ پاکستان میں قانون ملزموں کو احمدیوں کو قتل کرنے سے بری الذمہ قرار دیتا ہے۔ پھر صرف پاکستان کی حد تک ہی بات نہیں ۔ پاکستان میں ظلم ہو رہے ہیں تو اس کے نتیجے میں بہت سے احمدی بیرون ملک بھی چلے گئے ہیں۔ آپ لوگ بھی جیسا کہ میں نے کہا یہاں بیٹھے ہیں اور اکثر کے بہتر حالات اللہ تعالیٰ نے کر دیئے ہیں۔ پس اس بات کی شکر گزاری آپ لوگوں کو کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بہتر حالات یہاں کر دیئے ہیں اور ان قربانی کرنے والوں کی قربانیوں کے پھل آپ کھا رہی ہیں۔ آپ کے خاوند اور آپ کے بچے کھا رہے ہیں اور اس بات کو آپ کو مزید قربانیوں میں بڑھانا چاہئے۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کو پورا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے نہ کہ دنیا کی رنگینیوں اور چکا چوند میں ڈوب جائیں، دنیا میں گم ہو جائیں اور دین کا کچھ پتہ ہی نہ ہو۔ جیسا کہ میں نے کہا کہ یہ بھی یاد رکھیں کہ صرف پاکستان میں ہی مخالفین احمدیت احمدیوں پر ظلم نہیں کر رہے بلکہ دنیا میں اور جگہوں پر بھی احمدیوں پر احمدیت کی وجہ سے ظلم ہوتا ہے۔ ہاں پاکستان میں جیسا کہ میں نے کہا ملک کا قانون اور آئین ان ظلم کرنے والوں کی مدد کرتا ہے جس کی وجہ سے دین کے نام نہاد ٹھیکیدار بے لگام ہوئے ہوئے ہیں۔ لیکن میرے پاس دنیا کے دوسرے ملکوں سے بھی دین کی خاطر قربانی کرنے والوں کے

حالات آتے رہتے ہیں اور ان واقعات کو بھی ہم نے اپنی تاریخ میں محفوظ رکھنا ہے تا کہ آج بھی اور آئندہ بھی احمدی اس بات کو جانیں کہ احمدیت کی ترقی میں احمدی عورتوں نے بھی بیشمار قربانیاں دی ہیں اور احمدیت کی دنیا میں ترقی میں تمام دنیا کی احمدی عورتوں کا کردار ہے۔ احمدی عورتوں نے اپنے ایمان کو بچایا۔ مخالفین کے سامنے گھٹنے نہیں ٹیکے۔

اور ایسی قربانی کرنے والوں کی مثالوں میں ایک احمدی خاتون کا ذکر جماعت کی تاریخ میں ملتا ہے جن کا نام **پھوپھی سید** صاحبہ تھا۔ 1946ء میں یہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں حضرت مصلح موعود کی تصویر دیکھ کر احمدی ہوئی تھیں۔ اس وقت اس خاتون کی عمر 80 سال تھی۔ بیوہ اور بے اولاد تھیں اور گاؤں کے بچوں کو قرآن کریم پڑھاتی تھیں۔ بہت سارے بچے بچیاں ان کے پاس پڑھتے تھے۔ بیعت کرتے ہی لوگوں نے ان سے بچے پڑھائی کرنے سے اٹھوالئے کہ تم احمدی ہو گئی ہو کافر ہو گئی ہو اب قرآن کریم تم سے نہیں پڑھوانا اور وہ اپنے گاؤں میں بالکل بے سہارا ہو گئی۔ آپ کے قبول احمدیت کی شہرت ہوئی تو ان کے بھائی وزیر علی شاہ ان کو اپنے پاس رَن مل شریف گجرات میں لے گئے اور ایک کمرے میں وہاں لا کر ان کو بند کر دیا اور ان کا کھانا پینا بند کر دیا۔ اس طرح یہ بھوکی پیاسی کئی دنوں کے فاقے اور بھوک اور پیاس کی وجہ سے اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہو گئیں۔ انہوں نے کوئی آہ و بکا نہیں کی۔ کوئی احتجاج نہیں کیا اور نہ ہی احمدیت

چھوڑی۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے بھوکی پیاسی مر جاؤں گی لیکن احمدیت نہیں چھوڑوں گی یہ قربانیاں ہیں ان لوگوں کی۔

پھر **ہندوستان کی ایک خاتون کی قربانی** کے متعلق شولہ پور مہاراشٹرا کے سرکل انچارج لکھتے ہیں کہ شولہ پور شہر سے قریباً 35 کلو میٹر دور ایک دیہات وڈ گاؤں میں مخالفین احمدیت نے احمدیوں کو طرح طرح کے ہتھکنڈے استعمال کر کے احمدیت سے توبہ کرنے پر مجبور کیا اور زمین جائیداد سے بے دخل کر دیا سوشل بائیکاٹ کر دیا۔ چنانچہ جو کمزور ایمان والے تھے وہ تو ہٹ گئے اور جو سچے ایمان والے تھے وہ قائم رہے ایک مزدور پیشہ بیوہ عورت عظمت بی صاحبہ تھیں ان کو انہوں نے کام دینا بند کر دیا۔ جب وہ محتاج ہو گئیں تو اپنے بھائیوں کے پاس مدد کے لئے گئیں۔ ان کے بھائی بھی جماعت کے شدید مخالف تھے۔ انہوں نے کہا کہ اگر تم احمدیت سے توبہ کر لو تو ہم تمہیں کسی چیز کی کمی نہیں ہونے دیں گے۔ لیکن موصوفہ نے ان سے کہا کہ میں بھوکی پیاسی تڑپ تڑپ کر جان دے دوں گی مگر احمدیت کی جو نعمت مجھے ملی ہے اس کا انکار نہیں کروں گی۔ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور اس بیوہ کے پھر غیب سے سامان پیدا فرمائے۔ کئی سالوں کا ان کا رکا ہوا جو خرچ تھا جو بیوگان کو سرکاری طور پر ملتا تھا وہ مل گیا اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے سرکاری الاؤنس کی وجہ سے موصوفہ کی مالی تنگی بھی دور ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے ان پر بے انتہا فضل فرمایا۔

پھر ہندوستان میں بنگال کے ہمارے ایک سرکل انچارج ہیں وہ لکھتے ہیں کہ ایک **فضیلہ بی بی** صاحبہ ہیں جو قیام الدین صاحب کی زوجہ ہیں صوبہ بنگال میں انہوں نے احمدیت قبول کی اور احمدیت قبول کرنے کے بعد رشتہ داروں کی طرف سے نیز مخالفین کی طرف سے بہت تکالیف دی گئیں۔ موصوفہ کا گھر توڑ دیا گیا، دیہات میں رہنے والی تھیں، تمام جانور ان کے چوری کر لئے گئے یہاں تک کہ مار مار کر موصوفہ کا ہاتھ بھی توڑ دیا۔ باوجود شدید مخالفت کے انہوں نے احمدیت نہیں چھوڑی اور احمدیت پر قائم رہیں اور ہر تکلیف برداشت کی۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ایسا فضل کیا کہ ان کے سامنے ان کے مخالفین کو جنہوں نے ان کو تکالیف دی تھیں چن چن کر ذلیل ورسوا کیا اور بعد میں پھر ان کی غربت کی حالت بھی جاتی رہی، ہاتھ بھی ان کا ٹھیک ہو گیا جو دشمنان نے توڑا تھا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے صحتیاب ہو گئیں اور اب مالی حالات بھی ٹھیک ہو گئے۔

پھر ایک خاتون کی قربانی کا ذکر کرتے ہوئے بنگلہ دیش کے امیر صاحب لکھتے ہیں کہ بنگلہ دیش کے گاؤں خودروپارا میں ایک خاتون **ثمینہ صاحبہ** کو ان کے خاوند نے احمدیت قبول کرنے کی وجہ سے اتنا مارا کہ وہ ساری رات بیہوش زمین پر پڑی رہیں۔ پھر اس کے بعد ان کے خاوند نے ان کو گھر سے نکال دیا۔ موصوفہ کا ایک لڑکا تھا جو کہ بچپن میں وفات پا چکا تھا جس کے بعد قریباً تیس پینتیس سال اس خاتون نے اکیلے ہی گزارے مگر احمدیت پر ثابت قدم رہیں۔ اس عرصہ میں انہوں

نے خود اپنی کوشش سے قرآن کریم کو سمجھنے کے لئے بنگلہ زبان سیکھی۔ اَن پڑھ تھیں۔ پھر ترجمہ کے ساتھ بہت ساری مسنون دعائیں بھی یاد کیں۔ بچوں کو بھی پڑھاتیں اور مقامی جماعت میں مختلف پروگرامز منعقد کرتیں۔ نیک کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتیں مہمانوں کا خیال رکھتیں۔ پہلے ان کی مقامی جماعت میں معلم نہ تھا مگر وہ سب کام انتہائی ذمہ دار طریقے سے کرکے معلم، مبلغ کی کمی پوری کر لیتی تھیں۔ مئی 2011ء میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ ان کو حکومت کی طرف سے ایک مکان ملا تھا جو انہوں نے وفات سے پہلے جماعت کو دے دیا۔

پھر یہی نہیں کہ غریب ممالک میں جماعت کی خاطر قربانیاں کرنے والی ہیں۔ ہمیں احمدیت میں شامل ہونے والی ان خواتین کا بھی ذکر ملتا ہے جو یہاں ترقی یافتہ ممالک میں رہنے والی ہیں۔ ایک دو کا میں ذکر کر دیتا ہوں جنہوں نے احمدیت قبول کرنے کے بعد نہ صرف اسلامی تعلیمات کو اپنایا ہے یا اپنے پرانے طرز زندگی کو چھوڑا ہے بلکہ اس کو قائم رکھنے کے لئے ان سے قربانی کا مطالبہ کیا گیا تو انہوں نے دنیا کو دھتکار دیا اور اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو ترجیح دی اور قربانی کے لئے تیار ہوگئیں۔

چنانچہ یہیں جرمنی کی ایک **جرمن خاتون ماریہ** صاحبہ ہیں۔ انہوں نے خود بیان کیا ہے کہ احمدیت قبول کرنے کے بعد حجاب لینا شروع کر دیا۔ اس وقت جرمنی کے ایک ہسپتال میں ملازمت کرتی تھیں۔ ہسپتال کی انتظامیہ نے یہ کہنا

شروع کیا کہ یہاں پر ہائی جین (Hygiene) کی وجوہات کی وجہ سے وہ حجاب نہیں لے سکتیں۔ اس صورتحال میں انہوں نے مجھے بھی دعا کے لئے لکھا تو بہرحال میرا جواب ان کو گیا کہ اللہ تعالیٰ کرے کہ آپ کو پُرامن طریقے سے کام کے صحیح حالات میسر آجائیں۔ ہسپتال کی انتظامیہ نے بہرحال ہائی جین (Hygiene) کو وجہ بنا کے ان کو حجاب لینے سے منع کیا۔ آخر انہوں نے تنگ آ کر اپنی اس نوکری سے اس ملازمت سے استعفیٰ دے دیا لیکن اپنے ایمان پر آنچ نہیں آنے دی۔ اور اس کے کچھ عرصہ بعد ہی اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا کئے جس سے انہیں زیادہ اچھی اور بہتر ملازمت مل گئی اور ماحول بھی زیادہ بہتر تھا۔

پس یہ سبق ہے ان احمدی لڑکیوں اور عورتوں کے لئے بھی جو اِن مغربی ممالک میں آ کر دنیا کی طرف جھک کر اپنے پردے اتار دیتی ہیں حجاب اور سکارف اتار دیتی ہیں۔ یاد رکھیں اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وہی وارث بنیں گے جو اللہ تعالیٰ کی خاطر تکلیف برداشت کرنے کو ترجیح دیں گے اور اس کے حکموں پر چلیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ نوازتا ہے اور بے انتہا نوازتا ہے۔

اسی طرح جماعت میں شامل ہونے والی ایک خاتون کے بارے میں قازقستان کے مبلغ لکھتے ہیں کہ **گوذیل** (Goozel) صاحبہ اپنے خاندان سمیت 2001ء میں بیعت کر کے جماعت میں شامل ہوئیں۔ 2002ء میں انہوں نے عرب کویتی یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا اور پڑھائی کے دوران ان کے والدین کو بھی

یونیورسٹی میں کام مل گیا۔ جب اساتذہ کو ان کے احمدی ہونے کا علم ہوا تو پہلے تو انہوں نے ان پر دباؤ ڈالنا شروع کیا کہ احمدیت چھوڑ دو۔ اساتذہ نے گفتگو کے ذریعہ ان کو احمدیت سے ہٹانے کی بہت کوشش کی۔ مگر جب کسی طرح بھی بات نہیں بنی تو انہوں نے باقاعدہ گروہ بندی کر کے ان کی مخالفت شروع کر دی اور بائیکاٹ کا اعلان کر دیا اور سب کو کہا کہ ان سے بات تک نہ کریں اور نہ سلام کریں۔ لیکن یہ بچی احمدیت پر قائم رہی اور کسی مخالفت کی پرواہ نہیں کی۔ اس مخالفت کی وجہ سے ان کے والد نے انتظامیہ کو کہا کہ آپ لوگوں نے میری بیٹی پر دباؤ ڈالنا بند نہ کیا تو اللہ تعالیٰ یونیورسٹی بند کر دے۔ عربوں کے پیسے سے یونیورسٹی چل رہی تھی۔ اب اللہ تعالیٰ نے بھی دیکھیں کس طرح اس شخص کی بات کو پورا کیا اور اس ظلم کا بدلہ لیا کہ 2005ء میں ایسے حالات پیدا ہوئے کہ وہ یونیورسٹی بند ہو گئی۔

تو یہ ہے ایمان کی مضبوطی کی حالت جسے ہر احمدی عورت اور مرد کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ یہ ہے وہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی حالت جس کا ہر احمدی عورت اور ہر احمدی مرد عہد کرتے ہیں۔ پس جب تک اس عہد پر قائم رہیں گی اللہ تعالیٰ بھی مدد فرماتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو توفیق دے کہ ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کو پورا کرتی رہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت سب محبتوں پر غالب رہے۔ اسلام کی تعلیم کے حقیقی نمونے احمدی عورتوں میں نظر آتے ہوں۔ احمدیت کی خوبصورت تعلیم کا اظہار اپنے ہر قول و فعل سے کرنے والی

ہوں۔ اور اس عملی اظہار کے ذریعہ لوگوں کے دل جیتنے والی ہوں۔ احمدیت کی خاطر ہر قربانی کے لئے تیار ہوں۔ یہاں آکر دنیا کی ہوا و ہوس کی بجائے اللہ تعالیٰ کی محبت کا جذبہ، اس کے احکامات پر چلنے کا جذبہ ہر جذبے اور ہر خواہش پر حاوی ہو جائے۔

پس ان قربانی کے واقعات اور اپنی تاریخ کو صرف علمی اور وقتی حظ اٹھانے کے لئے نہ سنیں اور پڑھیں بلکہ یہ عزم کریں کہ ہم نے اپنے مقصد پیدائش کو پانا ہے اور اپنی نسلوں کو بھی اس کو حاصل کرنے والا بنانا ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت اور اللہ تعالیٰ کا حقیقی عابد بننا۔ اللہ تعالیٰ اس کی سب کو توفیق عطا فرمائے۔

اب دعا کر لیں۔

(مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 7 دسمبر 2018)

☆☆☆

جلسہ سالانہ بیلجیم 2018ء کے موقع پر

امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

کا مستورات سے خطاب

فرمودہ 15؍ ستمبر 2018ء بروز ہفتہ بمقام Dilbeek، برسلز

- **اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں ہونا**
- **دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کی طرف توجہ پیدا کریں**
- **ایمان افروز واقعات**
  - **پہلا واقعہ**
  - **دوسرا واقعہ**
  - **تیسرا واقعہ**
  - **چوتھا واقعہ**
  - **پانچواں واقعہ**
  - **چھٹا واقعہ**
- **اپنے بچوں کو دین سکھانے کی طرف توجہ دلائیں**
  - **ساتواں واقعہ**
  - **آٹھواں واقعہ**

- ○ نواں واقعہ
- ○ دسواں واقعہ
- ○ گیارہواں واقعہ
- ○ بارہواں واقعہ
- • پردے کی پابندی
- ○ تیرہواں واقعہ
- • حقیقی زندگی دین پر قائم ہونے میں ہے

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۔اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں ہونا

آپ لوگوں میں سے بہت سی ایسی ہیں جو یہاں پاکستان سے عمومی نامساعد حالات جو احمدیوں کے لئے پیدا کئے جارہے ہیں اس کی وجہ سے آئی ہیں لیکن شاید ہی کوئی ایسی ہو، یا ہو سکتا ہے ایک دو ایسی ہوں جو براہ راست کسی تکلیف میں سے گزری ہوں۔ ہاں پاکستان میں یہ خوف ضرور ہے کہ ہم ہمارے خاوند، ہمارے بچے، ہمارے قریبی عزیز خطرے میں ہیں اور کوئی بھی سر پھرا نام نہاد علماء کے کہنے اور بھڑکانے پر کسی بھی وقت نقصان پہنچا سکتا ہے۔ یہ خوف، یہ فکر کی تلوار ہر احمدی پر ہر وقت لٹک رہی ہے جو پاکستان میں موجود ہے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ عموماً یہاں آکر کچھ عرصہ بعد اکثر لوگ خاص طور پر عورتیں بچے ان سخت حالات کو بھول جاتے ہیں۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ بہت سی یہاں پیدا ہونے والی لڑکیاں لڑکے یا جنہیں یہاں رہتے ہوئے ایک عرصہ گزر گیا ہے وہاں پاکستان میں احمدیوں پر جو سختیاں ہیں انہیں بھول چکے ہیں اور جن کے سب قریبی عزیز باہر آگئے ہیں وہ لوگ تو جانتے بھی نہیں یا اس درد کو محسوس نہیں کرتے جو اپنے قریبیوں کی وجہ سے محسوس ہو سکتا تھا کہ احمدیوں پر بعض جگہ کس قدر سختیاں ہوتی ہیں۔

پاکستان میں تو قانون کی وجہ سے یہ سختی احمدیوں سے روا رکھی جا رہی ہے اور مولوی کو یا جماعت مخالف لوگوں کو کھلی چھٹی ہے لیکن پاکستان کے علاوہ بھی بعض ممالک ہیں جہاں احمدیوں کو احمدیت قبول کرنے کے بعد سختیوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح بعض یہاں آنے والی دوسرے کم ترقی یافتہ ملکوں سے آئی ہیں اور اس لئے آئی ہیں یا ان کے خاوند اس لئے یہاں منتقل ہوئے ہیں کہ ان ترقی یافتہ ملکوں میں بہتر روزگار کے مواقع میسر آئیں۔ بہرحال جن وجوہات کی وجہ سے بھی اکثریت اس وقت یہاں آئی ہے، ان میں سے جو احمدی ہیں وہ حالات کی وجہ سے آئی ہیں یا بہتر روزگار کی تلاش میں آئی ہیں یا جیسا کہ میں نے کہا بعض سخت حالات کی وجہ سے آئی ہیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ دونوں صورتوں میں اللہ تعالیٰ نے جو دنیاوی لحاظ سے فضل فرمایا ہے اور دنیاوی بہتری کے جو سامان اللہ تعالیٰ نے بہم پہنچائے ہیں ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں ہونا۔ اگر یاد رکھیں گی تو دنیا تو مل ہی جائے گی لیکن ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کے بے شمار فضلوں سے حصہ لینے والی بھی بنیں گی۔

دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کی طرف توجہ پیدا کریں

ایسے کئی واقعات ملتے ہیں جب بعض عورتیں اور خاندان تکلیفوں سے گزر کر ان ممالک میں آئے اور اللہ تعالیٰ نے بے شمار فضل فرمائے لیکن بہت سے ایسے بھی ہیں جو سخت حالات کے باوجود اپنے ملک میں ہی رہے اور رہ رہے ہیں لیکن وہاں بھی اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور انہوں نے ڈٹ کر ان سختیوں کا مقابلہ بھی کیا۔

پاکستان کے علاوہ بعض ایسے ممالک ہیں جیسا کہ میں نے کہا وہاں ظلم ہوتے ہیں اور آخر کار ان کو وہاں رہنے کے باوجود، اپنے اپنے ملکوں میں کامیابیاں بھی ملیں۔ ایسے بعض حالات، ایسے بعض واقعات میں پیش کروں گا جو پاکستان کے علاوہ لوگوں کے بھی ہیں تاکہ آپ لوگ جو یہاں آئی ہیں، بیٹھی ہیں، ایک عرصہ گزر گیا ہے، بچیاں ہیں بچے ہیں جوان ہو رہے ہیں اور وہ لوگ بھی جن کو ایک لمبا عرصہ رہنے کی وجہ سے یہ احساس نہیں کہ سختیاں کیا ہوتی ہیں ان کو بھی پتہ لگے اور ان کے بھی ایمان میں اضافہ ہو۔ اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی اور دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کی طرف توجہ پیدا ہو اس کا احساس بڑھے۔

ایمان افروز واقعات

پہلا واقعہ

پہلا واقعہ تو ایک پاکستانی خاتون کا ہی ہے جو سختیوں سے گزرنے کے بعد کینیڈا گئیں۔ براہ راست ان پر سختی ہوئی۔ اکثر عورتیں تو ایسی ہیں جن کے

مردوں کو سختیوں سے گزرنا پڑا یا حالات ایسے پیدا ہوئے کہ براہ راست سختیاں نہیں بھی تھیں تو اس کی وجہ سے ملک چھوڑنا پڑا لیکن یہ براہ راست متاثر ہوئیں اور کینیڈا چلی گئیں۔ وہاں جا کر پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو بڑھتے ہوئے بھی دیکھا اور اپنے پرانے حالات کو بھلایا نہیں ہے۔ یہ خاتون آنسہ صاحبہ کینیڈا سے ہیں، وہ لکھتی ہیں کہ جب میں پاکستان میں تھی اس وقت ہماری فیملی کو کشمیر سے ہجرت کر کے فیصل آباد آنا پڑا۔ ہجرت کی وجہ سے مالی حالات ٹھیک نہیں تھے۔ اس وقت مجھے ایک پرائیویٹ ہسپتال میں بطور ہیڈ نرس کے بہت اچھی نوکری مل گئی لیکن کچھ عرصہ بعد میرے علم میں آیا کہ اس ہسپتال کا جو ہیڈ ڈاکٹر تھا، انچارج ڈاکٹر وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے خلاف گندی زبان استعمال کیا کرتا تھا۔ ایک روز اس نے مجھے اپنے دفتر بلایا اور کلمہ پڑھنے کو کہا کہ تمہارا کلمہ کیا ہے۔ مَیں نے کلمہ سنایا اور ساتھ ہی اسے کہہ دیا کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے خلاف ایسے کلمات نہیں سن سکتی جو تم کہتے ہو۔ اس پر اس نے مجھے یہ کہہ کر نوکری سے نکال دیا کہ تم قادیانی ہو۔ چنانچہ اس کے بعد پھر وہ کینیڈا بھی آ گئیں۔ حالات بھی بہتر ہوئے۔ پس یہ ایمان کی مضبوطی ہے جو ہر احمدی کو دکھانی چاہئے اور یاد رکھنا چاہئے کہ یہ ایمان کی مضبوطی ہی ہے جو ہمیں اللہ تعالیٰ کا قرب دلانے والا بناتی ہے۔ صدر لجنہ فیصل آباد نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے نام ان کی خدمت میں جو خط لکھا تھا اس میں بھی اس واقعہ کا ذکر کیا کہ اس طرح ہسپتال کے ڈاکٹر نے نکال دیا ہے

تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے جواب دیا تھا کہ جس نے ایسا کیا ہے اس کا ہسپتال اور کاروبار ختم ہو جائے گا۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد اس ہسپتال کا جو شخص مالک تھا اس کے خلاف عدالت میں مقدمہ چلا اور وہ ختم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک لحاظ سے وہاں بھی بدلہ لے لیا کہ اس کا کاروبار ہی ختم ہو گیا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گالیاں نکالنے والا تھا۔ یہ نشان ہیں جو ہمیں نظر آتے ہیں۔

پاکستان کے حالات تو ہمارے سامنے آتے ہی رہتے ہیں اور اس کی وجہ سے بہت سے لوگ ملک سے باہر بھی نکل آئے ہیں جیسا کہ میں نے کہا لیکن دوسرے ممالک میں بھی احمدی عورتیں جس طرح سختی سے گزریں اور گزر رہی ہیں ان کی قربانیاں بھی غیر معمولی ہیں۔ ان کی مثالیں بھی بہت سی ہیں۔ انہوں نے اپنے ایمان کو سنبھال کر رکھا ہوا ہے۔ یہ مثالیں آپ لوگوں کو بھی جیسا کہ میں نے کہا دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی طرف پہلے سے بڑھ کر توجہ دلانے والی ہونی چاہئیں۔

دوسرا واقعہ

بنگلہ دیش کی ایک خاتون ہیں۔ اب بنگلہ دیش کے لوگ تو عموماً باہر بہت کم نکلے ہیں اکا دکا یا چند فیملیاں آئی ہیں۔ اس طرح نہیں آئے جس طرح پاکستان سے حالات کی وجہ سے آتے ہیں۔ حالات وہاں بھی بڑے خطرناک رہے،

خوفناک رہے، وہاں لوگ شہید بھی ہوئے بہر حال وہاں کے امیر صاحب لکھتے ہیں، ایک احمدی خاتون صدیقہ صاحبہ تھیں جو بطور انجنیئر پرائیویٹ کمپنی میں ملازمت کر رہی تھیں۔ انہوں نے 2011ء کے یو۔کے کے جلسہ میں شمولیت کے لئے چھٹی کی درخواست دی تو انتظامیہ نے پہلے تو چھٹی دے دی لیکن بعد میں جب ان کو پتہ چلا کہ یہ احمدی ہیں اور اپنے خلیفہ سے ملنے اور جلسہ میں شامل ہونے کے لئے جارہی ہیں تو انتظامیہ نے کہا کہ تمہیں نوکری سے استعفیٰ دے کر جانا پڑے گا اور ہم نے چھٹی نہیں دینی۔ اس پر موصوفہ نے فوراً استعفیٰ دے دیا اور بعد میں انہوں نے مجھے دعا کے لئے خط بھی لکھا۔ میں نے یہی لکھا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر فضل فرمائے گا اور پہلے سے بہتر انتظام کر دے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل فرمایا کہ امیر صاحب لکھتے ہیں کہ ملک میں نوکری کی تلاش کے لئے خاصی بھاگ دوڑ کرنی پڑتی ہے لیکن موصوفہ نے ایک جگہ درخواست دی اور وہاں بغیر کسی کوشش کے اور بھاگ دوڑ کے ان کو فوری طور پر اس سے بہتر نوکری مل گئی۔ تو اللہ تعالیٰ بھی پھر ایسے لوگوں کو نوازتا ہے جب وہ قربانی کرتے ہیں۔

تیسرا واقعہ

پھر دو احمدی خواتین جنہوں نے ہر ظلم برداشت کیا لیکن دین کو دنیا پر مقدم رکھا۔ ان کے باہر آنے کے بھی وہاں کوئی سامان نہیں تھے لیکن انہوں نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ ہندوستان میں جو صوبہ بنگال ہے وہاں سے انسپکٹر صاحب

تحریک جدید ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ **جماعت احمدیہ بتھاری** کے واجد علی صاحب منڈل مرحوم کو 1982ء میں احمدیت قبول کرنے کی توفیق ملی۔ قبول احمدیت کے بعد شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا یہاں تک کہ ان کے بھائی بھی سخت مخالف ہو گئے۔ خاندان نے قطع تعلق کر دیا۔ واجد علی صاحب کی دو بیٹیاں فاطمہ بیگم اور ماجدہ بیگم کی شادی قبول احمدیت سے پہلے ہو چکی تھی اس لئے مخالف بھائی نے موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے دونوں غیر احمدی دامادوں کو ورغلایا جس سے دونوں دامادوں نے اپنی اپنی بیویوں فاطمہ اور ماجدہ کو ہر قسم کی تکلیف دینی شروع کر دی کہ شاید بیٹیوں کی وجہ سے باپ پر اثر ہو اور وہ احمدیت سے توبہ کر لے اور چھوڑ دے۔ لیکن باپ نے اس کی کوئی پروا نہیں کی، ان پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ آخر دامادوں نے کورٹ کے ذریعہ سے اپنی اپنی بیویوں کو طلاق نامہ بھجوا دیا۔ جو فاطمہ تھیں وہ اپنے دو چھوٹے بچوں کو لے کر والدہ کے گھر آ گئیں۔ وہ ابھی احمدی نہیں ہوئی تھیں۔ اور احمدیت کے بارے میں مزید معلومات حاصل کیں اور اسی طرح دوسری نے بھی اور معلومات کے بعد پڑھ کر، سمجھ کر دونوں نے احمدیت اختیار کر لی، احمدیت میں شامل ہو گئیں۔ کچھ عرصہ کے بعد جو ماجدہ تھیں ان کی تو قادیان میں شادی ہو گئی اور وہ تو اللہ کے فضل سے خوشحال زندگی بسر کر رہی ہیں۔ لیکن فاطمہ کو قبول احمدیت کی بنا پر اپنی خوشحال زندگی جو تھی وہ قربان کرنی پڑی لیکن پھر بھی ان کے ثبات قدم میں کوئی لغزش نہیں آئی۔ موصوفہ وہاں اپنی جگہ جہاں تھیں سلائی کا معمولی کام کرنے لگیں،

گزارہ کر لیتی تھیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدیت کے بعد ان کا ایمان بھی مضبوط ہوا۔ لکھنے والے لکھتے ہیں کہ مالی قربانی بھی اپنی استطاعت سے دس گنا بڑھ کر کرتی تھیں۔ ہمیشہ ان کی یہ عادت تھی اور احمدیت قبول کرنے کے بعد کوشش تھی کہ ہر قسم کی قربانی جماعت کی خاطر دینے میں اُن کا قدم آگے سے آگے بڑھتا چلا جائے۔ تو یہ تھیں قربانی کرنے والی عورتیں جو باہر بھی نہیں آسکتیں۔

چوتھا واقعہ

پھر ہندوستان کی ہی ایک مخلص خاتون کا ذکر کرتے ہوئے بنگال کے سرکل انچارج لکھتے ہیں کہ ایک صاحب تھے فضل الرحمن صاحب جو **کلکتہ** میں ٹائپسٹ (typist) تھے انہوں نے بیعت کی مگر ان کی اہلیہ نے ان کی شدید مخالفت کی حتی کہ شوہر کے ساتھ رہنا بھی گوارا نہ کیا اور میکے چلی گئیں۔ لیکن کچھ عرصہ بعد موصوفہ نے خواب کی بناء پر بیعت کر لی اور شوہر کے پاس واپس آ گئیں اور پھر مخالفت کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ رشتہ داروں نے، ملاؤں نے بڑا زور لگایا۔ رشتہ داروں نے ان کو مارا پیٹا بھی حتی کہ ان کو اتنا شدید مارا کہ اس مار پڑنے کی وجہ سے ایک وقت ایسا آیا کہ ان کو ہسپتال میں داخل ہونا پڑا لیکن احمدیت پر ثابت قدم رہیں۔ اس گاؤں میں ان کی ہی ایک فیملی احمدی تھی۔ ان کے شوہر کی وفات پر مولویوں نے بڑا شور مچایا کہ یہاں تمہیں دفن نہیں کرنے دیں گے۔ ان خاتون نے مبلغ کو فون کیا کہ احمدیوں کو لے کر آؤ تا کہ تدفین کی جاسکے۔ مخالفین نے قبرستان میں دفنانے سے

روک دیا۔ بڑی باہمت خاتون تھیں انہوں نے کہا کوئی بات نہیں اگر قبرستان میں نہیں دفنانے دیتے تو میں ان کو اپنے گھر کے صحن میں ہی دفن کر لوں گی۔ چنانچہ ہمارے احمدیوں نے جنازہ پڑھا اور ان کے گھر کے صحن میں ہی ان کی تدفین ہوئی۔ اب ان کے ایک بیٹے اللہ تعالیٰ کے فضل سے معلم بھی ہیں۔

پھر اسی طرح ہندوستان کی ایک اور مخلص خاتون کا ذکر ہے، نارائن پور ضلع کھمم آندھرا پردیش میں شدید مخالفت کی وجہ سے لوگ احمدیت سے دور ہو گئے تھے۔ احمدیت قبول کی اور پھر ڈر کر خاموشی اختیار کر لی لیکن دو گھر مخالفت میں بھی ثابت قدم رہے۔ ان میں ایک بی جان صاحبہ تھیں جن کی عمر 65 سال تھی اور ان کی معمولی کھیتی باڑی تھی۔ انہوں نے مخالفت کے بعد جلسہ سالانہ قادیان میں شرکت کا ارادہ کیا۔ قادیان سے جب واپس گئیں تو مخالفین جنہوں نے سارے گاؤں کو ڈرایا ہوا تھا پھر ان کے پاس آئے اور دھمکی دی کہ تیرا شوہر بوڑھا ہے وہ مر گیا تو جنازے میں کوئی نہیں آئے گا۔ نعش پڑی رہے گی اور سڑ کر کیڑے پڑ جائیں گے۔ بی جان صاحبہ نے کہا مجھے اس کی پروا نہیں۔ میں اپنے ایمان پر قائم ہوں اور میرا خدا تم لوگوں کو ضرور سزا دے گا۔ میں نے قادیان میں بہت دعائیں کی ہیں۔ بہر حال چند دن بعد مخالفت میں پیش پیش جو شخص تھا وہ مشکوک حالت میں مرا ہوا پایا گیا۔ اس کا پوسٹ مارٹم ہوا۔ تین دن تک اس کی نعش لینے کوئی نہیں آیا اور پھر کہنے والے بیان کرتے ہیں کہ اس کی نعش میں کیڑے پڑ گئے۔ تو اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں کی،

مظلوموں کی جب آہیں سنتا ہے تو پھر ایک واضح نشان کے طور پر اس کے نتائج دکھاتا بھی ہے۔

پانچواں واقعہ

پھر ایک خاتون اپنے خاوند پر بیتنے والے ایک دردناک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ 2008ء میں مخالفین احمدیت کی طرف سے جو ظلم و ستم اور بربریت کا مظاہرہ ہوا۔ یہ **سہارن پور** کی عرفانہ صاحبہ ہیں۔ کہتی ہیں میں نے خود دیکھا ہے اسے دیکھ کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کہتی ہیں کہ 2006ء میں ہم لوگوں کو احمدیت کے بارے میں معلوم ہوا۔ میرے شوہر کی کپڑے کی دوکان تھی۔ اکثر دوپہر کے وقت ان کے نئے ساتھی جو کہ احمدیت کو اچھی طرح سے جانتے تھے آ کر بیٹھتے اور دونوں کے درمیان گھنٹوں اس بارے میں بات چیت ہوتی، تکرار ہوا کرتی تھی کیونکہ کہتی ہیں کہ میرے خاوند جماعت اسلامی سے تعلق رکھتے تھے اور اس وقت آٹھ سال سے تقریباً سہارن پور کے جماعت اسلامی کے امیر بھی تھے۔ اس لئے اُن کی بحث بھی بڑی ہوتی تھی۔ کہتی ہیں کہ 2006ء میں میرا بڑا بیٹا قادیان گیا۔ اس نے وہاں بیعت کر لی۔ اس کے بعد تقریباً ایک سال تک اس نے بیعت کرنے کی بات ہم سے چھپا کے رکھی۔ جب یہ بات ہمیں معلوم ہوئی کہ وہ احمدی ہو گیا ہے تو اس کے بعد میرے چھوٹے بیٹے نے بھی بیعت کر لی، اسے بھی خاموشی سے تبلیغ کرتا رہا۔ اس کے بعد میرے خاوند نے اور بعض رشتہ داروں نے قادیان کی زیارت کا

پروگرام بنایا۔ کہتی ہیں قادیان آنے پر انہوں نے جو کچھ دیکھا، جو محسوس کیا، جو ہمارے مولوی صاحبان قادیان کے بارے میں غلط باتیں کہتے تھے اس سے بالکل مختلف پایا، سب جھوٹ تھیں اور ان میں کوئی حقیقت نہیں تھی۔ قادیان سے واپسی پر انہوں نے ہمارے سامنے قادیان کی حقیقت بیان کی جس کو سن کر ہمارے دل بھی مطمئن ہو گئے۔ چنانچہ 27؍ مئی 2008ء کو کہتی ہیں ہم سب نے بیعت کر لی۔ وہی دن جب مَیں نے صد سالہ خلافت جوبلی کے موقعہ پر جماعت سے ایک عہد لیا تھا۔ اسی دن اللہ تعالیٰ نے اس پورے خاندان کو احمدیت میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ اس کے بعد کہتی ہیں کہ ارد گرد کے لوگوں نے ہم پر شک کرنا شروع کر دیا یا شاید ان کو شک ہو گیا کہ ہم احمدی ہو گئے ہیں۔ تو جیسے جیسے وقت گزرتا گیا یہ شک یقین میں بدلتا گیا اور مخالفت تیز ہوتی گئی۔ ہمارے رشتہ داروں نے ہمارا بائیکاٹ کر دیا۔ لوگ ہمیں قادیانی کہہ کر طنز کرنے لگے۔ بچوں کو پریشان کیا جانے لگا۔ مسلمان دوکانداروں نے ہمیں سامان وغیرہ دینا بند کر دیا۔ قتل کی اور مارنے کی دھمکیاں ملنے لگیں۔ ہمارے خلاف پروپیگنڈا شروع ہو گیا اور حالات بگڑتے چلے گئے۔ مخالفت زور پکڑتی چلی گئی مگر ہم سب پر اس بات کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ ہم اپنے ارادے پر، اپنے ایمان پر مضبوطی سے قائم رہے۔ کہتی ہیں میرے بچوں کو سکول میں بہت ستایا جانے لگا اور جو ساتھی بچے تھے وہ ان کو تنگ کرتے تھے۔ بچوں کو سکول کے بچے جو کچھ ان کے استادوں نے اور مولویوں نے سکھایا تھا کہنے لگے کہ تم

لوگوں نے پیسے لے کر اپنا ایمان بیچ دیا ہے۔ غرض کہتی ہیں ہر طرح سے ہمیں تنگ کیا جاتا تھا۔ بچوں کا باہر نکلنا مشکل ہو گیا اور ہم سب پریشان تھے۔ سکول جانا اور ٹیوشن سینٹر وغیرہ جانا بھی بند ہو گیا۔ سارے رشتہ داروں، محلے والوں نے سوشل بائیکاٹ کر دیا، بات بھی کوئی نہیں کرتا تھا۔ غرض کہ انہوں نے پریشان کرنے کا کوئی بھی طریقہ نہیں چھوڑا۔ شوہر کے ساتھ بھی دوکانداروں نے برا سلوک کرنا شروع کر دیا اور ان کی دوکان کے ارد گرد کچھ پہرے دار انہوں نے چھوڑ دیئے تاکہ کوئی رشتہ دار ہمارے گھر نہ آ سکے۔ مسلمان لوگوں نے ہمارا سامان لینا بند کر دیا جس کی وجہ سے ہماری دوکان کا کام دن بدن ختم ہوتا جا رہا تھا۔ کہتی ہیں جب میرے خاوند گھر آتے تو دن بھر کے گزرے ہوئے حالات ہمیں بتاتے۔ کہتی ہیں ایک رات تقریباً بارہ بجے کے قریب جب ہم سو رہے تھے تو محلے کے ایک لڑکے نے شور مچانا شروع کر دیا کہ تم لوگوں کی دوکانیں جلا دی گئی ہیں۔ گھر کے سارے مرد جلدی جلدی اٹھ کر دوکانوں کی طرف چل دیئے وہاں جا کر دیکھا تو آگ لگی ہوئی تھی۔ بہرحال فائر بریگیڈ والے آ گئے تھے اور آگ بجھا رہے تھے اور اللہ کے فضل سے زیادہ نقصان نہیں ہوا لیکن اس نقصان کے باوجود، ان سب حرکتوں کے باوجود یہ کہتی ہیں کہ بفضلہ تعالیٰ ہم اپنے ایمان پر قائم رہے اور جماعت کے ساتھ جڑے رہے۔ کبھی مخالفت کی وجہ سے یہ بات ہمارے دل میں نہیں آئی کہ احمدیت قبول کرنے کی وجہ سے ہم پر یہ ظلم ہو رہا ہے۔ بہرحال کہتی ہیں کہ جیسے جیسے ظلم بڑھتے

گئے ہمارے ایمان بھی اسی طرح مضبوط ہوتے چلے گئے۔ شہر کے مولوی دن رات ہمارے خلاف جلسے وغیرہ کرنے لگے، لوگوں کو ہمارے خلاف بھڑ کانے لگے۔ باوجود ہندوستان میں ہونے کے شہر کا ایک حصہ مسلمانوں کا تھا ایک حصہ ہندوؤں کا اور مسلمان علاقے میں ان کی جتنی مخالفت ہو سکتی تھی کی جاتی تھی۔ کہتی ہیں ایک رات مخالفین احمدیت نے ہمارے خلاف بہت بڑے جلسہ کا اہتمام کیا۔ سارے شہر میں لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ سے جلسہ کا پروگرام سنانے کا انتظام کیا گیا اور بہت بھڑکیلی تقاریر کی گئیں۔ اسی رات کو کہتی ہیں ہمیں خبر ملی کہ احمدی بھائی افضال احمد کے گھر پر مخالفین نے حملہ کر دیا ہے اور ان کو بہت مارا پیٹا گیا ہے، شدید زخمی کر دیا گیا۔ اس کے بعد جتنے بھی سہارن پور میں احمدی گھر تھے باری باری سب پر حملہ کیا گیا۔ اگلے دن جمعہ کی نماز کے بعد مخالفین نے ہمارے گھر پر بھی حملہ کر دیا۔ حملہ آور ہمارے خلاف نعرے بازی کر رہے تھے۔ اس وقت میں گھر پر اکیلی تھی۔ میں نے اپنے بچوں کو گھر کے پچھلے والے کمرے میں چھپا دیا۔ میرے دیور کے گھر میں مخالفین نے گھس کر بہت مالی نقصان پہنچایا۔ میں اکیلی ان سب کا سامنا کرتی رہی اور ان کے آگے ہار نہیں مانی۔ وہ لوگ آگ لگانے ہی والے تھے کہ پولیس آگئی۔ پولیس نے آکر ان سب پر لاٹھی چارج کیا، آنسو گیس کا استعمال کیا۔ تعداد بہت زیادہ تھی۔ پولیس کے کنٹرول میں نہیں ہو رہی تھی۔ پولیس ڈر بھی رہی تھی۔ بہرحال پولیس نے مشورہ دیا کہ آپ لوگ کچھ وقت کے لئے یہاں سے چلے جائیں ابھی حالات ٹھیک نہیں۔ اور

کہتی ہیں کہ اسی رات ہم سہارن پور چھوڑ کر اس جگہ سے چلے گئے۔ پھر قادیان کے لئے روانہ ہوئے لیکن ان سب حالات کے باوجود استقامت دکھائی۔ پس جب ایمان نصیب ہوتا ہے تو پھر اگر حقیقی ایمان ہو تو استقامت بھی ملتی ہے۔ عورتوں اور بچوں کی استقامت پھر مردوں میں بھی حوصلہ پیدا کرتی ہے۔ اگر یہ عورتیں اور بچے بزدلی دکھائیں تو پھر مرد بھی پریشان ہو جاتے ہیں۔ پس یہ لوگ ہیں جو کہیں باہر نہیں جا سکتے زیادہ سے زیادہ یہ کہ قادیان چلے گئے لیکن وہاں رہ کر مخالفت کا سامنا کر رہے ہیں۔

چھٹا واقعہ

پھر امیر صاحب **گیمبیا** لکھتے ہیں کہ یہاں **نارتھ بنک ریجن** کے ایک قصبہ میں ایک خاتون سسٹر ٹیدا (Tida) ہیں، پیدائشی احمدی ہیں اور ایک مخلص احمدی گھرانے سے تعلق ہے۔ تاہم لکھتے ہیں کہ قسمت انہیں عجیب ایک موڑ پر لے آئی اور اس کی شادی ایک غیر احمدی سے ہو گئی۔ اس کا خاوند ایک مذہبی کٹر گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ جو افریقن لوگ ہیں وہ بھی بڑے کٹر شدت پسند مسلمان ہیں۔ اور مسجد کا امام بھی اسی خاندان سے مقرر ہوتا تھا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ جماعت کے بھی سخت مخالف تھے۔ اس خاتون نے ان سب کے ہوتے ہوئے اپنے دین کو نہ چھپایا اور برملا اظہار کیا اور ہمیشہ اسی طرح جماعتی پروگرام میں شرکت کرتی

رہتی تھیں جیسے پہلے کرتی تھیں لیکن خاوند یا اس کے خاندان کے فرد کے پیچھے کبھی انہوں نے نماز نہیں پڑھی۔ انہوں نے کہا میں احمدی ہوں تم لوگوں کے پیچھے نماز نہیں پڑھوں گی۔ اسی طرح اس خاندان کی نفرت اور ظلم کا نشانہ بنتی رہیں لیکن اپنا ایمان نہیں بیچا اور ثابت قدم رہیں۔ اپنے بچوں کا بھی جماعت سے مضبوط تعلق قائم رکھا۔ ان کے بچے بھی باقاعدگی سے مشن ہاؤس آتے اور تربیتی کلاسز میں شامل ہوتے۔ بہر حال خاوند نے تنگ کرنے کے بعد کچھ عرصہ کے بعد دوسری شادی کرلی اور نو ماہ تک اس پہلی بیوی کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا، کوئی پرواہ نہیں کی۔ ان کے بڑے بھائی اور جماعت نے اس کی کچھ عرصہ مالی مدد کی۔ یہ تمام عرصہ بھی اس نے انتہائی صبر اور استقامت سے بسر کیا۔ ہمیشہ دعا کرتی اور مضبوطی ایمان کا اظہار کرتی تھیں۔ یہ کہتے ہیں کہ خاوند کے خاندان میں یہ بھی رواج تھا۔ یہ ان کا مضبوطی ایمان کا ایک اور واقعہ ہے کہ دیگر ہمسائے اکٹھے مل کر ایک مذہبی اجلاس کرتے تھے جس میں کسی بڑے امام کو بلایا جاتا تھا۔ اس تقریر میں جو غیر احمدی امام آیا اس نے تقریر کے دوران کہا کہ جب بھی کوئی احمدیہ مسجد میں نماز پڑھتا ہے اسے پچیس ڈلاسی (Dalasi) دیئے جاتے ہیں۔ ڈلاسی وہاں گیمبیا کی کرنسی کا نام ہے۔ وہ سسٹر ٹیدا بھی وہاں موجود تھیں انہوں نے کھڑے ہو کر کہا کہ یہ امام جھوٹ بول رہا ہے کیونکہ میں خود ہمیشہ سے احمدیوں کی مسجد میں نماز پڑھتی رہی ہوں اور ایک بھی ڈلاسی کبھی وصول نہیں کیا۔ تو یہ بات امام کو شرمندہ کرنے کے لئے کافی تھی۔ اس

بات پر اس کو گھر والوں نے اور ہمسایوں نے مسجد سے نکال دیا اور ان پر کافی سختیاں ہوئیں۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کے فضل سے انہوں نے اپنے پانچ بیٹوں اور ایک بیٹی کی بڑے اچھے رنگ میں تربیت کی ہے اور سب جماعت سے اخلاص کا تعلق رکھنے والے ہیں اور یہ تھوڑی آمدنی کے باوجود باقاعدگی سے چندہ ادا کرنے والی ہیں۔ اپنے اور اپنے تمام بچوں کی طرف سے ہر تحریک میں حصہ لیتی ہیں اور بچے ایک مثالی احمدی ہیں۔ قرآن کریم بھی پڑھ چکے ہیں۔ یہ ایمان بچانے والی اور دیندار خواتین ہیں جو دین پر قائم رہیں گی اور کامیاب ہوں گی اور اللہ تعالیٰ کے انعامات کی بھی وارث بنیں گی نہ کہ وہ جو دین میں کمزوری دکھانے والی ہیں۔ غربت کے باوجود مالی قربانی میں پیش پیش تھیں۔ بچوں کی تربیت اعلیٰ رنگ میں کی۔ باوجود نامساعد حالات کے، باوجود گھر والوں کی مخالفت کے احمدیت سے جوڑے رکھا۔

اپنے بچوں کو دین سکھانے کی طرف توجہ دلائیں

پس یہاں آ کر جبکہ آپ لوگوں کو مذہبی اور دینی آزادی ہے تو اپنے بچوں کو دین سکھانے کی طرف توجہ دلائیں۔ خود بھی دین کا علم بڑھانے کی طرف توجہ کریں۔ اپنے ایمان میں مضبوطی پیدا کریں۔ یہاں ان ترقی یافتہ ملکوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ ماحول بھی ہر وقت بگاڑ پیدا کر رہا ہے۔ کئی دفعہ میں عورتوں کو بھی، مردوں کو بھی سمجھا چکا ہوں کہ یہاں ہمیں پہلے سے بڑھ کر اپنے بچوں کو سنبھالنے کے لئے کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔ بچوں کو دین سے جوڑنا یہاں ایک بہت بڑا کام ہے

اور جو خاص طور پر عورتوں اور ماؤں کی ذمہ داری ہے۔ پس اس فرض کو سمجھیں۔ اس ذمہ داری کو سمجھیں اور یاد رکھیں کہ جس طرح ایک دُور دراز رہنے والی افریقہ کے ملک کی یہ عورت دشمنوں میں رہنے کے باوجود اپنے بچوں کی تربیت کی طرف خاص توجہ دیتی رہی تو یہاں آ کر آپ لوگ جو پڑھی ہوئی عورتیں ہیں آپ کو تو خاص طور پر اس طرف توجہ دینی چاہئے تاکہ آپ کی نسلیں ہمیشہ احمدیت پر قائم رہیں اور برباد نہ ہوں۔

ساتواں واقعہ

ایک اور مخلص خاتون کا ذکر کرتے ہوئے امیر صاحب **گیمبیا** لکھتے ہیں کہ سسٹر سوادی (Suwadi) صاحبہ نے اپنے والدین کے ساتھ احمدیت قبول کی اور اس کے بعد ایک احمدی نوجوان سے ان کی شادی ہو گئی۔ کچھ عرصہ بعد والدین جو تھے وہ کسی وجہ سے اور اپنے کمزور ایمان کی وجہ سے احمدیت سے دور ہو گئے اور ان کو بھی کہا کہ تم اپنے احمدی خاوند کو چھوڑ کر اب ہمارے پاس آ جاؤ لیکن اس خاتون نے اپنے والدین سے کہا کہ شادی کے وقت آپ خوب جانتے تھے کہ وہ احمدی ہے اب میں اس کو چھوڑ کر آپ کے ساتھ نہیں جا سکتی۔ اس پر اس کے والدین نے اس سے تین سال تک قطع تعلق رکھا، مقاطعہ کیا، بات نہیں کی۔ اور تین سال کے بعد جب اس نے سمجھا کہ حالات بہتر ہو گئے ہیں تو جب والدین کے گھر جاتی اسے گھر سے

نکال دیا جاتا۔ اس نے یہ جذباتی اذیت بڑے حوصلے سے برداشت کی لیکن جماعت کو نہیں چھوڑا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی مخلص احمدی خاتون ہیں۔ یہ مالی قربانی میں بھی پیش پیش ہیں۔ خلیفہ وقت سے بھی انتہائی محبت کے تعلق کا اظہار کرنے والی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے ایمان میں اَور مضبوطی پیدا کرتا جائے۔ ان ممالک میں خاص طور پر افریقہ میں جہاں بڑوں اور والدین کے حکم کو بڑی اہمیت دی جاتی ہے۔ یہاں کی طرح ابھی آزادی نہیں آئی کہ والدین کے سامنے کچھ بول لیں، ان میں ایسے حالات میں والدین کو جواب دینا اور دین کو مقدم رکھنا یہ انتہائی ایمانی جرأت کا اظہار ہے جو اس خاتون نے دکھایا۔ وہ عورتیں جو دور دراز علاقوں میں رہتی ہیں جہاں شاید سڑکیں بھی پوری طرح نہیں پہنچتی ہوں گی لیکن جب ایمان لائیں تو ایسا مضبوط ایمان ہے کہ کسی بھی چیز کی پروا نہیں۔ خلافت سے تعلق پیدا کیا تو ایسا تعلق کہ باقی سب تعلقوں کو پیچھے چھوڑ دیا۔ یہ مضبوط ایمان والی وہ خواتین ہیں جو ایک وقت آئے گا کہ جن کی نسلیں پھر انشاء اللہ تعالیٰ ترقی کرکے اونچے اور اعلیٰ مقام پر پہنچیں گی۔

آٹھواں واقعہ

پھر ایک اور واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے امیر **گیمبیا** لکھتے ہیں کہ **اپر ریور ریجن** کے ایک علاقے کی سسٹر سمباگ (Sambang) ہیں، ان کے خاوند احمدی

ہو گئے تو اس کے خاندان والوں نے بہت کوشش کی کہ یہ اپنے خاوند کو چھوڑ دے۔ جب خاندان والوں نے اپنی بیٹی سے رابطہ کیا تو اس نے کہا کہ آپ نے شادی کے وقت مجھے نصیحت کی تھی کہ تم نے ہر حال میں اپنے خاوند کی فرمانبردار رہنا ہے۔ یہ بھی برداشت اور حوصلہ آجکل ان لوگوں میں ہی ہے یا یہ قدریں انہی میں قائم ہیں جو ذرا کم ترقی یافتہ سمجھے جاتے ہیں لیکن حقیقی ترقی یہی ہے۔ بہت سارے ہمارے گھروں میں جو رشتے ٹوٹ رہے ہیں، طلاقیں ہو رہی ہیں وہ اسی لئے کہ لڑکیوں میں بھی اور لڑکوں میں بھی برداشت کم ہوتی جا رہی ہے۔ شادی ہوتی ہے تو چند مہینوں بعد رشتے ٹوٹ جاتے ہیں۔ والدین جو ہیں وہ بھی بعض دفعہ گھروں کو خراب کرتے ہیں۔ لیکن اس علاقے میں افریقہ کی رہنے والی خاتون اپنے والدین کو کہہ رہی ہے کہ دیکھو تم نے مجھے کہا تھا کہ تم نے اس شادی کو ہر حال میں قائم رکھنا ہے، فرمانبردار رہنا ہے سوائے اس کے کہ کوئی ایمان کا سوال پیدا ہو جائے، انتہائی ظلم ہو جائے تو اَور بات ہے **لیکن عموماً چھوٹی موٹی باتیں گھروں کو قائم رکھنے کے لئے برداشت کرنی چاہئیں تا کہ بچے بھی برباد نہ ہوں۔** بہت سارے گھر ٹوٹتے ہیں تو اس کے بعد بچے برباد ہوتے ہیں۔ بہرحال اس عورت نے جواب دیا کہ اب اس کی فرمانبرداری میرا نہ صرف اخلاقی فرض ہے بلکہ میرا مذہبی فریضہ بھی ہے۔ اور میں نے تو اس میں، اپنے خاوند میں کوئی غیر اسلامی حرکت نہیں دیکھی جو میں اس کو چھوڑ دوں۔ بلکہ جب سے احمدی ہوا ہے میں دیکھ رہی ہوں کہ وہ بڑی

باقاعدگی سے اب پنجوقتہ نماز ادا کرتا ہے۔ پس اس میں مردوں کے لئے بھی ایک سبق ہے کہ صرف عورتوں پر سختیاں نہ کرتے چلے جائیں۔ عورتوں کو نہ سمجھاتے رہیں۔ عورتوں سے حقوق کا مطالبہ نہ کرتے رہیں بلکہ خود بھی اللہ تعالیٰ کا حق ادا کریں اور پنجوقتہ نمازوں کی طرف توجہ دیں اور اپنی بیویوں سے حسن سلوک بھی کریں۔ تو کہتی ہیں کہ اب جب ایسے حالات ہیں جب وہ پنجوقتہ نمازی بھی ہے، اخلاق بھی اس کے اچھے ہو گئے ہیں، سلوک میرے سے پہلے سے بہتر ہو گیا ہے تو اب تو مجھے پہلے سے بڑھ کر اس کی اطاعت کرنی چاہئے خواہ اس کے لئے مجھے آپ لوگوں سے رشتہ توڑنا پڑے میں توڑ دوں گی اب میں احمدی ہو چکی ہوں۔

تو یہ ہے انقلاب جو احمدیت کی وجہ سے ان دور دراز ملکوں میں پیدا ہو رہا ہے۔ جو قربانیاں کرنے کی طرف ان کو توجہ دلا رہا ہے جو اللہ کی خاطر ہر قربانی دینے کے لئے تیار ہیں۔ بہرحال اس کے نتیجہ میں اس کے والدین نے جو اس کی مالی مدد کرتے تھے وہ روک لی۔ موصوفہ کہتی ہیں کہ اس مالی مدد روکنے کے بعد سے ہمیں وہ چھوٹے چھوٹے مالی مسائل بھی پیدا نہیں ہوئے جو پہلے پیدا ہو جایا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے حالات پہلے سے بہتر کر دیئے۔ اللہ بھی پھر اپنے لوگوں کی غیرت رکھتا ہے جیسا کہ میں نے کہا۔

نواں واقعہ

پھر قادیان سے ریاض صاحب کی اہلیہ بے بی تبسم صاحبہ تحریر کرتی ہیں۔ 2008ء میں **صوبہ اڑیسہ کے کیرنگ گاؤں** میں انہوں نے مولوی آفتاب صاحب کے ذریعہ احمدیت قبول کی۔ بیعت کرنے کے بعد کہتی ہیں کہ میں نے جماعت احمدیہ کا سچا پیغام اپنے گھر والوں اور رشتہ داروں تک پہنچایا۔ بیعت کی تو ساتھ ہی اپنے گھر والوں کو تبلیغ بھی شروع کر دی۔ احمدیت قبول کرنے کی وجہ سے ہمیں پریشان کیا جانے لگا۔ احمدیت چھوڑنے کے لئے پریشر ڈالا جانے لگا۔ میرے سسرال کے لوگوں نے ایک میٹنگ کر کے فیصلہ کیا کہ یا تو ان کو احمدیت سے دور کیا جائے یا پھر ان کو احمدیت قبول کرنے کی وجہ سے کچھ سزا دی جائے۔ مخالفت کی وجہ سے ہمیں وطن چھوڑنا پڑا اور نجیب آباد ضلع بجنور میں ایک ہندو محلہ میں کرائے کے مکان میں رہنا پڑا۔ اس وقت میرے بیٹے کی پیدائش بھی قریب تھی۔ اس لئے ان سب حالات کے پیش نظر ہم لوگ قادیان آ گئے۔ میرے شوہر کی شدید خواہش تھی کہ اپنے والد سے ملاقات کر لوں مگر آخر وقت تک ان کی یہ خواہش پوری نہ ہو سکی۔ مخالفت کی وجہ سے کہتے ہیں ہم لوگ اپنے قریبی رشتہ داروں سے بھی نہ مل سکتے تھے۔ میرے سسر نے ہمارے حصہ کی زمین بھی اپنے دامادوں کو دے دی اور ہمیں تمام جائیداد سے بے دخل کر دیا۔ جو ظلم ہو سکتا تھا کیا۔ جب ہم وطن سے قادیان روانہ ہوئے تو سفر کے دوران مجھے غیب سے آواز آئی۔ ایمان مضبوط تھا۔

اللہ تعالیٰ سے تعلق تھا۔ دعا مانگ رہی تھیں تو کہتی ہیں مجھے ایک آواز آئی کہ ہم نے تمہیں جس مقصد کے لئے بلایا تھا وہ پورا ہو گیا ہے۔ کہتی ہیں خدا تعالیٰ نے ایک دن مجھے خواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دیدار کروایا۔ اب خواب کے دوران ہی حضور اقدس علیہ السلام نے خاکسار سے یہ الفاظ کہے کہ تم پر خدا کی رحمت ہو۔ یہ کہتی ہیں یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ہمیں اس سچی اور پیاری جماعت کے ساتھ وابستہ کیا اور ہمارے دلوں کو روحانی نور سے منور کیا۔

پس **اصل سکون یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا ہو**۔ وہ نور حاصل ہو جس کو حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کا نور ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جڑ کر آپ کی کامل اطاعت کا نور ہے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آکر ان تمام باتوں پر عمل کرنا ہے جس کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہم سے عہد بیعت لیا ہے اور اصل تسکین پھر تبھی ملتی ہے۔ دولت سے سکون نہیں ملا کرتا۔ یہاں آکر بہت سارے ہیں کہ دولت کمانے کے باوجود ان کو سکون نہیں کیونکہ دین سے دور ہٹ گئے۔ پس یہ وہ اصول ہے جسے ہر ایک کو اپنے سامنے رکھنا چاہئے اور یاد رکھنا چاہئے۔

دسواں واقعہ

پھر امیر صاحب **گیمبیا** ہی تحریر کرتے ہیں کہ **نارتھ بنک** کی ایک سسٹر ٹبارا (Tabara) صاحبہ ہیں۔ تین سال ہوئے انہوں نے احمدیت قبول کی۔ ستاون سال ان کی عمر ہے۔ ان کے اپنے گاؤں میں جو داعی الی اللہ خواتین ہیں ان میں ان کا ایک منفرد مقام ہے۔ تین سال پہلے بیعت کی اور تبلیغ اور دعوت الی اللہ میں ایک مقام حاصل کر لیا۔ کئی کئی میل، کئی کئی کلو میٹر پیدل سفر کر کے اپنے رشتہ داروں کو اسلام اور احمدیت کا پیغام پہنچانے جاتی ہیں۔ ان کی کوششوں کے باعث ان کے بھائی جو کہ ایک جگہ کے چیف بھی ہیں احمدی ہوئے اور اللہ کے فضل سے بڑے پکے اور مخلص احمدی ہیں۔ یہ تمام دیگر لجنہ کو جلسہ سالانہ پر اپنا خرچ کر کے جانے کی تلقین کرتی ہیں۔ بعض دفعہ جماعت کی جو غریب عورتیں ہیں، جماعت انہیں دیتی ہے لیکن وہ کہتی ہیں نہیں۔ اپنا خرچ کر کے جاؤ۔ اس کے علاوہ دیگر چندہ جات، چندہ عام اور مجلس کے جو چندہ جات ہیں وہ ادا کرنے کی طرف توجہ دلاتی رہتی ہیں۔ پس جب آپ یہاں اچھے حالات میں آ گئیں اور آپ کو یہاں تبلیغ کرنے میں کوئی پابندی اور روک بھی نہیں ہے تو یہاں تو اسلام کا حقیقی پیغام پہنچانے، ہر گھر میں پہنچانے کے لئے آپ کو تیار رہنا چاہئے اور پہنچانے کی کوشش کرنی چاہئے اور لجنہ کو اور ہر عورت کو انفرادی طور پر بھی باقاعدہ منصوبہ بندی کرنی چاہئے۔ اگر مشکل حالات میں بھی انہوں نے تبلیغ کو مقدم کیا ہوا ہے اور دین کا پیغام پہنچا رہی ہیں تو آپ بھی اللہ تعالیٰ کو راضی

کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے پیغام کو گھر گھر پہنچانے کا عزم کریں اور اس کے لئے سب سے پہلا جو قدم ہے وہ یہی ہے کہ **اپنے آپ کو دینی تعلیم سے اور دینی علم سے آراستہ کریں۔** خود اپنے اندر علم پیدا کریں۔ اپنے بچوں کی صحیح رنگ میں تربیت کریں۔

گیارہواں واقعہ

بعض موقعوں پر بعض احمدی عورتوں نے مردوں سے بڑھ کر جرأت کا مظاہرہ کیا ہے اور ایسی ایمانی غیرت دکھائی ہے کہ انسان کی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ چنانچہ **مالدہ بنگال** کے سرکل انچارج لکھتے ہیں۔ 2005ء میں سرکل مالدہ کی بیر گاچھی جماعت میں احمدیہ مسجد کی بنیاد رکھنے کے وقت مخالفین احمدیت کی طرف سے شدید مخالفت ہوئی۔ بعض افراد لڑائی جھگڑا کرنے پر اتر آئے۔ اس وقت کہتے ہیں کہ ہماری ایک خاتون ذکیہ صاحبہ نے اپنی ایمانی جرأت کا مظاہرہ کیا اور اپنے ہاتھ میں ایک چاقو لے کر مخالفین احمدیت کے سامنے آگئیں۔ کافی مرد تھے اور کہنے لگیں کہ اگر کسی کے اندر ہمت ہے تو اب آگے آکر ہماری مسجد کی تعمیر میں رکاوٹ ڈالو۔ ان کی اس ہمت اور جوش کو دیکھ کر تمام مخالفین ڈر گئے اور اسی وقت وہاں سے بھاگ گئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب جماعت میں مسجد کے ساتھ ایک معلم کا گھر بھی

وہاں تعمیر ہو چکا ہے اور وہاں باقاعدہ پانچ وقت نمازیں ہوتی ہیں۔ اب یہ اس عورت کی ایمانی جرأت تھی جو مردوں کے لئے بھی نمونہ ہے۔

بارہواں واقعہ

پھر **آندرا پردیش** جو انڈیا میں ہی ہے۔ وہاں ایک فیملی نے دو سال قبل اس وقت بیعت کی تھی جب یہ رپورٹ لکھی گئی۔ کچھ عرصہ بعد مخالفت ہوئی تو وہاں کی ایک سولہ سترہ سال کی لڑکی محسنہ جو فرسٹ ائیر میں پڑھ رہی تھی اور ساتھ ایک مسلم پرائمری سکول میں پڑھاتی بھی تھی۔ مخالفت کی وجہ سے اس کو نوکری سے نکال دیا گیا کیونکہ اپنے ماں باپ کے ساتھ تم احمدی ہو گئی ہو۔ عزیزہ کے بڑے بھائی مخالفت برداشت نہیں کر سکے اور بہن پر بھی دباؤ ڈالا کہ ابھی تو احمدیت کی وجہ سے صرف نوکری سے نکالا گیا ہے اب ہم یہاں کرائے کے مکان میں رہتے ہیں ہمارا اپنا گھر نہیں ہے کرائے کے مکان سے بھی یہ لوگ نکال دیں گے۔ تم کچھ عرصہ خاموش احمدی بنی رہو۔ نہ اظہار کرو کہ تم احمدی ہو۔ اس پر عزیزہ نے جواب دیا کہ میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دیں تو میں احمدیت نہیں چھوڑ سکتی۔ بہر حال اس کے بعد اس کے بوڑھے ماں باپ سمجھا بجھا کے ان کو کچھ عرصہ کے لئے قادیان لے گئے اور وہاں رہے۔ پھر واپس اپنے علاقے میں چلے گئے۔ نہایت غریب اور اخلاص میں زندگی بسر کرنے والی اس عزیزہ نے نہ صرف استقامت دکھائی بلکہ بڑی جرأت کے

ساتھ مخالفین کی طرف سے دی جانے والی تکالیف کو بھی برداشت کیا۔ یہ لوگ تو باہر نہیں آسکتے کہ اپنی مشکلات کو دور کر سکیں لیکن پھر بھی ثابت قدم ہیں، تکلیفوں کو برداشت کر رہے ہیں اور ان تکلیفوں کے باوجود ان کے ایمان مضبوط ہیں۔ تو یہاں آنے والوں کو آسانیاں ملنے کے بعد اس بات کا کس قدر خیال رکھنا چاہئے کہ اپنے ایمان کو مضبوط کریں۔ اپنے ایمانوں کو بچائیں اور پہلے سے بڑھ کر عملی طور پر اپنے آپ کو ایک سچا اور حقیقی احمدی بنائیں۔ قرآن کریم کے جو حکم ہیں ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں نہ یہ کہ اس ماحول میں گم ہو جائیں۔ اپنے بچوں کو بھی نصیحت کریں۔ لڑکیوں کو بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ان کے والدین کا یہاں آنا، ان کے خاندانوں کا یہاں آنا دین کی وجہ سے ہے۔ اس لئے آپ لوگوں نے بھی دنیا میں گم نہیں ہونا بلکہ اپنے عمل سے دین کو دنیا پر مقدم رکھنا ہے اور یہی چیز ہے جس سے آپ کو دنیا میں بھی بقاء ہے اور اگلے جہان میں بھی بقاء ہے اور آپ کا ہر عمل اس کے مطابق ہو جو اللہ تعالیٰ ہم سے چاہتا ہے۔

پردے کی پابندی

بعض احکامات اللہ تعالیٰ نے بڑے واضح طور پر دیئے ہوئے ہیں۔ ان میں ایک پردے کا حکم ہے۔ اب پردے کی پابندی کرنا ہر عورت کی ذمہ داری ہے۔ ہر بچی کی ذمہ داری ہے۔ اپنے لباس کو باحیا لباس بنانا ہر عورت اور بچی کی ذمہ داری ہے اور یہی نمونے ہیں جو اگلی نسلوں میں پھر قائم ہوں گے۔ یہی نمونے ہیں جو جماعت

کی انفرادیت کو بھی قائم رکھیں گے۔ یہی نمونے ہیں جو آپ کو تبلیغ کے میدان میں بھی کام آئیں گے۔ یہ نہیں ہے کہ مغرب میں آکر لوگ پردے کو بھول جاتے ہیں۔ یہاں بھی بعض ایسے حالات پیدا ہوتے ہیں جن کی وجہ سے یہاں کے جو غیر مذہبی ادارے ہیں یا وہ لوگ ہیں جن کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں اور اداروں کے سربراہ ہیں وہ احمدی عورتوں کے سامنے روکیں کھڑی کرتے ہیں اور سب سے بڑا اعتراض یہی ہوتا ہے کہ تم نے پردہ نہیں کرنا۔ تم نے حجاب نہیں لینا۔ لیکن جن کا ایمان مضبوط ہے وہ اپنے نمونے دکھاتی ہیں۔ یہاں کینیڈا کی ایک مثال ہے یہاں بھی ایک خاتون تھیں کہکشاں ان کا نام ہے اور وہ کہتی ہیں کہ جب میں نے پڑھائی مکمل کرلی، تو میں جاب کرنا چاہتی تھی اور بہت سی جگہوں پر جاب کے لئے اپلائی کیا لیکن کوالی فیکیشن ہونے کے باوجود میرے پردہ کرنے کی وجہ سے مجھے جاب نہیں دی گئی۔ میں نے اپنے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ چاہے کچھ بھی ہو میں پردہ نہیں چھوڑوں گی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے استقامت دی اور میں نے پردے کی وجہ سے کئی نوکریوں کو چھوڑ دیا۔ تو یہ مضبوط ایمان والوں کی نشانی بھی ہے۔ یہاں ان ملکوں میں، جرمنی میں بھی، یوکے میں بھی بعض لوکل لوگ ہیں، انگریز ہیں، جرمن ہیں انہوں نے احمدیت قبول کی ہے تو بغیر کسی جھجک کے، بغیر کسی پریشانی کے اپنے پردے کا جو معیار ہے اس کو قائم کیا ہے۔ یہ نہیں کہ پاکستان سے پردہ کرتی آئیں اور یہاں آکر پردے اتار دیئے۔ یا اپنی اگلی نسلوں میں پردے کو رواج نہیں دیا۔ قرآن شریف میں ایک

بنیادی تعلیم پردے کی ہے۔ اس کا واضح طور پر حکم ہے۔ پس جب آپ نمازوں کی طرف توجہ دیں۔ جب آپ مالی قربانیوں کی طرف توجہ دیں تو اللہ تعالیٰ کے باقی احکامات جو ہیں ان کی طرف بھی توجہ دیں کہ اسی سے ہماری اس دنیا میں بھی کامیابی ہے اور اگلے جہان میں بھی کامیابی ہے۔ مَیں نے کینیڈا والی اس لڑکی کی جو مثال دی ہے یا لوکل لوگوں کی اور بہت سی مثالیں میرے سامنے ہیں۔ یہ ان لوگوں کے لئے سبق ہیں جو ذرا ذرا سی بات پر اپنے پردے اتار دیتی ہیں۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا ہے تو ان سختیوں کو برداشت کرنا پڑے گا۔ اس کو پورا کریں ورنہ آپ اس عہد بیعت سے ہٹ رہی ہیں جو دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا کیا گیا ہے۔

تیرھواں واقعہ

پس اس طرف خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ ایمان کی مضبوطی کے بہت سارے واقعات ہیں۔ ابھی جرمنی میں ہی مجھے فلسطین سے آئی ہوئی تین بہنیں مِلیں اور ان کو اپنے خاندانوں کی طرف سے بڑی پریشانی کا سامنا ہے، خاوندوں کی طرف سے پریشانی کا سامنا ہے۔ بلکہ عدالت میں ان کے خلاف مقدمے چل رہے ہیں جو ان کو حقوق سے محروم کر رہے ہیں، بچوں سے محروم کر رہے ہیں لیکن اس کے باوجود جب میں نے ان سے پوچھا کہ تم ایمان پر قائم ہو تو انہوں نے کہا کہ ہاں ہمارے ایمان کو کوئی نہیں ہلا سکتا۔ ہم مضبوطی سے احمدیت پر قائم ہیں اور ایمان پر قائم ہیں اور مخالفت کا ہر طرح مقابلہ کریں گے۔ پس اگر یہ لوگ مخالفت کے باوجود

اپنے ایمان کو ضائع ہونے سے بچا رہے ہیں اور مستقل مزاجی دکھا رہے ہیں، ثبات قدم دکھا رہے ہیں تو آپ لوگ جن کو یہاں آسانیاں ہیں وہ کیوں نہیں یہ دکھا سکتیں۔

حقیقی زندگی دین پر قائم ہونے میں ہے

پس یہ واقعات آپ کو یہ احساس دلانے والے ہونے چاہئیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب آپ کے حالات مالی لحاظ سے بھی اور اپنے دین پر اپنی مرضی سے عمل کرنے کے لحاظ سے بھی بہتر کئے ہیں تو آپ پر کس قدر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اپنی حالتوں کو دین کے مطابق کریں۔ دین کے احکامات کو ہر دوسری چیز پر فوقیت دیں۔ ان عورتوں کی قربانیوں کو سامنے رکھیں جو آج بھی دین کی خاطر تکلیفیں اٹھا رہی ہیں اور برداشت کر رہی ہیں۔ اگر یہ احساس مٹ گیا اور یہاں کی رونقوں نے، یہاں کی چکاچوند نے، یہاں کی دنیاداری نے آپ کو صرف دنیا میں ڈبو دیا جیسا کہ میں نے کل خطبہ میں بھی ذکر کیا تھا تو پھر خدا تعالیٰ کو بھی کسی کی پرواہ نہیں ہے۔

ہمیشہ یاد رکھیں کہ حقیقی زندگی دنیا میں ڈوبنے میں نہیں ہے بلکہ دین پر قائم ہونے میں ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا تھا تا کہ روحانی زندگی عطا کریں۔ یہی قرآن کریم

میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے بارے میں فرمایا ہے اور اسی مقصد کے لئے اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا گیا ہے۔

پس اگر اپنی اور اپنی اولادوں کی حقیقی زندگی چاہتی ہیں تو اپنے اس عہد کو کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گی پورا کریں۔ اسے ہر وقت اپنے سامنے رکھیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ دعا کر لیں۔

(مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 25 جنوری 2019)

جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ جرمنی 2019ء کے موقع پر

خواتین کے اجلاس سے

سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد

خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

کا بصیرت افروز اور دل نشیں خطاب

(فرمودہ 06ء جولائی 2019ء بروز ہفتہ)

بمقام کالسروئے (جلسہ گاہ) جرمنی

- اسلامی معاشرے میں مرد اور عورت کے فرائض
- اسلام میں مرد اور عورت کے حقوق اور فرائض اور ذمہ داریوں کی وضاحت
- جزا کی بشارت پانے والوں کے بعض اعمال کا ذکر
  - توبہ
  - استغفار
  - عبادت
  - حمد
  - صبر
  - اللہ تعالیٰ کی راہ میں سفر
  - غلط بیانی سے ہمیشہ بچیں اور کام کریں
  - بے وفائی نہ کریں
  - ہر حکم پر لبیک کہنا

- نیک باتوں کا حکم
- مشترکہ کوشش
- حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ - بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۸﴾ (النحل:98)

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾

(التوبة:112)

یہ آیات جو میں نے تلاوت کی ہیں ان میں پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی مومن ہونے کی حالت میں نیک اور مناسب حال عمل

کرے گا مرد ہو کہ عورت ہم اس کو یقیناً ایک پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور ہم ان تمام لوگوں کو ان کے بہترین عمل کے مطابق ان کے تمام اعمال صالحہ کا بدلہ دیں گے۔

اسلامی معاشرے میں مرد اور عورت کے فرائض

پس یہ ہے خدا تعالیٰ کا انصاف کہ مردوں عورتوں دونوں کو ان کے عمل کا بدلہ ہے۔ بعض باتیں مردوں کے لیے فرض ہیں یا ان کے حالات کے مطابق ضروری ہیں اور عورت کے لیے اس طرح فرض اور ضروری نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہمارے فرائض اور ڈیوٹیوں کی فہرست بھی بتا دی کہ اسلامی معاشرے میں عورت کے کیا فرائض ہیں اور مرد کے کیا فرائض ہیں۔ ان کی ایک لمبی فہرست ہے وہ تو میں اس وقت بیان نہیں کر سکتا۔ مثال دیتا ہوں مثلاً نماز کو ہی لے لیں۔ **مردوں پر یہ فرض کیا گیا ہے کہ وہ سوائے اشد مجبوری کے نماز باجماعت مسجد میں جا کر ادا کریں جبکہ عورت کے لیے یہ ضروری نہیں ہے۔** حتیٰ کہ جمعہ بھی عورت کے لیے اس طرح فرض نہیں ہے جس طرح مرد کے لیے فرض ہے۔

(سنن ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب الجمعۃ للمملوک والمرأۃ حدیث 1067)

مرد کو یہ کہا گیا ہے کہ اگر تم باجماعت نماز پڑھو تو تمہیں اس کا ستائیس گنا ثواب ملے گا۔

(صحیح البخاری کتاب الآذان باب فضل صلاۃ الجماعۃ حدیث 645)

تو کیا عورت باجماعت نماز نہ پڑھ کے ستائیس گنا ثواب سے محروم رہے گی۔ یا اس کو اس لیے نماز باجماعت پڑھنا ضروری قرار نہیں دیا گیا کہ اسے کہیں ستائیس گنا ثواب نہ مل جائے اور اس سے محروم رکھا جائے۔ نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر ایک کے مناسب حال عمل ہیں۔ اگر وہ ان عملوں کو سرانجام دے رہا ہے تو چاہے وہ مرد ہے یا عورت ہے، اسے ثواب ملے گا۔ عورت کا گھر میں نماز پڑھنا اور اپنی گھریلو ذمہ داریاں ادا کرنا ہی اسے مرد کے برابر ثواب کا مستحق قرار دے دے گا۔ تبھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ایک عورت کو فرمایا تھا کہ تمہارا اپنے گھروں کو سنبھالنا اور بچوں کی تربیت کرنا تمہیں اتنے ہی ثواب کا مستحق قرار دے گا یا بنائے گا جس کا ایک مرد اسلام کے راستے میں جانی و مالی جہاد کر کے مستحق ہوتا ہے۔

(الجامع لشعب الایمان جلد 11 صفحہ 177-178 حدیث 8369 مطبوعہ مکتبۃ الرشد ناشرون ریاض 2003ء)

پس اگر عورت اپنے ذمہ کام کو سرانجام دے رہی ہے اور مرد اپنے ذمہ کام اور فرائض کو سرانجام دے رہا ہے اور دونوں اللہ تعالیٰ کے خوف اور خشیت اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لیے کام کر رہے ہیں تو ان کی اس دنیا

کی زندگی بھی پاکیزہ ہو گی اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر چلتے ہوئے اس کی رضا کو حاصل کرنے والی ہو گی اور آخرت میں بھی ان کے عمل کے مطابق انہیں بدلہ دیا جائے گا۔ پس جہاں اس آیت میں اسلام نے مرد اور عورت دونوں کے حقوق کو تسلیم کیا ہے اور عورت مرد کو یہ کہا گیا ہے کہ تمہیں تمہارے عملوں کے مطابق بدلہ دیا جائے گا وہاں اس طرف بھی توجہ دلائی ہے کہ اپنی حالتوں اور اپنے عملوں کو خدا تعالیٰ کی تعلیم کے مطابق ڈھالو۔ اللہ تعالیٰ کی خشیت اور اس کی خوشنودی اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لیے اپنے عمل کرو۔ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھو۔

اس آیت میں ان لوگوں کے اعتراض کی بھی نفی کی گئی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اسلام عورتوں کے حقوق کی نگہداشت نہیں کرتا۔ اسلام نہ صرف نیک عمل کرنے والی عورتوں کو چاہے بظاہر اس کے عمل مرد کی نسبت کم محنت والے اور مشقت والے نظر آتے ہوں، اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خبر دے کر اللہ تعالیٰ کے انعامات سے نوازنے کا اعلان کرتا ہے۔ یہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے انعامات سے نوازنے کا اعلان کرتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے پر مرنے کے بعد بھی بہترین اجر کا اعلان کرتا ہے۔ پس یہ ان لوگوں کی جہالت ہے جو اسلام پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ مرد اور عورت کے برابری کے حقوق نہیں ہیں اور ان لوگوں کی ان غیر مسلموں سے

بڑھ کر جہالت ہے جو اس دنیاوی طور پر ترقی یافتہ معاشرے کی نام نہاد آزادی سے متاثر ہو کر کسی بھی قسم کے احساسِ کمتری میں مبتلا ہو کر اسلام کی سچائی اور اسلام میں اپنے حقوق کے بارے میں سوچ میں پڑ جاتے ہیں یا کہنا چاہیے کہ عورتیں اور پڑھی لکھی نوجوان لڑکیاں اور لڑکے، خاص طور پر لڑکیوں کی بات کر رہا ہوں، اس سوچ میں پڑ جاتے ہیں کہ اسلام نے ہمیں ہمارے حقوق دیے بھی ہیں کہ نہیں۔

اسلام میں مرد اور عورت کے حقوق اور فرائض اور ذمہ داریوں کی وضاحت

پس اپنوں یا غیروں جس کے ذہن میں بھی یہ سوال اٹھتا ہے کہ اسلام میں عورت کے حقوق نہیں۔ اس کو اسلام کی خوبصورت تعلیم کا علم ہی نہیں۔ آج ہر احمدی کا کام ہے کہ دنیا کو بتائے کہ دین کیا ہے؟ ہمارے حقوق کیا ہیں اور ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں؟ انبیاء دنیا میں بندے کو خدا کے قریب کرنے کے لیے آتے ہیں اور مذہب اس دنیا کی زندگی اور مرنے کے بعد کی ہمیشہ رہنے والی زندگی کی بات کرتا ہے اور ایک دنیادار صرف اس دنیا کی زندگی کو ہی اپنا مقصد حیات سمجھتا ہے۔ پس یہ بات ہر احمدی مرد اور عورت اور لڑکے اور لڑکی کو اپنے سامنے رکھنی چاہیے کہ اسلام جو کامل اور مکمل شریعت ہے جس میں مرد

اور عورت ہر ایک کے حقوق اور فرائض اور ذمہ داریوں کی وضاحت کر دی گئی ہے اور ان پر عمل کر کے ہم نے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنی ہے۔ اسے ہم نے اپنی زندگیوں پر لاگو کرنا ہے اور غیر مذہبی لوگوں یا دنیا دار لوگوں سے متاثر نہیں ہونا اور نہ صرف متاثر نہیں ہونا بلکہ ان کو مذہب کی حقیقت بتانی ہے۔ ان کو خدا تعالیٰ کے قریب لانا ہے۔ ان کو ان کی جاہلانہ سوچوں کی نشاندہی کر کے بتانا ہے کہ ہم جو احمدی مسلمان ہیں ٹھیک ہیں اور ہمارا مذہب کے بارے میں جو نظریہ ہے وہ ٹھیک ہے۔ ہمارا خدا تعالیٰ کے بارے میں جو نظریہ ہے وہ ٹھیک ہے اور تم غلط ہو۔ پس اس سوچ کے ساتھ ہم میں سے ہر ایک کو اپنی اپنی زندگی گزارنی ہے۔ اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے احکامات کا پابند کرنا ہے اور دنیا کو بھی اسلام کی خوبصورت تعلیم کا قائل کرنا ہے۔ جب یہ ہو گا تبھی ہم حقیقی احمدی کہلا سکیں گے۔ تبھی ہمارے یہ جلسے منعقد کرنے کا فائدہ ہے۔

ہر سال آپ اجتماع کر لیں، تربیتی کلاسیں منعقد کر لیں، جلسے منعقد کر لیں اور اس بات پر خوش ہو جائیں کہ ہماری اتنی حاضری ہے اور خلیفۂ وقت نے ہم سے خطاب کیا ہے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ وقتی جوش بے فائدہ ہے۔ مقررین کے، یہاں تقریریں کرنے والوں کے بعض فقرات بھی آپ کو وقتی طور پر جذباتی کر دیتے ہیں تو وقتی طور پر جذباتی ہونا یہ بے فائدہ چیز ہے جب تک **ایک لگن اور کوشش کے ساتھ ان نیک باتوں کو اپنی زندگیوں کا**

حصہ نہ بنائیں۔ ہمیشہ یاد رکھیں کہ اگر آپ اللہ تعالیٰ کی باتوں کو نہیں سمجھتیں یا سمجھنے کی کوشش نہیں کرتیں یا سن کر سمجھ کر پھر اس پر عمل کرنے کی کوشش نہیں کرتیں تو آپ کا علم، آپ کی عقل، آپ کی روشن دماغی سب بے فائدہ ہیں۔

جزا کی بشارت پانے والوں کے بعض اعمال کا ذکر

پس نیک اعمال کے لیے جہاں ان جلسوں میں بیان کی گئی باتوں سے فائدہ اٹھائیں وہاں اللہ تعالیٰ کی باتوں کی تلاش کر کے ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں تبھی ان جلسوں اور ان کارروائیوں کا فائدہ ہے۔ جیسا کہ آیت کے حوالے سے میں نے ذکر کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور عورتوں کے نیک عمل پر جزا دینے کا کہا ہے اور دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے جزا کی بشارت پانے والوں کے بعض اعمال کا ذکر کیا ہے جیسا کہ فرماتا ہے کہ جو لوگ توبہ کرنے والے ہیں، عبادت کرنے والے ہیں، خدا کی حمد کرنے والے ہیں، خدا کی راہ میں سفر کرنے والے ہیں، رکوع کرنے والے ہیں، سجدہ کرنے والے ہیں، نیک باتوں کا حکم دینے والے ہیں، بری باتوں سے روکنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حدود کی حفاظت کرنے والے ہیں ایسے مومنوں کو تُو بشارت دے دے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا

کہ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (البقرۃ:224) تو اس بشارت میں مرد اور عورت دونوں شامل ہیں۔

توبہ

ان خوش خبری پانے والوں کے لیے پہلی بات جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی وہ یہ ہے کہ وہ توبہ کرنے والے ہیں۔ توبہ کیا ہے؟ توبہ یہ ہے کہ جن باتوں، برائیوں، گناہوں سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے ان سے رکنا۔ دنیاداروں کی نظروں، ان کے طنزیہ فقروں، ان کے ڈراووں سے متاثر نہیں ہونا۔ آزادی کے نام پر ان دنیاداروں کے پیچھے نہیں چل پڑنا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ توبہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”توبہ کے یہ معنی ہیں کہ انسان ایک بدی کو اس اقرار کے ساتھ چھوڑ دے کہ بعد اس کے اگر وہ آگ میں بھی ڈالا جائے تب بھی وہ بدی ہرگز نہیں کرے گا۔“

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 190)

پس یہ معیار ہے ایک مومن کا چاہے وہ مرد ہے یا عورت کہ برائیوں سے بچنے کے لیے ایک پکا ارادہ کرے اور اس پر پھر قائم رہنا ہے اور اس کے لیے اگر جان بھی قربان کرنی پڑے تو اس کی بھی پروا نہیں کرنی۔ نہ یہ کہ اس

دنیا کی رنگینیوں یا لوگوں کی باتوں سے متاثر ہو کر ان دنیوی برائیوں میں پڑ جانا اور پھر اس حد تک چلے جانا کہ اللہ تعالیٰ کا خوف ہی دل سے نکل جائے۔

استغفار

اس قسم کی توبہ کرنے اور دنیاوی آلائشوں اور برائیوں سے بچنے کے لیے استغفار ضروری ہے جہاں ان سب دنیاوی برائیوں سے انسان بچ سکے۔ آج کل تو قدم قدم پر دنیاوی برائیاں ہیں۔ ٹی وی کھول لیں وہاں برائیاں۔ انٹرنیٹ کھول لیں وہاں برائیاں۔ بازار میں چلے جائیں وہاں برائیاں۔ سکول میں چلے جائیں وہاں برائیاں۔ نام نہاد ترقی یافتہ معاشرے میں کوئی ایسی محفوظ جگہ نہیں ہے جہاں برائیاں نہ ہوں۔ پس ان سے بچنے کے لیے توبہ اور استغفار ضروری ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جگہ لکھا کہ توبہ کی قوت حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے استغفار کی طرف ہمیں توجہ دلائی ہے۔ اگر ان گناہوں سے بچنا ہے، اپنے آپ کو محفوظ رکھنا ہے تو مستقل استغفار کرتے رہو۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 2 صفحہ 69)

یہ میرے الفاظ ہیں۔ آپؑ کی باتوں کا مفہوم یہی ہے۔ پھر آپؑ نے لکھا کہ بعض وقت انسان نہیں جانتا اور ایک دفعہ ہی زنگ اور تیرگی اس کے قلب پر آجاتی ہے۔ اس لیے استغفار ہے کہ وہ زنگ اور تیرگی نہ آوے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 4 صفحہ 255)

دنیا کے شغلوں، اس کے کاموں، اس کے کھیل کود اور لہو و لعب میں آج کل اتنی زیادہ attraction ہے اور انسان کا دل اس حد تک اس کی طرف مائل ہونے کی کوشش کرتا ہے کہ اس طرح دل پر زنگ لگ ہی جاتا ہے۔ جو چمک دین کی، روشنی کی، صفائی اور ستھرائی کی اور دل کے مصفّٰی ہونے کی ہے وہ ماند پڑ جاتی ہے اور دنیا کی جو رنگینیاں ہیں وہ غالب آجاتی ہیں۔ اور دنیا کی جو یہ رنگینیاں ہیں یہی زنگ ہے بلکہ آپؑ نے فرمایا کہ تیرگی آجاتی ہے، بالکل اندھیرے میں انسان چلا جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے وجود اور اس کے دین اور اس کی تعلیم کی روشنی سے انسان میلوں دور ہوتا ہے اور آجکل کے معاشرے میں ہم دیکھتے ہیں کہ اس میں اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے اور دنیا کی عارضی روشنی اور چکا چوند اس کو زیادہ روشن ہو کر نظر آتی ہے۔

پس اگر ہم نے اپنی دنیا و عاقبت سنوارنی ہے اور درست رکھنی ہے تو ایک مومن کے لیے مسلسل استغفار ضروری ہے اور سچی توبہ کے لیے محنت ضروری ہے۔ پس ہمیں اس طرف بہت توجہ کی ضرورت ہے۔ زنگ کو دور

کرنے اور اندھیروں کو مٹانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف ایک خاص کوشش سے قدم بڑھانے کی ضرورت ہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر نہیں ہوتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرنے کے لیے استغفار کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق عبادت بھی ضروری ہے۔

عبادت

توبہ کرنے کی طرف توجہ دلانے کے بعد اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں عبادت کی طرف توجہ دلائی ہے کہ عبادت کرنے والوں کو بشارت ہے۔ عبادت کے جو طریق خدا تعالیٰ نے ہمیں بتائے ہیں ان میں سب سے اہم نماز ہے۔ عورت گھر کی نگران ہونے کے لحاظ سے اپنی نمازوں کی حفاظت کے ساتھ ساتھ اپنے بچوں کی نمازوں کی حفاظت کی بھی نگران ہے اور اس کو کرنی چاہیے۔ عورتوں میں، ماؤں میں نمازوں کی عادت ہو، اس کا اہتمام ہو تو یہ چیز بچوں کو بچپن سے ہی نمازوں کی طرف توجہ دلانے والی ہوتی ہے۔ اور عموماً ایسی ماؤں کے بچے نمازی ہوتے ہیں اور ایسی عورتیں اور ایسی مائیں ایسے بچوں کو پروان چڑھا رہی ہوتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق اپنے مقصد پیدائش کو سمجھنے والے ہیں۔ بے شک ایک عمر کے بعد بچے باپ کے عمل سے بھی بہت متاثر ہوتے ہیں اور خاص طور پر لڑکے جو باپوں سے متاثر ہو رہے ہوتے ہیں اس

لیے میں کئی دفعہ کہہ چکا ہوں، پھر میں کہتا ہوں کہ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ باپ ذمہ دار نہیں ہے اور یہ صرف ماؤں کی ذمہ داری ہے۔ ماؤں کی انتہائی کوشش اور دعاؤں کے بعد اگر بچے باپوں کے عمل دیکھ کر بگڑتے ہیں تو ایسے باپ بھی اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں آئیں گے۔ لیکن اچھی تربیت کرنے والی مائیں، بچوں کو عبادت گزار بنانے کی کوشش کرنے والی مائیں کم از کم اپنی اس کوشش کی وجہ سے جو وہ بچوں کو خدا تعالیٰ کے قریب کرنے کے لیے کرتی ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت حاصل کرنے والی بن جائیں گی اور یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ باپوں کے عملوں کی وجہ سے بگڑنے والے بچے ایک وقت میں ماؤں کی دعاؤں اور تربیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف آنے والے بن جاتے ہیں، نیکیوں کے راستے کی طرف چل پڑتے ہیں۔

پس بے شک بعض ماؤں کے لیے بچوں اور خاص طور پر لڑکوں کی تربیت ایک خاص عمر کے بعد بہت بڑا چیلنج بن جاتی ہے لیکن ماؤں کو ہمت نہیں ہارنی چاہیے۔ اور پھر خاص طور پر لڑکیاں تو عموماً ماؤں کے زیرِ اثر ہوتی ہیں۔ اگر لڑکیاں بگڑ رہی ہیں تو یہ تو خالصتاً ماؤں کا قصور ہے۔ اگر لڑکیاں آزادی کی طرف جا رہی ہیں تو یہ خالصتاً ماؤں کا قصور ہے۔ اگر لڑکیاں یونیورسٹیوں میں جا کر غلط قسم کی دوستیاں لگانی شروع کر دیتی ہیں تو ماؤں کو فکر کرنی چاہیے اور دعائیں زیادہ کرنی چاہئیں۔ اگر ہماری لڑکیاں سنبھل جائیں جو ماشاء اللہ تعالیٰ

کے فضل سے اکثریت سنبھلی ہوئی ہے تو اگلی نسل کے سنبھلنے کے امکان زیادہ روشن ہو جاتے ہیں۔ جب عورتوں میں یہ احساس اور روح قائم رہے گی کہ ہم نے اگلی نسل کو خدا تعالیٰ کے ساتھ جوڑنے کی ذمہ داری اپنی تمام تر طاقتوں سے نبھانی ہے تو نسلوں میں دین قائم رہے گا۔ پس مردوں کے عمل سے عورتیں مایوس نہ ہوں۔ ان مُلکوں میں یہ بات بھی میرے سامنے آتی ہے کہ اگر مرد بگڑ رہے ہیں تو عورتیں بھی اپنی ذمہ داری صحیح رنگ میں نہیں نبھا رہیں۔ پس بعض عورتیں ایسی ہیں اور فکر کی بات یہ ہے کہ ان کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ پس عورتیں اپنے آپ کو دیکھیں اور دعائیں کریں۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا کریں تو اللہ تعالیٰ میں بڑی طاقتیں ہیں وہ ان کے مردوں کی بھی اصلاح کر دے گا اور اس دنیا میں بھی وہ جنت کو دیکھنے والی بن جائیں گی۔

حمد

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مومن کی یہ بھی نشانی ہے کہ وہ حمد کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد یہ تقاضا کرتی ہے کہ اس کی نعمتوں کی شکر گزار بنیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو بہتر حالات اور مالی بہتری مہیا فرمائی ہے اس کا شکر ادا کریں۔ جب حقیقی حمد کی طرف توجہ پیدا ہو گی تو یہ خیال دل میں مضبوط ہو گا کہ تعریف کے قابل صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی ذات ہے اور میرے حالات کی بہتری اگر

ہو سکتی ہے تو خدا تعالیٰ کے ساتھ جڑے رہنے سے ہو سکتی ہے اور ہوئی ہے اور اگر کبھی مشکلات اور تنگیوں کا سامنا کرنا بھی پڑے تو اللہ تعالیٰ کی حمد میں تب بھی کمی نہیں ہونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد میں کمی ناشکری کی طرف لے جاتی ہے اور ناشکری خدا تعالیٰ سے دور لے جاتی ہے۔ پس ہر ایک کو اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ بنتے ہوئے اس کی حمد کی طرف توجہ رکھنی چاہیے۔ بعض دفعہ بعض نوجوان لڑکیوں میں یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ ہم نے دعا بھی کی، کسی کام کے حصول کے لیے محنت بھی کی، اللہ تعالیٰ کی حمد بھی کی لیکن ہماری منشا کے مطابق، ہماری خواہش کے مطابق ہمیں نتیجہ نہیں ملا اور اس کے نتیجے میں خدا تعالیٰ سے دور جانا شروع ہو جاتی ہیں اور یہ لڑکوں میں بھی بہت بڑا مرض ہے۔ اگر یہ دماغ میں ہو کہ صرف اس دنیا پر ہی ہمیں نظر نہیں رکھنی بلکہ مرنے کے بعد کی زندگی بھی ایک زندگی ہے جیسا کہ ابھی نظم میں بھی آپ نے بڑی تفصیل سنی اور اللہ تعالیٰ کے انعامات بڑے وسیع ہیں تو اللہ تعالیٰ کی حمد کی طرف ہمیشہ توجہ رہے گی اور انسان پھر اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بنا رہے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے کہ اگر تم شکر گزار ہو گے تو میں ان نعمتوں کو اور بڑھاؤں گا۔ پس ہر حالت میں حمد اور اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری ایک مومن مرد اور عورت کا خاصہ ہونی چاہیے۔

صبر

پس ہمیشہ ہر مومن کو یہ بات اپنے پیش نظر رکھنی چاہیے کہ یہ انعامات بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کی وجہ سے ہیں نہ کہ میری کسی خوبی کی وجہ سے۔ اور اگر کوئی عارضی مشکل بھی پڑتی ہے تو پھر بھی مَیں نے اللہ تعالیٰ کا دامن نہیں چھوڑنا اور نہ اپنے بچوں کے سامنے کبھی اس قسم کا اظہار کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور حمد کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ ہمیشہ اور ہر حال میں ایک مومن کو صبر اور برداشت کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ جو مستقل مزاجی سے اللہ تعالیٰ کا دامن پکڑے رکھے تو پھر اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں پر فضل بھی فرما دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے ہمیں بشارت بھی دی ہے۔ یہ خوشخبری بھی دے رہا ہے کہ اگر تم مستقل مزاجی سے قائم رہو گے تو تمہیں بشارت ہو۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں سفر

پھر یہاں مومن کی ایک خصوصیت یہ بتائی گئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں سفر کرنے والے ہیں۔ آپ میں سے اکثر جو یہاں آئی ہیں یا مرد ہیں جو یہاں آئے ہیں وہ اس لیے آئے ہیں کہ ان کے ملک میں ان پر حالات تنگ کیے گئے اور ہجرت کرنی پڑی اور ان ممالک میں پناہ لینی پڑی۔ پس اس لحاظ سے آپ

کے سفر بھی خدا کی راہ میں سفر ہیں۔ اپنے دین کو بچانے کے لیے ہیں یا دین کی وجہ سے زندگیوں کو بچانے کے لیے آپ نے یہ سفر کیے ہیں۔ اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جن میں کوئی ایسی قابلیت نہیں ہے جس کی وجہ سے وہ کہہ سکیں کہ ہم ان ملکوں میں آئے ہیں اور اپنی کسی قابلیت کی وجہ سے ہماری ہجرت ہے۔ پس جب ہجرت اس نام پر کی ہے کہ ہمیں مذہبی آزادی حاصل ہو اور ہم خدا تعالیٰ کا حق ادا کر سکیں تو پھر خدا تعالیٰ کی باتوں کو ماننا بھی ضروری ہے اور یہاں آ کر جو مالی بہتری اور اکثر کو کشادگی پیدا ہوئی ہے، وسعت پیدا ہوئی ہے وہ مزید اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرنے والے بنیں۔

پس اگر آپ اپنے دلوں کو ٹٹولیں اور حقیقت پر بنیاد رکھیں تو اکثریت اس بات کی گواہی دے گی کہ آپ کے سونے کے کڑے اور زیور اور بُندے اور لاکٹ اور گھر اور اچھے کپڑے اور کاریں یہ سب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں سفر کرنے اور اپنے دین کو بچانے کی وجہ سے انعام دیا ہے۔ یہاں اکثر کے بچے پڑھ لکھ گئے ہیں۔ اگر پاکستان میں رہتے تو شاید اکثریت کو اس طرح پڑھنے کا موقع نہ ملتا اور خاص طور پر لڑکیوں کو تو اس وسیع طور پر بالکل موقع نہ ملتا جو یہاں ان کے پڑھنے کے انتظام ہیں۔ اور آج بہت ساری لڑکیوں نے میڈل لیے ہیں، یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ پس نوجوانوں کو بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ان کے والدین جو دین کی وجہ سے ہجرت کر کے ان ملکوں

میں آئے ہیں یہ ان پر ذمہ داری ڈالتے ہیں کہ اپنے خدا کی عبادت اور اس کی حمد اور اس سے تعلق میں مضبوط تر ہوں نہ کہ دنیاوی خواہشات کو پورا کرنے، مختلف برائیوں میں ملوث ہونے کی وجہ سے خدا تعالیٰ کو بھول جائیں۔ یہاں کے ماحول سے متاثر ہو کر آزادی کی طرف چلی جائیں۔ پس یہاں آنے والوں اور ان کی اولادوں کو بھی اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوتے ہوئے اس کے آگے جھکتے چلے جانا چاہیے جس نے اپنی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو خوشخبری دینے کے وعدے کیے ہیں اور باوجود آپ کی بہت سی کمزوریوں کے انھی وعدوں کو پورا بھی کیا ہے۔

غلط بیانی سے ہمیشہ بچیں اور کام کریں

پھر بہت سے ایسے لوگ ہیں جو یہاں حکومت پر بوجھ ہیں اس کے باوجود آپ کو حکومت اس لیے برداشت کر رہی ہے کہ آپ دین کی خاطر ہجرت کر کے آئے ہیں۔ پس سوچیں اور غور کریں کہ کیا ان تمام انعامات پر اللہ تعالیٰ کا حق ادا کر رہے ہیں؟ یہاں چند سال رہ کر بھول جاتے ہیں کہ اگر پاکستان میں جماعت کے حالات خراب نہ ہوتے تو یہاں کی حکومتیں آپ کو ایک منٹ بھی یہاں ٹکنے نہ دیتیں۔ اب بھی بعض سرکاری حکّام یا جج جو مسلمانوں کے خلاف بُغض رکھتے ہیں یا ان پر مسلمانوں کا غلط تاثر قائم ہو گیا ہے۔ وہ غلط تاثر بعض

مسلمانوں کے عمل کی وجہ سے بھی ہوا ہے تو مسلمانوں ہی کی غلطی ہے کہ اس عمل کی وجہ سے غلط تاثر قائم ہوا ہے۔ اسائلم کیسز منظور نہیں کرتے اور پھر اکثریت جب اپیل میں جاتی ہے اور ملک کے قانون کے مطابق جو ہمارے خلاف وہاں قانون ہے اپنے حالات بتاتی ہے تو متعلقہ محکمے یہاں رہنے کی منظوری دے دیتے ہیں۔ یہ یورپ کے بہت سارے ملکوں میں، جرمنی میں بھی ہو رہا ہے۔ پس انسان کو ہمیشہ شکر گزار ہونا چاہیے اور کبھی احسان فراموش نہیں ہونا چاہیے۔ یہاں کی حکومتوں کے جہاں شکر گزار ہوں وہاں یہ بھی یاد رکھیں کہ یہ شکر گزاری اس طرح ہونی چاہیے کہ حکومت سے غلط بیانی کر کے امداد لینے سے ہمیشہ بچیں اور یہاں آ کے کوئی کام تلاش کریں۔ بجائے مدد لینے کے کام تلاش کر کے حکومتوں پر بوجھ بننے سے اپنے آپ کو بچائیں۔ صدقے کھانے کے بجائے دینے والا ہاتھ بنیں اور اس کے ساتھ ہی وہاں سب آنے والوں پر یہ بھی فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کریں کہ اس نے یہاں آ کر رہنے کے سامان پیدا فرمائے اور مالی کشائش عطا فرمائی۔

بے وفائی نہ کریں

بعض لڑکے اور لڑکیاں یہاں شادی کر کے آتے ہیں اور پھر چند دن بعد طلاق اور خلع کے جھگڑوں میں پڑ جاتے ہیں۔ بعض تو آتے ہی اس نیت سے ہیں۔ شروع سے ہی لگ رہا ہوتا ہے کہ یہاں ویزا لگ جائے گا تو پھر جو مرضی ہے کریں گے۔ ان کے سفر خدا تعالیٰ کی راہ میں نہیں ہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی راہ میں سفر کے نام پر یہ دھوکا ہے اور اللہ تعالیٰ کو دھوکا نہیں دیا جا سکتا۔ ایسے لوگ جو ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشخبری کے بجائے اس کی ناراضگی کا مورد بنیں گے۔ اس دنیا میں چند سال شاید اس دھوکے کی وجہ سے اچھے گزر جائیں لیکن ہمیشہ یاد رکھیں کہ نیتوں کا حال اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور مرنے کے بعد اس کی پکڑ میں ہم آسکتے ہیں۔ بعض کہہ دیں گے کہ ہماری نیت یہ نہیں تھی۔ ٹھیک ہے مجھے دلوں کے حال کا نہیں پتا۔ لیکن خدا تعالیٰ دلوں کا حال جانتا ہے۔ اگر نیت نیک نہیں تھی تو ضرور وہ پکڑ سکتا ہے اور پھر ایسوں کو بشارت نہیں دیتا۔ پس ایسے مردوں اور عورتوں کو بھی اپنے جائزے لیتے رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو دنیا اور آخرت میں حاصل کرنے والا بننا ہے تو اپنے اندر بھی اور اپنی اولاد کے اندر بھی یہ احساس پیدا کریں کہ ہمارے سفر دین کی وجہ سے ہیں اور یہ اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ ہم پہلے سے بڑھ کر اپنے آپ کو جماعت سے جوڑیں اور اللہ تعالیٰ کے احکامات پر پہلے سے بڑھ کر عمل کریں اور کبھی بے

وفائی نہ کریں تو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث آپ کی نسلیں بھی بنتی چلی جائیں گی۔

ہر حکم پر لبیک کہنا

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مومن خوشخبریاں پانے والے ہیں۔ وہ رکوع و سجود کرنے والے ہیں۔ عبادت کے ذکر میں اس بارے میں کچھ وضاحت آ گئی تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ رکوع اور سجود کی طرف مومن کو توجہ دلاتا ہے یعنی عبادتیں ایسی ہوں جو صرف ظاہری اظہار نہ ہوں بلکہ اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے لیے اپنی زندگیوں کو صَرف کرنے والے ہوں۔ یہ حقیقی رکوع و سجود ہیں اس کے ہر حکم پر لبیک کہنے والے ہوں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سجدے کی حالت وہ ہے کہ جب انسان خدا تعالیٰ کے قریب ترین ہوتا ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الصلاۃ باب مایقول فی الرکوع والسجود حدیث (482))

پس ظاہری طور پر بھی نمازوں میں ایسے سجدے ہوں جو دنیا سے کٹ کر سجدے ہوں اور خالص طور پر اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنے والے سجدے ہوں۔ پس ایسے رکوع اور سجدے ہم میں سے ہر ایک کو کرنے چاہئیں۔

نیک باتوں کا حکم

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مومنین کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ وہ نیک باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بُری باتوں سے روکتے ہیں۔ اگر ہمارے مرد اور ہماری عورتیں اس بات کی حقیقت کو سمجھ کر اس پر عمل کرنے والے ہوں تو ہمارے گھر بھی جنت کا نمونہ بن جائیں اور ہم معاشرے میں بھی اسلام کا حقیقی پیغام پہنچا کر اسلام کے خلاف تحفظات کو دور کرنے والے ہوں۔ پس ہر ایک کو اپنا جائزہ لینا چاہیے کہ کس حد تک ہم اس پر عمل کر رہے ہیں۔ مرد یہ نہ سمجھیں کہ یہ صرف عورت کی ذمہ داری ہے کہ نیکی کی تلقین کرے اور برائیوں سے روکے بلکہ مردوں کی بہت بڑھ کر ذمہ داری ہے اور آج میں عورتوں میں خطاب کرتے ہوئے مردوں کو بھی یہ پیغام دیتا ہوں کہ جب تک وہ عورتوں کی مدد نہیں کریں گے اور نیکیوں کے کرنے اور برائیوں سے روکنے کے اپنے عملی نمونے نہیں دکھائیں گے آپ کی نئی نسل کی رُکنے کی ذمہ داری نہیں دی جاسکتی۔ اگر مردوں نے اپنا کردار ادا نہ کیا تو اس کی کوئی ضمانت نہیں دی جاسکتی کہ آپ کی نسلیں برائیوں سے رُکیں گی اور نیکیوں پر عمل بجالانے والی ہوں گی۔ عورتیں گھروں میں یہ نمونے قائم کریں اور مرد گھر اور باہر ہر جگہ یہ نمونے قائم کریں اور دنیاوی خواہشات کو پورا کرنے کے بجائے دین کو مقدم کریں تو پھر دیکھیں کہ آپ وہ نسل پروان چڑھائیں گے جو اس آزاد دنیا میں

رہنے کے باوجود دین کو دنیا پر مقدم کرنے والی ہو گی، صرف عہدوں میں نعرے لگانے والی نہیں ہو گی۔

مشترکہ کوشش

نئی نسل میں یہاں کے ماحول کی وجہ سے نیکی اور برائی کا اسلامی تصور کم ہو رہا ہے۔ اس ماحول کے بداثرات سے اگر اپنی نئی نسلوں کو بچانا ہے تو پھر دونوں کو مل کر ایک مشترکہ کوشش کرنی ہو گی جو نیکیوں کے پھیلانے کے لیے ہو اور برائیوں سے روکنے کے لیے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جو احکام دیے ہیں، جن باتوں کو کرنے کا حکم دیا ہے اور جن باتوں سے رکنے کا حکم دیا ہے ان کو تلاش کریں اور ان کو تلاش کر کے اس پر پھر عمل کی ضرورت ہے۔ اگر ہر گھر اس سوچ کے ساتھ یہ کوشش کرے کہ دنیا کے بداثرات سے ہم نے اپنی نسلوں کو بچانا ہے تو تبھی ہم نسلوں کو سنبھال سکتے ہیں، تبھی ہم اپنی اولادوں کو سنبھال سکتے ہیں۔ دین اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کے خلاف دنیا والے اپنی بھرپور کوشش کر رہے ہیں ایسے میں ہماری ذمہ داری ہے کہ اس کا توڑ کریں۔ سکولوں میں بچوں کو آزادی کے نام پر غلط قسم کی باتیں بتائی جاتی ہیں اس کا توڑ اور ردّ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ جب مائیں پہلے خود اللہ تعالیٰ کی تعلیم کے مطابق نیکی اور بدی کا علم حاصل کریں اور پھر بچوں کو ان برائیوں کے بارے

میں بتائیں۔ اسی طرح یہ باپوں کا بھی کام ہے۔ معاشرے کی برائیوں کے بارے میں کھل کر اپنے بچوں کو بتانے کی ضرورت ہے۔ اگر نسلوں کو سنبھالنا ہے تو اس بارے میں اب شرمانے کی ضرورت کوئی نہیں ورنہ یہ نسلیں دین سے دور چلی جائیں گی۔ جس دین کو بچانے کے لیے آپ نے ہجرت کی تھی وہ دنیا کی رنگینیوں کی وجہ سے ہماری نسلوں کے دلوں سے نکل جائے گا۔ پس یہاں رہنے والے ہر احمدی کے لیے بڑے خوف اور فکر کا مقام ہے۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی

نیکی کی تلقین نسلوں کو اچھا شہری بنانے کے لیے کریں۔ انہیں بتائیں کہ بعض ایسی باتیں جو قانوناً یہاں جائز ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں بُری ہیں اور ایک مومن کو اس سے بچنا چاہیے۔ ہاں ملک و قوم کی خدمت کا یہ تقاضا ہے کہ ہر احمدی کو اعلیٰ اخلاق کا حامل ہونا چاہیے۔ خدمت انسانیت کے لیے ہر احمدی کو صفِ اول میں ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے ہر شخص کو بچانے کے لیے ہر احمدی کو کوشش کرنی چاہیے اور اس کے لیے تبلیغی میدان میں آگے بڑھیں اور یہی ملک و قوم کی حقیقی خدمت ہے جو ایک احمدی کر سکتا ہے نہ کہ انسانوں کے بنائے ہوئے آزادی کے نام پر فحاشی پھیلانے والے قوانین پر عمل کر کے۔ اللہ تعالیٰ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی تعلیم دیتا ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کے

قوانین کی حدود ہیں اور جس طرح اللہ تعالیٰ ہمیں ان حقوق کی ادائیگی کی تلقین کرتا ہے وہی حقیقت میں انسانیت کی قدریں قائم کرنے کے اور انسانیت کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے کی ضمانت ہیں۔

پس ایک احمدی ماں جو آج بچوں کی ماں ہے یا مستقبل میں بچوں کی ماں بننے والی ہے اس کا یہ فرض ہے کہ اپنی گود سے ہی اگلی نسلوں میں اللہ تعالیٰ کی حدود کا ادراک پیدا کریں۔ اس کے لیے کوشش کریں، ان کے لیے دعائیں کریں اور احمدی باپوں کا کام ہے کہ اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ اپنی بیویوں کا ہاتھ بٹائیں ورنہ آپ سب کے عہد کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے جھوٹ اور زبانی دعوے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان عہدوں کے پورا نہ کرنے کے بارے میں پھر ضرور پوچھے گا۔ پس اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھتے ہوئے ہم سب کو اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہم نے جو عہد بیعت کیا ہے اسے پورا کرنے کی ہمیں کوشش کرنی چاہیے۔ **حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم سے کیا چاہتے ہیں۔** ایک موقعے پر آپؑ نے فرمایا کہ

''خدا ایک پیارا خزانہ ہے اس کی قدر کرو کہ وہ تمہارے ہر ایک قدم میں تمہارا مددگار ہے۔ تم بغیر اس کے کچھ بھی نہیں اور نہ تمہارے اسباب اور تدبیریں کچھ چیز ہیں۔'' پھر آپؑ فرماتے ہیں ''... خبردار!!! تم غیر قوموں کو دیکھ

کر ان کی رِیس مت کرو کہ انہوں نے دنیا کے منصوبوں میں بہت ترقی کر لی ہے۔ آؤ ہم بھی انہی کے قدم پر چلیں" (یہ نہ سوچو) "سنو اور سمجھو کہ وہ اس خدا سے سخت بیگانہ اور غافل ہیں جو تمہیں اپنی طرف بلاتا ہے۔" وہ تو خدا سے غافل ہو چکے ہیں جو تمہیں اپنی طرف بلا رہا ہے اور جس کی خاطر تم نے مسیح موعود کو مانا ہے، اسلام قبول کیا ہے۔ فرمایا "...... میں تمہیں دنیا کے کسب اور حرفت سے نہیں روکتا" کام اور حرفت وغیرہ ہیں، کام ہیں، نوکری ہے، دکانداری ہے، تجارت ہے، صنعت ہے، اس سے آپؑ نے فرمایا میں نہیں روکتا "مگر تم ان لوگوں کے پیرَو مت بنو جنہوں نے سب کچھ دنیا کو ہی سمجھ رکھا ہے۔ چاہیے کہ تمہارے ہر ایک کام میں خواہ دنیا کا ہو خواہ دین کا خدا سے طاقت اور توفیق مانگنے کا سلسلہ جاری رہے لیکن نہ صرف خشک ہونٹوں سے" یہ نہیں کہ منہ سے زبانی کہہ دیا اللہ تعالیٰ ہماری مدد کرے" بلکہ چاہیے کہ تمہارا سچ مچ یہ عقیدہ ہو کہ ہر ایک برکت آسمان سے ہی اترتی ہے۔ تم راستباز اس وقت بنو گے جبکہ تم ایسے ہو جاؤ کہ ہر ایک کام کے وقت، ہر ایک مشکل کے وقت قبل اس کے جو تم کوئی تدبیر کرو۔ اپنا دروازہ بند کرو اور خدا کے آستانہ پر گرو۔" اپنی تدبیریں جو دنیاوی تدبیریں ہیں ان کے لیے پلاننگ کرو لیکن اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور جھکو۔ سجدے کرو اور رکوع کرو اور نمازیں پڑھو اور دعائیں کرو "کہ ہمیں یہ مشکل پیش ہے۔ اپنے فضل سے مشکل کشائی فرما۔ تب روح

القدس تمہاری مدد کرے گی اور غیب سے کوئی راہ تمہارے لیے کھولی جائے گی۔ اپنی جانوں پر رحم کرو۔ اور جو لوگ خدا سے بکلی علاقہ توڑ چکے ہیں اور ہمہ تن اسباب پر گر گئے ہیں۔ یہاں تک کہ طاقت مانگنے کے لیے وہ منہ سے ان شاء اللہ بھی نہیں نکالتے۔ ان کے پیرو مت بن جاؤ۔ خدا تمہاری آنکھیں کھولے تا تمہیں معلوم ہو کہ تمہارا خدا تمہاری تمام تدابیر کا شہتیر ہے۔ اگر شہتیر گر جائے تو کیا کڑیاں اپنی چھت پر قائم رہ سکتی ہیں؟" تمہاری تدبیریں جو ہیں، تمہاری کوششیں ہیں، وہ اگر کامیاب ہو سکتی ہیں یا کھڑی رہ سکتی ہیں یا تمہیں بچا سکتی ہیں تو صرف خدا تعالیٰ کے فضل سے۔ اس لیے خدا تعالیٰ کے آگے جھکو، وہی شہتیر ہے، ایک بیم (beam) ہے۔ اگر گھر کا بیم گر جاتا ہے تو کمرہ بھی نیچے جا پڑتا ہے، گھر بھی نیچے آ پڑتا ہے۔ فرمایا کہ "اگر شہتیر گر جائے تو کیا کڑیاں اپنی چھت پر قائم رہ سکتی ہیں؟ نہیں بلکہ یک دفعہ گریں گی اور احتمال ہے کہ ان سے کئی خون بھی ہو جائیں۔ اسی طرح تمہاری تدابیر بغیر خدا کی مدد کے قائم نہیں رہ سکتیں۔ اگر تم اس سے مدد نہیں مانگو گے اور اس سے طاقت مانگنا اپنا اصول نہیں ٹھہراؤ گے تو تمہیں کوئی کامیابی حاصل نہیں ہو گی۔ آخر بڑی حسرت سے مرو گے۔ یہ مت خیال کرو کہ پھر دوسری قومیں کیونکر کامیاب ہو رہی ہیں" ان ملکوں کی ترقی یافتہ یہ نام نہاد آزاد قومیں، غیر مذہب لوگ جو ہیں کیوں کامیاب ہو رہے ہیں؟" حالانکہ وہ اس خدا کو جانتی بھی نہیں جو تمہارا کامل اور قادر خدا

ہے؟ اس کا جواب یہی ہے کہ وہ خدا کو چھوڑنے کی وجہ سے دنیا کے امتحان میں ڈالی گئی ہیں۔ خدا کا امتحان کبھی اس رنگ میں ہوتا ہے کہ جو شخص اسے چھوڑتا ہے اور دنیا کی مستیوں اور لذتوں سے دل لگاتا ہے اور دنیا کی دولتوں کا خواہش مند ہوتا ہے تو دنیا کے دروازے اس پر کھولے جاتے ہیں اور دین کے رو سے وہ نرا مفلس اور ننگا ہوتا ہے اور آخر دنیا کے خیالات میں ہی مرتا اور ابدی جہنم میں ڈالا جاتا ہے۔ اور کبھی اس رنگ میں بھی امتحان ہوتا ہے کہ دنیا سے بھی نامراد رکھا جاتا ہے۔"

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 22 تا 24)

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی باتوں کو سمجھنے والے ہوں۔ اس پر عمل کرنے والے ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کا حق ادا کرنے والے ہوں۔ اس دنیا کی لغویات اور بیہودگیوں سے بچنے والے ہوں اور اپنی نسلوں کو بچانے والے ہوں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مان کر ہم نے جو عہد کیا ہے اس عہد کو پورا کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ اب دعا کر لیں۔

(مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 21 جنوری 2020)

☆☆☆

جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ برطانیہ 2019ء کے موقع پر
مستورات کے اجلاس سے
سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح
الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا
بصیرت افروز خطاب

(فرمودہ 03/ اگست 2019ء بروز ہفتہ بمقام حدیقۃ المہدی (جلسہ گاہ) آلٹن ہمپشئر۔ یوکے)

- دینی تعلیم سے دوری
- جلسہ پر آنے کا مقصد
- دنیا عارضی ہے۔ اس کو مقصود بالذات نہ بناؤ
- اپنی حالتوں میں پاک تبدیلیاں پیدا کرنے کی ضرورت ہے
- مال اور اولاد کو فخر کا باعث نہ سمجھو
- حقیقی مسلمان لڑکی اور لڑکے کے تقویٰ کا معیار
- حیاء ایمان کا حصہ ہے
- دینی احکامات پر عمل کرنے کی ضرورت
- ایمان تقویٰ کے بغیر ترقی نہیں کر سکتا

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ - بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ - اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ - مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ - اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ - اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ - صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ -

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِى الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ؕ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ؕ وَفِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۲۱﴾

(الحدید21)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾

(الحشر19)

یہ دو آیتیں میں نے تلاوت کی ہیں سورۃ الحدید کی اور حشر کی۔ پہلی آیت کا ترجمہ ہے کہ

اے لوگو! جان لو کہ دنیا کی زندگی محض ایک کھیل ہے اور دل بہلاوا ہے اور زینت حاصل کرنے اور آپس میں فخر کرنے اور ایک دوسرے پر مال اور اولاد میں بڑائی جتانے کا ذریعہ ہے۔ اس کی حالت بادل سے پیدا ہونے والی کھیتی کی سی ہے جس کا اگنا زمیندار کو بہت پسند آتا ہے اور وہ خوب لہلہاتی ہے مگر آخر تُو اس کو زرد حالت میں دیکھتا ہے۔ پھر اس کے بعد وہ گلا ہوا چُورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں ایسے دنیا داروں کے لیے سخت عذاب مقرر ہے۔ اور بعض کے لیے اللہ کی طرف سے مغفرت اور رضائے الٰہی مقرر ہے اور ورلی زندگی صرف ایک دھوکے کا فائدہ ہے۔

اور دوسری آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ

اے مومنو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور چاہیے کہ ہر جان اس بات پر نظر رکھے کہ اس نے کل کے لیے آگے کیا بھیجا ہے اور تم سب اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اللہ تمہارے اعمال سے خوب باخبر ہے۔

میں اپنی باتیں، اصل موضوع شروع کرنے سے پہلے یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ مجھے رپورٹ ملی ہے کہ یہاں بعض عورتیں تقریروں کے دوران بہت زیادہ باتیں کرتی رہتی ہیں۔ خاص طور پر جو کرسیوں پر بیٹھی ہوئی ہیں ان کو احتیاط کرنی چاہیے۔ کرسیوں پر بیٹھنے کا مطلب یہ نہیں کہ آپ کو آزادی ہے کہ

جس طرح چاہیں اس طرح یہاں بیٹھیں اور باتیں کرتی رہیں۔ اس لیے آئندہ سے احتیاط کریں۔

دینی تعلیم سے دوری

آج دنیا اس قدر مادیت میں گھر چکی ہے کہ دین کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ دنیا کے عمومی اعداد و شمار ہمیں بتاتے ہیں کہ ان ترقی یافتہ ممالک میں بیس پچیس فیصد سے زیادہ لوگ نہیں ہیں جو اپنے آپ کو دین سے منسوب کرتے ہیں اور جو دین سے منسوب کرتے بھی ہیں وہ بھی عملاً دین پر عمل کرنے والے نہیں ہیں۔ بڑی تیزی سے نہ صرف خدا تعالیٰ سے دور جا رہے ہیں بلکہ دین سے دور جا رہے ہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے وجود کے ہی انکاری ہیں۔ صرف اور صرف دنیا ان کا مطمح نظر ہے اور مسلم دنیا جو ہے اگر ہم اسے دیکھیں تو ان کی اکثریت بھی دینی تعلیم سے دور ہے، بدعات میں گھری ہوئی ہے۔ کہنے کو تو مسلمان ہیں اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی ایک موقعے پر فرمایا ہے کہ بڑے زور سے یہ کہتے ہیں کہ الحمد للہ ہم مسلمان ہیں لیکن عمل نہیں ہیں۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 3 صفحہ 371)

آپ علیہ السلام کے زمانے سے اگر آج کا مقابلہ اور موازنہ کیا جائے تو اَور بھی بری حالت ہو چکی ہے۔ اسلامی اخلاق اور تعلیمات سے دور جا چکے ہیں لیکن احمدیت کی مخالفت کا معاملہ آئے تو کٹ مرنے اور جانیں قربان کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ پس جہاں اسلام ہے تو فقط احمدیت کی مخالفت کا نام اسلام ہے اور نام نہاد علماء جن کی اپنی زندگیاں ہی ہر قسم کے گند سے ملوث ہیں اور جس کا اظہار مختلف میڈیا کے ذرائع سے بھی ہوتا رہتا ہے وہ ان کے لیڈر ہیں۔ لیکن بہرحال ہمیں اس سے غرض نہیں ہے کہ یہ کیا کر رہے ہیں لیکن ہمیں اس بات سے ضرور غرض ہے اور ہونی چاہیے کہ دنیا کو آگ میں گرنے سے بچائیں، دنیا کو اللہ تعالیٰ کے قرب کے راستے دکھائیں لیکن اس کے لیے یہ دیکھنا ہو گا کہ کیا ہم اپنے آپ کو اس کے لیے تیار پاتے ہیں؟ کیا ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے کے بعد اپنے اندر وہ پاک تبدیلیاں پیدا کی ہیں جو ہمیں اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے والا بنا رہی ہیں؟ کیا ہمارے عمل اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے والے ہیں یا ہم بھی باوجود اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ منسوب کرنے کے دنیا کے لہو ولعب، کھیل کود اور دل بہلاووں اور بدعات کو دین پر ترجیح دے رہے ہیں۔

جلسہ پر آنے کا مقصد

آج ہم یہاں اس لیے جمع ہیں اور جلسے پے ہر سال جمع ہوتے ہیں کہ اپنی روحانی علمی اور اخلاقی حالتوں کو درست کریں۔ تو کیا ہم اس مقصد کے لیے یہاں جمع ہیں یا جلسے کے نام پر ایک سوشل gathering کے لیے جمع ہوئے ہیں؟ کیا ہم عورتیں بھی اور مرد بھی اس جلسے میں اس ارادے اور عہد کے ساتھ آئے ہیں کہ ہم نے اپنے اندر ان دنوں میں پاک تبدیلیاں پیدا کرنی ہیں اور انہیں پھر اپنی زندگی کا حصہ بنانا ہے یا صرف اپنے کپڑے اور زیور دکھانے کے لیے ہم یہاں موجود ہیں یا مرد صرف مجلسیں جمانے کے لیے یہاں موجود ہیں۔ اگر تو ہم مثبت سوچیں رکھتے ہیں اور اس کے لیے بھرپور کوشش کر رہے ہیں اور کرتے ہیں یا کرنے کا ارادہ بھی رکھتے ہیں تو پھر تو ہم ان لوگوں میں شمار ہو سکتے ہیں جو دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہیں ورنہ ہماری حالت بھی ان ہی لوگوں کی طرح ہے جو اس زندگی کو ہی سب کچھ سمجھ بیٹھے ہیں۔

دنیا عارضی ہے۔ اس کو مقصود بالذات نہ بناؤ

یہ آیات جو میں نے تلاوت کی ہیں ان میں خدا تعالیٰ اس مضمون کو بیان فرماتا ہے کہ دنیا عارضی ہے۔ اس کو مقصود بالذات نہ بناؤ۔ اس کو اپنی زندگی کا مقصد نہ بناؤ۔ اسی کو سب کچھ نہ سمجھو۔ یہ تو دنیاداروں کا کام ہے جو دنیا کی

چکا چوند کو سب کچھ سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا ہے کہ دنیا کی زندگی محض ایک کھیل کود ہے، دل بہلاوے کے سامان ہیں۔ کیا ایک عقل مند انسان اس بات کو پسند کر سکتا ہے کہ وہ سارا دن لہو و لعب اور کھیل کود میں مصروف رہے اور کوئی کام نہ کرے۔ ہاں عارضی طور پر ہم اپنے اصل کاموں سے فارغ ہو کر ضرور کچھ وقت کھیل اور دوسرے مشاغل کر لیتے ہیں جو دماغی اور جسمانی صحت کو قائم رکھنے کے لیے ہیں۔ اور دنیا دار بھی یہ کرتے ہیں لیکن ایک دنیا دار انسان بھی کبھی ہر وقت کھیل کود اور تفریح میں مشغول نہیں رہے گا۔ اگر کھیل کود اور تفریح کے سامانوں میں مصروف رہے گا تو اپنی زندگی برباد کرے گا۔ گھر میں فساد ہو گا، بھوکا مرے گا۔ کئی عورتیں مجھے لکھتی ہیں کہ ہمارے خاوند سارا دن ٹی وی یا انٹرنیٹ پر بیٹھے فضول اور لغو پروگرام دیکھتے رہتے ہیں یا باہر پھر پھرا کر دوستوں میں بیٹھ کر آ جاتے ہیں کیونکہ یہاں حکومتوں کی طرف سے ان کو سوشل ہیلپ مل جاتی ہے۔ بیماری کے نام پر کچھ مل گیا، بڑھاپے کے نام پر کچھ مل گیا یا بڑھاپے سے پہلے ہی جوانی میں ہی چھوٹی موٹی چوٹیں لگیں تو اس کے نام پر مل گیا اور اس چیز نے ان کو سست بھی کر دیا ہے اور وقت ضائع کرنے لگ گئے ہیں۔ اور پھر اگر وقت ہے تو بجائے اس کے کہ دین کو دیں۔ اِدھر اُدھر کے فضول قسم کے پروگرام دیکھنے اور گپیں مارنے میں گزار دیتے ہیں۔ عورتوں کی طرف سے باقاعدہ بعض شکایتیں آتی ہیں کہ کوئی باقاعدہ کام نہیں کرتے۔

اس وجہ سے گھر میں ہر وقت فساد پڑا رہتا ہے۔ لیکن بہت کم ہیں جو یہ لکھیں کہ ہمارے خاوند دنیا داری میں پڑے رہتے ہیں۔ ان کا کام یا دنیا کمانا ہے یا فضول قسم کی تفریحی مصروفیات ہیں اور نماز قرآن کی طرف توجہ نہیں ہے۔ کہنے کو تو یہ مرد احمدی کہلاتے ہیں۔ کبھی ضرورت پڑے تو ڈیوٹیاں بھی دے دیتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے تعلق کا خانہ خالی ہے یا وہ توجہ نہیں ہے جو ایک احمدی کو ہونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک مومن مرد اور عورت کے نیکیوں کے معیار دنیا داروں سے مختلف ہونے چاہئیں۔ صرف ظاہری کھیل کود اور ٹی وی اور انٹرنیٹ وغیرہ ہی کے پروگراموں کو یا دوستوں میں بیٹھ کر گپیں مارنے کو ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لہو و لعب نہ سمجھو کہ یہ کھیل کود میں پڑ گئے ہو بلکہ تمہارا صرف اور صرف دنیا کی فکر کرنا، دنیا کے کمانے میں ہی مصروف رہنا، دین کی طرف توجہ نہ دینا یہ بھی لہو و لعب ہے۔ اپنے کمانے میں اتنا محو ہو جانا کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق اور اپنی عبادت کو ہی بھول جاؤ تو یہ ساری چیزیں ایسی ہی ہیں جیسے کہ لہو و لعب۔ پس ہم احمدیوں کو مرد ہوں اور چاہے عورتیں ہوں ہوش کرنی چاہیے، خدا تعالیٰ کے حق ادا کرنے کی طرف توجہ دینی چاہیے۔ جیسا کہ کل بھی افتتاحی تقریب میں میں نے ذکر کیا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ میرے ساتھ اگر بیعت کا اقرار ہے تو پھر اپنے عمل اس تعلیم کے مطابق بناؤ جو خدا تعالیٰ نے ایک مومن کے لیے بیان فرمائی ہے ورنہ

بیعت کا دعویٰ صرف دعویٰ ہے۔ اس پر عمل نہ کر کے پھر اللہ تعالیٰ سے شکوہ نہ کرو کہ ہم نے دعائیں بھی بہت کیں، ہماری دعائیں قبول نہیں ہوئیں۔

اپنی حالتوں میں پاک تبدیلیاں پیدا کرنے کی ضرورت ہے

پس مردوں اور عورتوں دونوں کو اپنی حالتوں میں پاک تبدیلیاں پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ مردوں کو جب بھی کبھی موقع ملے یا میں نے پوچھا کہ تم دنیا میں اتنے پڑے ہوئے ہو اور دین کو بھول رہے ہو، بعض عورتیں شکایت بھی کرتی ہیں تو بعض مردوں کے یہ جواب ہوتے ہیں کہ ہماری بیوی کے مطالبات بہت زیادہ ہیں اور اس وجہ سے گھر میں ہر وقت جھگڑا بھی رہتا ہے۔ تُو تُو مَیں مَیں ہوتی رہتی ہے۔ بچوں پر بھی اس کا بُرا اثر پڑ رہا ہے اس لیے ہمیں زیادہ کام کرنا پڑتا ہے اور اس کام کی وجہ سے، مصروفیت کی وجہ سے ہم عبادت کی طرف، اللہ تعالیٰ کے حق ادا کرنے کی طرف توجہ نہیں دے سکتے۔ اوّل تو یہ عذر ہی لغو اور فضول ہے کہ وہ خدا تعالیٰ جو رزق دینے والا ہے اس کا یہ وعدہ ہے کہ جو میری طرف آئے گا میں اس کو رزق بھی دوں گا۔ کل بھی میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اقتباسات پڑھے تھے۔ اس کو اس لیے بھول جائیں اور اس کا حق ادا نہ کریں کہ ہماری بیوی کی ڈیمانڈ بہت زیادہ ہے گویا کہ خدا تعالیٰ کے مقابلے پر بیوی کو لا رہے ہیں۔ ایسے مردوں اور عورتوں کو خدا تعالیٰ کا خوف کرنا چاہیے کہ یہ سوچ شرک کے برابر ہے۔ اور اگر ایسا شرک کرنا

ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے ڈریں۔ اور اگر مردوں کا الزام غلط ہے اور مجھے امید ہے کہ ایسے جواب دینے والوں کی بیویوں کی اکثریت کی یہ سوچ نہیں ہے جس طرح مرد جواب دیتے ہیں کہ وہ خدا کو بھول کر اپنی بیویوں کا خیال رکھیں اور جن عورتوں کے بارے میں واقعی یہ بات صحیح ہے تو پھر وہ یاد رکھیں کہ ایک احمدی عورت کا یہ مقام نہیں ہے۔ احمدی عورت کو تو خدا تعالیٰ کا خوف کرتے ہوئے اس داغ کو اپنے سے دھونا چاہیے۔ عورت اگر چاہے تو اس صحیح یا غلط الزام کی اصلاح کر سکتی ہے۔ عورت اپنے خاوند کو کہے کہ تم دین کو چھوڑ کر جو دنیا مجھے کما کر دینا چاہتے ہو مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ واضح کرے کہ یہ دنیا دار کا کام ہے کہ ایسی باتیں ہوں کہ فلاں رشتے دار کا گھر ایسا ہے تم بھی ایسا گھر بناؤ یا ہمارے پاس اعلیٰ قسم کی کار ہونی چاہیے یا مجھے بڑی شرمندگی ہوئی جب میں نے دیکھا کہ فلاں سہیلی شادی پر بہت اعلیٰ زیور پہن کر آئی ہوئی تھی اور میرے پاس معمولی زیور تھا یا فلاں عورت کا خاوند بھی تمہارے جیسا ہی ہے اور وہی کام کرتا ہے لیکن اس کی بیوی تو ڈیزائنر کے کپڑے پہنتی ہے۔ یہ لوگ جو یہ سب کچھ کرنے والے ہیں ان کے اندر خدا کا خوف نہیں ہوتا، ان کو غریب کا درد عموماً نہیں ہوتا اور ایک احمدی عورت یہ واضح کرے کہ میں ایسی خود غرض نہیں ہوں، واضح کرے کہ میری توجہ تو اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے کی طرف ہے

اور تم اللہ تعالیٰ کا حق ادا کر کے پھر جو تمہارے فرائض اور حقوق ہیں وہ ادا کرو۔

مال اور اولاد کو فخر کا باعث نہ سمجھو

پس ہر عورت کو یہ واضح کرنا چاہیے کہ ہمیں خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر یہ سب کچھ نہیں چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم مجھے بھول گئے، میرے احکامات کو بھول گئے تو اپنی زندگی کی حقیقت کو بھول گئے۔ سمجھتے ہو کہ دنیا کو پا کر ہم نے سب کچھ پا لیا حالانکہ تم نے کچھ بھی حاصل نہیں کیا بلکہ سب کچھ گنوا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے بڑی خوبصورت مثال سے ہمیں سمجھایا ہے۔ فرمایا ہے کہ مال اور اولاد کو فخر کا باعث نہ سمجھو۔ یہ تو صرف ظاہری زینت ہے اس کی مثال اس فصل کی طرح ہے جس کو بارش کا پانی خوب سرسبز کرتا ہے۔ بڑی خوبصورت لہلہاتی ہوئی فصل ہوتی ہے۔ پانی سے اس میں ظاہری طور پر بھی نکھار آتا ہے اور پھر یہ ایک موقعے پر آکر زرد ہو جاتی ہے۔ اور جب فائدے کا وقت آتا ہے تو اس پر گرم ہوا چلتی ہے اور اسے چورا چورا کر کے ہوا میں بکھیر دیتی ہے۔ انسان ہاتھ ملتا رہ جاتا ہے۔ اس کے ہاتھ کچھ بھی نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ پس تم لوگ جو اس زندگی کے سامان کو، خوبصورت گھروں کو، خوبصورت کاروں کو، اپنے بینک بیلنس کو، جائیدادوں کو، اولادوں کو بڑائی کا ذریعہ سمجھتے ہو ان چیزوں سے آخر میں تمہارے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں آئے گا۔ اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد یہ نہیں

پوچھے گا کہ کتنی جائیداد چھوڑی ہیں؟ کتنا مال چھوڑا ہے؟ کتنی اولاد چھوڑی ہے؟ پوچھے گا تو صرف یہ کہ تمہارے اعمال کیا تھے؟ کون کون سی پاک تبدیلیاں تم نے اپنے اندر پیدا کیں؟ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کیا؟ کیا تم نے اپنی اور اپنی اولاد کی عبادتوں کی حفاظت کے لیے کوشش کی؟ کیا تم نے اپنے خاوندوں کو کہا کہ مجھے تمہارے پیسے سے زیادہ تمہارا اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا کرنا پسند ہے؟ مجھے تمہارے لیے یہ پسند ہے کہ اپنے بچوں کے سامنے ایسا نمونہ بنو جو اللہ تعالیٰ کی طرف لے جانے والا ہو۔ اگر اس کا جواب ہاں میں ہے تو پھر یہ عورتیں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر کے دین و دنیا کی جنتوں کی وارث بن گئیں۔ اگر نہیں تو پھر ان گرم ہواؤں کے تھپیڑوں سے خوفزدہ ہونے کا مقام ہے جو اسی طرح جھلسا کر ریزہ ریزہ کر دیتی ہیں جس طرح فصلوں کو ریزہ ریزہ کر دیتی ہیں۔

مردوں کو یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ یہ باتیں جو میں کر رہا ہوں وہ سب کچھ صرف عورتوں کے ساتھ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے تو یہاں مومنوں کے لیے کہا ہے، دنیا والوں کے لیے کہا ہے، اپنی مخلوق کے لیے کہا ہے، انسانوں کے لیے کہا ہے۔ مردوں کا یہ جواب انہیں ان گرم ہواؤں کے تھپیڑوں سے بچا نہیں سکے گا کہ میری بیوی بہت مطالبے کرتی تھی، میں مجبور تھا کہ اپنی نمازیں وقت پر ادا کروں یا پوری پانچ نمازیں بھی پڑھ سکوں یا اور اس لیے میں ادا نہیں کر سکا۔ پس

مردوں کے لیے بھی خوف کا مقام ہے۔ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آ کر ان لوگوں میں شامل ہونے کا اعلان کیا ہے جو آخرین کو پہلوں سے ملانے والے ہیں۔ اس لیے ہمیں ہر نیکی کی بات میں ان پہلوں کی تقلید کرنے کی ضرورت ہے، ان کے پیچھے چلنے کی ضرورت ہے۔ اگر ان کے نمونے پر چلنے کی کوشش کریں گے تو یہ سوال نہیں ہوگا کہ بیوی نے مطالبہ کیا اور اس کے مطالبات پورے کرنے کے لیے مجھے زیادہ کام کرنا پڑا اور میں اپنی نمازوں کی حفاظت نہیں کر سکا۔ یا بیوی کا یہ جواب نہیں ہوگا کہ یہ میرا خاوند میری بات نہیں مانتا اور وقت ضائع کرتا ہے، دنیاداری میں پڑا ہوا ہے اور میرا نام لگا دیتا ہے۔ ہاں اس زمانے میں ان پہلوں میں اگر شکایات تھیں تو یہ شکایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتی تھیں کہ خاوند بیوی کے بارے میں کہہ رہا ہے کہ یہ دن میں بھی اور رات میں بھی عبادت میں لگی رہتی ہے اور میرے حق ادا نہیں کرتی۔ یہ شکایت بیوی سے خاوند کو تھی جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو اپنی گھریلو ذمہ داریاں اور خاوند کی ذمہ داریاں ادا کرنے کی نصیحت فرمائی۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 4 صفحہ 213 حدیث 11823 مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

اور عورت کی طرف سے اگر یہ شکایتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچیں کہ میں تیار ہو کر اپنا حلیہ ٹھیک کر کے اس لیے نہیں رہتی کہ میرے خاوند

کو میرے سے کوئی غرض ہی نہیں ہے۔ وہ میری طرف دیکھتا ہی نہیں۔ رات کو وہ عبادت کرتا رہتا ہے، دن کو وہ روزے رکھتا ہے۔ میری طرف اس کی توجہ ہی نہیں ہے تو پھر کس کے لیے میں تیار ہوں؟ کس کے لیے میں بنوں اور سنوروں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد کو بلا کر کہا کہ میرے اُسوے پر چلو، میں عبادت بھی کرتا ہوں اور گھر کے اور بیوی کے حقوق بھی ادا کرتا ہوں۔ چنانچہ چند دن کے بعد وہ عورت دوبارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو ملی تو بڑی تیار ہوئی ہوئی تھی بنی سنوری ہوئی تھی۔ جب انہوں نے پوچھا کہ یہ تبدیلی کیسی ہے تو اس نے جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے بعد اب میرا خاوند میری طرف توجہ کرتا ہے اور اس لیے پھر میں نے بھی اپنا حلیہ درست کر لیا ہے۔

(مجمع الزوائد جلد 4 صفحہ 396 حدیث 7612 کتاب النکاح مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2001ء)

حقیقی مسلمان لڑکی اور لڑکے کے تقویٰ کا معیار

وہ عورتیں بنتی سنورتی تھیں تو فیشن کے لیے نہیں، دنیا کو دکھانے کے لیے نہیں، دنیا سے متاثر ہو کر نہیں بلکہ اپنے گھروں میں ایک پاکیزہ ماحول بنانے کے لیے۔ پس یہ ایک احمدی عورت کا شیوہ ہونا چاہیے کہ میک اپ کر کے، بغیر پردے کے انہوں نے بازاروں میں نہیں پھرنا۔ اگر شادی سے پہلے بھی یہ

لڑکیوں میں ہے تو صرف اپنے عورتوں کے ماحول میں یا اپنے محرم رشتے داروں کے سامنے تیار ہونا اور بننا سنورنا ہے۔ یہ نہیں کہ فلاں گھر کے ساتھ ہمارے فیملی تعلقات ہیں، فیملی دوست ہیں، ان کے گھر آنا جانا ہے اس لیے ان کے مردوں سے بھی پردے اور حجاب ختم ہو جائیں اور بن سنور کر ان کے سامنے پیش ہوں۔ ہمیشہ یاد رکھیں کہ حیاء عورت کا زیور ہے اور یہی وہ زینت ہے جس پر عورت کو فخر ہونا چاہیے نہ کہ دنیا کے کھیل کود اور بہلاوے کے سامان اور سوشل gathering اور غیر گھروں میں جا کر لڑکیوں کا راتوں کو رہنا کہ اس خاندان سے ہماری پرانی دوستی ہے۔ جب حجاب کھلتے ہیں تو پھر بے حیائیاں پیدا ہوتی ہیں اور یہی کچھ ہم اس نام نہاد ترقی یافتہ معاشرے میں دیکھ رہے ہیں۔

میں یہ باتیں کر رہا ہوں۔ مجھے پتا ہے کہ اگر یہاں کوئی پریس والے ہوں گے تو کہہ دیں گے کہ دیکھو عورت کے حقوق کی باتیں ہمارے سامنے کرتے ہیں لیکن اپنی لڑکیوں اور عورتوں پر اس طرح پابندی لگا رہے ہیں تو یہ جو بھی چاہے کہیں۔ اگر ہم نے یہ عہد کیا ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم کرنا ہے تو پھر ہم نے وہی کرنا ہے جو ہمیں ہمارا دین سکھاتا ہے۔ یہ بھی واضح کر دوں کہ چھوٹی عمر کے لڑکوں کا بھی راتوں کو باہر رہنا اسی طرح لغو ہے جس طرح لڑکیوں کا رہنا۔ لڑکوں کو بھی دوسروں کے گھروں میں تفریحی پروگراموں کے نام پر راتیں نہیں گزارنی چاہئیں۔ ماں باپ کو اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔ ان قدروں

کی حفاظت مرد اور عورت کریں گے تو اپنی دینی تعلیم اور اقدار پر بھی قائم رہیں گے۔ ہاں جہاں اللہ اور اس کے رسول نے یہ اجازت دی ہے کہ کچھ وقت کے لیے حجاب اتار دو یا غیر مرد کو چہرہ دکھا دو تو وہاں یہ جائز ہے۔ ڈاکٹر کے پاس یا رشتے کے وقت یا بعض اَور مجبوریوں کی وجہ سے اتارنا پڑتا ہے لیکن وہ مجبوریاں جائز ہونی چاہئیں۔ صحابہ کے نقش قدم پر چلنے کی ہمیں تلقین کی گئی ہے۔ ان کے نمونے کیا تھے؟ عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا کیا نمونہ دکھایا کہ آپ نے ایک شخص کو یہ کہنے پر کہ فلاں جگہ میں رشتہ کر رہا ہوں۔ آپؐ نے اسے فرمایا جاؤ اور اسے کہو کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے کہ رشتے سے پہلے میں آپ کی بیٹی کو دیکھ لوں۔ لڑکی کا باپ اس بات پر دروازے کے باہر آ کے بڑا ناراض ہوا کہ میں بالکل اپنی بیٹی کو تمہارے سامنے نہیں لاؤں گا۔ بیٹی یہ باتیں سن رہی تھی۔ گھر کے دروازے سے اپنا چہرہ باہر نکال کر کہا کہ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے اور ان کا یہ حکم ہے تو میرا چہرہ دیکھ لو۔ مرد کا بھی تقویٰ دیکھیں کہ اس نے فوراً اپنی نظریں نیچی کر لیں کہ جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا پاس اس قدر ہے، احترام ہے تو میں اس تقویٰ کی بنیاد پر ہی رشتہ طے کرنا چاہتا ہوں اور اب مجھے چہرہ دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(ماخوذ از خطباتِ محمود جلد 39 صفحہ 140-141، خطبہ بیان فرمودہ 6 جون 1958ء)

پس یہ ہے ایک حقیقی مسلمان لڑکی کی شان اور اطاعت کا معیار اور یہ ہے ایک مسلمان لڑکے کے تقویٰ کا معیار کہ دین کو ہر صورت میں دنیا پر مقدم کیا۔ کیا ہمارے معیار یہ ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رشتے کے وقت تم لڑکی کی شکل اور صورت دیکھتے ہو، اس کی دولت دیکھتے ہو، اس کا خاندان دیکھتے ہو، خوبصورت ہے، دولت مند ہے یا اچھے خاندان کی بیوی تمہیں ملے۔ لیکن فرمایا کہ اصل چیز جو تمہیں دیکھنی چاہیے وہ یہ ہے کہ تم یہ دیکھو کہ اس میں نیکی اور تقویٰ ہے۔ تم اس کا دین دیکھو۔

(صحیح البخاری کتاب النکاح باب الاکفاء فی الدین حدیث 5090)

اگر اس بات کا خیال ہمارے لڑکے اور لڑکیاں رکھیں تو پھر دنیاوی خواہشات اور زینت اور تفاخر کے بجائے دین دار لڑکوں کو لڑکیاں بھی پسند کریں گی اور لڑکے بھی دین دار لڑکیوں کو پسند کریں گے۔ ظاہری ساز و سامان اور خوبصورتی کے بجائے دین دار گھروں میں اور لڑکیوں کے ساتھ رشتے ہوں گے اور پھر ایسے معاشرے میں دوڑ دنیا کی زینت اور دولت اور تفاخر کے لیے نہیں ہو گی، اس کے پیچھے نہیں پڑے رہیں گے بلکہ دین میں بڑھنے کے لیے دوڑ ہو گی۔ اس کوشش میں ہوں گے کہ کون سا خاندان اور کون سا گھر دینی لحاظ سے سب سے اعلیٰ ہے۔ ہمارے لڑکے جماعت کے اندر دین دار لڑکیاں تلاش کریں گے نہ یہ کہ ہم جب تک واقفیت نہ ہو، جب تک دوستی نہ ہو ہم کس طرح

رشتے کر سکتے ہیں؟ اور لڑکیوں میں بھی احساس پیدا ہو رہا ہے کہ لڑکے باہر رشتے کرتے ہیں۔ جو ایسا کرتے ہیں ان گھروں میں ان کی ماؤں کی تربیت صحیح نہیں ہے۔ کیوں بچوں، لڑکوں کے ذہنوں میں بچپن سے ہی نہیں ڈالا جاتا کہ تم نے نیک اور دین دار لڑکی سے رشتہ کرنا ہے۔ اگر مائیں اپنے بچوں کی تربیت، خاص طور پر لڑکوں کی تربیت اس نہج پر کریں کہ تمہیں دین دار لڑکی سے شادی کرنی چاہیے تو لڑکے بھی پھر دین پر قائم ہوں گے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ لڑکے کہیں کہ ہماری بیویاں تو دین دار ہوں اور ہم آزاد ہوں، جو چاہیں کرتے پھریں۔ دین دار لڑکی بھی پھر دین دار خاوند کو ہی تلاش کرے گی۔ وہ یہی چاہے گی کہ لڑکا بھی دین دار ہو۔ پس ہمارے لیے فخر کی جگہ ہمارا دین اور اس کے احکامات پر عمل ہونا چاہیے نہ یہ کہ فخر کی جگہ یہ ہو کہ ہم لہو و لعب اور دنیا دکھاوے میں پڑے ہوئے ہوں۔

ایک موقعے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو بڑا انذار فرمایا ہے۔ اور اس بات پر فرمایا کہ عورتیں جو دنیا کی دنیاوی چیزیں ہیں ان کا لوگوں کے سامنے اظہار کرتی ہیں۔ فرمایا کہ جو عورت سونے کے زیور بناتی ہے اور اس پر فخر کا اظہار کرتی ہے اور اس کے لیے عورتوں یا مردوں کو دکھاتی ہے۔ صرف باہر نہیں دکھاتی بلکہ اپنی عورتوں کو بھی فخر سے دکھاتی ہے تو فرمایا کہ اس عورت کو عذاب دیا جائے گا۔ بڑا انذار ہے۔

(سنن ابو داؤد کتاب الخاتم باب ما جاء فی الذھب للنساء حدیث 4237)

حیاء ایمان کا حصہ ہے

پس جیسا کہ پہلے بھی ایک صحابیہ کے حوالے سے ذکر ہوا ہے کہ بننا سنورنا، زیور پہننا اس نے اس لیے نہیں کیا کہ اس کے خاوند کی اس پر توجہ نہیں تھی۔ بننا سنورنا زیور پہننا منع نہیں ہے مگر اس پر فخر کرنا اور اس کا غیر ضروری اور نامناسب اظہار کرنا یہ غلط ہے۔ خوشی کے موقعے پر لڑکیاں عورتیں بنتی سنورتی ہیں اور یہ جائز ہے مگر اس کا اظہار صرف محرم رشتوں کے سامنے ہو نہ یہ کہ سڑکوں اور بازاروں میں پھریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہمیشہ اپنے سامنے رکھیں کہ حیاء ایمان کا حصہ ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الایمان باب الحیاء من الایمان حدیث 24)

دینی احکامات پر عمل کرنے کی ضرورت

پس جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے یہ عمل کریں گی یا مرد یہ نیک عمل کریں گے وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی رحمت کی چادر کے نیچے آجائیں گے جو ہر گرم ہوا سے انسان کو محفوظ رکھتی ہے اور نہ صرف گرم ہواؤں سے محفوظ رکھتی ہے بلکہ ٹھنڈی خوش گوار ہواؤں سے پھر انسان فائدہ بھی اٹھاتا ہے۔ پس اس کے لیے کوشش کی ضرورت ہے۔ دینی احکامات پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔

شیطان سے بچ کر اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے کی ضرورت ہے۔ شیطان نے تو آدم کی پیدائش سے ہی قسم کھائی ہوئی ہے کہ میں انسانوں کو ورغلاؤں گا۔ انہیں نیکیوں پر چلنے کی بجائے دنیا کی زینت اور چمک دکھاؤں گا۔ لہو و لعب میں مبتلا کروں گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے بھی یہی فرمایا کہ میں کسی کو زبردستی نیکیوں کی طرف نہیں بلاؤں گا۔ انسانوں کو کہہ دیا کہ تمہیں آزادی ہے، میرے احکامات پر عمل کرو یا شیطان کے پیچھے چلو لیکن یہ یاد رکھو کہ شیطان کے پیچھے چلنے والوں کو پھر دائمی جنتوں سے محروم رہنا پڑے گا۔ پس یہ فیصلہ ہمارا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنا چاہتے ہیں یا شیطان کے پیچھے چل کر دین سے دور جانا چاہتے ہیں۔ دنیا کے عارضی سامانوں پر خوش ہونا چاہتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کی دائمی جنتوں کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

ایک احمدی کو مرد ہو یا عورت اس طرح اپنی زندگی کا جائزہ لینا چاہیے کہ کیا میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آکر آخرین میں شامل ہو کر پہلوں سے ملنے اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کر رہا ہوں یا کر رہی ہوں؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اگر تم صحیح رنگ میں میری پیروی کرو گے تو پھر جو کچھ صحابہ نے دیکھا تم بھی دیکھو گے۔ (درثمین اردو صفحہ

56) اور میری پیروی انہی احکامات پر چلنے میں ہے جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں۔ اس رہ نمائی پر عمل کرنے میں ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں دی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہی بتایا ہے کہ یہ ورلی زندگی متاع الغرور ہے، دھوکے کا عارضی سامان ہے۔ پس عارضی سامان کے پیچھے ہم کیوں اپنی زندگیاں برباد کر رہے ہیں۔

ایمان تقویٰ کے بغیر ترقی نہیں کر سکتا

جو دوسری آیت میں نے تلاوت کی ہے وہ نکاح کے خطبے میں بھی پڑھی جاتی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے کے بعد تقویٰ اختیار کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے کہ ایمان تقویٰ کے بغیر ترقی نہیں کر سکتا۔ ایمان اور تقویٰ کا یہ مضمون میں نے کل بھی بیان کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تقویٰ پر چلنے والی ہر جان کا یہ کام ہے کہ وہ اپنی کل پر نظر رکھے۔ یہ دیکھے کہ اس نے کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے۔ صرف حال کی حالت نہ ہو مستقبل کی بھی فکر ہو۔ یہ دنیا کے سامان تو آج کی چیزیں ہیں کل نہیں ہوں گی۔ کل کے کام آنے والی چیز تقویٰ ہے، وہ نیکیاں ہیں جو تم نے اس جہان میں کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے حقوق کی ادائیگی ہے جن کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ دولت اور

دنیاوی عزت اور دنیاوی علم یا فیشن یا اس قسم کی چیزیں ان چیزوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سوال نہیں کرے گا۔

اسی طرح تمہارا کل تمہاری اگلی زندگی کے علاوہ تمہاری اولاد اور تمہاری نسل بھی ہے۔ اس کی تربیت تقویٰ کی بنیادوں پر کرو تو یہ اولاد بھی تمہارے درجات کی بلندی کے کام آئے گی۔ نیک اولاد دین پر قائم رہنے والی اولاد تمہارے لیے دعا کرنے والی اولاد ہو گی۔ دین کو دنیا پر مقدّم کرنے والی اولاد تمہارے درجات کی بلندی کا ذریعہ بنے گی۔ پس عورت کے ذمہ اولاد کی تربیت کی جو ذمہ داری ڈالی گئی ہے اس کا حق ادا کرتے ہوئے اسے پورا کرنے سے ہی اس بات کا اظہار ہو گا کہ تم کل کے لیے کیا آگے بھیج رہے ہو۔ اگر مائیں بچوں کی صحیح تربیت بچپن سے کریں تو الا ماشاء اللہ نیک اولاد پروان چڑھے گی، دین پر قائم رہنے والی اولاد پروان چڑھے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ (اللہ تعالیٰ) تمہارے ہر عمل سے خوب باخبر ہے۔ وہ ہر وقت ہمیں دیکھ رہا ہے۔ ہماری سوچوں کو بھی جانتا ہے۔ ہماری مخفی باتوں کو بھی جانتا ہے۔ ہماری نیتوں کو بھی جانتا ہے۔ پس اسے دھوکہ نہیں دیا جا سکتا۔ اسے یہ علم ہے کہ ہم جب اپنے آپ کو زمانے کے امام سے منسوب کرتے ہیں تو کس حد تک اس کا حق ادا کرنے والے ہیں۔ اپنے عملوں سے ہم کس حد تک اپنے آپ کو مسیح موعود کی جماعت سے جڑنے کا حق دار بنا رہے ہیں۔ اپنی اولاد کی تربیت سے کس حد تک ہم انہیں

ایک احمدی بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ وہ احمدی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں بنانا چاہتے ہیں۔ اگلی نسلوں کی تربیت اور ان کو دین پر قائم رکھنے اور ان کے دین کی حفاظت آپ کا کام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام کے لیے آپ کو نگران بنایا ہے۔ آج کی مائیں بھی اور وہ لڑکیاں بھی جو کل ان شاء اللہ تعالیٰ مائیں بننے والی ہیں اس بات کو سمجھیں، غور کریں، منصوبہ بندی کریں، اپنی حالتوں کے جائزے لیں، اپنے دینی علم کو بڑھائیں، دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کو پورا کرنے کے لیے ان تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں جو ممکن ہیں۔ **اپنی نسلوں کے ذہنوں میں یہ بات راسخ کریں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں شامل ہونے کے بعد اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرنی ہیں۔ ہم نے دین کو دنیا پر مقدم رکھنا ہے۔ دنیا ہمارا مقصود نہیں ہونی چاہیے۔** دنیا کے لہو و لعب ہمارا مطمح نظر نہیں ہونے چاہئیں۔ پس ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے۔

اگر آپ کے عمل اس تعلیم کے مطابق نہیں جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں دی ہے۔ اگر ہماری عبادتوں کے وہ معیار نہیں جو خدا تعالیٰ ہم سے چاہتا ہے۔ اگر ہمارے اخلاق کے وہ معیار نہیں جو اللہ تعالیٰ ہم سے چاہتا ہے۔ اگر ہماری حیاء کے وہ معیار نہیں جو اللہ تعالیٰ ہم سے چاہتا ہے۔ اگر ہمارے آپس کے معاشرتی

تعلقات وہ نہیں جو اللہ تعالیٰ ہم سے چاہتا ہے۔ اگر ہمارا ظاہر و باطن ایک نہیں۔ اگر ہم بغیر دینی علم میں اضافے کے صرف اس لیے احمدی ہیں کہ ہمارے باپ دادا احمدی تھے تو پھر ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اس بات پر نظر نہیں رکھ رہے کہ ہم نے کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے بلکہ ہم اس دنیا کے عارضی سامان کے دھوکے میں ہی پڑے ہوئے ہیں۔ مرد بھی اور عورتیں بھی۔ پھر آپ کے بچوں کے دین پر قائم رہنے کی بھی کوئی ضمانت نہیں ہے۔ پھر اس بات کی بھی کوئی ضمانت نہیں کہ آپ اور آپ کی اولادیں اللہ تعالیٰ کی دائمی جنتوں کو حاصل کرنے والی بن سکیں گی۔ پس اگر اپنی اور اپنی نسلوں کی دنیا و عاقبت سنوارنی ہے تو بڑی سنجیدگی سے، بڑی کوشش سے، بڑے مجاہدے سے ہمیں دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی کوشش کرنی پڑے گی۔ اللہ تعالیٰ کو اس سے کوئی غرض نہیں ہے کہ کسی کے ماں باپ کتنے نیک تھے یا انہوں نے کتنی قربانیاں دیں یا کتنی مالی اور جانی قربانیاں پیش کیں۔ اُن کے عمل کا صلہ اُنہیں ملے گا اور ہمارے عمل کا صلہ ہمیں ملنا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت فاطمہؓ کے بارے میں بھی فرمایا تھا جو آپؐ کو اپنے سب بچوں سے پیاری تھیں کہ وہ بھی اس لیے نہیں بخشی جائے گی کہ میری بیٹی ہے۔ رسول اللہ کی بیٹی ہونے کی وجہ سے نہیں بخشی جائے گی بلکہ فرمایا کہ تمہارے عمل ہی تمہارے کام آئیں گے۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب فی قولہ تعالیٰ وانذر عشیرتک الاقربین حدیث (204)

تو پھر باقیوں کو کس قدر کوشش کرنی چاہیے اور ہمارے لیے کتنا خوف کا مقام ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر احمدی عورت اور مرد کو یہ توفیق عطا فرمائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلتے ہوئے اپنے عملوں کو اس طرح ڈھالیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے بن جائیں۔ اس دنیا کے عارضی سامانوں کی بجائے اس بات پر نظر رکھنے والے ہوں کہ ہم نے اپنے کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

اب دعا کر لیں۔

(مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 29 اکتوبر 2019)

☆☆☆

جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ ہالینڈ 2019ء کے موقع پر مستورات کے اجلاس سے

سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا بصیرت افروز خطاب

(فرمودہ مورخہ 28/ ستمبر 2019ء بمقام جلسہ گاہ نزد بیت النور نن سپیٹ، ہالینڈ)

- مردوں سے مخاطب بنیادی باتیں میں عورتیں شامل ہوتی ہیں
- براہ راست عورتوں سے خطاب کا فائدہ
- دو باتیں ہمیشہ یاد رکھیں
- حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی اپنی جماعت سے توقعات
  - احیائے دین
  - مسابقت کی روح ہونی چاہیے
  - نماز سنوار کر پڑھو
- عورت کا نیک اثر اس کی اولاد اور مردوں پر پڑتا ہے
  - قرآن کریم کو بکثرت پڑھیں
  - پردے کا معیار

- قرآن کریم کے احکامات پر عمل کریں
- دین کو دنیا پر مقدم رکھیں
- تقویٰ پیدا کریں

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ - بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۔

مردوں سے مخاطب بنیادی باتیں میں عورتیں شامل ہوتی ہیں

اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں جو نئی ایجادات انسان کو کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے ان میں یہ ایجاد بھی ایک بڑی اچھی ایجاد ہے کہ بڑی سکرین اور ٹی وی پر عورتوں میں بھی حسبِ ضرورت مردوں کی طرف سے مختلف تقریروں اور پروگراموں کی آواز اور تصویر پہنچ جاتی ہے اور جب بھی مردوں میں خلیفۂ وقت کا خطاب ہوتا ہے تو عورتوں میں بھی ٹی وی اور سکرین کے ذریعہ سے یہ سنا اور دیکھا جا سکتا ہے اور یہ چیز جو ہے یہ کافی ہونی چاہیے عورتوں کے لیے بھی لیکن پھر بھی پروگرام رکھنے والے جلسوں کے جو پروگرام رکھتے ہیں وہ خلیفۂ

وقت کا خطاب عورتوں میں بھی رکھتے ہیں کیونکہ عورتوں کی طرف سے یہ مطالبہ ہوتا ہے کہ خلیفۂ وقت ان کے جلسہ میں آکر براہ راست ان سے مخاطب ہو۔ لجنہ کے اس مطالبے کو پورا کرنے کے لیے میں بھی عموماً چھوٹی جماعتوں کے جلسوں پر بھی لجنہ سے براہ راست خطاب کرتا ہوں اور آج اس وقت اس لیے یہاں آیا ہوں کہ آپ سے براہ راست مخاطب ہوں۔

ہم قرآن کریم میں دیکھتے ہیں کہ عموماً جن باتوں کے کرنے کا مردوں کو حکم دیا گیا ہے، ان کو تلقین کی گئی ہے ان میں عورتیں بھی شامل ہیں۔ اس لیے بنیادی باتوں کے بارے میں مردوں کا خطاب ہی عورتوں کے لیے بھی کافی ہونا چاہیے۔ اگر حقیقت میں ان نصیحتوں کی طرف، ان باتوں کی طرف، عمل کرنے کی طرف توجہ ہو اور یہاں بعض باتیں ایسی بھی ہیں جو جہاں اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو علیحدہ علیحدہ مخاطب بھی کیا لیکن بات ایک ہی تھی۔ قرآن کریم میں بعض ہدایات ایسی ہیں جن میں صرف عورتوں کو مخاطب کیا گیا ہے۔ بہر حال اگر بنیادی باتوں پر توجہ ہو جائے اور ان پر عمل ہو جائے تو مردوں اور عورتوں کے متعلق جو بعض احکامات ہیں، ان کی جزئیات ہیں، ان کی تفصیل ہے یا بعض حکم مردوں اور عورتوں کے لیے ان کو علیحدہ علیحدہ مخاطب کر کے دیے گئے ہیں۔ عمومی مضبوط بنیاد کی وجہ سے اگر عمل کرنے کی نیت ہو تو

بنیاد بن جاتی ہے اور اس بنیاد کی وجہ سے جو باتیں مردوں کو مخاطب کر کے کی جاتی ہیں عورتیں بھی خود بخود ان پر عمل کرنے لگ جائیں گی۔ اگر بنیادی باتوں پر عمل نہیں جو خطبات میں بیان کی جاتی ہیں، مردوں کی تقریروں میں بیان کی جاتی ہیں، عمومی خطابات میں بیان کی جاتی ہیں تو یہ علیحدہ تقریریں بھی جو لجنہ میں کی جاتی ہیں اس کا بھی کوئی فائدہ نہیں۔ لیکن بہر حال یہ بھی صحیح ہے کہ کسی کو براہ راست مخاطب کر کے بات کی جائے تو اس کا زیادہ اثر ہوتا ہے اور اسی لیے خلفائے وقت کا یہ طریق رہا ہے، حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے زمانے سے بلکہ اس سے پہلے اجتماعات تو نہیں ہوتے تھے لیکن درس ہوتے تھے، حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ درس دیا کرتے تھے کہ براہ راست کم از کم ایک خطاب عورتوں میں کیا جائے۔

براہ راست عورتوں سے خطاب کا فائدہ

بعض دفعہ بلکہ اکثر مرتبہ یہی ہوتا ہے کہ عورتوں میں بھی بعض ایسی باتیں خطابات میں بیان کی جاتی ہیں جو مردوں کے لیے بھی یکساں ضروری ہوتی ہیں جیسا کہ عورتوں کے لیے لیکن عورتوں سے جیسا کہ میں نے کہا براہِ راست خطابات کا فائدہ بھی ہوتا ہے اور اکثر اوقات یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اگر مردوں کو ان باتوں کا اثر نہیں ہو رہا تو کم از کم عورتوں پر اثر ہو جائے۔ کوئی نہ کوئی تو ایک

گھر میں ایسا ہو جو ان باتوں کو سن کر ان پر عمل کرنے کی کوشش کر رہا ہو اور دیکھنے میں یہی آیا ہے کہ عورتوں پر اکثر جگہ اثر ہوتا بھی ہے۔ اس لیے ہم کبھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ عورتوں کے خطابات کرنا وقت کا ضیاع ہے اور بے فائدہ ہے۔ جیسا کہ میں نے کہا اکثر اوقات دیکھنے میں آیا ہے کہ براہ راست عورتوں کو جو خطاب کیا جائے تو ان میں نہ صرف اثر ہوتا ہے بلکہ غیر معمولی مثبت تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔ پھر براہ راست خطاب کا ایک یہ بھی فائدہ ہے اور اس لیے بھی ضروری ہے کہ عورتوں کی گودوں میں نئی نسل پروان چڑھ رہی ہے اور ان کی بہتر تربیت کے لیے ماؤں کا بہت بڑا کردار ہے اور جب براہ راست عورتوں سے مخاطب ہوا جائے تو انہیں اپنی ذمہ داری کا پہلے سے بڑھ کر احساس ہوتا ہے۔ ہاں بعض ایسی ڈھیٹ مائیں بھی ہوتی ہیں اور عورتیں ہوتی ہیں جن کو اس بات سے کچھ پروا نہیں ہوتی اور وہ یہی کہتی ہیں کیا وہی پرانی باتیں دہرانے لگ جاتے ہیں۔ یہ تمہید میں اس لیے باندھ رہا ہوں اور یہ ساری باتیں اس لیے بیان کیں کہ جو چند مختصر باتیں میں اس وقت کروں گا آپ لوگ اس کو غور سے سنیں اور پھر اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ صرف یہ نہیں کہ میں یہاں آیا آپ سے خطاب کیا آپ نے سنا اور گھر چلی گئیں اور پھر وہی صبح ہوئی اور شام ہوئی نہ دین رہا نہ اس کی پروا رہی۔ بہرحال جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہی پرانی باتیں دہرائی جاتی ہیں ان کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن کریم اور حدیث اور سنت

رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے احکامات اور ارشادات اور اسوۂ رسول اور نصائح کبھی بھی پرانی باتیں نہیں بنتی بلکہ ہر لمحہ وہ ایک نئے زاویے کے ساتھ دین کا ادراک پیدا کرنے والی اور اللہ تعالیٰ کا قرب دلانے والی ہوتی ہیں۔

یہاں میں یہ بھی واضح کر دوں کہ یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ برائی صرف یا کمزوری صرف عورتوں میں ہے اس لیے میں عورتوں سے مخاطب ہوں۔ مردوں میں یہ کمزوری شاید عورتوں سے بڑھ کر ہو اور اکثر جگہ یہ کمزوری اور برائی ان میں دیکھنے میں آتی بھی ہے۔ پس مردوں کو بھی یہ باتیں سن کر اپنے جائزے لیتے رہنا چاہیے تاکہ گھر جا کر عورتوں کو یہ نہ کہیں کہ صرف تمہارے میں یہ برائیاں تھیں، تمہیں مخاطب کیا گیا ہے بلکہ ایک موقع مجھے ملا جہاں سے دونوں کو مخاطب کروں تو اس لیے میں یہ بیان کر رہا ہوں۔

پس مردوں کو اپنے جائزے لیتے رہنا چاہیے۔ میں عموماً جتنا مردوں کو مخاطب کر کے باتیں کہتا ہوں اگر ہمارے مردوں کی اکثریت ان کو سن کر ان پر عمل کرنے لگ جائے تو عورتیں تو ان کے نمونے دیکھ کر ہی خود بخود اپنی اصلاح کر لیں گی، ان میں تبدیلیاں پیدا ہو جائیں گی۔

دو باتیں ہمیشہ یاد رکھیں

بہر حال اس وقت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی اپنی جماعت کو جو آپؑ نے نصائح فرمائی ہیں اور جو آپؑ کو اپنی جماعت کے افراد سے توقعات ہیں چاہے وہ مرد ہیں یا عورتیں ہیں جو بھی ہے ہر فرد جماعت سے آپؑ کو توقعات ہیں ان کے حوالے سے کچھ باتیں کہوں گا۔ لیکن اس سے پہلے میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ اس وقت یہاں رہنے والے احمدیوں کی اکثریت ان لوگوں پر مشتمل ہے جو حالات کی وجہ سے اور خاص طور پر مذہبی حالات کی وجہ سے پاکستان سے ہجرت کر کے آئے ہیں۔ اگر معاشی حالات کی وجہ سے بھی ہجرت کی ہے تو چند ایک جو اچھے پڑھے لکھے لوگ ہیں ان کے علاوہ اکثریت نے یہاں کی حکومت کو اپنی ہجرت کا مقصد پاکستان میں احمدیوں کے لیے مذہبی آزادی نہ ہونا بتایا ہے اور یہاں کی حکومت نے باوجود جہاں بعض اسلام مخالف لوگوں کے شور مچانے کے آپ لوگوں کو اسائلم دیا ہے اور آزادی سے اپنے مذہب کے اظہار کا موقع دیا ہے۔ پس اس حوالے سے ہمیں دو باتیں ہمیشہ یاد رکھنی چاہئیں۔ **ایک تو یہ کہ ان ملکوں کی حکومتوں کا شکر گزار بنیں جنہوں نے آپ کے مذہبی حقوق قائم کر کے مذہبی آزادی دی** جہاں ہم آزادی سے نمازیں بھی پڑھ سکتے ہیں اور تبلیغ بھی کر سکتے ہیں۔ اس لیے

اس ملک کی بہتری کے لیے شکر گزاری کے طور پر ہمیں ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے کہ کس طرح ہم ان ملکوں کو فائدہ پہنچا سکیں اور سب سے بڑا فائدہ جو ہم ان کو پہنچا سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ ان کو اسلام کی خوبصورت تعلیم سے آگاہ کریں، تبلیغ کریں۔ یہ غلط تاثر ہے کہ عورتوں کو تبلیغ کے موقع نہیں ملتے۔ ملتے ہیں اور بہت ملتے ہیں اور اس کے لیے پروگرام بنانے چاہئیں۔ پس شکر گزاری کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ **ان کو اسلام کا حقیقی پیغام پہنچایا جائے** تا کہ جو بلا وجہ کی مخالفت مسلمانوں کے غلط رویے کی وجہ سے کی جاتی ہے اور اس وجہ سے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو بھی استہزا کا شکار بنایا جاتا ہے اس کو ہم نے دور کرنا ہے۔

دوسری بات یہ کہ کیونکہ مذہبی وجوہات کی بنا پر ہمیں یہاں رہنے کی اجازت ملی ہے اس لیے **اپنی دینی اخلاقی اور روحانی حالت کو اسلام کی تعلیم کے مطابق ہمیں ڈھالنے کی کوشش کرنی چاہیے۔** حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے ہم سے جو توقعات وابستہ کی ہیں ان پر پورا اترنے کی کوشش کریں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی اپنی جماعت سے توقعات

آپ علیہ السلام ہم سے کیا چاہتے ہیں ہر عورت اور مرد کو ان باتوں کو اپنے سامنے رکھنا چاہیے۔ بعض باتیں اور بعض نصائح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے حوالے سے اس وقت میں پیش کروں گا۔ ہمیشہ یاد رکھیں کہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو مسیح و مہدی مانا ہے تو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں ہمیں حکم دیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پیشگوئی فرما کر یہ ارشاد فرمایا تھا کہ آخری زمانے میں جب مسیح و مہدی دعویٰ کرے گا تو اسے مان لینا، اسے قبول کر لینا، اس کی جماعت میں شامل ہو جانا بلکہ یہاں تک فرمایا کہ اسے میرا سلام پہنچانا۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الفتن باب خروج المہدی حدیث 4082)(مسند احمد بن حنبل جلد 3 صفحہ 182 مسند ابی ھریرہ حدیث 7957 مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

اس لیے کہ آنے والا مسیح اور مہدی اسلام کی تعلیم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی تجدید کے لیے آئے گا، اس کو نئے سرے سے دنیا کو دکھانے کے لیے آئے گا، اسلام کی خوبصورتی جس کو بعض مفاد پرست علماء نے داغ دار کر دیا ہے اس خوبصورتی کو نکھار کر پیش کرنے کے لیے

آئے گا، اس لیے اس کو ماننا تاکہ تمہیں اسلام کی صحیح تعلیم کا پتا لگے۔ مسیح موعود کی آمد سے اسلام کی نشأة ثانیہ ہو گی، ایک نئے دور کا آغاز ہو گا، اسلام کی خوبصورت اور پاک تعلیم جس کو پیروں فقیروں اور نام نہاد علماء نے توڑ مروڑ کر اپنی مرضی کے مطابق ڈھال لیا ہے اس کی حقیقی تصویر اللہ تعالیٰ کی خاص رہنمائی سے دنیا کے سامنے ہے جو مسیح موعود رکھے گا۔ پس مسیح موعود کو قبول کرنا۔

اور آپؑ کی نصائح اور ارشادات پر عمل کرنا کوئی معمولی چیز نہیں ہے بلکہ یہی حقیقی اسلام ہے۔ اس لحاظ سے ہم میں سے ہر ایک کو ان باتوں کو غور سے سننا چاہیے اور ان پر عمل کرنا چاہیے ورنہ آپؑ کی بیعت میں آنے کا دعویٰ ایک خالی اور کھوکھلا دعویٰ ہے۔ آپؑ نے بڑے واضح طور پر فرمایا ہے کہ میں حکم اور عدل ہوں اور اگر تم میرے ہاتھ پر بیعت کر کے اور مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا سمجھ کر پھر میری باتوں پر عمل نہیں کرتے، میں جو فیصلے کرتا ہوں جو نصائح کرتا ہوں ان پر عمل نہیں کرتے، جو میں نے کہا ہے اس پر عمل نہیں کرتے تو پھر اپنے ایمان کی فکر کرو۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 3 صفحہ 73)

احیائے دین

پس ہمیں بہت فکر کرنی چاہیے کہ ایک طرف تو ہم اپنے ملک سے اس ملک میں اس لیے آئے ہیں کہ ہمیں اپنے ایمان کے مطابق عمل سے روکا جارہا ہے دوسری طرف ہم یہاں آکر اس بات کو بھول جائیں کہ جس پر ایمان لانے کی وجہ سے ہم نے ہجرت کی اس کی باتوں پر توجہ نہ دیں، دنیا کی رنگینیاں دیکھ کر بھول جائیں کہ ہمارا ایمان ہم سے کیا تقاضا کرتا ہے۔ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جس عاشق صادق کو مانا ہے اور جس کے ہاتھ پر بیعت کر کے ہم نے یہ عہد کیا ہے کہ ہم آنے والے مسیح و مہدی کے ہاتھ پر بیعت کر کے احیائے دین کریں گے، دین کو دوبارہ زندہ کرنے کے لیے اپنی بھرپور کوشش کریں گے، اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کریں گے، خدا تعالیٰ کے قریب ہوں گے لیکن یہاں آکر، دنیا دیکھ کر ہم صرف اس بات کو دیکھنے والے بن جائیں کہ زیادہ سے زیادہ روپیہ پیسہ کس طرح کمایا جا سکتا ہے، دولت کس طرح کمائی جا سکتی ہے۔ بار بار جس بات کی ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تلقین فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ ہم آپ کی بیعت میں آنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کریں۔ صرف دکھاوے کی توجہ نہیں بلکہ حقیقی توجہ ہو۔ کل خطبہ میں بھی میں نے ذکر کیا تھا کہ کس طرح توجہ ہو، کس طرح اللہ تعالیٰ سے محبت قائم کی جائے۔ اپنی نمازوں کو سنوارو۔ علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے

محبت کے آپ کے حکموں پر عمل کرنے سے، آپ کی پیروی سے، آپ نے جو سنت قائم کی ہے ان پر عمل کرو اور پیروی کا مطلب ہی یہی ہے کہ آپ کی باتوں اور سنت پر عمل کرنے کی کوشش کرو اور قرآن کریم نے بھی یہی فرمایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی بات پر زور دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اسی بات پر زور دیا کہ اپنی نمازوں کو سنوارو۔ استغفار کی طرف توجہ کرو۔ استغفار کرنے سے آدمی بہت سی غلط قسم کی خواہشات سے بچتا ہے، غلط کاموں سے بچتا ہے۔ استغفار کی طرف توجہ کی ضرورت ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ ”استغفار کرتے رہو اور موت کو یاد رکھو۔“

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 247)

مسابقت کی روح ہونی چاہئے

ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو اور یاد رکھو کہ موت یقینی ہے ایک روز آنی ہے جب انسان موت کو یاد رکھتا ہے تو پھر خدا تعالیٰ کی طرف توجہ پیدا ہوتی ہے یہ احساس ہوتا ہے کہ یہ دنیا جو صرف چند روزہ دنیا ہے یہی میری زندگی کا مقصد نہیں ہے بلکہ مرنے کے بعد کی زندگی ہی اصل زندگی ہے اور جب اس کی حقیقت پتا چل جائے گی، اس کا احساس ہمارے دل میں پیدا ہو گا تو پھر جو دنیاوی چیزوں کے حصول کے لیے ہر وقت ہماری کوششیں رہتی ہیں وہ نہیں ہوں گی۔ اس بات پر ہی توجہ نہیں ہو گی کہ فلاں عورت کا زیور بڑا اچھا ہے میں نے بھی

ویسا ہی بنانا ہے، فلاں عورت کا گھر بہت بڑا ہے ہمیں بھی ویسا ہی لینا چاہیے اور اس کے لیے پھر خاوندوں کو ہر وقت دباؤ میں رکھا جائے یا مرد بھی اسی لالچ کے پیچھے پڑے رہیں یا عورتوں میں خاص طور پر فیشن کی باتیں ہوتی ہیں کہ فلاں نے بڑے اچھے فیشن کے کپڑے پہنے ہوئے ہیں میں نے بھی ویسے لینے ہیں۔ یہاں آ کے جو پیسہ آتا ہے تو پھر پاکستان کے ڈیزائنرز کے کپڑے بنانے کا بڑا شوق پیدا ہو جاتا ہے حالانکہ وہی کپڑے سستے بھی مل جاتے ہیں چاہے توفیق ہو نہ ہو اسی بات پر زور دیا جاتا ہے کہ ہم نے نئے فیشن کے کپڑے پہننے ہیں۔ ضرور پہنیں لیکن اپنی پہنچ کے اندر رہتے ہوئے۔ یہ ایک مومن کا کام نہیں ہے کہ دنیاوی چیزوں پر نظر رکھے۔ ہاں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں جن سے فائدہ ضرور اٹھانا چاہیے لیکن یہ نہیں کہ ان چیزوں کے حصول کے لیے گھروں میں فساد برپا ہو جائیں۔ ہاں اگر مقابلے کرنے ہیں، مقابلہ بڑی اچھی چیز ہے، مقابلہ کریں لیکن مقابلے کرنے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کریں کہ فلاں نے دین کی خاطر اتنی قربانی دی ہے اللہ تعالیٰ مجھے بھی توفیق دے تو میں بھی اس سے بڑھ کر قربانی کروں گا۔ فلاں شخص کی اولاد بڑی نیک ہے جن کی نمازوں پر بھی توجہ ہے اور دینی کاموں کی طرف بھی توجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی نمازوں کا حق ادا کرنے کی توفیق دے اور اس کے لیے کوشش کی جائے۔ خدا تعالیٰ میری اولاد کو بھی دین کی خدمت میں پیش پیش رکھے اور عبادت کرنے والا بنائے۔

پس ایک احمدی مومن اور مومنہ میں دین میں بڑھنے کے لیے مسابقت کی روح ہونی چاہیے نہ کہ دنیاوی چیزوں کے لیے۔ اور جب اس سوچ کے ساتھ ہم اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ جو بڑی وسیع رحمت اور مغفرت والا ہے جو اپنی طرف آنے والے بندے سے بے انتہا پیار کا سلوک کرتا ہے وہ بندوں کی نیک خواہشات اور دعاؤں کو سنتا ہے، ان کے نیک عمل کو قبول کرتا ہے۔

نماز سنوار کر پڑھو

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جگہ فرمایا کہ

''یہ خدا تعالیٰ ہی ہے کہ جب بندہ سچے دل سے اس کی طرف آتا ہے تو وہ اس کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔'' فرمایا ''...... نماز سنوار کر پڑھو...... خدا کا خوف ہر وقت تمہیں رہنا چاہیے۔ ہر ایک کام کرنے سے پہلے سوچ لو اور دیکھ لو کہ اس سے خدا تعالیٰ راضی ہو گا یا ناراض۔'' فرمایا ''نماز بڑی ضروری چیز ہے اور مومن کا معراج ہے۔ خدا تعالیٰ سے دعا مانگنے کا بہترین ذریعہ نماز ہے ...... نماز خدا تعالیٰ کی حضوری ہے اور خدا تعالیٰ کی تعریف کرنے اور اس سے اپنے گناہوں کے معاف کرانے کی مرکب صورت کا نام نماز ہے۔'' ایک جامع صورت ہے۔ بہت ساری جو حرکات ہیں وہ سب نماز میں اکٹھی کر دی گئی ہیں اور

اسی میں ہی دعائیں بھی سکھا دی گئی ہیں اور سجدوں میں اور رکوع میں اپنی زبان میں بھی دعائیں کی جا سکتی ہیں۔

پس فرمایا نمازوں کو پڑھو اور ان میں دعائیں کرو، ان میں دعائیں مانگو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری نیک خواہشات کو پورا کرے۔ فرمایا کہ ''اس کی نماز ہرگز نہیں ہوتی جو اس غرض اور مقصد کو مد نظر رکھ کر نماز نہیں پڑھتا۔'' پس مقصد یہی ہونا چاہیے کہ اللہ کو پانا ہے، اپنے گناہوں سے معافی حاصل کرنی ہے۔ ''پس نماز بہت ہی اچھی طرح پڑھو'' فرمایا نماز بہت ہی اچھی طرح پڑھو ''کھڑے ہو تو ایسے طریق سے کہ تمہاری صورت بتاوے کہ تم خدا تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں دست بستہ کھڑے ہو۔'' ہاتھ باندھ کے کھڑے ہو ''اور جھکو تو ایسے جس سے صاف معلوم ہو کہ تمہارا دل جھکتا ہے اور سجدہ کرو تو اس آدمی کی طرح جس کا دل ڈرتا ہے اور نمازوں میں اپنے دین اور دنیا کے لیے دعا کرو۔''

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 247-248)

نماز میں اپنے دین اور دنیا کے لیے دعا کرو۔ پس نمازوں کو سنوار کر پڑھنا عورتوں کے لیے بھی اسی طرح ضروری ہے جس طرح مردوں کے لیے۔ عبادت اور ذکر الٰہی کا حکم جس طرح مردوں کو ہے اسی طرح عورتوں کو بھی ہے۔ عابدات بننے کی بھی اللہ تعالیٰ نے تلقین فرمائی ہے۔

عورت کا نیک اثر اس کی اولاد اور مردوں پر پڑتا ہے

اور عورت جب حقیقی عابدہ بنتی ہے تو اس کا اثر صرف اسی تک محدود نہیں رہتا بلکہ اس کی اولاد پر بھی اس کا نیک اثر پڑتا ہے اور نیک چھاپ پڑتی ہے بلکہ مردوں پر بھی نیک اثر ہو جاتا ہے۔ بہت ساری عورتیں ہیں، گھر ہیں جہاں عورتیں نیک ہیں انہوں نے مردوں کو بھی نیکی کی طرف مائل کر لیا **اور اسی لیے حضرت مصلح موعودؓ نے لجنہ اماء اللہ تنظیم بھی بنائی تھی کہ عورتیں خود نیکیوں میں بھی بڑھیں اور جماعتی کاموں میں بھی آگے آئیں تاکہ جماعت کا ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا وارث بنتا رہے۔** خاص طور پر لڑکیاں تو بڑی عمر تک ماؤں کے عملوں کو دیکھتی ہیں۔ وہ دیکھتی ہیں کہ ہماری مائیں کیا کر رہی ہیں۔ جب ایک لڑکی اپنی عبادت کرنے والی اور ذکر الٰہی کرنے والی ماں کو دیکھتی ہے تو ایک نیک اثر اس پر قائم ہوتا ہے اور اگر ہماری اگلی نسل کی تربیت اس طرح پر ہو جائے کہ اس میں عبادت کرنے والے بچے اور عبادت کرنے والی بچیاں پیدا ہونی شروع ہو جائیں تو یقیناً ہم جہاں اپنی اولاد کو دنیا کی برائیوں سے بچانے والے ہوں گے وہاں آپ آئندہ آنے والی نسلوں کو بھی دنیا کی برائیوں سے بچانے والی اور خدا

تعالیٰ کے قریب کرنے والی بن جائیں گی۔ پس عورتوں کو بھی اور مردوں کو بھی اپنی اس ذمہ داری کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

قرآن کریم کو بکثرت پڑھیں

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جس بات کی طرف ہر احمدی مرد اور عورت کو توجہ دلائی ہے وہ قرآن کریم کو بکثرت پڑھنے کی طرف توجہ ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ اسے صرف قصہ سمجھ کر نہ پڑھو بلکہ اس کی تعلیم پر غور کرو۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 3 صفحہ 155)

قرآن کریم کیا تعلیم دیتا ہے۔ اس کے احکامات کی گہرائی کو سمجھو اور پھر اس پر عمل کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کرو۔ قرآن کریم کے احکامات ہی ہیں جو ہماری صحیح رہنمائی کر سکتے ہیں۔ اگر ہماری وہ عورتیں جو یہاں کے ماحول کی وجہ سے پردے میں ڈھیلی ہو گئی ہیں، پردے کو کوئی اہمیت نہیں دیتیں قرآن کریم کو غور سے پڑھیں، پردے کے حکم کی روح کو سمجھیں جو قرآن کریم میں لکھا گیا ہے تو کبھی پردے میں کمی نہ آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حیا ایمان کا حصہ ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الایمان باب امور الایمان حدیث 9)

پردے کا معیار

اگر حیا کی حقیقت کو ہر عورت سمجھے تو یقیناً پردہ اور باحیا لباس پہننے کی طرف ہر ایک کی توجہ پیدا ہو جائے اور آج کل برقعوں کا فیشن جو شروع ہوا ہوا ہے کہ کوٹوں کو بھی فیشن کا حصہ بنا لیا ہے، ان کو بھی قمیصوں کی طرح اس طرح جسموں کے ساتھ چپکا لیا ہے کہ لگتا ہی نہیں برقع پہنا ہوا ہے یہ رجحان ختم ہو جائے، یہ کبھی رجحان پیدا ہی نہ ہو۔ پاکستان سے آئی ہوئی عورتوں کو تو اپنے پردے کے معیار کو یہاں کم از کم اس معیار تک تو رکھنا چاہیے اس پر تو قائم رہنا چاہیے جو پاکستان میں تھا کجا یہ کہ یہاں آ کر کوٹ چھوٹے ہو جائیں اور لباس ایسا ہو جو پردے کا حق ادا نہ کر رہا ہو۔

قرآن کریم کے احکامات پر عمل کریں

ہمیشہ یاد رکھیں آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر جو بیعت کی ہے اس میں یہ عہد کیا ہے، اس بات کا اقرار کیا ہے کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے پس یہ عہد تبھی پورا ہو گا جب ہم قرآن کریم کی حکومت کو اپنے اوپر لاگو کریں گے۔ اس کے تمام احکامات پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ پس ہر عورت اور مرد کی یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ جو عہد کیے ہیں وہ نبھائیں ورنہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہاں میں تمہیں نہیں پوچھتا لیکن وہاں

اگلے جہان میں جا کے تمہیں اپنے عہدوں کا جواب دینا پڑے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس سلسلہ میں داخل ہو کر تم بالکل ایک نئی زندگی بسر کرنے والے انسان بن جاؤ۔ بیعت کی ہے، جماعت میں شامل ہوئے ہو تو نئی زندگی بسر کرنے والے انسان بن جاؤ۔ فرمایا خدا تعالیٰ کو دوست بنالو۔ خدا تعالیٰ کو دوست بنالو اور جب خدا تعالیٰ دوست بن جاتا ہے تو دنیا اس کی دشمن بھی ہو جائے تو اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی کیونکہ خدا تعالیٰ کے فرشتے ماں کی طرح اسے گود میں لے لیتے ہیں۔ فرمایا کہ خدا تعالیٰ کو دوست بنالو گے تو پھر دنیا تمہارا کچھ نہیں کر سکتی۔ حقیقی دوست جو اللہ تعالیٰ ہے پھر وہ تمہاری ہر معاملے میں پرواہ کرے گا، ہر معاملے میں تمہاری حفاظت کرے گا اور اس کے فرشتے ماں کی طرح تمہیں اپنی گود میں لے لیں گے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 3 صفحہ 263)

پس یہ بہت ہی اہم بات ہے جسے ہم میں سے ہر ایک کو یاد رکھنا چاہیے۔ کتنے خوش قسمت ہیں ہم میں سے وہ جو اس حقیقت کو سمجھتے ہوئے خدا تعالیٰ کو دوست بنانا چاہتے ہیں اور بناتے ہیں اور بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کو دوست بنانے کے لیے اپنی عبادتوں کے معیاروں کو بھی بلند کرنا پڑے گا اور اپنی ظاہری حالت لباس وغیرہ کو بھی اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق اختیار کرنا ہو گا۔ اپنی عملی حالتوں کو بھی نمونہ بنانا ہو گا اور اپنے اخلاق

معیاروں کو بھی بلند کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے بندوں کے حقوق ادا کرنے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حقوق کے ساتھ ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ پس یہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکموں میں سے حکم ہے۔ پھر ضروری ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو دوست بنانا ہے تو اس کی باتوں پر بھی عمل کیا جائے۔

پس ہر ایک اپنا خود جائزہ لے اور دیکھے کیا اس کی عبادت معیاری ہے ؟کیا اسے ذکر الٰہی کی طرف توجہ ہے ؟کیا اس کی عملی حالت اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی تعلیم کے مطابق ہے ؟کیا ہر ایک دوسرے کا حق ادا کرنے والا اور اعلیٰ اخلاق دکھانے والا ہے؟ اگر ہے تو پھر آپ سب بیعت سے فائدہ حاصل کرنے والے ہیں ورنہ ہم صرف نام کے احمدی ہیں۔

دین کو دنیا پر مقدم رکھیں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں

یاد رکھو ہماری جماعت اس بات کے لیے نہیں ہے جیسے عام دنیا دار زندگی بسر کرتے ہیں۔ نرا زبان سے کہہ دینا ہم اس سلسلہ میں داخل ہیں اور عمل کی ضرورت نہ سمجھی۔ میں تم سے یہ نہیں چاہتا کہ صرف زبان سے ہی اقرار کرو اور عمل سے کچھ نہ دکھاؤ یہ نکمی حالت ہے خدا تعالیٰ اس کو پسند نہیں کرتا۔

پس اب اگر کوئی میرے ساتھ تعلق رکھ کر بھی اپنی اصلاح نہیں کرتا اور عملی قوتوں کو ترقی نہیں دیتا بلکہ زبانی اقرار کو بھی کافی سمجھتا ہے وہ گویا اپنے عمل سے میری عدم ضرورت پر زور دیتا ہے یعنی اپنے عمل سے اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ مسیح موعود کے آنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ آپؑ نے فرمایا کہ پھر اگر تم اپنے عمل سے ثابت کرنا چاہتے ہو کہ میرا آنا بے سود ہے بے فائدہ ہے تو پھر میرے ساتھ تعلق کرنے کے کیا معنی ہیں۔ یہ تو پھر صاف جھوٹ ہے، پھر تو ہماری یہ صرف منہ کی اور زبانی جمع خرچ ہے۔ ہمارے منہ کی باتیں ہیں جو ہم کہتے ہیں کہ ہم احمدی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تو ایسے لوگوں کو اپنے میں شمار نہیں کرتے۔ پس بڑے خوف کا مقام ہے، بڑا سوچنے کا مقام ہے، غور کرنے کی ضرورت ہے کہ ایک طرف تو ہم اپنے آپ کو احمدی کہہ کر دوسرے مسلمانوں کی مخالفت مول لیں، وہ ہمارے خلاف بولیں، ہمیں تکلیفیں پہنچائیں اور اپنے آپ کو مشکل میں ہم ڈالیں دوسری طرف اپنے عملوں میں کمزوری کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر میں، خدا تعالیٰ کی نظر میں احمدی بھی نہ ٹھہریں۔ آپؑ نے فرمایا اگر میرے ساتھ تعلق پیدا کرتے ہو تو پھر میری اغراض و مقاصد کو پورا کرو اور اغراض و مقاصد کیا ہیں اور وہ یہی ہیں کہ خدا تعالیٰ کے حضور اپنے اخلاص اور وفاداری دکھلاؤ اور قرآن شریف کی تعلیم پر اس طرح عمل کرو جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے کر کے دکھایا۔ قرآن کریم کے صحیح منشاء کو معلوم کرو اور اس پر عمل کرو۔ آپ نے بڑا واضح فرمایا کہ یاد رکھو کہ وہ جماعت جو خدا تعالیٰ قائم کرنا چاہتا ہے وہ بغیر عمل کے زندہ نہیں رہ سکتی۔ پس آپ نے تو جو سامنے لجنہ بیٹھی ہیں اور اسی طرح مرد ہیں دونوں نے اپنے عہدوں میں اپنی اولادوں کو بھی دین سے جوڑنے کا عہد کیا ہوا ہے انصار کے عہد میں بھی خدام کے عہد میں بھی لجنہ کے عہد میں بھی۔ اگر اپنے عمل نہیں ہیں، اپنی حالت ایسی نہیں کہ جماعت کے زندہ ہونے کی حالت کو ظاہر کریں تو پھر اپنی اولادوں اور اپنی نسلوں کی کس طرح ہم ضمانت دے سکتی ہیں؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تو جس جماعت کو قائم کرنا چاہتا ہے وہ بغیر عمل کے زندہ نہیں رہ سکتی۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 3 صفحہ 370-371 ایڈیشن 1984ء)

ہم نے تو یہ عہد کیے ہوئے ہیں لیکن اس عہد کے بعد بھی اگر ہم خود زندہ نہیں رہ سکتے تو اگلی نسلوں کو کیا زندہ رکھیں گے۔ کس طرح ہم ضمانت دے سکتے ہیں اگلی نسلوں کی کہ یہ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والی ہو گی۔ کس طرح کہہ سکتی ہیں ہماری عورتیں بھی اور ہمارے مرد بھی کہ ہماری اولاد دین پر قربان ہونے کے لیے ہر وقت تیار ہے۔

پس قرآن کریم کو سمجھ کر پہلے خود دین پر عمل کرنے والا بننا ہو گا اور پھر اپنی اولاد کو اس پاک حالت پر قائم رہتے ہوئے دین پر قائم رہنے والا اور اس

کی خاطر قربانی کرنے والا بنانا ہو گا تبھی ہم وہ جماعت بن سکیں گی جو زندوں کی جماعت ہے۔ نہیں تو ہماری جماعت بھی روحانی لحاظ سے مُردوں کی جماعت بن جائے گی۔ دنیا کی تربیت کا کام ہم نے اپنے ذمہ لیا ہے تو اس کے لیے اپنی حالتوں پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے ورنہ یاد رکھیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اللہ تعالیٰ کے وعدے تو پورے ہوں گے لیکن ہم میں سے جو لوگ آپ علیہ السلام کی بات کو سن کر اس پر توجہ نہیں دیتے ان کی حالت سوکھی اور مردہ شاخ کی طرح ہو جائے گی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ سوکھی اور مردہ شاخ جس درخت کی ہو اس کو باغبان کاٹ دیا کرتا ہے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 2 صفحہ 49)

تقویٰ پیدا کریں

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کا حق ادا کرنے کے لیے ایک مجاہدے کی ضرورت ہے۔ آپؑ کی باتوں پر عمل کرنے کے لیے تقویٰ کی ضرورت ہے اور یہ تقویٰ ہی ہے جو نیکیوں کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک جگہ فرماتے ہیں

"دینی امور میں جب تک تقویٰ نہ ہو روح القدس سے تائید نہیں ملے گی وہ شخص ضرور ٹھوکر کھا کر گرے گا۔" جس میں تقویٰ نہیں ہے۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 429)

پس تقویٰ پیدا کرنے کی ضرورت ہے اور تقویٰ یہی ہے کہ ہر اچھے خلق پر انسان عمل کرے بعض پر عمل کرنا اور بعض پر نہ کرنا تقویٰ نہیں کہلاتا۔

پس جب تمام قسم کی نیکیوں اور اخلاق کو انسان اپنانے کی کوشش کرتا ہے تو پھر ہی اللہ تعالیٰ دعاؤں کو بھی سنتا ہے اور بندے کو اپنے قریب بھی کرتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ

"قرآن کریم تقویٰ کی ہی تعلیم دیتا ہے اور یہی اس کی علت غائی ہے۔" یہی اس کا اصل مقصد ہے، یہی قرآن کریم کی تعلیم کا بنیادی مقصد ہے۔ "اگر انسان تقویٰ اختیار نہ کرے تو اس کی نمازیں بے فائدہ۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 48)

آپؑ نے فرمایا:۔ "ساری جڑ تقویٰ اور طہارت ہے اسی سے ایمان شروع ہوتا ہے اور اسی سے اس کی آبپاشی ہوتی ہے۔" ایمان تقویٰ سے ہی پیدا ہوتا ہے اور یہی تقویٰ ہے جو ایمان کو بڑھانے کا ذریعہ بنتا ہے اور فرماتے ہیں "اور نفسانی جذبات دبتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 243)

پس ان ملکوں میں جہاں آزادی اور روشن خیالی کے نام پر ایسی باتوں کے اظہار کیے جاتے ہیں جس سے ہر قسم کے جذبات انگیخت ہوتے ہیں ان ملکوں میں تقویٰ پیدا کرنے کے لیے خاص جدوجہد کی ضرورت ہے پس ہر احمدی مرد اور عورت کا کام ہے کہ تقویٰ میں ترقی کرے تا کہ نیکیوں میں توفیق ملے۔ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو، دنیاوی برائیوں سے ہم بچ سکیں اور اپنی نسلوں کو ان سے بچا سکیں اور اپنی بیعت کا حق ادا کرنے والے بن سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دے کہ ہم حقیقی تقویٰ اپنے اندر پیدا کرنے والے بن سکیں اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث ہوں۔ اب دعا کر لیں

(مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 30 جون 2020)

☆☆☆

جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ فرانس 2019ء کے موقع پر
مستورات کے اجلاس سے
سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفة المسیح
الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا بصیرت افروز خطاب

(فرمودہ مورخہ 05/ اکتوبر 2019ء بروزہ ہفتہ، بمقام
'بیت العطاء' تغی شاتو، فرانس)

- بچوں کی تربیت میں محنت کی ضرورت
- صحابہ اور صحابیات کا اسوۂ حسنہ
  - عبادتوں کی طرف توجہ دیں
  - دعائیں کریں
  - ایمان، ایقان پیدا کریں
  - طبیعت میں قناعت پیدا کریں
  - لباس اور اپنے پردے کا خیال رکھیں

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِيكَ لَہٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ - بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ - اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ - مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ - اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ - اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ - صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ -

بچوں کی تربیت میں محنت کی ضرورت

جیسا کہ میں نے کل خطبے میں بھی ذکر کیا تھا کہ آج کل دنیا بڑی تیزی سے اپنے خدا سے دور جا رہی ہے۔ ایک بہت بڑی تعداد نہ صرف دین سے دور جا رہی ہے بلکہ خدا تعالیٰ کے وجود کی بھی انکاری ہے اور اس ماحول میں رہتے ہوئے جہاں دنیا کے سامانوں کو سب کچھ سمجھا جاتا ہے ہمارے میں سے بھی بعض اس ماحول کے زیر اثر آ جاتے ہیں۔ اس میں بڑے بھی شامل ہیں اور بچے بھی اور نوجوان بھی۔ ایسے حالات میں ہماری بہت بڑی ذمہ داری بن جاتی ہے کہ اپنی حالتوں پر توجہ رکھیں اپنے آپ کو بھی اس ماحول کے اثر سے بچائیں اور اپنے بچوں کو بھی اس ماحول کے اثر سے بچائیں اور خود اپنے آپ کو بھی ایک کوشش سے خدا تعالیٰ کے قریب تر کرنے کی کوشش کریں اور اپنے بچوں کو بھی

خدا تعالیٰ کے قریب تر لانے کی کوشش کریں۔ اپنے آپ کو بھی دنیا کی غلاظتوں سے بچائیں اور اپنی اولادوں کو بھی دنیا کی غلاظتوں سے بچائیں۔ بچوں کے سامنے اپنے ایسے نمونے قائم کریں کہ بچے بڑوں کے نمونوں پر چل کر ان راہوں پر چلیں جو دین کی طرف لے جانے والی راہیں ہیں، جو خدا تعالیٰ کا قرب دلانے والی راہیں ہیں، جو خدا تعالیٰ کے وجود پر ایمان اور یقین پیدا کرنے والی راہیں ہیں، جو اللہ تعالیٰ کا پیار سمیٹ کر دنیا اور آخرت سنوارنے والی راہیں ہیں۔ جہاں یہ مردوں کی ذمہ داری ہے کہ اپنے نمونے قائم کریں اور بہت محتاط ہو کر اس مادی دنیا کی چمک دمک میں زندگی بسر کریں وہاں یہ عورتوں کی بھی ذمہ داری ہے۔ بچوں کی تربیت کی ذمہ داری اللہ اور اس کے رسول نے عورتوں پر ڈالی ہے۔ **اگر ہماری عورتیں خدا سے پیار کرنے والی ہیں، اگر خدا تعالیٰ کا خوف دل میں رکھنے والی ہیں تو ان کو اپنی نسلوں کو سنبھالنے کے لیے اس ماحول میں بڑی محنت کرنے کی ضرورت ہے۔** وقفِ نَو میں بہت سی مائیں اپنے بچے پیش کر دیتی ہیں تو پھر ان کی تربیت بھی ان کی ذمہ داری ہے لیکن اگر ہر بچے کی تربیت کی طرف توجہ نہیں اور وقفِ نَو اور غیر وقفِ نَو ہر بچے پر نظر نہیں تو کسی ایک کی تربیت پر برا اثر پڑے گا یا وقفِ نَو کی تربیت صحیح نہیں ہو گی یا غیر واقفِ نَو کی تربیت صحیح نہیں ہو گی۔

اس لیے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ صرف وقفِ نَو کا خیال رکھنا ہے یا صرف لڑکوں کا خیال رکھنا ہے یا صرف لڑکیوں کو ہی روک ٹوک کرنی ہے۔ بعض مائیں لڑکوں کی طرف توجہ زیادہ دیتی ہیں یا بعض مائیں ایسی ہیں جو لڑکوں کو لاڈ میں رکھتی ہیں اور لڑکیوں کو روک ٹوک کرتی ہیں۔ ہر صورت میں کوئی نہ کوئی بچہ اگر یہ اختلاف ہے، تربیت میں اگر کوئی امتیاز رکھا جا رہا ہے تو کوئی نہ کوئی بچہ پھر بگڑ جاتا ہے۔ اس ماحول میں تربیت بڑا احساس معاملہ ہے۔ اس لیے بہت سوچ سمجھ کر تربیت کا ہر قدم اٹھانا ہو گا۔ مرد اگر اپنی ذمہ داری صحیح طرح نہیں سنبھال رہے اور ان کے عمل بچوں پر خاص طور پر لڑکوں پر غلط اثر ڈال رہے ہیں تو ان مردوں کو بھی سمجھائیں، اپنے خاوندوں کی طرف بھی توجہ کریں۔ عورت کو گھر کی نگران بننے کا ایک اعلیٰ نمونہ بننے کی ضرورت ہے۔ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ تمہارے لیے اسوۂ حسنہ ہیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح جلد 2 صفحہ 414 کتاب المناقب باب مناقب الصحابۃ حدیث 6018 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

صحابہ اور صحابیات کا اسوۂ حسنہ

اور مرد بھی اسوۂ حسنہ ہیں اور عورتیں بھی۔ یہ نہیں کہ صرف مرد ہی اسوۂ حسنہ ہیں بلکہ عورتیں بھی جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت میں آنے کا اعزاز پایا انہوں نے بھی اپنے نمونے قائم فرمائے وہ بھی پاک نمونہ بنیں۔ صحابیات بھی ایسی تھیں جنہوں نے اپنی عبادتوں کے قابل تقلید نمونے قائم کیے۔ ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ انہوں نے راتیں عبادت میں گزاریں اور دن کو روزے رکھے اور پھر ان کے خاوندوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ان کی شکایت کرنی پڑی کہ میری بیوی وہ ہے جو ساری رات عبادت میں مشغول رہتی ہے اور اپنی ذمہ داریاں اور حقوق ادا نہیں کرتی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتوں کو سمجھانا پڑا کہ درمیانی راستہ اختیار کرو۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 4 صفحہ 213 حدیث 11823 مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

نہ ہی زیادہ تر یہ کہ مستقل اتنا زیادہ عبادتوں میں مشغول ہو جاؤ کہ گھر کی ذمہ داریاں نہ نبھا سکو، نہ یہ کہ دنیا کی طرف ہی رغبت اتنی ہو جائے کہ دین کا پتا ہی کچھ نہ ہو۔ آپؐ نے فرمایا کہ درمیانی راستہ اختیار کرو۔ پس اگر شکایت ہوئی تو اس بات پر کہ ہماری عورتیں عبادت کرنے میں ہر وقت مصروف رہتی ہیں۔ وہ ماحول ایسا تھا جس نے ان لوگوں کی ایک کایا پلٹ دی تھی۔ عورتوں کو بھی شکوہ اگر مردوں سے ہوا تو یہ کہ وہ سارا دن روزے میں رہتے ہیں اور راتوں کو

عبادت کرتے ہیں چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک دفعہ ایک صحابیہؓ کا حلیہ ایسا بنا ہوا تھا کہ بالکل اپنا خیال نہیں تھا۔ میلے کپڑے، نہ کپڑوں کا خیال، نہ بالوں میں کنگھی، نہ اس زمانے کے مطابق کوئی سنگھار۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بیوی نے پوچھا جب وہ ان کے پاس آئیں کہ تم نے اپنا یہ کیا حلیہ بنایا ہوا ہے؟ تو ان کا جواب تھا کہ تیار اگر میں ہوں، اپنا حلیہ ٹھیک کروں تو کس کے لیے؟ میرا خاوند تو راتوں کو عبادت کرتا ہے اور دن کو روزے رکھتا ہے۔ میری طرف تو اس کی کوئی توجہ ہی نہیں ہے، نظر ہی نہیں ہے۔ اس پر ان زوجہ محترمہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حرم نے، زوجہ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ فلاں شخص کی بیوی کا یہ حال ہے اور اس نے اپنے خاوند کے بارے میں یہ بتایا ہے کہ اس کی اس کی طرف کوئی توجہ نہیں۔ روزوں اور عبادت میں مشغول رہتا ہے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو فرمایا کہ تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں تم سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہوں۔ روزے بھی رکھتا ہوں، کھولتا ہوں۔ بچوں کے بھی حقوق ادا کرتا ہوں۔ بیویوں کے حقوق ادا کرتا ہوں۔ معاشرے کے حقوق ادا کرتا ہوں۔ پس اپنے بیوی بچوں کا بھی حق ادا کرو۔ چنانچہ کچھ عرصے بعد وہی صحابیہ جو پہلے جن کا حال برا تھا وہ دوبارہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے پاس آئیں تو اس وقت وہ بڑی تیار

ہوئی ہوئی تھیں اور بڑے اچھے کپڑے تھے، خوشبو لگائی ہوئی تھی۔ انہوں نے پوچھا کہ آج تم بڑی تیار ہو کر آئی ہو، بڑی بنی سنوری ہوئی ہو، کیا وجہ ہے؟ تو ان صحابیہؓ نے جواب دیا اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے پر میرا خاوند میری طرف توجہ دیتا ہے۔

(مجمع الزوائد جلد 4 صفحہ 396 کتاب النکاح حدیث 7612 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2001ء)

تو یہ وہ لوگ تھے جن کے نمونے اپنانے کا ہمیں حکم ہے نہ کہ دنیاداری میں ڈوب کر اپنی اور اپنی نسلوں کی دنیا و آخرت بگاڑنی ہے۔ یہ صحابیہ کا نمونہ ہے کہ تیار ہوئی ہیں، سنگھار کیا ہے تو خاوند کے لیے۔ دنیا کو دکھانے کے لیے میک اپ نہیں کیا، دنیا کو دکھانے کے لیے فیشن نہیں کیا بلکہ تقویٰ پر چلتے ہوئے اپنے گھروں میں پاکیزگی کے نمونے قائم کرتے ہوئے وہ نمونے قائم کیے ہیں جن سے خدا تعالیٰ بھی خوش ہوا ہے اور اس کا رسولؐ بھی خوش ہے اور گھر کا ماحول بھی پُرسکون ہوا ہے اور بچوں کی تربیت بھی ہو رہی ہے۔ آج کل ہم دیکھتے ہیں کہ بعض مائیں ایسی ہیں کہ بچوں کو گھروں پر چھوڑ کر تیار ہوتی ہیں اور سہیلیوں کے ساتھ سیر و تفریح کے لیے چلی جاتی ہیں۔ میک اپ کر کے پھر پردے کا بھی خیال نہیں رکھتیں۔ ایسی عورتوں کے متعلق کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ وہ بچوں کی تربیت کرنے والی ہیں یا گھروں کی نگران ہیں۔ ہاں یہ بھی صحیح ہے کہ بعض

عورتیں یہ بھی کہتی ہیں کہ ہمارے خاوند ہمیں کہتے ہیں کہ پردے کے بغیر ہمارے ساتھ پھرو اور میک اپ وغیرہ بھی کیا ہو اور مکس پارٹیوں میں بھی جاؤ اور گھروں میں بھی ایسی جگہ مردوں کے ساتھ بیٹھو تو ایسے مردوں کو بھی سوچنا چاہیے کہ کیوں وہ انہیں اور اپنی نسلوں کی دنیا و عاقبت تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

پس ہمارے مردوں کو بھی اور ہماری عورتوں کو بھی اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ کیا یہ نمونے جو ہمارے سامنے قائم ہوئے اور اس زمانے میں جس مسیح و مہدی کی جماعت سے ہم منسوب ہوتے ہیں انہوں نے خاص طور پر صحابہؓ کے نمونوں کو اپنانے کی تلقین فرمائی اور پاک تبدیلیوں کا ہم سے عہد لیا اس کے مطابق ہم اپنی زندگیاں گزارنے کی کوشش کر رہے ہیں؟ کیا ان پاک نمونوں کا دسواں حصہ بھی ہمارے اندر تبدیلی پیدا ہوئی ہے؟ کیا ہماری عبادتوں میں ہلکی سی بھی جھلک ان معیاروں کی نظر آتی ہے؟ اگر نہیں تو ہمارے لیے بہت فکر کا مقام ہے۔ اس مادی دنیا میں اگر ہماری حالتوں میں تبدیلیاں پیدا نہ ہوئیں، ہماری عبادتیں اس معیار کی نہ ہوئیں جو خدا تعالیٰ ہم سے چاہتا ہے تو پھر اگلی نسل کے دین پر قائم رہنے کی کوئی ضمانت نہیں دی جاسکتی۔

عبادتوں کی طرف توجہ دیں

پس اپنے مقصدِ پیدائش کو پورا کرنے کے لیے، اپنی نسلوں کو تباہ ہونے سے بچانے کے لیے، ان کو خدا تعالیٰ کے قریب کرنے کے لیے ہمیں اپنی عبادتوں کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ ہمیں اپنے اخلاق کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ ہمیں اپنے دوسرے پاک نمونے دکھانے کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ مَیں نے کہا مَیں نے کل بھی خطبے میں اس طرف توجہ دلائی تھی مردوں کو تو مسجدوں میں جانے کا حکم ہے کہ پانچ وقت نمازیں باجماعت پڑھو لیکن عورتوں کے لیے تو گھروں میں ہی نماز پڑھنے کی اجازت ہے اور ثواب بھی مردوں کے برابر ہے جن کو مسجدوں میں جا کر نماز پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔ پس اس سہولت سے بھی اگر فائدہ نہ اٹھائیں تو پھر اس سے بڑی بدقسمتی اور کیا ہو گی؟ ایک احمدی عورت جس نے زمانے کے امام کو اس لیے مانا ہے کہ اس وقت زمانے میں جو فتنہ و فساد کی حالت ہے میں نے اس سے بچ کر رہنا ہے تو پھر عابدہ بننا ہو گا، اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا بننا ہو گا۔ اس کی بندگی کا حق ادا کرنے والا بننا ہو گا اور جب عابدہ بنیں گی، عبادت گزار بنیں گی تو تب ہی باقی نیکیاں کرنے کی بھی توفیق ملے گی۔ تب ہی اس بات کی طرف بھی توجہ پیدا ہو گی کہ میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی کامل فرمانبردار بننا ہے، تب ہی قانتات میں شمار ہو گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت اپنے گھر کے، اپنے خاوند

کے گھر کی نگران بنائی گئی ہے۔ وہ اس کی غیر حاضری میں اس کے گھر اور اولاد کی نگرانی اور حفاظت کی ذمہ دار ہے۔

(صحیح البخاری کتاب النکاح باب المرأۃ راعیۃ فی بیت زوجھا حدیث 5200)

پس اولاد کی تربیت کی ذمہ داری عورت پر سب سے زیادہ ڈالی گئی ہے کہ خاوند اگر باہر کے کاموں میں مصروف ہے، گھر میں نہیں ہے تو عورت نگران ہے۔ سکول میں بچے گئے ہیں، سکول سے بچے گھر واپس آئے ہیں تو عورت کی موجودگی گھر میں ضروری ہے تا کہ ان کی خوراک کا خیال رکھے اور ان سے پھر سکول کے حالات بھی پوچھے اور پھر باقی جو تربیت کے امور ہیں ان کے بارے میں انہیں بتائے۔

دعائیں کریں

پس اولاد کی تربیت کی ذمہ داری عورت پر سب سے زیادہ ڈالی گئی ہے۔ اور ایک عمر کو پہنچنے تک بچے ماؤں سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں اور جب تک احمدی مائیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو سمجھتے ہوئے اس ذمہ داری کو نبھائیں گی نیک نسل اللہ تعالیٰ کے فضل سے پیدا ہوتی رہے گی اور پروان چڑھتی رہے گی۔ انسان کمزور ہے بغیر اللہ تعالیٰ کی مدد اور اس کے فضل کے یہ حفاظت اور نگرانی کا کام نہیں کر سکتا اور پھر عورت تو ویسے بھی کمزور ذات ہے

اس تربیت اور نگرانی کے کام کو کرنے کے لیے اپنے نمونے اور سمجھانے کے ساتھ بچوں کو سمجھانے کے ساتھ ساتھ اس کو تو بہت بڑھ کر دعائیں کرنے کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ کی مدد مانگنے کی ضرورت ہے۔ **جو مائیں دعاؤں سے کام لے کر پھر ساتھ تربیت بھی کرتی ہیں ان کی اولاد جو ہے وہ الا ماشاء اللہ نیکیوں پر قائم رہنے والی اولاد ہوتی ہے۔ وہ اولادیں دین سے بھی جڑی رہتی ہیں اور ماں باپ کے حقوق ادا کرنے والی بھی ہوتی ہیں۔** بے شک بچوں کی تربیت کے لیے ماؤں کے ساتھ باپوں کو بھی مددگار بننا پڑتا ہے اور بننا چاہیے اور اس کے بغیر ایک عمر کے بعد خاص طور پر لڑکے بغیر باپوں کی نگرانی کے صحیح رہ بھی نہیں سکتے۔ اسی طرح بچپن میں اگر مائیں بچوں کو سمجھانے کے لیے کچھ روک ٹوک کرتی ہیں تو اس وقت بھی باپوں کے تعاون کی ضرورت ہے اگر بظاہر غلط روک ٹوک بھی ہے۔ بعض دفعہ عادتاً بعض مائیں بچوں کو روکتی ٹوکتی رہتی ہیں اور بچے پھر ضدی بھی ہو جاتے ہیں لیکن اگر غلط روک ٹوک بھی باپوں کے سامنے کی جارہی ہے تو بچوں کے سامنے خاوندوں کو اپنی بیوی کو غلط نہیں کہنا چاہیے۔ کیونکہ مرد بھی اس وقت میری باتیں سن رہے ہیں اس لیے میں بتا رہا ہوں۔ بعد میں آرام سے اسے سمجھائیں لیکن بہرحال بچوں کی تربیت کی اصل ذمہ داری اسلام نے ماؤں پر ڈالی ہے اور

آج اگر ہم نے اپنی احمدی نسل کو سنبھالنا ہے تو ماؤں کو اس ذمہ داری کا احساس پہلے سے بڑھ کر کرنا ہو گا اس کے لیے کوشش بھی کرنی ہو گی اور دعا بھی کرنی ہو گی۔

دنیاوی ریسرچ بھی اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ پندرہ سولہ سال تک کی عمر تک تو لڑکے بھی اپنی ماؤں کے ساتھ زیادہ آسانی سے اپنے مسائل کی بات چیت کر لیتے ہیں بہ نسبت باپوں کے اور بچے پندرہ سولہ سال تک ماؤں کی بات کو اہمیت بھی زیادہ دیتے ہیں اور ہم نے بھی یہی دیکھا ہے۔ بہت ساری مائیں شکایت لے کے آتی ہیں یہی کہتی ہیں کہ چودہ پندرہ سال تک تو بچہ بڑا اچھا تھا اس کے بعد ایک دم باہر جانا شروع ہوا ہے اور بگڑ گیا ہے۔ بہرحال تو یہ دنیاوی ریسرچ بھی کہتی ہے کہ ماؤں سے ایک تعلق ہوتا ہے جبکہ باپوں سے تعلق اتنا زیادہ نہیں ہوتا اور پندرہ سولہ سال کی عمر کے بعد ہمارے معاشرے میں تو باپ اور بیٹے میں، ایشین معاشرہ جو ہے اس میں بالعموم ایک حجاب پیدا ہو جاتا ہے جو کہ غلط ہے یہ نہیں ہونا چاہیے۔ اس لیے اس طرف میں کئی دفعہ توجہ بھی دلا چکا ہوں کہ باپ بھی بچوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھیں۔ اگر اس نام نہاد ماحول میں اپنے بچوں کو دین کے ساتھ جوڑنا ہے تو باپوں کو بھی کوشش کرنی پڑے گی ماؤں کو بھی کوشش کرنی پڑے گی۔ مغربی معاشرے کی ریسرچ تو یہ بتاتی ہے کہ لڑکے پندرہ سولہ سال کی عمر کے بعد باپوں کے ساتھ اس لیے تعلق رکھتے ہیں

کیونکہ ان کے باپ جو ہیں یہ دنیا دار باپ جو ہیں انہیں لغویات میں پڑنے سے روکتے ٹوکتے نہیں ہیں، جو حرکتیں لڑکے کر رہے ہیں کرنے دیتے ہیں لیکن **احمدی باپوں کو یہ دوستیاں اس لیے کرنی چاہئیں کہ انہیں ان بچوں کو دین کے ساتھ جوڑنا ہے۔** بہرحال یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ ہمارے احمدی ماحول میں جن ماؤں نے بچوں کے ساتھ صحیح تعلق رکھا اور انہیں سنبھالا ہے ان کا تعلق بڑے ہو کر بھی باپوں کی نسبت ماؤں کے ساتھ زیادہ ہے۔

پس احمدی ماؤں کو اس وقت کوشش کرنی چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کی نفسیات کو سمجھتے ہوئے یہاں کے ماحول کے اثرات کو دیکھتے ہوئے بچوں کو برے اور بھلے کی تمیز اور فرق بتاتے ہوئے تربیت کریں۔ آج کل یہاں آزادی کے نام پر بچوں کو بچپن سے ہی ایسی باتیں بتا دی جاتی ہیں جن کا بچوں سے تعلق ہی نہیں ہوتا اور بلوغت کی عمر کو پہنچنے سے پہلے اس کی سمجھ آ ہی نہیں سکتی، اس کا ادراک پیدا ہی نہیں ہو سکتا لیکن یہ بتاتے ہیں، علم کی روشنی کے نام پر یہ بتایا جاتا ہے۔ علم کی روشنی کے نام پر بچوں کو یہ لوگ اخلاقی اندھیروں میں دھکیلنے کی کوشش کر رہے ہیں اور یہ باتیں سکھا رہے ہیں اور بچے اس وجہ سے اخلاقی اندھیروں میں ڈوب بھی رہے ہیں۔ ایسے حالات میں ماؤں کی پہلے سے بڑھ کر یہ ذمہ داری ہے کہ اپنے گھروں کی نگران بن کر ان لغویات اور بیہودہ باتوں کے ردّ کے لیے پہلے تو خود معلومات اکٹھی کریں، خود معلومات اپنے پاس رکھیں اور

اگر بچہ سوال کرے، سکول سے سیکھ کے آتا ہے اس کے بارے میں سوال کرے تو بغیر شرمائے جو وہ سوال کرتا ہے اگر وہ بیہودہ قسم کے تعلقات کے بارے میں سوال ہیں تو ان کو بتائیں۔ بتائیں کہ یہ برائی ہے اور ابھی تمہاری اس کی عمر نہیں ہے۔ اس طرح ہم اپنے بچوں کی حفاظت اور نگرانی کر سکتے ہیں، نہیں تو یہ دنیادار ماحول ہماری نسلوں کی دنیا و عاقبت برباد کر دے گا۔ پس ہر احمدی کو بڑی فکر کے ساتھ اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ **ہر احمدی عورت کو اپنے نمونوں کے ساتھ اور دعاؤں کے ساتھ ایسی عمدہ اور اعلیٰ معیار کی تربیت کی ضرورت ہے کہ کہا جا سکے کہ یہ مائیں تو ایک ایسا وجود ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو سمیٹ کر اپنی اولاد کو ایک قیمتی سرمائے کی صورت میں جماعت کو دے رہی ہیں۔** یہ اولادیں، یہ بچے آپ کے پاس جماعت کی امانت ہیں اور ان کی تربیت کی وجہ سے یہ سب بچے خدا تعالیٰ کے پسندیدہ مال بن چکے ہیں۔ یہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کے پیار کی نظر ہر آن پڑتی رہتی ہے جو اپنے پاکیزہ ذہن کی وجہ سے دنیا کی گندگیوں کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔ انہیں ٹی وی اور انٹرنیٹ کے لغو اور بیہودہ اور ننگے اور غلیظ پروگراموں سے کوئی رغبت نہیں ہے۔ انہیں اگر دلچسپی ہے تو خدا تعالیٰ کے فضل کو تلاش کرنے کی دلچسپی ہے۔ یہ دنیا کہے کہ یہ

وہ بچے ہیں کہ اگر دلچسپی ہے تو بیہودگیوں سے دلچسپی نہیں، لغویات سے دلچسپی نہیں، وقت ضائع کرنے سے دلچسپی نہیں، آوارہ گردی کرنے سے دلچسپی نہیں، باہر لڑکوں میں پھر کر نشہ آور چیزیں استعمال کرنے سے دلچسپی نہیں بلکہ اگر دلچسپی ہے تو خدا تعالیٰ کے فضل کو تلاش کرنے سے دلچسپی ہے۔ اگر فکر ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کا حصہ بننے کی کہ میرے ماننے والے علم و معرفت میں ترقی کرنے والے ہیں۔

(ماخوذ از تجلیاتِ الٰہیہ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 409)

یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور ترقی کرنے والے بن کر دنیا کی رہنمائی کرنے والے اور دنیا کو دجالی فتنوں سے بچانے والے بنیں گے۔ پس ایسے خزانے اور ایسے وجود پیدا کرنے والے بنیں۔ ایسی مؤمنہ بیویاں اور مائیں بنیں جن کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ بہترین مال میں سے ہیں، ایسی بیویاں کہ مومنہ بیوی جو ہے وہ بہترین مال ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الرضاع باب خیر متاع الدنیا المرأۃ الصالحۃ حدیث (1469))

ایمان، ایقان پیدا کریں

پس اپنی نسلوں میں ایمان اور ایقان پیدا کر کے انہیں بھی بہترین مال بنا دیں۔ دنیا کے مال کی طرف نظر نہ رکھیں۔ ہمارا خدا اپنے وعدوں کا سچا خدا ہے جو اس کی طرف آتا ہے، اس کے حکموں پر چلتا ہے وہ اس کی دنیاوی ضروریات

بھی پوری کرتا ہے۔ اگر تقویٰ پر چلتے ہوئے، دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد پورا کرتے ہوئے اپنے ایمان اور ایقان کی فکر کے ساتھ اپنی نسل کے ایمان و ایقان کی فکر کرتی رہیں گی تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسے لوگوں کو مَیں ایسے ذریعے سے رزق دوں گا کہ ان کے وہم و گمان میں بھی نہ ہو گا۔ جیسے کہ فرماتا ہے کہ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (الطلاق:3-4)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے گا اس کو اللہ تعالیٰ ایسے طور سے رزق پہنچائے گا کہ جس طور سے اسے معلوم بھی نہ ہو گا۔ فرمایا رزق کا خاص طور پر اس بات سے ذکر کیا کہ بہت سے لوگ حرام مال جمع کرتے ہیں۔ اگر وہ خدا تعالیٰ کے حکموں پر عمل کریں اور تقویٰ سے کام لیویں تو خدا تعالیٰ خود ان کو رزق پہنچاوے۔ پھر فرمایا اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے- وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ۔ فرمایا جس طرح پر ماں بچے کی متولی ہوتی ہے بچے کو پالتی ہے اسی طرح پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں صالحین کا متکفل ہو جاتا ہوں، میں صالحین کو پالتا ہوں، ان کا کفیل بن جاتا ہوں، ان کی ضروریات پوری کرتا ہوں۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 6 صفحہ 60-61)

اللہ تعالیٰ اس کے مال میں طرح طرح کی برکتیں ڈال دیتا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ ایسے لوگوں کو جب وہ اللہ تعالیٰ کی طرف جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے مال میں بھی طرح طرح کی برکتیں ڈال دیتا ہے۔ یہ باتیں آپؑ نے ایک موقعے پر عورتوں کو نصیحت فرماتے ہوئے ایک مجلس میں فرمائی تھیں۔

طبیعت میں قناعت پیدا کریں

پس ان ملکوں میں آ کر مال کی خواہش بھی بہت بڑھ جاتی ہے اور بعض عورتیں تو خاوندوں کے پیچھے پڑ کر ان سے مطالبے بھی کرتی ہیں، دوسروں کی مثالیں دے دے کر ان کو ابھارتی ہیں اور پھر ایسے بعض مردوں میں بھی عقل کی کمی ہوتی ہے وہ بھی اپنی عقل سے کام لینے کی بجائے زیادہ سے زیادہ مال کمانے کے طریقے سوچتے ہیں۔ یہ صرف عورتوں پر ہی الزام نہیں ہے کہ وہی مردوں کو بگاڑتی ہیں، بیویاں ہی صرف نہیں کرتیں۔ بعض مائیں اپنے لڑکوں کو مجبور کر رہی ہوتی ہیں۔ ہمیں پیسے بھیجو، ہمیں پیسے دو۔ بعض بہنیں اپنے بھائیوں کو مجبور کر رہی ہوتی ہیں۔ بہرحال مردوں کو بھی عقل سے کام لینا چاہیے۔ مردوں میں بہت سارے ایسے مرد بھی ہیں جو غلط طریقے سے مال کمانے کی کوشش کرتے ہیں، کوئی نہ بھی ابھار رہا ہو تب بھی ان کے اپنے جذبات ہی ایسے ہوتے ہیں۔ یہ نہیں کہ ہمارے مرد بہت نیک اور پارسا ہیں۔ ان کے بھی بہت برے حالات ہیں۔ اپنے ٹیکس بچاتے ہیں۔ اپنی کمائی سے حکومتی اداروں کو آگاہ نہیں کرتے۔

جن ملکوں میں حکومت کی طرف سے کام نہ کرنے کی وجہ سے سوشل ہیلپ ملتی ہے وہ بھی لے لیتے ہیں اور چوری چھپے کام بھی کرتے ہیں اور پھر ٹیکس نہیں دیتے۔ تو یہ ناجائز ذرائع سے کمایا ہوا مال ہے اور اس میں پھر برکت نہیں پڑتی۔ پس عورتیں بھی اپنے خاوندوں کو جو ایسی سوچ رکھنے والے خاوند ہیں اس بارے میں سمجھائیں کہ کیوں تم وہ ناجائز مال ہمیں اور ہمارے بچوں کو کھلاتے ہو جو ہماری تباہی کا باعث بن سکتا ہے؟ کیوں ہمیں بھی گناہگار بناتے ہو؟ ہم صرف پاک مال سے ہی اپنے بچوں کی پرورش کریں گی چاہے وہ تھوڑا ہی ہو۔ جب ایسی سوچ رکھنے والی مائیں ہوں گی، ایسی سوچ رکھنے والی بیویاں ہوں گی تو بہت سے خاوندوں کی خود بخود اصلاح ہو جائے گی اور جو ایسی سوچ رکھنے والی اور اس پر عمل کرنے والے ہوں گے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں انہیں اپنے فضل سے رزق دوں گا، ایسا رزق عطا کروں گا جہاں سے سوچ بھی نہیں سکتے۔ ہاں یہ بھی ضروری ہے کہ طبیعت میں قناعت بھی پیدا کریں۔ دنیاوی خواہشات کو اتنا نہ بڑھائیں کہ ان سے کبھی سیری ہی نہ ہو، کبھی انسان سیر ہی نہ ہو، کبھی خواہشات پوری ہی نہ ہوں، ایک خواہش کے بعد دوسری خواہش بڑھتی چلی جائے۔ دنیا کے لیے ایسی خواہش نہ بڑھے، دین کے مقابلے کے لیے ایسی خواہشیں ہونی چاہئیں۔ بہرحال قناعت پیدا کرنے کے لیے بھی خدا تعالیٰ سے دعا کی ضرورت

ہے۔ اللہ تعالیٰ فضل فرمائے تو تبھی اس کی بھی توفیق ملتی ہے۔ جو تقویٰ میں بڑھنے کی کوشش کرتا ہے ان میں اللہ تعالیٰ قناعت بھی پیدا فرما دیتا ہے۔

لباس اور اپنے پردے کا خیال رکھیں

اسی طرح مائیں یہ بھی یاد رکھیں کہ لڑکیوں کی تربیت کے لیے ان کو اپنے بھی نمونے دکھانے ہوں گے۔ خاص طور پر اپنے لباس اور اپنے پردے کا بھی انہیں خیال رکھنا ہو گا۔ حیا عورت کی نشانی ہے۔ لڑکیوں کو بتائیں کہ یہ نام نہاد ترقی یافتہ معاشرہ تمہاری حیا کی حفاظت نہیں کرتا۔ بچپن سے ہی بتانا ہو گا، پانچ چھ سال کی عمر سے ہی بچیوں کو بتانا ہو گا کہ یہ معاشرہ تمہاری حیا کی حفاظت نہیں کرتا۔ حیا کی حفاظت اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے حکموں پر چل کر ہی ہو سکتی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں پردے کا بھی حکم فرمایا ہے اور حیا کا بھی حکم دیا ہے۔ بچیوں کو ہمیشہ یہ بتائیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھو۔ اس بارے میں کسی احساس کمتری میں آنے کی ضرورت نہیں، کسی احساس کمتری کو پیدا کرنے کی، دل میں لانے کی ضرورت نہیں۔ اگر مائیں خود اپنے پردوں کی حفاظت کریں گی اور لڑکیوں کو اس کی اہمیت بتائیں گی تو یقیناً بچیوں پر بھی اس کا نیک اثر ہو گا۔ بعض پڑھی لکھی لڑکیاں سمجھتی ہیں کہ ہماری مائیں پرانے زمانے کی ہیں انہیں کیا پتا کہ اس زمانے کے ساتھ چلنے کے لیے پردہ

اور حجاب کو نرم کرنے کی ضرورت ہے یا بعض جگہوں پر نہ بھی اگر پردہ کیا جائے، نہ بھی یہ حیادار لباس پہنا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن ہمیں ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جو اللہ تعالیٰ کے حکموں سے ہٹ کر چلے گا وہ اپنی اور اپنی نسلوں کی زندگیوں کو برباد کرے گا۔ اس لیے بغیر کسی احساس کمتری کے ایک احمدی لڑکی اور عورت کو اس لباس کو لعنت بھیجتے ہوئے ترک کر دینا چاہیے جس سے حیا میں کمی آتی ہو، جو لباس اللہ تعالیٰ کے حکموں کی نفی کرتا ہو۔ اگر کسی کو یہ بہانا ہے کہ کام کے لیے بعض قسم کے لباس پہننے پڑتے ہیں اور وہ لباس بلاؤز اور جینز کے علاوہ کچھ ہے ہی نہیں اور سکارف بھی نہیں لیا جا سکتا اور اوپر کچھ لمبا کوٹ نہیں پہنا جا سکتا تو پھر ایسے کام سے ہماری لڑکیوں کو بچنا چاہیے جو ننگے لباس کی طرف لے کر جانے والا کام ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے متولی ہونے پر ایمان رکھیں گی اور صالحات میں سے بننے کی کوشش کریں گی تو پھر اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے مطابق صالحہ کا متولی بھی ہو گا۔ آج اگر پردے سے آزاد ہوئیں تو آئندہ نسلیں اَور زیادہ آزادی میں چلی جائیں گی اور پھر دین سے دور ہٹ جائیں گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کو ہمیشہ سامنے رکھیں کہ

”یورپ کی طرح بے پردگی پر بھی لوگ زور دے رہے ہیں لیکن یہ ہرگز مناسب نہیں۔“ آپؑ نے فرمایا یہ ہرگز مناسب نہیں ”یہی عورتوں کی آزادی فسق و فجور کی جڑ ہے۔“

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 134)

یہی ضرورت سے زیادہ آزادی ہے جو دین سے دور لے جانے والی اور دین کے حکموں سے دور کرنے والی ہے اور اس کی جڑ یہ آزادی ہے۔ اس لیے بہت سوچ سمجھ کر ہر قدم اٹھانے کی ضرورت ہے۔ پس ہمیشہ یاد رکھیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کی باتوں، اس کے رسول کی باتوں اور اس زمانے کے امام اور حکم اور عدل کی باتوں پر توجہ سے عمل نہیں کریں گی تو اپنا دین گنوا دیں گی۔ پھر یہ دعویٰ بھی غلط ہو گا کہ ہم نے مسیح موعود کی بیعت کی ہے۔ اس ماحول میں شرمانے کی بجائے ان لوگوں کو کھل کر بتائیں جو دنیا دار ہیں کہ پردہ ہمارا دینی معاملہ ہے اور تم ہمارے دین کے معاملے میں دخل نہ دو۔ یہاں کی پڑھی لکھی احمدی لڑکیاں اخباروں میں اس بارے میں خط لکھیں، مضمون لکھیں۔ ہمیشہ یاد رکھیں اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کریں گی تو دین و دنیا میں عزت پائیں گی۔ پس خود اپنے جائزے لیں۔ صرف مسجد آنے کے لیے اور جلسوں پر آنے کے لیے حیا دار لباس اور پردے نہ ہوں بلکہ یہ آپ کی ایک امتیازی خصوصیت ہو۔ جہاں بھی ہوں ایک حیادار لباس آپ کا ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس بات کو ہمیشہ یاد رکھیں کہ ''تقویٰ اختیار کرو۔ دنیا سے اور اس کی زینت سے بہت دل مت لگاؤ ...... کوشش کرو کہ تا تم معصوم اور پاک دامن ہونے کی حالت میں قبروں میں داخل ہو۔'' فرماتے ہیں ''خدا کے فرائض نماز زکوٰۃ

وغیرہ میں سستی مت کرو۔" فرمایا کہ "...... اپنی اس ذمہ داری کو ایسی عمدگی سے ادا کرو کہ خدا کے نزدیک صالحات قانتات میں گنی جاؤ۔"

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 81)

اللہ تعالیٰ کرے کہ ہر احمدی عورت اور ہر احمدی بچی دین کو دنیا پر مقدم رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکموں اور ارشادات پر چلتے ہوئے اپنے اور اپنی نسلوں کے دین کی حفاظت کرنے والی اور انہیں خدا تعالیٰ کے ساتھ جوڑنے والی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس زمانے کے امام کو ماننے کا جو آپ کو اعزاز دیا ہے اس کی ہمیشہ آپ قدر کرنے والی ہوں اور دنیا میں ڈوب کر اس سے دور نہ ہٹ جائیں۔ آمین

اب دعا کرلیں۔

(مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 7 جولائی 2020)

☆☆☆

جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ برطانیہ 2021ء کے موقع پر

مستورات کے اجلاس سے

سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح

الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا

بصیرت افروز خطاب

(فرمودہ 07/اگست 2021ء بروز ہفتہ بمقام حدیقۃ

المہدی (جلسہ گاہ) آلٹن ہمپشئر۔ یوکے)

- اسلام آزادئ اظہار و عمل کی تعلیم دیتا ہے
- اسلام میں عورتوں کے حقوق
  - مرد اور عورت نفسِ واحدہ سے پیدا ہوئے ہیں
  - بعض اہم امور میں عورتوں سے مشورہ
  - دینی علم سیکھیں
  - عورتوں کے حقوق کی حفاظت
  - عورت کو الگ گھر کا حق
  - عورت کا جائیداد میں حصہ
  - تعلیم کا حق
- مومنہ عورت مردوں سے کئی قدم آگے
  - عورت کا علیحدگی کا حق

- ○ زیادہ شادیاں کرنے والے کے فرائض اور ہر بیوی کے حقوق
- عورت کی ضروریات کا مرد ذمہ دار ہے
- ○ عورت کو اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے میں جہاد کے برابر ثواب
- اسلام میں پردے کا حکم

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ - بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

اسلام آزادیٔ اظہار و عمل کی تعلیم دیتا ہے

آج کل روشن خیالی کے نام پر آزادیٔ اظہار و عمل کا ایسا تصور پیدا ہو گیا ہے جو روشن خیالی کم اور اندھیروں کی طرف لے جانے والی زیادہ ہے۔ ایسا تصور ہے جو مصنوعی اور سطحی ہے۔ جس کے فوائد اور نقصان کا موازنہ کرنے کی تکلیف ہی گوارا نہیں کی گئی۔ اس نام نہاد آزادی اور روشن خیالی کے بعض پہلوؤں کے فوائد کی بجائے نقصان زیادہ ہیں۔ یہ دیکھا ہی نہیں جا رہا کہ روشن خیالی اور آزادیٔ اظہار و عمل کے نام پر ہم اپنی نسل کے مستقبل داؤ پر لگا کر خود بھی اندھیروں کی گھاٹیوں کی طرف بڑھ رہے ہیں اور اپنی نسل کو بھی اس میں دھکیلنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ اس نام نہاد آزادی کو سوشل میڈیا کے

ذریعہ سے آج کل اس قدر exploit کیا جا رہا ہے، اس کی تشہیر کی جا رہی ہے، غلط رنگ میں پیش کیا جا رہا ہے کہ یہ سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں ہی ختم ہو گئی ہیں کہ ہم کس تباہی کو آواز دے رہے ہیں۔ بہر حال دنیا دار جب دنیاوی نظر سے دیکھتے ہوئے چاہے نیک نیتی سے ہی سہی، اول تو نیک نیتی بہت کم ہوتی ہے، ایک برائی کو ختم کرنا چاہتے ہیں یا اس سے بچنا چاہتے ہیں تو دوسری برائی میں گرفتار ہو جاتے ہیں کیونکہ روحانی آنکھ ان کی بند ہوتی ہے اور پھر آج کل دنیا داری نے اور دین سے دوری نے اس حد تک دین سے متنفر کر دیا ہے کہ یہ لوگ دین کی نظر سے دیکھنا بھی نہیں چاہتے اور اسلام کے خلاف تو عام طور پر سخت تنقید کی جاتی ہے اور اسلام کو تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اور اس کی تعلیم کو پرانی، دقیانوسی تعلیم کا نام دیا جاتا ہے جس کا آج کل کی ترقی یافتہ دنیا میں کوئی مقام نہیں ہے، یہ کہا جاتا ہے اسلام کے بارے میں۔ حالانکہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو ایسی تعلیم دیتا ہے جو ہر ایک کے حقوق بتاتی ہے، آزادیٔ اظہار و عمل کا بھی پتہ دیتی ہے اور ہر ایک کی حدود اور قیود کا بھی ذکر کرتی ہے اور اس کو اعتدال پر رکھنے کے لیے ہدایت بھی دیتی ہے۔

اسلام میں عورتوں کے حقوق

2019ء کے جلسہ کی آخری تقریر میں مَیں نے اسلام میں مختلف طبقوں کے حقوق کا ذکر کیا تھا اور یہ ذکر کرتے ہوئے بتایا تھا کہ کس طرح اسلام حقوق دیتا ہے۔ کچھ کی ان شاء اللہ آئندہ بھی نشاندہی کروں گا لیکن اس وقت میں یہاں عورتوں کے حوالے سے کچھ باتیں کہنی چاہتا ہوں۔ عموماً اسلام پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اسلام عورت کو آزادی نہیں دیتا۔ لیکن یہ اسلام کی تعلیم سے لاعلمی یا اعتراض برائے اعتراض ہے۔

اسلام کی خوبصورت تعلیم کا بنیادی اصول یہ ہے کہ صرف حقوق لینے پر زور نہ دو بلکہ اگر معاشرے میں امن اور سکون کی فضا پیدا کرنی ہے تو حقوق ادا کرنے کی طرف بھی توجہ کرو اور ہر ایک کے ذمہ جو فرائض ہیں ان کو ادا کرنے کو بھی اہمیت دو۔ تبھی حقیقی امن اور سلامتی کی فضا قائم ہو سکتی ہے جو اگر ہر طبقہ کے حقوق، اختیارات کو واضح کرتی ہے تو ان کی ذمہ داریوں کی بھی بات کرتی ہے۔ عورت کو صرف یہ نہیں کہتی کہ تم اپنے حقوق حاصل کرو بلکہ اپنے مقام کو سمجھنے اور غلط چیزوں سے بچنے کے لیے بھی ہوشیار کرتی ہے۔ پس یہ وہ سموئی ہوئی تعلیم ہے جو

حقیقت میں ہر طبقے کے حقوق قائم کرنے اور آزادیٔ عمل و اظہار کی ضامن ہے۔ پس اس تعلیم کا نہ کوئی اَور دینی تعلیم مقابلہ کر سکتی ہے نہ ہی کوئی دنیاوی تعلیم اور قانون مقابلہ کر سکتا ہے۔ جیسا کہ میں نے کہا کہ اس وقت میں ان باتوں کے بارے میں عورتوں کے حوالے سے بات کروں گا جو اسلام میں عورت کے مقام کو ظاہر کرتی ہیں اور ان کے حقوق کا پتہ دیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بے شمار جگہ عورتوں کے بارے میں احکامات دیے ہیں اور پھر ان کا عملی اظہار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے ہمیں ملتا ہے کہ کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کی عزت قائم فرمائی اور پھر اس زمانے میں کس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں عورت کی عزت اور اس کا احترام پیدا کرنے کی طرف توجہ دلائی اور جب ہم ان باتوں کو دیکھتے ہیں جو عورت کے متعلقہ حقوق کے بارے میں قرآن کریم میں بیان ہوئے ہیں اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل اور ارشادات سے ان کی وضاحت ہوئی اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمائے اور اس کی روشنی میں خلفاء نے بھی مختلف اوقات میں بیان کیے تو پھر اس کی کوئی وجہ نہیں رہتی کہ کسی احمدی عورت کے دل میں مذہب کے مخالف لوگوں کی باتیں سن کر یہ خیال گزرے کہ اسلام میں نعوذ باللہ عورت کے حقوق کا خیال

نہیں رکھا گیا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورۂ کوثر کی تفسیر میں عورتوں کے جو حقوق اسلام نے دیے ہیں وہ بیان کیے ہیں۔ قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں یہ واضح کیا کہ جو حقوق عورت کے قرآن کریم نے قائم فرمائے ہیں اس سے پہلے کسی شریعت میں نہیں تھے بلکہ کہنا چاہیے کہ کسی دنیاوی قانون میں بھی نہیں تھے اور قرآن کریم عورت کا حق صرف تسلیم ہی نہیں کرتا بلکہ ان پر اس قدر زور ہے کہ اس حوالے سے علوم کا ایک دروازہ کھل گیا ہے۔ نئی نئی باتیں پتہ لگتی ہیں۔

مرد اور عورت نفسِ واحدہ سے پیدا ہوئے ہیں

عورت مرد کے نکاح کے موقع پر، جب ایک لڑکی اور لڑکے کا نکاح ہوتا ہے جو آیات پڑھی جاتی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں ایسی آیات منتخب فرمائی ہیں جن میں عورت کے حقوق کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّکُمُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنۡہَا زَوۡجَہَا وَبَثَّ مِنۡہُمَا رِجَالًا کَثِیۡرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیۡ تَسَآءَلُوۡنَ بِہٖ وَالۡاَرۡحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیۡکُمۡ رَقِیۡبًا ﴿۲﴾ (النساء: 2)

اے لوگو! اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا ہے اور اس سے اس کا جوڑا بنایا اور پھر ان دونوں میں سے مردوں اور عورتوں کو بکثرت پھیلا دیا اور اللہ سے ڈرو جس کے نام کے واسطے دے کر تم ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رحموں کے تقاضے کا بھی خیال رکھو۔ یقیناً اللہ تم پر نگران ہے۔

پس یہ واضح فرما دیا کہ مرد اور عورت نفسِ واحدہ سے پیدا ہوئے ہیں یعنی ایک ہی جنس سے ہیں گو مختلف صنف ہیں۔ ایک مرد ہے ایک عورت ہے لیکن جنس ایک ہے۔ وہ ایک ہی قسم کا دماغ لے کر آئے ہیں۔ دونوں کے ایک ہی قسم کے احساسات ہیں۔ مرد میں دماغ ہے، اگر کسی کام کرنے کی صلاحیت ہے تو عورت میں بھی ہے۔ مرد کے احساسات ہیں تو عورت میں بھی ہیں۔ دونوں ایک ہی طرح کے جذبات رکھتے ہیں۔ جذبات مرد کے اگر ہیں تو عورت کے بھی جذبات ہیں۔ نکاح کے شروع میں ہی بتا دیا کہ عورت کے حقوق کی کیا اہمیت ہے، مردوں کو اس بات کی طرف توجہ دلا دی کہ تم یہ نہ سمجھو کہ عورت کا دماغ نہیں ہے اور تم جس طرح چاہو اس پر حکومت کر سکتے ہو۔ عورت جذبات بھی رکھتی ہے، اس کا دماغ بھی ہے، احساسات بھی رکھتی ہے اس لیے اسے اپنے جیسا سمجھو اور اسے کم اور ذلیل نہ سمجھو۔

بعض اہم امور میں عورتوں سے مشورہ

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ بعض اہم امور میں عورتوں سے بھی مشورہ لے لینا چاہیے۔ آپؐ خود بھی عورتوں سے مشورہ لیا کرتے تھے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک دفعہ جب حضرت عمرؓ کی اہلیہ نے آپؓ کو کسی بات پر کوئی مشورہ دیا تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ تم کون ہوتی ہو بیچ میں بولنے والی؟ وہ سن رہی تھیں، وہاں بیٹھی ہوئی تھیں، مشورہ دے دیا۔ تو ان کی اہلیہ نے جواب دیا کہ جاؤ جاؤ وہ دن گئے جب ہمارا کوئی حق نہیں تھا۔ مجھ پہ رعب نہ ڈالو۔ اب وہ دن چلے گئے۔ اب تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی بیویوں سے مشورہ لیتے ہیں۔ تم کون ہو جو مجھے روکو۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے حقوق پر اتنا زور دیا کہ عورتوں کو بھی احساس پیدا ہو گیا کہ وہ مردوں سے کم نہیں ہیں۔

حضرت عمرؓ کے زمانے کے بعض واقعات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آپؓ اگر کوئی حکم دیتے تو بعض دفعہ عورتیں صاف صاف کہہ دیتیں کہ یہ حکم آپؓ کس طرح دے سکتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس طرح فرمایا ہے۔ جو آپؓ بات کر رہے ہیں اس کے الٹ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔ بہر حال قطع نظر اس کے کہ عورتوں کے یہ جواب صحیح تھے یا غلط، وہ صحیح سمجھیں یا حضرت عمرؓ صحیح سمجھ کر تشریح فرما رہے تھے لیکن یہ ظاہر ہوتا ہے کہ

عورت کو اجتماعی معاملات میں رائے دینے کا حق اسلام نے دیا ہوا ہے اور اس پر اتنا زور ہے کہ اس کی مثال کسی اور دین میں نہیں ملتی۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 10 صفحہ 301-302)

دینی علم سیکھیں

یہاں یہ بھی واضح ہو کہ وہ عورتیں دین کا علم حاصل کرنے میں بھی شوق رکھتی تھیں اور علم حاصل کرتی بھی تھیں۔ تبھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ بات کرتی تھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہے۔ پس احمدی عورتوں کو اس طرف بھی توجہ دینی چاہیے کہ نہ صرف حقوق لینے کی باتیں کریں بلکہ دینی علم سیکھنے اور اس میں بڑھنے کی بھی کوشش کریں اور اپنے بچوں کی بھی اس نہج پر تربیت کریں۔ صرف دنیاوی علم کے حصول کے لیے ہی زیادہ زور نہ دیتی رہیں۔ قرآن کریم اور دین کا علم ہی ہے جو آج کل کے اعتراض کرنے والوں اور دین کا استہزا کرنے والوں کے جواب دینے کے قابل آپ کو بنائے گا۔ یاد رکھیں یہ دجال کی چال ہے کہ نوجوان نسل کو آزادی کے نام پر اور عورتوں کو ان کے حقوق کے نام پر دین سے دور لے جاؤ اور آئندہ نسلیں اسلام کی تعلیم سے متنفر ہو جائیں یا یہ آواز اٹھانے لگ جائیں کہ اسلام کی تعلیم کو بھی نئے زمانے کے مطابق ہونا چاہیے اور ان کے حقوق کا پاس ہونا

چاہیے۔ دین سے دور لے جانے والے لوگ ہمدرد بن کر ہی دین سے ہٹانے کی کوشش کرتے ہیں یہ ہمیشہ یاد رکھیں۔ پس ہوشیار رہنا چاہیے اور ان شیطانی حملوں سے بچنے کے لیے بلکہ ان کے اعتراض ان پر الٹانے کے لیے اپنے آپ کو تیار کریں نہ یہ کہ متاثر ہو جائیں۔ ان لوگوں کو بتائیں کہ تم کیا اعتراض کرتے ہو اسلام پر۔ اسلام تو عورت کو جو تحفظ اور آزادی دیتا ہے وہ نہ کسی مذہب میں ہے نہ ہی دنیاوی قاعدے اور قانون میں ہے۔ اور جس کو تم آزادی کا نام دیتے ہو وہ عورت کے تقدس اور حیا کو ختم کرنے والی ہے بلکہ ان دنیا داروں میں سے بھی بعض لکھنے والوں نے یہ لکھا ہے کہ مرد جو عورت کی آزادی اور حقوق کا شور مچاتے ہیں یہ ان کے اپنے مفاد اور اپنے غلط جذبات کی تسکین کے لیے ہے۔ ان کو عورت سے کوئی ہمدردی نہیں۔ کئی کالمسٹ نے اخباروں میں یہ لکھا ہے بلکہ ایک نے تو کھل کے لکھا ہے۔ پس یہ ان کے جذبات کی تسکین کے لیے ہے نہ کہ عورت کو کچھ دینے کے لیے۔ عورت کے مفاد کے لیے باتیں نہیں کرتے بلکہ اپنے مفاد کی باتیں کر رہے ہوتے ہیں۔ پس بہت ہوشیار ہونے کی ضرورت ہے۔

عورتوں کے حقوق کی حفاظت

احمدی عورت خوش قسمت ہے کہ اس نے اس زمانے کے امام کو مانا ہے جنہوں نے ہمیں ہر معاملے میں اسلام کی خوبصورت تعلیم کو نکھار کر دکھا دیا۔ عورتوں کے حقوق کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ”عورتوں کے حقوق کی جیسی حفاظت اسلام نے کی ہے ویسی کسی دوسرے مذہب نے قطعاً نہیں کی۔ مختصر الفاظ میں فرما دیا کہ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (البقرۃ:229) کہ جیسے مردوں کے عورتوں پر حقوق ہیں ویسے ہی عورتوں کے مردوں پر ہیں۔ فرمایا کہ ”بعض لوگوں کا حال سنا جاتا ہے کہ ان بے چاریوں کو پاؤں کی جوتی کی طرح جانتے ہیں اور ذلیل ترین خدمات ان سے لیتے ہیں۔ گالیاں دیتے ہیں۔ حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور پردہ کے حکم ایسے ناجائز طریق سے برتتے ہیں کہ ان کو زندہ درگور کر دیتے ہیں“ اس طرح جس طرح کہ گویا کسی کو زندہ دفنا دیا۔ ”چاہئے کہ بیویوں سے خاوند کا ایسا تعلق ہو جیسے دو سچے اور حقیقی دوستوں کا ہوتا ہے۔ انسان کے اخلاقِ فاضلہ اور خداتعالیٰ سے تعلق کی پہلی گواہ تو یہی عورتیں ہوتی ہیں۔“ فرمایا ”انسان کے اخلاقِ فاضلہ اور خداتعالیٰ سے تعلق کی پہلی گواہ تو یہی عورتیں ہوتی ہیں۔ اگر ان ہی سے اس کے

تعلقات اچھے نہیں تو پھر کس طرح ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ سے صلح ہو۔" فرمایا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ خَیرُکُمۡ خَیرُکُمۡ لِاَھۡلِہٖ کہ تم میں سے اچھا وہ ہے جو اپنے اہل کے لیے اچھا ہے ۔"

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 417-418)

پس بڑی وضاحت سے اس ارشاد میں فرما دیا کہ حقوق کے لحاظ سے، دونوں کے حقوق ایک جیسے ہیں۔ یہ کتنی بڑی بات آپؐ نے عورت کے حق میں فرمائی ہے کہ اگر مرد کے تعلقات عورت کے ساتھ صحیح نہیں ہیں تو پھر خدا تعالیٰ سے صلح بھی ممکن نہیں ہے۔ پس مرد تو مجبور ہے کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے بھی عورت کے حق ادا کرے۔ جو پہلے میں نے آیت پیش کی تھی اس میں بھی یہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **کہ عورت اور مرد دماغ، جذبات، احساسات اور حقوق کے لحاظ سے برابر ہیں** اور نکاح کے موقع پر خطبہ نکاح کے شروع میں یہ آیت پڑھی جاتی ہے اور یہ پڑھ کر مرد کے ذہن کو بھی صاف کر دیا کہ اگر تمہارے دل میں کوئی بڑائی ہے تو اسے نکال دو اور عورت کو بھی تسلی دلا دی کہ تمہارے حقوق کی حفاظت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اگر کوئی اس طرح حقوق ادا نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں آتا ہے جس سے مومن کو ہمیشہ خوفزدہ رہنا چاہیے۔ جس کا ایمان ہی کمزور ہے یا مومن نہیں اس

کی تو بات اور ہے۔ اگر کوئی حقیقی مومن ہے تو پھر اس کو بہر حال خوفزدہ رہنا چاہیے۔ ایک حقیقی دوست کا رشتہ بڑا مضبوط رشتہ ہوتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ اس طرح کا رشتہ پیدا کرو۔ اس آزاد معاشرے میں کہنے کو تو دوستی کر کے ایک دوسرے کو سمجھ کر رشتے ہوتے ہیں۔ شادی کے شروع میں لڑکا لڑکی مرد عورت دوستی کرتے ہیں، کہتے ہیں ہم بڑے اچھے دوست ہیں اور آخر اس دوستی کا نتیجہ یہاں نکلتا ہے کہ رشتے بھی ہو جاتے ہیں لیکن کچھ عرصہ بعد اکثریت کی یہ دوستی ختم ہو جاتی ہے اور پھر علیحدگی تک نوبت آ جاتی ہے۔ پس یہ کہنا بھی غلط ہے کہ پسند کی شادی اور پہلے سے تعلق بنا کر کی جانے والی شادی دیرپا ہے۔ ان کا اپنا اعداد و شمار جو ہے یہاں کا ڈیٹا جو ہے وہ اس کی نفی کرتا ہے کہ جو آپس کی understanding سے رشتے ہوئے ہیں وہ زیادہ ٹوٹتے ہیں۔ **اگر انسان حقیقی مومن اور مومنہ ہے جو ایک دوسرے کو شروع میں نہ جانتے ہوں تب بھی خدا تعالیٰ کی خاطر اس رشتہ کو دونوں ایسا نبھاتے ہیں جو خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والا ہو۔** تاہم یہ بات بھی واضح ہو کہ یہ ضروری نہیں کہ ماں باپ کے کہنے پر لڑکی ضرور رشتہ کر لے۔ اسلام عورت کو یہ حق دیتا ہے کہ اس کی مرضی کے بغیر شادی نہیں ہو سکتی۔ اگر اسلام سے پہلے کی تاریخ دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ والدین جہاں چاہتے

عورت کی شادی کر دیتے۔ بلکہ اب بھی بعض غیر ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک میں ایسا ہی ہوتا ہے کہ ماں باپ اپنی مرضی سے شادی کرنے پر لڑکی پر زور ڈالتے ہیں بلکہ بعض لوگ تو یہاں ترقی یافتہ ممالک میں آ کر بھی اس قسم کی جاہلانہ حرکتیں کرتے ہیں کہ ہماری مرضی سے، ہماری برادری میں اور ہمارے خاندان میں ہی شادی ہو گی، نہیں تو لڑکی کو بڑی سختیاں جھیلنی پڑتی ہیں۔ اصل طریقہ تو یہ ہے کہ ماں باپ صرف دعا کر کے اپنی پسند کا اظہار کریں لیکن زبردستی نہیں کرنی چاہیے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ مسلمان یہ کرتے ہیں تو واضح ہو یہ ان لوگوں کا قصور ہے جو اپنی مرضی ٹھونستے ہیں۔ اسلام کی تعلیم کا تو کوئی قصور نہیں۔ اسلام نے تو یہاں تک کہا ہے کہ عورت کی مرضی کے خلاف اگر کوئی شادی ہو تو وہ باطل ہے، غلط ہے۔ پس یہ ایک بہت بڑا حق ہے جو قرآن کریم نے اور اسلام نے عورت کو دیا ہے جس کا اس سے پہلے تصور بھی نہیں تھا۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 10 صفحہ 302)

پھر جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ خاوند اور بیوی کا رشتہ ایک ایسا رشتہ ہے جس میں وہ ایک دوسرے کے رازدار بھی ہوتے ہیں اور اس لحاظ سے مرد کی بہت سی باتوں کی عورت گواہ ہوتی ہے۔

عورت کو الگ گھر کا حق

پھر عورت بڑی گہری نظر سے اپنے خاوند کو دیکھتی ہے کہ اس میں کیا خوبیاں ہیں اور کیا خامیاں ہیں۔ اور اگر مرد اپنے فرائض اور حقوق جو اللہ تعالیٰ نے اسے دیے ہیں وہ ادا نہیں کر رہا جو بیوی کے حقوق ہیں انہیں اسلامی تعلیم کے مطابق ادا نہیں کر رہا تو ایک دن بیوی پھر اس کے سامنے کھڑی ہو سکتی ہے اور ایسے بگڑے ہوئے خاوند کو کہہ سکتی ہے اور کہے گی اور وہ اس کا حق رکھتی ہے کہ پہلے اپنی اصلاح کرو پھر مجھے سمجھانا۔ پس عموماً گھروں میں جھگڑوں کی بنیاد بھی یہیں سے پڑتی ہے۔ جب مرد جابر حاکم کی طرح اپنے گھر کو چلانا چاہتا ہے اور حقوق ادا نہیں کرتا تو اسے بیوی کے اعتراضوں کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔ پس عورت کے ایک بیوی کے حق کو قائم کرنے کے لیے اور گھر میں امن کی فضا پیدا کرنے اور قائم رکھنے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ سنہرا ارشاد ہے کہ تم میں سے بہتر وہی ہے جو اپنے اہل کے لیے اچھا ہے۔ کتنے بڑے حق ہیں جو عورت کو دیے۔ پھر اسلام نے عورت کو الگ گھر کا حق دیا ہے۔ اس پہ بھی بعض لوگ سوال کرتے ہیں۔ آج کے معاشرے میں خاص طور پر ایشین یا پاکستانی یا ہندوستانی معاشرے میں اس بات پر جھگڑے ہوتے ہیں کہ ایک گھر میں رہنے کی وجہ سے بیوی کی اپنے سسرال سے چھوٹی چھوٹی باتوں پر اَن بن رہتی ہے جو بڑھتے بڑھتے پھر خاوند بیوی کے جھگڑوں میں تبدیل ہو جاتی ہے

اور علیحدگی تک پہنچا دیتی ہے۔ تو بیوی کو یہ حق ہے کہ وہ علیحدہ گھر کی خواہش کرے اور انتہائی مجبوری کے علاوہ مردوں کو یہ کہا گیا ہے کہ اس خواہش کو پورا کرنا چاہیے۔ لڑکی کو مجبور نہیں کرنا چاہیے کہ وہ ضرور سسرال میں رہے۔ اگر وسائل ایسے ہیں تو پھر علیحدہ ہونا چاہیے اور اگر نہیں وسائل تو پھر کوشش کرنی چاہیے کہ جب بھی حالات بہتر ہوں علیحدہ ہو جائے۔

عورت کا جائیداد میں حصہ

پھر عورت کا حق مہر مقرر کیا گیا ہے تا کہ اس کی کوئی جائیداد ہو اس کے پاس کوئی رقم ہو اس کی وہ آپ وارث ہو اور مکمل مالک ہو۔ جائیداد میں اسے حصہ دیا گیا ہے۔ آج کی نام نہاد دنیا میں جائیداد اور وراثت کا حق دیا گیا ہے لیکن یہ صرف سوڈیڑھ سو سال پہلے آہستہ آہستہ ملا ہے جو کہ اسلام نے پندرہ سو سال پہلے دے دیا تھا بلکہ پہلے تو یہاں یہ رواج تھا کہ شادی کے بعد عورت کی جائیداد اس کی جائیداد نہیں سمجھی جاتی تھی۔ اگر عورت کو کسی ذریعہ سے جائیداد مل جاتی تھی یا اس نے کسی ذریعہ سے پیدا کر لی اور اس کی ابھی شادی نہیں ہوئی یا شادی ہو گئی ہے تو پھر اس کی جائیداد سمجھی نہیں جاتی تھی اور بعض لوگ تو صاحبِ جائیداد عورت سے شادی کر کے اس کی جائیداد پر قابض ہو جاتے تھے۔ شادی کے بعد عورت کی جائیداد خاوند کی طرف چلی جاتی تھی لیکن اسلام نے ابتدا میں ہی عورت کی جائیداد کو اس کی ذاتی ملکیت قرار دے کر اسے اتنی

آزادی دے دی کہ صحابہ کو اس زمانے میں شبہ پڑ گیا کہ مرد کے لیے یہ بھی جائز نہیں ہے کہ عورت کی جائیداد میں سے عورت کی مرضی سے بھی کچھ خرچ کر لے یا لے لے۔ اگر عورت دے بھی تو تب بھی نہیں لینا اس حد تک صحابہ محتاط ہو گئے تھے۔ صحابہ اس وقت تک اس سے بچتے رہے جب تک کہ اسلام کی تعلیم میں یہ حکم نہیں آگیا کہ تم عورت کی طرف سے خوشی سے دیا ہوا تحفہ لے بھی سکتے ہو اور اپنے اوپر خرچ بھی کر سکتے ہو۔ اگر عورت خوشی سے دیتی ہے تو کوئی حرج نہیں لے لو۔ اتنی احتیاط کی ضرورت نہیں۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 10 صفحہ 302-303)

تعلیم کا حق

پھر اسلام نے لڑکیوں کی تعلیم پر زور دیا ہے اور تاکید فرمائی ہے۔ یہاں تک فرمایا کہ جس کی دو لڑکیاں ہوں اور وہ ان کی اچھی تربیت کرے تو خدا تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ ایک عورت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئی۔ غریب عورت تھی اور کھانے کے لیے کچھ مانگا۔ اس کے ساتھ دو لڑکیاں تھیں۔ ایک اس نے اپنے دائیں طرف بٹھا لی ایک بائیں طرف بٹھالی۔ حضرت عائشہؓ کے پاس اس وقت سِوائے ایک کھجور کے گھر میں کچھ نہیں تھا۔ انہوں نے وہ کھجور اسے دے دی۔ اس عورت نے منہ میں ڈال کر کھجور کے دو ٹکڑے کیے اور آدھا ایک کو دے دیا اور آدھا دوسری کو اور خود

بھوکی رہی۔ جہاں اس سے ماں کی قربانی کا پتہ لگتا ہے وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اس عمل سے ایک اَور خوبصورت بات بیان فرمائی۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بتائی گئی تو آپؐ نے فرمایا کہ جس کی دو بیٹیاں ہوں اور وہ ان کی اچھی تربیت کرے اور ان کو تعلیم دلوائے تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت واجب کر دیتا ہے۔ اس عورت پر جنت واجب کر دیتا ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ تعلیم اس لیے حاصل کی جائے کہ ملازمت کرنی ہے، اگلی نسل کی تربیت اور اس کی تعلیم کے لیے بھی عورت کی تعلیم ضروری ہے۔ کسی خاص پیشہ اور ہنر کو سیکھ کر اس میں کام کرنا اور ملازمت کرنا بھی غلط نہیں ہے لیکن عورت اگر اگلی نسل کو سنبھالنے کے لیے تعلیم کے زیور سے آراستہ ہوتی ہے تو یہ اسے جنت کی خوشخبری دیتی ہے۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 10 صفحہ 304)

جس کا ایک دوسری حدیث میں یوں ذکر آیا ہے کہ جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔

(کنز العمال جلد 8 جزء 16 صفحہ 192 کتاب النکاح باب فی بر الوالدین حدیث 45431۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2004ء)

یعنی اولاد کی اعلیٰ تربیت اور تعلیم صرف ماؤں کو جنت میں نہیں لے جاتی بلکہ بچوں کو بھی جنت میں لے جانے کا ذریعہ بنتی ہے۔ یہ کتنا بڑا اعزاز اور مقام

ہے جو مرد کو نہیں دیا گیا عورت کو دیا گیا بلکہ عورت کی عزت کو اس سے بھی بڑھ کر بیان کیا گیا ہے۔

مومنہ عورت مردوں سے کئی قدم آگے

پس نیک عورت، **مومنہ عورت ایسی ہے جو مردوں سے کئی قدم آگے ہو سکتی ہے** اور جس قوم کی عورتیں نیکی میں آگے ہوں، تعلیم یافتہ اور تربیت یافتہ ہوں، اپنے بچوں کی صحیح اسلامی تعلیم کی روشنی میں تربیت کرنے والی ہوں تو پھر اگلی نسلیں جن میں لڑکے بھی شامل ہیں لڑکیاں بھی ایسی نکلیں گی جو نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے والی ہوں گی، بڑھنے والی ہوں گی۔

عورت کا علیحدگی کا حق

اسلام نے بعض حالات میں طبیعتیں نہ ملنے کی وجہ سے یا کسی اَور وجہ سے شادی کے رشتہ کو ختم کرنے کی جو اجازت دی ہے اس کی بات اگر ہم دیکھیں تو اس حق کا استعمال بھی دونوں کو برابر دیا ہے۔ مرد کو طلاق کی صورت میں، عورت کو خلع کی صورت میں اور **مرد کو یہ حکم ہے کہ اس حق کو استعمال کرنے کی صورت میں یہ**

بات مدّنظر رہے کہ عورت پر زیادتی نہ ہو۔ اگر زیادتی ہوتی ہے تو یہ بہت بڑا ظلم ہے اور اللہ تعالیٰ ظلم کی سزا دیتا ہے۔ طلاق کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ ایک جگہ مردوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (البقرۃ :228) اور اگر وہ طلاق کا قطعی فیصلہ کر لیں تو یقیناً اللہ بہت سننے والا اور دائمی علم رکھنے ولا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو اس کی وضاحت فرمائی ہے وہ مردوں کی طرف نہیں جاتی بلکہ آپؑ فرماتے ہیں کہ ”اگر طلاق دینے پر ”مرد“ پختہ ارادہ کر لیں سو یاد رکھیں کہ خدا سننے والا اور جاننے والا ہے یعنی اگر وہ عورت جس کو طلاق دی گئی خدا کے علم میں مظلوم ہو“ فرمایا ”وہ عورت جس کو طلاق دی گئی ہے خدا کے علم میں مظلوم ہو اور پھر وہ بددعا کرے تو خدا اس کی بد دعا سن لے گا۔“

(آریہ دھرم۔ روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 52)

پس اس آیت میں مرد کو ہوشیار کیا گیا ہے کہ **طلاق کا فیصلہ سوچ سمجھ کر کرو۔** بلاوجہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر عورت کو طلاق نہ دے دو۔ اللہ تعالیٰ اگر تمہاری سنتا اور تمہاری باتیں جانتا ہے تو عورت کی باتیں بھی سنتا ہے

اور اس کے حالات کا بھی علم ہے اسے اور اگر تم ظلم کر کے اسے اپنے سے علیحدہ کر رہے ہو تو عورت اللہ تعالیٰ سے تمہارے اس ظلم کا بدلہ لینے کی دعا کر سکتی ہے اور اللہ تعالیٰ مظلوم کی دعا سنتا ہے۔ پس یہاں مردوں کو ڈرایا گیا ہے جو طلاق دینے میں جلد بازی کرتے ہیں اور عورت کا حق قائم کیا گیا ہے۔

زیادہ شادیاں کرنے والے کے فرائض اور ہر بیوی کے حقوق

پھر ایک اعتراض یہ ہے کہ ایک سے زیادہ شادیوں کی مرد کو اجازت دے کر عورت کا حق مارا گیا ہے۔ بات تو یہ ہے کہ یہ بعض حالات میں اجازت ہے، حکم نہیں ہے اور اس اجازت پر عمل کرنے کے لیے بھی بعض شرائط رکھی گئی ہیں۔ اس ترقی یافتہ معاشرے میں ایک شادی کر کے پھر دوسری عورتوں سے ناجائز تعلقات رکھے جاتے ہیں۔ روز کی خبریں ہم دیکھتے ہیں اور یہ بے حیائی اور فحاشی ہے جس کی اسلام قطعاً اجازت نہیں دیتا اور اس بے حیائی کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جب بیوی کو اپنے خاوند کے ایسے تعلقات کا پتہ چلتا ہے تو نوبت علیحدگی تک آتی ہے اور یہ اس معاشرے میں عام چیز ہے۔ اس لیے ان لوگوں کو تو اسلام کی ایک سے زیادہ شادی کی اجازت پر اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔ خود ان کے عمل ایسے ہیں پہلے اپنے آپ کو دیکھیں۔ دوسرے یہ کہ جیسا کہ میں نے کہا بعض شرائط کے ساتھ اجازت ہے اور اگر وہ شرائط پوری نہیں ہو رہیں تو

اجازت نہیں ہے۔ اور پھر ایک سے زیادہ شادی کی صورت میں انصاف کو انتہائی اہم کہا گیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک سے زیادہ شادی کرنے والے کے فرائض اور ہر بیوی کے حقوق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ حقوق اس قسم کے ہیں کہ اگر انسان کو پورے طور پر معلوم ہو تو بجائے بیاہ کے وہ ہمیشہ رنڈوا رہنا پسند کرے۔ خدا تعالیٰ کی تہدید کے نیچے رہ کر جو شخص زندگی بسر کرتا ہے وہی ان کی بجا آوری کا دم بھر سکتا ہے۔ ایسے لذات کی نسبت جن سے خدا تعالیٰ کا تازیانہ ہمیشہ سر پر رہے تلخ زندگی بسر کر لینی ہزارہا درجہ بہتر ہے۔ یعنی شادی کے بعد بیوی کے حقوق ادا نہ کرنا یہ کتنا بڑا گناہ ہے اگر اس کا پتہ ہو انسان کو تو فرمایا کہ ایک شادی بھی شاید نہ کرے اور بغیر شادی کے رہنا پسند کرے انسان اگر وہ صحیح مومن ہے۔ فرمایا کہ ایک سے زائد شادی کو شریعت نے بطور علاج کے رکھا ہے۔ جہاں شادی ہے وہاں جو شرائط پوری ہونی ہیں وہ بطور علاج ہے۔ پھر آپؑ فرماتے ہیں پہلی بیوی کی رعایت اور دلداری یہاں تک کرنی چاہیے (یہ بھی حق قائم کیا ہے) کہ اگر کوئی ضرورت مرد کو ازدواج ثانی کی محسوس ہو لیکن وہ دیکھتا ہے کہ دوسری بیوی کے کرنے سے پہلی بیوی کو سخت صدمہ ہوتا ہے اور حد درجہ اس کی دل شکنی ہوتی ہے تو اگر وہ صبر کر سکے اور کسی معصیت میں مبتلا نہ ہو اور نہ کسی شرعی ضرورت کا اس سے خون ہوتا ہو۔

شرائط ہیں گناہ سے بچنا اور شرعی ضرورت کا خیال۔ تو ایسی صورت میں اگر اپنی ضرورتوں کی قربانی سابقہ بیوی کی قربانی کے لیے کر دے یعنی جو موجود بیوی ہے اس کے لیے اگر قربانی کر دے اور ایک ہی بیوی پر اکتفا کرے تو کوئی حرج نہیں۔ اس بات پہ بھی فرمایا کہ اگر بہت اشد مجبوری نہیں ہے جو جائز مجبوری ہے تو پھر بیوی کی دلداری کے لیے ضروری ہے کہ قربانی کرو اور ایک پہ اکتفا کرو اور اسے مناسب ہے کہ دوسری شادی نہ کرے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 7 صفحہ 63-64)

پھر فرمایا" دل دکھانا بڑا گناہ ہے اور لڑکیوں کے تعلقات بڑے نازک ہوتے ہیں۔ جب والدین ان کو اپنے سے جدا اور دوسرے کے حوالہ کرتے ہیں تو خیال کرو کہ کیا امیدیں ان کے دلوں میں ہوتی ہیں اور جن کا اندازہ انسان عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (النساء :20) کے حکم سے ہی کر سکتا ہے۔"

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 65)

پس یہاں عورت کے احساسات، جذبات کا بڑا کھول کر ذکر فرماتے ہوئے ان کے حق کی طرف توجہ دلاتے ہوئے مردوں کو نصیحت کی اور تنبیہ فرمائی ہے۔ آپؑ نے یہاں تک فرمایا کہ "یہ ان عورتوں کا حق ہے کہ جب کسی

مسلمان سے نکاح کرنا چاہیں تو اول شرط کرا لیں کہ ان کا خاوند کسی حالت میں دوسری بیوی نہیں کرے گا۔"

(چشمہ معرفت روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 246)

یہ بھی عورت کا حق ہے کہ جس مرد سے شادی کر رہے ہیں شادی سے پہلے اس سے عہد لے سکتے ہیں، معاہدہ کر سکتے ہیں کہ آئندہ جو بھی حالات ہوں تم دوسری شادی نہیں کرو گے اور پھر چاہے جو بھی حالات ہوں مرد پابند ہے کہ نہیں شادی کرے گا۔ پس اس حد تک مرد کو پابند کرنے کا حق دیا گیا ہے۔

عورت کی ضروریات کا مرد ذمہ دار ہے

پھر مرد کی یہ ذمہ داری لگائی ہے کہ وہ عورت کی ضروریات کا ذمہ دار ہے۔ اس کی حفاظت کرنے والا ہے۔ عورت کا بحیثیت خاوند نگران بھی ہے اور اس لحاظ سے مرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ گھر کے تمام معاملات دیکھے۔ گھر کے خرچ پورے کرے۔ **بیوی بچوں کی ضروریات کا خیال رکھے۔** عورت کمانے والی بھی ہے تب بھی اس کی کمائی پر نظر نہ رکھے جیسا کہ پہلے میں نے بیان کیا سوائے اس کے کہ اپنی مرضی سے عورت خرچ کرے۔ بلکہ خود اپنی ذمہ داری ادا کرے اور جسمانی لحاظ سے بھی مرد کو فضیلت ہے یہ ہم دنیا میں بھی ہر جگہ دیکھتے ہیں۔ طاقت کے لحاظ سے بھی اور اعصاب کے لحاظ سے

بھی۔ اس لیے اس بات کا خیال رکھے کہ اسے جذباتی اور جسمانی تکلیف نہ پہنچائے۔ مرد کو فضیلت اگر دی گئی ہے جسمانی لحاظ سے اور اعصاب کے لحاظ سے مضبوط اعصاب بنایا ہے بعض معاملات میں تو پھر یہ بھی فرض اس پر ڈالا گیا ہے کہ وہ کسی قسم کی تکلیف عورت کو نہ دے۔ اگر گھر میں بعض باتوں پر اختلاف ہو جاتا ہے تو پھر بھی ایسی باتیں نہ کرے یا غصہ میں ہاتھ نہ اٹھائے جو عورت کو جذباتی یا جسمانی تکلیف ناجائز طور پر پہنچا سکے یا پہنچانے والی ہو۔ جو جسمانی فضیلت ہے یا بیوی کی ضروریات پوری کرنے کی ذمہ داری ہے مرد اس سے غلط فائدہ نہ اٹھائے۔

عورت کو اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے میں جہاد کے برابر ثواب

تو یہاں اس حوالے میں عورت کا حق قائم کیا گیا ہے اس آیت میں بھی جو قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مرد قوام ہے وہاں عورت کا حق قائم کیا گیا ہے اور مرد کو اس فضیلت کی وجہ سے اس کی ذمہ داری کا احساس دلایا گیا ہے اور یہ فضیلت بھی پھر ہر معاملے میں نہیں ہے یہاں بعض معاملات میں ہے۔ تبھی تو ایک موقع پر ایک صحابیہ کے یہ کہنے پر کہ مرد سب فرائض عبادتوں وغیرہ کے بھی پورے کرتے ہیں اور لمبی ایک تفصیل بیان کی انہوں نے اور پھر یہ بھی آخر میں بیان کیا کہ سب سے بڑھ کر جہاد بھی کرتے ہیں جس کا بہت بڑا

ثواب ہے جبکہ ہم عورتیں اس سے محروم ہیں ہم تو گھروں میں بیٹھی رہتی ہیں، قید ہیں، صرف اپنی گھریلو ذمہ داریاں ہی ادا کر سکتی ہیں اور اولاد کو پالتی ہیں، گھر کی نگرانی کرتی ہیں تو کیا ہم اپنی ذمہ داریاں ادا کر کے اجر میں مردوں کے برابر شریک نہیں ہیں؟ بعض مجبوریوں کی وجہ سے اگر ہمارے پہ پابندیاں ہیں تو پھر اجر میں تو ہمیں شریک ہونا چاہیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا ہم اس طرح اجر میں شریک نہیں ہوں گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کی بڑی تعریف کی اور صحابہ سے فرمایا کہ تم نے دین کے معاملے میں اپنے مسئلہ کو اس عمدگی سے بیان کرنے میں اس عورت سے بہتر کسی کی بات سنی ہے؟ صحابہ کو بھی توجہ دلائی کہ دیکھو کیسی خوبصورت بات کی ہے اس عورت نے۔ صحابہ نے عرض کیا ہم تو کسی عورت سے اتنی گہری سوچ کی امید بھی نہیں رکھتے۔ پرانی تربیت تھی جو پرانے خیالات تھے اس لیے صحابہؓ نے تو صاف کہہ دیا کہ ہم تو نہیں سمجھ سکتے کہ عورت اتنی عقل کی بات کر سکتی ہے۔ پس آپؐ نے صحابہ سے یہ سوال پوچھ کر ان کو یہ بھی بتا دیا کہ تم عورت کو کمتر سمجھتے ہو لیکن عورتیں بھی بڑی عقل اور دینی لحاظ سے حکمت کی باتیں کرتی ہیں۔ پس ہر معاملے میں تم لوگ اپنے آپ کو ہی فضیلت نہ دو۔ عورتیں بھی بعض معاملات میں عقل کی باتیں کرنے میں تمہارے سے زیادہ فضیلت لے جاتی ہیں۔ پھر اس عورت سے فرمایا جو یہ سب معاملہ لے کے آئی تھی، جس نے

ایک لمبی تفصیل اپنی باتوں کی گنوائی تھی کہ تم نے جو باتیں گنوائی ہیں کہ یہ یہ ہم عورتیں کرتی ہیں اور اگر ایک نیک عورت، گھر دار عورت اپنے بچوں اور اپنے گھر کو سنبھالنے کے لیے جو تم نے کہا اسی طرح کرتی ہے اپنے خاوند کے ہوتے ہوئے اور اس کے پیچھے بھی اس کی ذمہ داریاں ادا کرتی ہے وہ اپنے اجر میں مردوں کے برابر ہے۔ کوئی اجر میں کمی نہیں۔ جس طرح ایک جہاد میں شریک شخص کو اجر مل رہا ہے اور ثواب مل رہا ہے وہی اجر ایک گھر میں رہنے والی عورت کو بھی مل رہا ہے۔ وہ عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات سن کے خوشی خوشی لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر کے الفاظ بلند کرتے ہوئے عورتوں کی طرف چلی گئی۔

(اسد الغابۃ جلد 7 صفحہ 17-18 اسماء بنت یزید۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2003ء)

پس مردوں کو بعض فرائض کی ذمہ داریوں کی وجہ سے فضیلت ہے نہ کہ عقل، جذبات کے لحاظ سے، اور اگر مرد وہ ذمہ داریاں ادا نہیں کرتے تو وہ گناہگار بھی ہیں۔ بہرحال اسلام میں عورت کے بہت سے حقوق قائم کیے گئے ہیں اور ان کے اجر بھی مردوں کے برابر ہیں بشرطیکہ وہ اپنی ذمہ داریاں بھی ادا کریں اور اسلام کی تعلیم پر عمل کریں۔ اسلام کی تعلیم کو کسی احساس کمتری کی وجہ سے اپنے لیے شرمندگی کا باعث نہ سمجھیں یا دجال کی چال میں پھنس کر اپنے اوپر ناجائز بوجھ نہ سمجھیں۔

اسلام میں پردے کا حکم

اسلام کا ایک حکم پردے کا بھی ہے۔ گذشتہ دنوں کسی نے مجھے لکھا کہ یہاں ان ممالک میں تو ہمارے ملکوں کے مردوں کی طرح جس طرح عام ہمارے ایشین مرد ہیں عورتوں کو گھور گھور کے دیکھتے ہیں یہاں تو گھور کر نہیں دیکھا جاتا اس لیے یہاں اس طرح پردہ کرنے کی کیا ضرورت ہے جس طرح اسلام کا پردہ کرنے کا حکم ہے۔ پہلی بات تو یہ یاد رکھنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم ایسا نہیں جسے ہم خود اپنے نفس کے دھوکے میں آکر غلط تشریح کرتے ہوئے وقت کی ضرورت یا عدم ضرورت کا درجہ دے دیں۔ پھر یہ یاد رکھیں کہ اسلام نے جہاں عورت کو پردہ کرنے اور نظریں نیچی رکھنے کا حکم دیا ہے وہاں پہلے مردوں کو حکم دیا ہے۔ اگر ایک حقیقی اسلامی معاشرہ ہو اور وہاں مرد غضِ بصر کرے اور وہ غضِ بصر سے کام لینے والا ہو تب بھی عورت کو حکم ہے کہ تم بھی نظریں نیچی رکھو اور پردہ کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مردوں کو بازاروں میں بیٹھنے کی صورت میں نظریں نیچی رکھنے کا حکم دیا ہے۔

(صحیح بخاری کتاب المظالم باب أفنیۃ الدور والجلوس فیہا حدیث 2465)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی فرمایا ہے کہ ”مومن کو نہیں چاہئے کہ ...... بے محابا اپنی آنکھ کو ہر طرف اٹھائے

پھرے بلکہ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ پر عمل کر کے نظر کو نیچی رکھنا چاہئے اور بد نظری کے اسباب سے بچنا چاہئے‘‘

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 332)

پس یہ کوئی دلیل نہیں ہے کہ کیونکہ مرد دیکھ نہیں رہے اس لیے پردہ اور حیا دار لباس کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ’’آج کل پردہ پر حملے کئے جاتے ہیں لیکن یہ لوگ نہیں جانتے کہ اسلامی پردہ سے مراد زندان نہیں۔‘‘ کوئی قید خانہ نہیں ہے کہ عورت کو قید کر کے رکھ دو ’’بلکہ ایک قسم کی روک ہے کہ غیر مرد اور عورت ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکے۔ جب پردہ ہو گا ٹھوکر سے بچیں گے۔‘‘ فرمایا ’’......بدنتائج کو روکنے کے لئے شارع اسلام نے وہ باتیں کرنے کی اجازت ہی نہ دی جو کسی کی ٹھوکر کا باعث ہوں۔‘‘ پہلے ہی احتیاط کر دی تا کہ بدنتائج سے بچا جائے۔ ’’ایسے موقعہ پر یہ کہہ دیا کہ جہاں اس طرح غیر محرم مرد و عورت ہر دو جمع ہوں تیسرا ان میں شیطان ہوتا ہے۔‘‘ فرمایا ’’......اگر کسی چیز کو خیانت سے بچانا چاہتے ہو تو حفاظت کرو لیکن اگر حفاظت نہ کرو اور یہ سمجھ رکھو کہ بھلے مانس لوگ ہیں تو یاد رکھو کہ ضرور وہ چیز تباہ ہو گی۔‘‘

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 34-35)

پس جن لوگوں کے ذہنوں میں یہ سوال اٹھتے ہیں ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ اسلام کسی بھی غلطی اور گناہ کے امکان کے سدّباب کے لیے احتیاطی تدابیر بتاتا ہے اور اس پر عمل کرنے والے ہی اپنی عفت اور عزت بچانے والے ہیں۔ اسلام کا ہر حکم اعتدال کا ہے اس لیے پردے میں غیر ضروری سختی کو بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ردّ فرمایا ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ ”اسلامی پردہ سے یہ ہرگز مراد نہیں ہے کہ عورت جیل خانہ کی طرح بند رکھی جاوے۔ قرآن شریف کا مطلب یہ ہے کہ عورتیں ستر کریں وہ غیر مرد کو نہ دیکھیں۔ جن عورتوں کو باہر جانے کی ضرورت تمدنی امور کے لئے پڑے ان کو گھر سے باہر نکلنا منع نہیں ہے وہ بیشک جائیں لیکن نظر کا پردہ ضروری ہے۔“

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 449)

اس طرح ایک جگہ آپؑ نے فرمایا کہ سر کے بال، گال اور ٹھوڑی کو ڈھانک کے رکھو۔

(ماخوذ از ریویو آف ریلیجنز جلد 4 نمبر 1 صفحہ 17 ماہ جنوری 1905ء۔ بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 3 صفحہ 446)

اور قرآن کریم میں حکم ہے کہ اپنے گریبانوں پر اوڑھنیاں ڈال لیا کرو اور اپنی زینتیں ظاہر نہ کرو، اس کی پابندی کرو۔ آپؑ نے فرمایا ”مساوات کے لئے عورتوں کے نیکی کرنے میں کوئی تفریق نہیں رکھی گئی ہے اور نہ ان کو منع کیا گیا ہے کہ وہ نیکی میں مشابہت نہ کریں۔ اسلام نے یہ کب بتایا ہے کہ زنجیر

ڈال کر رکھو۔ اسلام شہوات کی بناء کو کاٹتا ہے۔ یورپ (اس میں سب ترقی یافتہ ممالک شامل ہیں۔ آپؑ کی مراد ترقی یافتہ ممالک تھے جو نام نہاد ہیں ان) کو دیکھو کیا ہو رہا ہے...... یہ کس تعلیم کا نتیجہ ہے؟ کیا پردہ داری کا یا پردہ دری کا۔" بہت سے معاملات یہاں بھی ہوتے ہیں اخباروں میں بھی ہم پڑھتے ہیں۔ اب یہ کیا ہے۔ فرمایا کہ یہ پردے کا نتیجہ ہے یا پردہ نہ کرنے کا نتیجہ ہے۔ "......اسلام تقویٰ سکھانے کے واسطے دنیا میں آیا ہے۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 449)

آپؑ نے فرمایا: اسلام تقویٰ سکھانے کے واسطے دنیا میں آیا ہے۔ پس ہمیں تقویٰ پیدا کرنے کی ضرورت ہے چاہے وہ مرد ہے یا عورت ہے اور اللہ تعالیٰ کے جو حکم ہیں ان پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ تقویٰ کی راہوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہر احمدی عورت اور ہر احمدی بچی کو اپنے مقام کو سمجھنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریق پر چلتے ہوئے اپنی زندگیوں کو سنوارنے کی کوشش کرنی چاہیے نہ کہ آزادی اور حقوق کے نام پر اندھی تقلید کرتے ہوئے اپنے ان دنیاداروں کے پیچھے چلنا شروع کر دیں بلکہ **دنیا کو عورت کا مقام اور اس کی عزت اور شرف کے بارے میں بتانا آج احمدی عورت اور احمدی بچی کا کام ہے جس کے لیے بغیر کسی احساس کمتری کے**

ہر ایک کو کوشش کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ اب دعا کر لیں۔

(مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 7 ستمبر 2021)

☆☆☆

جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ برطانیہ 2022ء کے موقع پر

مستورات کے اجلاس سے

سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد

خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

کا بصیرت افروز خطاب

(فرمودہ مورخہ 06/ اگست 2022ء بروز ہفتہ بمقام

حدیقۃ المہدی (جلسہ گاہ) آلٹن، ہمپشئر، یوکے)

- حقیقی مسلمان عورت کا مقام
- صحابیات کی عبادات کی مثالیں
- صحابیات کی جان و مال اور اولاد کی قربانی کی مثالیں
- مسلمان عورتوں کے اولاد کی قربانی کے معیار
- مالی قربانی کی مثالیں
- ایمان پر قائم رہنے کے واقعات
- نیکیوں کے معیار
- عورتوں کی بہادری کے واقعات
- حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے کی خواتین کا ذکر
- حضرت مصلح موعودؓ کے دور کی مثالیں
- موجودہ زمانے کی مثالیں

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ - بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ - اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ - مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ - اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ - اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ - صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ -

حقیقی مسلمان عورت کا مقام

آج میں آپ کے سامنے بعض عورتوں کی بعض مثالیں پیش کروں گا اور جو واقعات پیش کروں گا ان سے ایک حقیقی مسلمان عورت کی دینی اور روحانی حالت کا بھی پتہ چلتا ہے، دین کے لیے غیرت کا بھی پتہ چلتا ہے، دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی روح کا بھی پتہ چلتا ہے۔ اولاد کی تربیت کی فکر کا بھی پتہ چلتا ہے۔ غرض کہ بہت سی اور بھی باتیں ہیں جن سے ایک حقیقی مسلمان عورت کا مقام سامنے آتا ہے۔ یہ واقعات مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابیات کی سیرت سے بھی لیے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے کی احمدی خواتین کے بھی ہیں۔ آپؑ کے بعد کے زمانے کی احمدی خواتین کے بھی اور اب تک موجودہ دَور کے بھی ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے کے بعد خلافت خامسہ سے پہلے کے صرف حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد کے بعض واقعات لیے ہیں۔ صحابیات سے لے کر اب تک ان واقعات کی اتنی بڑی تعداد ہے کہ ایک ایک دَور کے واقعات کو بیان کرنے کے لیے ہی کئی گھنٹے چاہئیں اور اگر لکھا جائے تو کتابوں کی کئی جلدیں چاہئیں اور پھر بھی شاید ختم نہ ہوں۔ ان واقعات کا یوں جمع کرنا ہماری تاریخ میں یہ بتاتا ہے کہ اسلام کی ابتدا سے عورت کا جو مقام تھا اس نے ان مثالوں کو زندہ رکھا ہوا ہے۔

اسلام پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اسلام عورت کو کوئی مقام نہیں دیتا۔ مسلمان عورت کا اسلام کی تاریخ میں ذکر اور اس کی عبادتوں کے معیار، جان مال کی قربانی اور اولاد کی تربیت کی مثالیں جو اب تک زندہ ہیں اور ان مثالوں کی بنیاد پر آئندہ جو عمارتیں استوار ہو رہی ہیں وہی اس بات کا ثبوت ہیں کہ عورت کا اسلام میں ایک مقام ہے۔

صحابیات کی عبادات کی مثالیں

دنیا کے تاریخ دان تو اپنی تاریخ میں چند ایک عورتوں کی مثالیں محفوظ کیے ہوئے ہیں لیکن اسلام کی تاریخ میں صرف چند ایک بڑی نامور خواتین کے ہی نام محفوظ نہیں بلکہ بے شمار مثالیں عورتوں کی نیکی اور تقویٰ اور قربانیوں کے

حوالے سے محفوظ ہیں اور ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ اب مزید کسی تمہید کے بغیر مَیں بعض مثالیں اور واقعات پیش کرتا ہوں لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ عورتیں کہتی ہیں کہ عورتوں کے بھی واقعات بیان کیا کریں۔ تو اگر صرف ان واقعات کو سن کر وقتی طور پر محظوظ ہونا ہے اور متاثر ہونا ہے تو کوئی فائدہ نہیں ہے۔ ان واقعات کو سننے کا فائدہ تو تبھی ہے جب ان نیک نمونوں کو اپنی زندگیوں کا حصہ بھی بنانے کی کوشش کریں۔ پس اس نیت سے انہیں سنیں اور غور کریں۔ عبادتوں اور تعلق باللہ کے معیار قائم کرنے کے لیے جو کوششیں صحابیات عورتیں کرتی تھیں اس بارے میں ایک روایت میں آتا ہے: حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اپنی والدہ حضرت ام فضلؓ کا ذکر کرتے ہیں کہ میری والدہ کو روزے سے اس قدر محبت تھی کہ ہر پیر اور جمعرات کے دن وہ روزہ رکھا کرتی تھیں۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 8 صفحہ 217 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

پھر امّ المومنین حضرت میمونہ بنت حارثؓ سے ایک روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین کی ایک جماعت میں مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ حضرت زینب بنت جحشؓ نے کوئی بات کہی۔ حضرت عمرؓ نے ان کو ڈانٹ دیا کہ بیچ میں کیوں بول رہی ہو۔ اس پر رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عمر! ان کو چھوڑ دو۔ وہ تو اَوَّاہ ہیں یعنی جو خوف خدا اور محبت کی وجہ سے بہت آہیں بھرتا ہو۔ ایک روایت میں یہ ذکر بھی ملتا ہے کسی آدمی نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اَوَّاہ کیا ہوتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا اَلْخَاشِع ، اللہ سے ڈرنے والا۔ اَلدَّعَّاء، بہت دعائیں کرنے والا۔ اَلْمُتَضَرِّع، تضرع اختیار کرنے والا۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء زیر لفظ زینب بنت جحش جلد 2 صفحہ 49 حدیث 1494)

صحابیات کی جان و مال اور اولاد کی قربانی کی مثالیں

تو ان عورتوں کا روحانی لحاظ سے یہ مقام تھا۔ جان و مال کی اور اولاد کی قربانی کی مثالیں ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ حضرت عمارؓ کے والدین کا تاریخی رنگ میں ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”آپ کے والد یاسرؓ اور آپ کی والدہ سمیہؓ کو بھی کفار بہت دکھ دیتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ جبکہ ان دونوں کو دکھ دیا جا رہا تھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے۔ آپؐ نے ان دونوں کی تکلیفوں کو دیکھا اور آپؐ کا دل درد سے بھر آیا۔ آپؐ ان سے مخاطب ہو کر بولے صَبْرًا اٰلَ یَاسِر فَاِنَّ مَوْعِدَکُمُ الْجَنَّةُ ، اے یاسر کے خاندان! صبر سے کام لو! خدا نے تمہارے لئے جنت تیار کر چھوڑی ہے اور یہ پیشگوئی تھوڑے ہی دنوں میں پوری ہو گئی کیونکہ یاسرؓ مار کھاتے کھاتے مر

گئے۔" فوت ہو گئے۔"مگر اِس پر بھی کفار کو صبر نہ آیا اور انہوں نے ان کی بڑھیا بیوی سمیہؓ پر ظلم جاری رکھے۔ چنانچہ ابو جہل نے ایک دن غصہ میں ان کی ران پر زور سے نیزہ مارا جو ران کو چیرتا ہوا ان کے پیٹ میں گھس گیا اور تڑپتے ہوئے انہوں نے جان دے دی۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 195-196)

حضرت ام شریکؓ نے جب اسلام قبول کیا تو ان کے مشرک رشتہ داروں نے ان کو ان کے گھر سے پکڑ لیا اور ان کو ایک بدترین مست اور شریر اونٹ پر سوار کر دیا اور ان کو شہد کے ساتھ روٹی دیتے رہے اور پینے کے لیے پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں دیتے تھے اور انہیں سخت دھوپ میں کھڑا کر دیتے تھے جس سے ان کے ہوش و حواس جاتے رہے۔ انہوں نے تین دن تک یہی سلوک روا رکھا اور پھر کہنے لگے کہ جس دین پر تو قائم ہے اس کو چھوڑ دے تو ہم تمہیں معاف کر دیں گے۔ حضرت ام شریکؓ کہتی ہیں کہ مَیں ان کی بات نہ سمجھ سکی۔ ہوش و حواس گم ہو گئے تھے اس لیے بات نہیں سمجھ سکی لیکن کہتی ہیں ہاں چند کلمے سن لیے۔ پھر مجھے انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کر کے بتایا گیا کہ توحید کو چھوڑ دو۔ فرماتی ہیں مَیں نے کہا اللہ کی قسم! مَیں توحید پر قائم ہوں۔ یہ تھی توحید کی حفاظت ان لوگوں کی۔

(ماخوذ از الطبقات الکبریٰ جلد 8 صفحہ 123 دار الکتب العلمیۃ بیروت، ذکر ام شریک)

حضرت عروہ بن زبیرؓ بیان کرتے ہیں کہ شہادت سے دس دن پہلے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اپنی والدہ حضرت اسماءؓ کے پاس آئے۔ وہ بہت بیمار تھیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ان کی خیریت دریافت کی تو حضرت اسماءؓ نے کہا مَیں تو سخت تکلیف میں ہوں۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے کہا کہ موت میں راحت ہے۔ انہوں نے دیکھا ایسی حالت ہے، قریب المرگ ہیں انہوں نے تسلی دی کہ اب یہی ہے، موت ہی ہے اور اسی میں راحت ہے، اسی میں سکون ملے گا۔ حضرت اسماءؓ نے بیٹے کو فوراً جواب دیا کہ شاید تم میرے لیے موت کی خواہش کر رہے ہو۔ مَیں اس وقت تک نہیں مروں گی جب تک مَیں دو صورتوں میں سے ایک صورت نہ دیکھ لوں۔ (یہ ایمان تھا، یقین بھی تھا۔) یا تو تم شہید ہو جاؤ، تمہیں شہید ہوتا دیکھ لوں اور مَیں اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھوں اور یا تم اپنے دشمن پر قابو پالو اور میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں یہ سن کر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے میری طرف دیکھا اور مسکرا دیے اور جس دن انہیں شہید کیا گیا وہ مسجد حرام میں اپنی والدہ سے ملاقات کے لیے آئے تو آپ کی والدہ نے انہیں نصیحت کرتے ہوئے کہا۔ بیٹا قتل ہونے کے ڈر سے کوئی ایسا راستہ قبول نہ کرنا جس میں ذلّت ہو کیونکہ عزت کے ساتھ تلوار کا وار قبول کرنا ذلت کے کوڑوں سے بہتر ہے۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب جلد 3 صفحہ 41 عبد اللہ بن زبیر اشاعت 2010ء)

یہ جرأت تھی ان عورتوں میں، یہ قربانی کا مادہ تھا اپنی اولاد کے لیے بھی۔

قرونِ اولیٰ کی مسلمان خواتین کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ”جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم احد کے میدان سے واپس تشریف لائے تو مدینہ کی عورتیں اور بچے شہر سے باہر استقبال کے لئے نکل آئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی باگ ایک پرانے اور بہادر انصاری صحابی سعد بن معاذؓ نے پکڑی ہوئی تھی اور وہ فخر سے آگے آگے چلے آ رہے تھے۔ شہر کے پاس انہیں اپنی بڑھیا ماں جس کی نظر کمزور ہو چکی تھی آتی ہوئی ملی۔ احد میں اس کا ایک بیٹا بھی مارا گیا تھا۔ اس بڑھیا کی آنکھوں میں موتیا بند اتر رہا تھا اور اس کی نظر کمزور ہو چکی تھی۔ وہ عورتوں کے آگے کھڑی ہوگئی اور اِدھر ادھر دیکھنے لگی اور معلوم کرنے لگی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ سعد بن معاذ نے سمجھا کہ میری ماں کو اپنے بیٹے کے شہید ہونے کی خبر ملے گی تو اسے صدمہ ہو گا۔ اس لیے انہوں نے چاہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے حوصلہ دلائیں اور تسلی دیں۔ اس لیے جونہی ان کی نظر اپنی والدہ پر پڑی انہوں نے کہا: یا رسول اللہؐ

!میری ماں، یارسول اللہؐ !میری ماں۔ آپؐ نے" افسوس کرتے ہوئے اس بڑھیا سے جس کی نظر کمزور ہو چکی تھی" فرمایا: بی بی! بڑا افسوس ہے کہ تیرا ایک لڑکا اس جنگ میں شہید ہو گیا ہے۔ بڑھیا کی نظر کمزور تھی اس لئے وہ آپؐ کے چہرہ کو نہ دیکھ سکی۔ وہ اِدھر اُدھر دیکھتی رہی آخر کار اس کی نظر آپؐ کے چہرہ پر ٹِک گئی۔ وہ آپؐ کے قریب آئی اور کہنے لگی یارسول اللہؐ! جب مَیں نے آپؐ کو سلامت دیکھ لیا ہے تو آپ سمجھیں کہ مَیں نے مصیبت کو بھون کر کھا لیا۔ اب دیکھو وہ عورت جس کے بڑھاپے میں عصائے پیری ٹوٹ گیا تھا۔" ایک جوان بیٹا جو اس کا سہارا تھا وہ ختم ہو گیا۔ "کس بہادری سے کہتی ہے کہ میرے بیٹے کے غم نے مجھے کیا کھانا ہے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں تو مَیں اس غم کو بھون کر کھا جاؤں گی۔ میرے بیٹے کی موت مجھے مارنے کا موجب نہیں ہو گی بلکہ یہ خیال کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور آپؐ کی حفاظت کے سلسلہ میں میرے بیٹے نے اپنی جان دی ہے میری قوت کو بڑھانے کا موجب ہو گا۔ تو دیکھو عورتوں کی یہ عظیم الشان قربانی تھی جس سے اسلام دنیا میں پھیلا۔"

(قرونِ اولیٰ کی مسلمان خواتین کا نمونہ، انوار العلوم جلد 25 صفحہ 441)

حضرت زِنّیْرَہ ؓ رومی اسلام میں سبقت لے جانے والی خواتین میں سے تھیں۔ انہوں نے اسلام کے آغاز میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ مشرکین آپؓ کو اذیتیں دیتے تھے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ آپؓ بنو مخزوم کی لونڈی تھیں اور ابو جہل آپ کو اذیت دیا کرتا تھا اور یہ کہا جاتا ہے کہ آپ بنو عبد الدار کی لونڈی تھیں۔ یا اس کی یا اس کی بہرحال وہ لونڈی ہی تھیں۔ جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو ان کی بینائی چلی گئی۔ اس پر مشرکین نے کہا کہ لات اور عزیٰ نے جو ان کے دو بڑے بت ہیں۔ ان دونوں کے انکار کرنے کی وجہ سے زِنّیْرَہ کو اندھا کر دیا ہے، انہوں نے اس لیے اس کو اندھا کر دیا ہے، اس کی نظر خراب ہو گئی ہے کہ یہ مسلمان ہو گئی ہے۔ اس پر حضرت زِنّیْرَہ ؓ نے کہا کہ لات اور عزیٰ تو یہ بھی نہیں جانتے کہ ان دونوں کی عبادت کون کرتا ہے۔ بڑا مضبوط ایمان تھا۔ یہ تو آسمان سے ہے، یعنی خدا کی منشا ہے، مَیں بیمار ہوئی، تکلیف ہوئی، میری نظر چلی گئی، لوگوں کی ہوتی ہے، اور میرا رب میری بینائی لوٹانے پر قادر ہے۔ لیکن یہ بھی یاد رکھو کہ تم کہتے ہو میری بینائی اس وجہ سے چلی گئی تو پھر میرا رب بھی قادر ہے کہ میری بینائی لوٹا دے۔ میں اس واحد خدا کو نہیں چھوڑوں گی۔ اگلے دن انہوں نے اس حالت میں صبح کی، پھر اللہ تعالیٰ کا بھی سلوک دیکھیں کہ اگلے دن صبح جب وہ اٹھی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آپؓ کی بینائی لوٹا دی تھی، نظر بالکل ٹھیک ہو گئی تھی۔ اس پر قریش نے کہا یہ

تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جادو کی وجہ سے ہے کہ محمدؐ نے جادو کر دیا ہے اس لیے بینائی آگئی ہے اور کوئی وجہ نہیں۔ جب حضرت ابو بکرؓ نے ان کی تکالیف دیکھیں جو آپؓ کو پہنچائی جاتی تھیں تو انہوں نے ان کو خرید ا اور آزاد کر دیا۔

(اسد الغابہ جلد 7 (النساء) حرف الزای 'زِنیرہ الرومیہ' صفحہ 124۔ دار الکتب العلمیۃ 2011)

یہ لوگ دین کی خاطر سختیاں کس طرح برداشت کرتے تھے،

ایک روایت ہے حضرت ابو بکرؓ ایک دفعہ بنو مؤمل کی ایک لونڈی کے پاس سے گزرے۔ بنو مُؤَمَّل جو بنو عدی بن کعب کا ایک قبیلہ ہے۔ بہر حال وہ لونڈی مسلمان تھی۔ عمر بن خطاب ان کو ایذا دے رہے تھے تا کہ وہ اسلام کو چھوڑ دے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دنوں ابھی مشرک تھے، اسلام نہیں لائے تھے اور مسلمانوں پر سختیاں کیا کرتے تھے اور اس عورت کو مارا کرتے تھے یہاں تک کہ وہ جب تھک جاتے تو کہتے کہ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ مَیں نے تمہیں صرف تھکاوٹ کی وجہ سے چھوڑا ہے۔ اتنی سخت جان تھیں، اتنی سختیاں برداشت کرتی تھیں کہ حضرت عمرؓ جیسے انسان مار مار کے تھک جاتے تھے لیکن انہوں نے اپنے دین کو نہیں چھوڑا۔ آخر وہ خود تھک کے چھوڑ دیتے تھے۔ اس پر وہ حضرت عمرؓ کو جواب دیتیں کہ اللہ تمہارے ساتھ بھی اسی طرح کرے گا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے اسے بھی خرید کر آزاد کر دیا۔ لیکن

اللہ تعالیٰ کو حضرت عمرؓ کی کوئی نیکی پسند آئی تھی اس کی وجہ سے ان کو اسلام قبول کرنے کی سعادت دے دی اور وہ سلوک نہیں ہوا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ 166 ذکر عدوان المشرکین علی المستضعفین ممن اسلم بالاذی و الفتنۃ۔ مکتبہ العصریۃ 2011)

مسلمان عورتوں کے اولاد کی قربانی کے معیار

مسلمان عورتوں کے اولاد کی قربانی کے معیار کیا تھے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے ایک واقعہ اپنے الفاظ میں اس طرح بیان کیا ہے کہ ''حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب عراق میں قادسیہ کے مقام پر جنگ جاری تھی تو کسریٰ میدان جنگ میں ہاتھی لایا۔ اونٹ ہاتھی سے ڈرتا ہے اس لئے وہ انہیں دیکھ کر بھاگتے تھے اور اس طرح مسلمانوں کو بہت نقصان ہوا اور بہت سے مسلمان مارے گئے۔ آخر ایک دن مسلمانوں نے فیصلہ کیا کہ خواہ کچھ ہو آج ہم میدان سے ہٹیں گے نہیں جب تک دشمن کو شکست نہ دے لیں۔ ایک عورت حضرت خنساءؓ اپنے چار بیٹوں کو لے کر میدانِ جنگ میں آئیں اور ان کو مخاطب کرکے کہنے لگیں کہ پیارے بیٹو! تمہارے باپ نے اپنی زندگی میں ساری جائیداد تباہ کر دی تھی ...... اور جب تمہارا باپ مرا تو اس نے کوئی جائیداد نہ چھوڑی۔'' بڑی غربت کی حالت تھی۔ ''مَیں اس وقت جوان تھی۔ تمہارے باپ کی کوئی جائیداد نہ تھی۔ پھر اپنی زندگی میں اس نے میرے ساتھ کوئی حسنِ سلوک

بھی نہیں کیا تھا'' کہ مَیں کہوں کہ اس کی عزت کی خاطر اس کے بچوں کی حفاظت کروں، کوئی حسنِ سلوک نہیں کیا تھا اس نے میرے سے اور ''اگر عرب کے رسم و رواج کے مطابق میں بدکار ہو جاتی تو کوئی اعتراض کی بات نہ تھی۔'' اس وقت رواج تھا، اس طرح کھلی عورتیں تھیں، بے حیائیاں عام تھیں۔ اب بھی معاشرے میں بے حیائیاں عام ہو رہی ہیں مگر کہتی ہیں کہ ''مگر مَیں نے اپنی تمام عمر نیکی سے گزاری۔ ا'' کہنے لگیں اپنے بیٹوں کو کہ ''کل فیصلہ کن جنگ ہونے والی ہے۔ میرے تم پر بہت سے حقوق ہیں۔ **کل کفر اور اسلام میں مقابلہ ہو گا اگر تم فتح حاصل کیے بغیر واپس آئے تو میں خدا تعالیٰ کے حضور کہوں گی کہ مَیں ان کو اپنا کوئی بھی حق نہیں بخشتی۔** اس طرح اس نے اپنے چاروں بیٹوں کو جنگ میں تیار کر کے بھیج دیا اور پھر گھبرا کر'' آخر بیٹے تھے ان کا پیار بھی غالب آگیا تو گھبرا کر ''خود جنگل میں چلی گئی اور وہاں تنہائی میں سجدہ میں گر کر اور رو رو کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگنے لگی اور دعا یہ کی کہ اے میرے خدا! مَیں نے اپنے چاروں بیٹوں کو دین کی خاطر مرنے کے لئے بھیج دیا ہے لیکن تجھ مَیں یہ طاقت ہے کہ ان کو زندہ واپس لے آئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل کیا کہ مسلمانوں کو فتح بھی ہو گئی اور اس کے چاروں بیٹے بھی زندہ واپس آگئے۔ یہ

جرأت اور بہادری ایمان بالآخرۃ ہی کا نتیجہ تھی۔ یہ لوگ سمجھتے تھے کہ دنیا کی نجات اسلام سے وابستہ ہے اور ہم خواہ مارے بھی جائیں تب بھی پرواہ نہیں کیونکہ دنیا بچ جائے گی اور اسلام کو غلبہ حاصل ہو جائے گا۔“

(تفسیر کبیر جلد 7 صفحہ 338-339)

مالی قربانی کی مثالیں

مالی قربانی کی مثالیں ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن گھر سے نکلے اور دو رکعت نماز ادا کی۔ ان سے پہلے اور بعد میں آپؐ نے کوئی نوافل ادا نہیں کیے۔ پھر آپؐ عورتوں کی طرف گئے۔ آپؐ کے ساتھ حضرت بلالؓ بھی تھے۔ پھر آپؐ نے عورتوں کو نصائح فرمائیں اور انہیں صدقہ کرنے کا حکم دیا چنانچہ عورتیں اپنی بالیاں اور کنگن اتار اتار کر دینے لگیں۔

(بخاری کتاب الزکاۃ باب التحریض علی الصدقۃ والشفاعۃ فیھا حدیث 1431)

جو زیور انہوں نے پہنا ہوا تھا اتار کر دے دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضرت عائشہؓ کی سخاوت اور ان کی ذاتی سادگی کے بارے میں ان کی زندگی کے واقعات ملتے ہیں۔ حضرت عروہؓ بیان کرتے ہیں

کہ مَیں نے حضرت عائشہؓ کو ستر ہزار درہم تقسیم کرتے دیکھا ہے۔ اس قدر مال و دولت ہونے کے باوجود آپؓ اپنی قمیض کے گریبان پر پیوند لگاتی تھیں۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء لابی نعیم جلد 2 صفحہ 43، 44 روایت نمبر 1472 مکتبہ الایمان المنصورہ 2007ء)

اپنی کوئی پروا نہیں کرتی تھیں۔ ایک واقعہ حضرت عائشہؓ کا حضرت مصلح موعودؓ نے بیان کیا کہ ''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا گو خود نہیں کماتی تھیں مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپؐ کے تعلق کی وجہ سے صحابہ آپؓ کی خدمت میں اکثر ہدایا بھجواتے رہتے تھے۔'' تحفے بھجواتے رہتے تھے ''لیکن وہ بھی اپنا اکثر روپیہ غرباء اور مساکین میں تقسیم فرما دیا کرتی تھیں۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ بعض دفعہ ایک ایک دن میں ہزارہا روپیہ آپؓ کے پاس آیا مگر آپؓ نے وہ سب کا سب شام تک تقسیم کر دیا اور ایک پائی بھی اپنے پاس نہ رکھی۔ اِس پر ایک سہیلی نے کہا، آپؓ روزہ سے تھیں، افطاری کے لیے چار آنے تو رکھ لیتیں'' کچھ تو پاس ہوتا، افطاری ٹھیک طرح کر لیتیں۔ ''آپؓ نے فرمایا تم نے پہلے کیوں نہ یاد دلایا'' یہ صرف اس کو ٹالنے کے لیے بات کی۔ ''ان کی عادت کو دیکھ ک'' کہ بڑی اس طرح غریب پروری کرتی ہیں کوئی پیسہ اپنے پاس نہیں رکھتیں ''ایک دفعہ ان کے بھانجے نے جس نے ان کے مال کا وارث ہونا تھا کہیں کہہ دیا کہ حضرت عائشہؓ تو اپنا سارا مال لٹا

دیتی ہیں۔ یہ خبر جب حضرت عائشہؓ کو پہنچی تو آپؓ نے اپنے گھر میں اس کا آنا جانا بند کر دیا اور قسم کھائی کہ اگر مَیں نے اسے اپنے گھر میں آنے کی اجازت دی تو مَیں اس کا کفارہ ادا کروں گی۔ کچھ عرصہ کے بعد صحابہؓ نے درخواست کی کہ آپؓ اس کا قصور معاف فرما دیں۔ چنانچہ ان کے زور دینے پر حضرت عائشہؓ نے ان کو معاف کر دی'' بھانجے کو معاف تو کر دیا ''مگر فرمایا کہ چونکہ مَیں نے یہ عہد کیا تھا کہ اگر مَیں اسے معاف کروں گی تو کفارہ ادا کروں گی اس لئے مَیں اس کا کفارہ یہ قرار دیتی ہوں کہ آئندہ میرے پاس جو دولت بھی آئیگی وہ مَیں سب کی سب غرباء اور یتامیٰ اور مساکین کی بہبودی کے لئے تقسیم کر دیا کروں گی۔''

(سیر روحانی (6)، انوار العلوم جلد 22 صفحہ 578-579)

ایمان پر قائم رہنے کے واقعات

ام عمارہ کی بہادری اور بچوں کی تربیت اور ایمان پر قائم رہنے کے واقعات ملتے ہیں۔ ایک واقعہ ہے، اس کو پڑھیں اور دیکھیں اور سوچیں تو پتہ لگتا ہے کہ کس شان کی عورت تھیں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے کہ ''آدھی رات کے بعد پھر وادی عقبہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مدینہ کے مسلمان جمع ہوئے۔'' یہ شروع میں جب آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم مکہ میں تھے۔ ’’اب آپؐ کے ساتھ آپؐ کے چچا عباسؓ بھی تھے۔‘‘ مدینہ کے لوگ آئے ان کو ملنے کے لیے گئے۔ ’’اس دفعہ مدینہ کے مسلمانوں کی تعداد تہتر تھی۔ ان میں باسٹھ خزرج قبیلہ کے تھے اور گیارہ اوس کے تھے اور اس قافلہ میں دو عورتیں بھی شامل تھیں جن میں سے ایک بنی نجار قبیلہ کی امِ عمارہؓ بھی تھیں۔ چونکہ مصعب کے ذریعہ سے اِن لوگوں تک اسلام کی تفصیلات پہنچ چکی تھیں یہ لوگ ایمان اور یقین سے پُر تھے۔ بعد کے واقعات نے ظاہر کر دیا کہ یہ لوگ آئندہ اسلام کا ستون ثابت ہونے والے تھے۔ امِ عمارہؓ جو اس دن شامل ہوئیں انہوں نے اپنی اولاد میں اسلام کی محبت اتنی داخل کر دی کہ ان کا بیٹا خبیبؓ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مسیلمہ کذاب کے لشکر کے ہاتھ میں قید ہو گیا تو مسیلمہ نے اسے بلا کر پوچھا کہ کیا تو گواہی دیتا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں؟ خبیبؓ نے کہا ہاں۔ پھر مسیلمہ نے کہا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ مَیں اللہ کا رسول ہوں؟ خبیبؓ نے کہا نہیں۔ اس پر مسیلمہ نے حکم دیا کہ ان کا عضو کاٹ لیا جائے۔‘‘ جسم کا ایک ٹکڑا کاٹ دو۔ ’’تب مسیلمہ نے پھر ان سے پوچھا۔ کیا تو گواہی دیتا ہے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں؟ خبیبؓ نے کہا ہاں۔ پھر اس نے کہا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ مَیں اللہ کا رسول ہوں؟ خبیبؓ نے کہا نہیں۔‘‘ اب ایک بازو کٹ گیا یا کوئی عضو کٹ گیا اس کے بعد پھر وہی بات کی ’’پھر اس نے آپؓ کا ایک

دوسرا عضو کاٹنے کا حکم دے دیا۔" دوسرا بازو کاٹ دیا یا ٹانگ کا حصہ کاٹ دیا۔ "ہر عضو کاٹنے کے بعد وہ سوال کرتا جاتا تھا کہ کیا تو گواہی دیتا ہے کہ مَیں اللہ کا رسول ہوں اور خبیبؓ کہتا تھا کہ نہیں۔ اِسی طرح اس کے سارے اعضاء کاٹے گئے اور آخر میں اِسی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اپنے ایمان کا اعلان کرتے ہوئے وہ خدا سے جاملا۔" یہ سب تربیت تھی ام عمارہؓ کی۔ جس کی وجہ سے ان کا یہ مضبوط ایمان تھا۔ "خود امِ عمارہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت سی جنگوں میں شامل ہوئی ہیں۔"

(انوارالعلوم جلد 20 صفحہ 220-221)

نیکیوں کے معیار

نیکیوں کے معیار کے بارے میں ایک روایت ہے، ابن ابی مُلَیکہ سے روایت ہے کہ حضرت اسماءؓ نے کہا مَیں حضرت زبیر کے گھر کام کاج کیا کرتی تھی۔ ان کا ایک گھوڑا تھا جس کی میں نگہداشت کرتی۔ گھوڑے کی دیکھ بھال سے زیادہ مشکل مجھے کوئی اَور کام نہ لگتا تھا۔ مَیں اس کے لیے گھاس لاتی اور اس کی دیکھ بھال کرتی اور اس کا خیال رکھتی۔ یہ راوی کہتے ہیں پھر انہیں ایک خادمہ ملی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قیدی آئے تو آپؐ نے انہیں ایک خادمہ عطا کی۔ حضرت اسماءؓ کہتی ہیں اس نے مجھے گھوڑے کی دیکھ بھال سے

مستغنی کر دیا اور مجھ سے یہ بوجھ اتار دیا۔ پھر میرے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا اے ام عبداللہ! مَیں ایک غریب آدمی ہوں مَیں چاہتا ہوں کہ تمہارے گھر کے سائے میں کاروبار کروں۔ حضرت اسماءؓ نے کہا کہ اگر مَیں تمہیں اجازت بھی دوں گی تو حضرت زبیرؓ انکار کر دیں گے۔ پس تم آنا اور مجھ سے زبیر کی موجودگی میں پوچھنا۔ وہ شخص آیا اس نے کہا ام عبداللہ! مَیں ایک غریب آدمی ہوں۔ چاہتا ہوں کہ آپ کے گھر کے سائے میں کاروبار کروں۔ انہوں نے کہا کیا تجھے مدینہ میں میرا ہی گھر نظر آیا ہے؟ حضرت زبیرؓ نے انہیں کہا تمہیں کیا ہوا ہے تم ایک غریب آدمی کو کاروبار سے منع کرتی ہو؟ پھر بہر حال اس کو اجازت دے دی تجارت کرتا رہا یہاں تک کہ اس نے کچھ کمائی کر لی اور کہتی ہیں کہ میں نے اپنی خادمہ اس کے ہاتھ بیچ دی۔ حضرت زبیرؓ میرے پاس آئے تو اس کی قیمت میری گود میں تھی۔ انہوں نے کہا کہ مجھے پیسے ہبہ کر دو۔ حضرت اسماءؓ نے کہا کہ یہ رقم جو مجھے آئی ہے یہ تو میں پہلے ہی صدقہ کر چکی ہوں۔

(صحیح مسلم کتاب السلام باب جواز ارداف المرأۃ الاجنبیۃ۔۔۔ حدیث نمبر 5693)

کام کرنے کے لیے ایک عورت ملی، اس سے ان کا بوجھ ہلکا ہوا لیکن کیونکہ ضرورت تھی اس کو بیچ دیا۔ بیچنے کے بعد جو رقم آئی اس کو اپنے اوپر

خرچ نہیں کیا۔ خاوند نے مانگا تو اس کو بھی نہیں دیا۔ انہیں کہا یہ تو مَیں نے صدقہ کر دیا ہے۔ پس اس شخص کی غریب پروری بھی کر دی، خاوند کے گھر کی حفاظت کا جو معیار قائم کرنا تھا وہ بھی قائم رکھا اور مال سے بے رغبتی کا اظہار بھی کر دیا۔ تو یہ نمونے تھے۔ ان لوگوں کی دینی علم بڑھانے کی طرف توجہ اور دین سیکھنے کی طرف توجہ کس طرح تھی۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ عورتوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپؐ سے ملنے میں مرد ہم پر غالب آ گئے ہیں تو آپؐ ہمارے لیے اپنے ساتھ کوئی دن مقرر فرما دیں چنانچہ آپؐ نے ان کے لیے ایک دن مقرر کیا۔

(صحیح البخاری کتاب العلم باب ھل یجعل للنساء یوم۔۔۔ حدیث نمبر 101)

جس میں آپؐ ان سے ملاقات کیا کرتے تھے اور ان کو دین سکھایا کرتے تھے۔ یہ بھی ان کو شوق تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنی تفسیر میں سورہ نور کی آیت 32 کے حوالے سے ایک جگہ لکھا ہے کہ ”اسلام ہرگز یہ حکم نہیں دیتا کہ عورتیں گھروں میں بند ہو کر بیٹھ جائیں اور نہ ابتدائے اسلام میں مسلمان عورتیں ایسا کرتی تھیں بلکہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ سننے آتی تھیں۔ جنگوں میں شامل ہوتی تھیں۔ زخمیوں کی مرہم پٹیاں کرتی تھیں۔ سواری کرتی تھیں۔

مردوں سے علوم سیکھتی اور سکھاتی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق تو یہاں تک ثابت ہے کہ آپؓ مردوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں سنایا کرتی تھیں ... غرض ان کو پوری عملی آزادی حاصل تھی۔ صرف اس امر کا ان کو حکم تھا کہ اپنے سر گردن اور منہ کے وہ حصے جو سر اور گردن کے ساتھ وابستہ ہیں ان کو ڈھانپے رکھیں تا کہ وہ راستے جو گناہ پیدا کرتے ہیں بند رہیں اور اگر اس سے زیادہ احتیاط کر سکیں تو نقاب اوڑھ لیں لیکن یہ کہ گھروں میں بند رہیں اور تمام علمی اور تربیتی کاموں سے الگ رہیں یہ نہ اسلام کی تعلیم ہے۔" اسلام یہ نہیں کہتا کہ گھروں میں بند ہو جاؤ" اور نہ اس پر پہلے کبھی عمل ہوا ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریق تھا کہ آپ امن کے زمانہ میں صحابہ کرامؓ سے ہمیشہ دوستانہ مقابلے کروایا کرتے تھے جن میں تیر اندازی اور دوسرے فنون حرب اور قوت و طاقت کے مظاہرے ہوتے تھے۔ ایک دفعہ اسی قسم کے کھیل آپ نے مسجد میں بھی کرائے اور حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ اگر دیکھنا چاہو تو میرے پیچھے کھڑے ہو کر کندھوں کے اوپر سے دیکھ لو۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپؐ کے پیچھے کھڑی ہو گئیں اور انہوں نے تمام جنگی کرتب دیکھے۔" اب ہم یہ صرف مثال پیش کرتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت کی کہ دیکھو جی بیوی کے جذبات کا خیال رکھا اور اسے دکھایا۔ صرف

اتنی سی بات نہیں ہے اس میں اور گہرائی ہے۔ ”اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام عورت کو فنون حرب سے واقف رکھنا بھی ضروری قرار دیتا ہے۔“ یہ دکھایا اس لیے بھی گیا تھا کہ ان کو پتہ لگے کہ تلوار کس طرح چلائی جاتی ہے اور جنگی صورت میں کیا کرتب دکھائے جاتے ہیں ”تا کہ وقت پر وہ اپنی اور اپنے ملک کی حفاظت کر سکیں۔“ یہ ایک ٹریننگ تھی۔ صرف محبت کا یا جذبات کا خیال نہیں تھا۔ ”اگر اس کا دل تلوار کی چمک سے کانپ جاتا ہے یا بندوق اور توپ کی آواز سن کر اس کا خوں خشک ہو جاتا ہے“ عورت کا دل ”تو وہ اپنے بچوں کو خوشی سے میدان جنگ میں جانے کی اجازت نہیں دے سکتی“ کبھی وہ تو ڈرتی رہے گی ”اور نہ دلیری سے خود ملک کے دفاع میں حصہ لے سکتی ہے۔“

(تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ 303)

عورتوں کی بہادری کے واقعات

عورتوں کی بہادری کے بارے میں بھی اسلام کی تاریخ سے واقعات لکھتے ہوئے آپؓ نے بیان کیا کہ عورتوں نے اسلامی جنگوں میں وہ کام کیے ہیں جو بے پردہ یورپین عورتیں آج بھی نہیں کر رہیں۔ ” اسلامی جنگوں میں“ عورتوں نے ”وہ وہ کام کئے ہیں جو بے پردہ یورپین عورتیں آج بھی نہیں کر

رہیں۔'' لوگ کہتے ہیں جی پردہ روک ہے، پردہ کوئی روک نہیں۔ ''حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں حضرت ضرارؓ جو ایک بہادر صحابی تھے غفلت کی وجہ سے رومیوں کی قید میں آگئے اور رومی انہیں پکڑ کر کئی میل تک ساتھ لے گئے۔ ان کی بہن خولہؓ کو اس کا پتہ لگا تو وہ اپنے بھائی کی زرہ اور سامانِ جنگ لے کر گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے پیچھے گئیں اور دشمن سے اپنے بھائی کو چھڑالانے میں کامیاب ہو گئیں۔ اس وقت رومی سلطنت طاقت و قوت کے لحاظ سے ایسی ہی تھی جیسی آج کل انگریزوں کی حکومت ہے۔'' یہ اس زمانے کی بات ہے جب انڈیا اور برصغیر میں انگریزوں کی حکومت تھی اور دنیا میں اکثر جگہوں پر تھی ''مگر اس کی فوج ایک صحابی کو قید کر کے لے گئی تو ان کی بہن اکیلی ہی باہر نکلی اور کئی میل تک رومی سپاہیوں کے پیچھے چلی گئی اور پھر بڑی کامیابی سے اپنے بھائی کو ان کی قید سے چھڑالائی اور مسلمانوں کو اِس بات کا اس وقت پتہ لگا جب وہ اپنے بھائی کو واپس لے آئی۔''

(قرونِ اُولیٰ کی مسلمان خواتین کا نمونہ اپنے سامنے رکھو، انوارالعلوم جلد 25 صفحہ 427-428)

حضرت ام عمارہؓ کی بہادری کا تھوڑا ذکر بھی پہلے ہوا تھا اور پھر جنگوں میں بھی انہوں نے بعض دفعہ حصہ لیا تو اس کا واقعہ جنگ احد کا ہے۔ حضرت ام عمارہؓ جنگ احد میں شریک ہوئیں، نہایت پامردی سے لڑیں۔ جب تک

مسلمان فتح یاب تھے وہ مشک میں پانی بھر کر لوگوں کو پلا رہی تھیں۔ جب پلڑا مسلمانوں کی طرف بھاری تھا اس طرف مسلمان جیت رہے تھے تو وہ یہ خدمت کر رہی تھیں کہ جنگی فوجیوں کو پانی پلا رہی تھیں لیکن جب شکست ہوئی، بعض لوگوں کی غلطی کی وجہ سے جب فتح شکست میں بدل گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچیں اور پھر وہاں سینہ سپر ہو گئیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کے کھڑی ہو گئیں۔ سب سے خطرناک جگہ تو وہی تھی۔ کفار جب آپ کی طرف بڑھتے تو تیر اور تلوار سے روکتی تھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود بیان فرماتے ہیں کہ مَیں نے احد میں ان کو اپنے دائیں اور بائیں لڑتے ہوئے دیکھا ہے۔ ابن قَمِئہ جب تیزی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا تو حضرت ام عمارہؓ نے بڑھ کر روکا۔ چنانچہ ان کو اس جنگ میں کندھے پر گہرا زخم آیا۔ انہوں نے بھی تلوار ماری لیکن وہ دوہری زرہ پہنے ہوئے تھا اس لیے کارگر نہ ہوئی۔

(ماخوذ از السیرۃ النبویہ لابن ہشام زیر ذکر شأن عاصم بن ثابت صفحہ 534)(طبقات الکبریٰ جلد 8 صفحہ 305 دار الکتب العلمیہ بیروت)

اور ام عمارہ زخمی ہو گئیں۔ ان کا وار اتنا کارگر نہیں ہوا۔ تو یہ تھا صحابیات کا کچھ ذکر۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے کی خواتین کا ذکر

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے کی خواتین کا ذکر حضرت اماں جان حضرت نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کے ذکر سے شروع کرتا ہوں۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں۔ یہ زمانہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ ہے یہ ایسی جنگوں کا زمانہ تو نہیں جو پہلے زمانے میں ہوتی تھیں۔ یہ تو مالی قربانیوں کا زمانہ ہے۔ یہ علمی خزانے لٹانے کا زمانہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمودات سے آپؑ کی کتب سے، آپؑ کے لٹریچر سے یہ فیض اٹھا کر دشمن کا علمی لحاظ سے منہ بند کرنے کا زمانہ ہے اور یہی دشمن بھی ہتھیار استعمال کر رہا ہے اور اسی کو ہم نے استعمال کرنا ہے۔ مالی قربانیوں کا زمانہ ہے کیونکہ اس کے لیے مالی قربانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ بہرحال اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ دعاؤں کی طرف توجہ دینے کا زمانہ ہے۔ دعاؤں سے ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ ہماری جیت دعاؤں سے ہی ہو گی۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایک روایت بیان کرتے ہیں، آپؓ فرماتے ہیں کہ حضرت اماں جانؓ کی نیکی اور دینداری کا مقدم ترین پہلو نماز

اور نوافل میں شغف تھا۔ پانچ نمازوں کا تو کیا کہنا، حضرت اماں جانؓ نماز تہجد اور نماز ضحی کی بھی بے حد پابند تھیں اور انہیں اس ذوق و شوق سے ادا کیا کرتی تھیں کہ دیکھنے والوں میں بھی ایک خاص کیفیت پیدا ہو جاتی تھی بلکہ ان نوافل کے علاوہ بھی جب موقع ملتا نماز میں دل کا سکون حاصل کرتی تھیں۔ پھر دعا میں بھی حضرت اماں جانؓ کو بے حد شغف تھا۔ اپنی اولاد اور ساری جماعت کے لیے جسے وہ اولاد کی طرح سمجھتی تھیں، بڑے درد و سوز کے ساتھ دعا کیا کرتی تھیں اور احمدیت کی ترقی کے لیے ان کے دل میں غیر معمولی تڑپ تھی۔ اپنی ذاتی دعاؤں میں جو کلمہ ان کی زبان پر سب سے زیادہ آتا وہ یہ مسنون دعا تھی کہ یا حَیّ یا قَیُّومُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيثُ۔ یعنی اے میرے زندہ خدا! اور اے میرے زندگی بخشنے والے آقا! مَیں تیری رحمت کا سہارا ڈھونڈتی ہوں۔

حضرت اماں جانؓ کی رمضان المبارک کے مہینے کی کیفیت کے بارے میں حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے لکھا ہے کہ رمضان المبارک میں آپؓ بہت زیادہ خیرات دیتی تھیں۔ تین چار آدمیوں کا کھانا اکثر اپنے ہاتھ سے پکا کر دیتی تھیں۔ ویسے نقدی اور جنس کی صورت میں بھی بے حد خیرات کرتی تھیں۔ رمضان المبارک کے علاوہ محرم میں بھی صدقہ و خیرات بہت فرماتیں اور گھر میں بھی نوکروں وغیرہ کو اچھا کھلاتیں۔ فرماتیں سال شروع

ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے تھے کہ جو شروع سال میں خیرات کرے گا اور اپنے پر فراخی کرے گا اس کو سال بھر فراخی رہے گی۔

(ماخوذ از الفضل انٹرنیشنل 22 مارچ 2019ء اور 29 مارچ 2019ء (خصوصی اشاعت) صفحہ 44)

تو یہ اصول بھی آپ نے بتایا کہ **سال کے شروع میں صدقہ و خیرات کرو تو یہ بھی آزمالو کہ اللہ تعالیٰ پھر سارا سال فراخی سے گزارتا ہے۔** حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی والدہ کا ذکر آتا ہے۔ ان کی بیعت کا واقعہ ہے۔ چودھری صاحب بیان کرتے ہیں کہ "جب والد صاحب کچہری سے واپس آئے تو انہوں نے والدہ صاحبہ سے دریافت کیا: کیا آپ مرزا صاحب کی زیارت کے لیے گئے تھے؟" حضرت مسیح موعود علیہ السلام وہاں گئے ہوئے تھے۔ "والدہ صاحب نے جواب دیا گئی تھی۔ والد صاحب نے پوچھا بیعت تو نہیں کی؟ والدہ صاحبہ نے سینہ پر ہاتھ رکھ کر کہا الحمد للہ کہ مَیں نے بیعت کر لی ہے۔ اس پر والد صاحب نے کچھ رنج کا اظہار کیا" غصہ کا اظہار کیا۔ "والدہ صاحبہ نے جواب دیا کہ یہ ایمان کا معاملہ ہے اس میں آپ کی خفگی مجھ پر کوئی اثر نہیں کر سکتی اگر یہ امر آپ کو بہت ناگوار ہے تو آپ جو چاہیں فیصلہ کر دیں" پھر جو چاہیں فیصلہ کر دیں۔ یہ ایمان کا معاملہ ہے میں تو اس کو نہیں چھوڑوں گی اور پھر کہنے لگیں کہ "جس

خدا نے اب تک میری حفاظت اور پرورش کا سامان کیا ہے وہ آئندہ بھی کرے گا۔''

(میری والدہ تالیف حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ صفحہ 27)

اتنا زیادہ ایمان تھا ان میں کہ ایک عورت ان کو ہمیشہ ڈرایا کرتی تھی کہ میری بددعا سے تمہارے بچے مر جائیں گے لیکن دو بچے فوت ہوئے اور یہ لمبا قصہ ہے لیکن انہوں نے اس کی بات نہیں مانی اور انہوں نے کہا کہ توحید کو مَیں نہیں چھوڑوں گی، دو بچے قربان کر دیے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو بیٹوں سے نوازا بھی۔

(ماخوذ از میری والدہ تالیف حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ صفحہ 8 تا 14)

اسی طرح امتہ اللہ بشیر صاحبہ اپنی والدہ فخر النساء صاحبہ کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتی ہیں کہ ''مرحومہ ''فخر النساء'' حیدر آباد دکن کے ایک مشہور و ممتاز خاندان کی فرد تھیں... مرحومہ اکثر فرمایا کرتی تھیں کہ مَیں نے اپنے شوہر کا دل خوش کرنے یا ان کا ساتھ دینے کے لئے بیعت نہیں کی تھی بلکہ پوری طرح احمدیت کی صداقت منکشف ہو جانے پر کی تھی اور اپنی بیعت کا واقعہ اس طرح سناتیں کہ جب ان کے شوہر نے واپسی قادیان کے بعد انہیں تبلیغ کی تو وہ یہ کہنے لگیں کہ میں زیادہ علم نہیں رکھتی اس لئے مَیں چاہتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ آسمانی تائید سے میری تفہیم فرمائے تاکہ میں مطمئن ہو جاؤں

چنانچہ چند سالوں کی دعا کے بعد ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ صحن مکان میں آسمان سے کاغذ کی پرچیاں کثیر تعداد میں گر رہی ہیں اور ''کہتی ہیں ''جس پرچی کو مَیں اٹھا کر دیکھتی ہوں اس پر مرزا غلام احمد قادیانی لکھا ہوا پاتی ہوں۔ اس رؤیا کے بعد اطمینان حاصل ہو گیا اور صدق دل سے 1900ء میں بیعت کر لی۔

مرحومہ کا چونکہ کوئی بھائی نہ تھا اس لیے ان کے والد نے ان کو اپنے ہی گھر میں رکھا ہوا تھا۔ بیعت کرنے کے بعد والد نے شدید مخالفت شروع کر دی مگر مرحومہ ثابت قدم رہیں اور امر حق کے کہنے اور سچ بولنے سے کبھی دریغ نہ کیا۔ آخر جب والد فوت ہو گئے تو اپنی والدہ ماجدہ اور اپنی دونوں چھوٹی بہنوں اور ان کے بعض بچوں کو بھی اپنے نیک نمونہ سے داخل احمدیت کر لیا۔''

(روزنامہ الفضل قادیان دار الامان مؤرخہ یکم اگست 1936ء صفحہ 8)

پس نیک نمونہ بھی رشتہ داروں میں بہت کام کرتا ہے، یہ بھی ایک تبلیغ کا ذریعہ ہے جس کو ہر عورت کو اپنے سامنے رکھنا چاہیے جن کے غیر احمدی رشتہ دار ہیں۔ محترمہ امیر بی بی صاحبہ جو میاں خیر

الدین صاحب کی اہلیہ تھیں جن کے متعلق ان کے بیٹے مولانا قمر الدین صاحب لکھتے ہیں کہ ”گاؤں کی بہت سی احمدی اور غیر احمدی لڑکیوں نے محترمہ والدہ صاحبہ سے قرآن کریم ناظرہ اور باترجمہ پڑھا تھا۔ دینی مسائل اور عبادات میں شغف رکھتی تھیں۔ ہماری پھوپھی مائی کاکو کے ہمراہ جمعہ کی نماز پڑھنے قادیان جایا کرتی تھیں اور گاؤں کی دوسری مستورات بھی۔ ایک مرتبہ والدہ صاحبہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے نمازِ مغرب کے متعلق سوال کیا کہ کھانا پکانے کا وقت ہوتا ہے، کیسے ادا کی جائے؟“سوال کر دیا کہ نماز مغرب کا وقت ہوتا ہے ادھر سے کھانا پکانے کا وقت ہوتا ہے، خاوند آجاتا ہے گھر والے آجاتے ہیں کھانا دو تو کس طرح ادا کروں؟ ”حضور (علیہ السلام) نے فرمایا کھانا مغرب سے پہلے پکا لیا کرو اور نماز وقت پر پڑھیں۔ حضورؑ نے یہ ارشاد بڑی تاکید سے فرمایا۔“ وقت پہ نماز پڑھنے کا ارشاد بڑی تاکید سے فرمایا۔ **گھر کے کاموں کا بہانہ کر کے اپنی نمازوں کو آگے پیچھے نہیں کرنا چاہیے۔** یہ ہر عورت کو نوٹ کرنا چاہیے۔ کہتے ہیں کہ ”محترمہ والدہ صاحبہ کو ہم نے پابندِ صوم و صلوٰۃ اور باقاعدگی سے نماز تہجد

پڑھنے والی پایا۔ آپ اخلاق فاضلہ سے متصف تھیں۔ آپ کی نیکی اور تقویٰ و طہارت کی وجہ سے بہت سی مستورات آپ سے دعا کراتی تھیں۔"

(ماہنامہ مصباح ربوہ۔ سالنامہ 1969ء بحوالہ سیکھوانی برادران تصنیف منیر الدین شمس صفحہ 31-33)

حضرت سیدہ مریم النساء صاحبہ، جنہیں جماعت اُمّ طاہر کے نام سے جانتی ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے ان کا نام اُمّ طاہر (حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی والدہ) رکھ دیا تھا، ان کے دل میں خدا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں کہ "ایک دفعہ میں نے انہیں یہ حدیث سنائی کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے ایک صحابی نے قیامت کے متعلق سوال کیا جس پر آپؐ نے فرمایا کہ تم قیامت کے متعلق پوچھتے ہو، کیا اس کے لئے کوئی تیاری بھی کی ہے؟ اس نے جواب دیا یا رسول اللہؐ! اگر تیاری سے نماز روزہ وغیرہ مراد ہے تو مَیں کچھ نہیں کہہ سکتا۔" جو ظاہری عبادت ہے میں کرتا تو ہوں اور میں کیا کہہ سکتا ہوں کہ میری قبول ہوگئی ہے کہ نہیں۔ "ہاں میں یہ جانتا ہوں" ایک بات میں ضرور بتا دوں آپؐ کو "کہ میں اپنے دل میں خدا اور اس کے رسولؐ کی سچی محبت رکھتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ درست ہے" کہ تم اللہ اور اس کے رسول سے سچی محبت رکھتے ہو "تو میں

تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ انسان اپنی محبوب ہستیوں سے جدا نہیں کیا جائے گا'' پھر تم ضرور ان سے قیامت کے دن یا اگلے جہان میں ملو گے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کہتے ہیں کہ ''میں نے دیکھا کہ جب میں نے ہمشیرہ مرحومہ کو یہ حدیث سنائی تو ان کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا اور وہ بے ساختہ کہنے لگیں کہ میں بھی اپنے دل کو ایسا ہی پاتی ہوں۔ میں نے کہا پھر آپ کو بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خوشخبری مبارک ہو کہ آپ بھی اپنی محبوب ہستیوں کے ساتھ جگہ پائیں گی۔''

(سیرت حضرت سیدہ مریم النساء (ام طاہر صاحبہ) صفحہ 10-11)

حضرت مصلح موعودؓ کے دور کی مثالیں

جان مال کی قربانیوں کے بارے میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ واقعہ بیان کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ''ایک جگہ رنگروٹ بھرتی کرنے کے لئے ہمارے آدمی گئے۔'' یعنی فوج میں بھرتی کرنے کے لیے۔ رضاکار فورس کو بھرتی کرنے کے لیے گئے یا مستقل فوج کی بھرتی کرنے کے لیے گئے۔ وہاں ''انہوں نے جلسہ کیا'' ہمارے آدمیوں نے ''اور تحریک کی'' (فوج میں بھرتی کرنے کے لیے گئے تھے) کہ پاکستانی فوج میں شامل ہونے ''کے لئے لوگ اپنے نام لکھوائیں۔ جن قوموں میں لڑائی کی عادت نہیں ہوتی اس کے افراد

ایسے موقع پر عموماً اپنا نام لکھوانے سے ہچکچاتے ہیں چنانچہ اِس موقع پر بھی ایسا ہی ہوا۔ تحریک کی گئی کہ لوگ اپنے نام لکھوائیں مگر چاروں طرف خاموشی طاری رہی اور کوئی شخص اپنا نام لکھوانے کے لئے نہ اٹھا۔ تب ایک بیوہ عورت جس کا ایک ہی بیٹا تھا اور جو پڑھی ہوئی بھی نہیں تھی اس نے جب دیکھا کہ بار بار احمدی مبلغ نے کھڑے ہو کر تحریک کی ہے کہ لوگ اپنے نام لکھوائیں مگر ہچکچانے کی وجہ سے آگے نہیں بڑھتے تو وہ عورتوں کی جگہ سے کھڑی ہوئی اور اس نے اپنے لڑکے کو آواز دے کر کہا۔ او فلانے! تو بولتا کیوں نہیں! تو نے سنا نہیں کہ خلیفہ وقت کی طرف سے تمہیں جنگ کے لئے بلایا جا رہا ہے۔ اِس پر وہ فوراً اٹھا اور اس نے اپنا نام جنگ پر جانے کے لئے پیش کر دیا۔" (اس وقت جنگ تھی پاکستان کی تو پاکستانی فوج کے لیے بھرتی ہو رہی تھی) "تب اس کو دیکھ کر اَور لوگوں کے دلوں میں بھی جوش پیدا ہوا اور انہوں نے بھی اپنے نام لکھوانے شروع کر دیئے۔" حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ "وہ عورت زمیندار طبقہ سے نہیں تھی بلکہ غیر زمیندار طبقہ سے تعلق رکھتی ہے جس کے متعلق زمیندار بڑی حقارت سے یہ کہا کرتے ہیں کہ وہ لڑنا نہیں جانتے مگر اس نے غیر زمیندار ہو کر اپنی ذمہ داری کو محسوس کیا اور ایسی حالت میں محسوس کیا کہ جب کہ وہ بیوہ تھی اور اس کا صرف ایک ہی بیٹا تھا اور آئندہ اسے کوئی بیٹا ہونے کی کوئی امید نہیں تھی۔ اس نے کہا جب خدا اور اسلام کے نام پر

ایک آواز اٹھائی جا رہی ہے تو پھر میرا کوئی بیٹا رہے یا نہ رہے مجھے اِس آواز کا جواب دینا چاہیے۔'' آپ لکھتے ہیں کہ ''شدید جذبات مقابل میں ویسے ہی جذبات پیدا کر دیا کرتے ہیں۔ جب اس نے یہ بات کہی تو کئی بزدل جو اپنے آپ کو پہلے بچا رہے تھے انہوں نے بھی اپنے ارادوں کو پیش کرنا شروع کر دیا اور جب یہ اطلاع میرے پاس پہنچی اور خط میں مَیں نے یہ واقعہ پڑھا'' اس عورت کا کہ کس طرح اس نے قربانی کی ہے ''تو پیشتر اِس کے کہ میں اِس خط کو بند کرتا مَیں نے خدا تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے کہا۔ **اے میرے رب! یہ بیوہ عورت اپنے اکلوتے بیٹے کو تیرے دین کی خدمت کے لئے یا مسلمانوں کے ملک کی حفاظت کے لئے پیش کر رہی ہے۔ اے میرے رب! اِس بیوہ عورت سے زیادہ قربانی کرنا میرا فرض ہے۔ میں بھی تجھ کو تیرے جلال کا واسطہ دے کر تجھ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ اگر انسانی قربانی کی ہی ضرورت ہو تو اے میرے رب! اِس کا بیٹا نہیں بلکہ میرا بیٹا مارا جائے۔''**

(آئندہ وہی قومیں عزت پائیں گی جو جانی و مالی قربانیوں میں حصہ لیں گی، انوار العلوم جلد 21 صفحہ 159-160)

حضرت مصلح موعودؓ نے یہ دعا کی۔ پھر فرماتے ہیں کہ "مجھے یاد ہے 1953ء کے فسادات کے دوران میں ضلع سیالکوٹ سے ایک عورت پیدل ربوہ پہنچیں اور اس نے ہمیں بتایا کہ ہمارا گاؤں دوسرے علاقہ سے کٹ چکا ہے اور مخالفوں نے ہمارا پانی بند کر دیا ہے۔ اگر ہم پانی لینے جاتے ہیں تو وہ ہمیں مارتے ہیں۔ اس وقت ایک فوجی افسر یہاں رخصت پر آیا ہوا تھا۔ اس کو مَیں نے ایک مقامی دوست کے ساتھ وہاں بھیجا تاکہ وہ وہاں جا کر احمدیوں کی امداد کرے۔" حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں "اب دیکھ لو کتنی بڑی ہمت کی بات ہے کہ جہاں مرد قدم نہ رکھ سکے وہاں ایک عورت نے اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ اس وقت مرد اپنے گھروں سے باہر نکلنے سے ڈرتے تھے مگر وہ عورت سیالکوٹ سے پیدل سمبڑیال کی طرف گئی۔ وہاں سے گوجرانوالہ کی طرف آئی اور پھر گوجرانوالہ سے کسی نہ کسی طرح یہاں پہنچی اور ہمیں جماعت کے حالات سے آگاہ کیا اور ہم نے یہاں سے ان کو امداد کے لئے آدمی بھجوائے تو" فرماتے ہیں کہ دیکھو "خدا تعالیٰ کے فضل سے ہماری عورتیں مردوں سے زیادہ دلیر ہیں۔"

(افتتاحی تقریر جلسہ سالانہ 1957ء، انوار العلوم جلد 26 صفحہ 270)

پھر ایک جگہ آپؓ نے فرمایا۔ ”بہت سے مبلغ ہیں جن کی قربانیوں کا صحیح اندازہ ہماری جماعت کے دوست نہیں لگا سکتے بالخصوص دو مبلغ تو ایسے ہیں جو شادی کے بہت تھوڑا عرصہ بعد ہی تبلیغ کے لئے چلے گئے اور اب تک باہر ہیں۔ ان میں سے ایک دوست تو نو سال سے تبلیغ کے لئے گئے ہوئے ہیں۔ حکیم فضل الرحمٰن صاحب ان کا نام ہے۔ انہوں نے شادی کی اور شادی کے تھوڑے عرصہ کے بعد ہی انہیں تبلیغ کے لئے بھجوا دیا گیا۔ وہ ایک نوجوان اور چھوٹی عمر کی بیوی کو چھوڑ کر گئے تھے مگر اب وہ آئیں گے تو انہیں ادھیڑ عمر کی بیوی ملے گی۔ یہ قربانی کوئی معمولی قربانی نہیں۔ میرے نزدیک تو کوئی نہایت ہی بے شرم اور بے حیا ہی ہو سکتا ہے جو اس قسم کی قربانیوں کی قیمت کو نہ سمجھے اور انہیں نظر انداز کر دے۔“

(الفضل مورخہ یکم اکتوبر 1942ء صفحہ 2 کالم 3-4 جلد 30 نمبر 229)

قرونِ اولیٰ کی عورتوں کی مثالیں دیتے ہوئے، اپنے زمانے کی عورتوں کی مثالیں دے کر بھی حضرت مصلح موعودؓ نے ہمیں بہت سی تاریخ سے آگاہ کیا ہے۔ اسی طرح ایک واقعہ آپؓ بیان کرتے ہیں کہ جب قادیان میں ہندوؤں اور سکھوں نے حملہ کیا تو شہر کے باہر کے ایک محلہ میں ایک جگہ پر عورتوں کو اکٹھا کیا گیا اور ان کی سردار بھی ایک عورت ہی بنائی گئی جو بھیرہ کی رہنے والی تھی۔ اس عورت نے مردوں سے بھی زیادہ بہادری کا نمونہ دکھایا۔

ان عورتوں کے متعلق یہ خبریں آتی تھیں کہ جب سکھ اور ہندوؤں کو جو تلواروں اور بندوقوں سے ان پر حملہ آور ہوتے تھے یہ بھگا دیتی تھیں۔ اور سب سے آگے وہ عورت ہوتی تھی جو بھیرہ کی رہنے والی تھی جس کو نگران بنایا گیا تھا اور ان کی سردار بنائی گئی تھی۔ اب بھی یہ عورت زندہ ہے لیکن اب بڑھیا اور ضعیف ہو چکی ہے۔ وہ عورتوں کو سکھاتی تھی کہ اِس اِس طرح لڑنا ہے اور لڑائی میں ان کی کمان کرتی تھی۔

اب یہاں یہ دین کے لیے کوئی لڑائی نہیں ہو رہی، یہ دوسری لڑائیاں ہو رہی تھیں جو آپس میں اختلافات کی وجہ سے لڑائیاں تھیں، قوموں کی لڑائیاں تھیں۔ اس میں مذہب کا اتنا دخل نہیں تھا لیکن بہرحال کچھ مذہب کا دخل بھی شامل کر لیا گیا ہندوؤں اور سکھوں کی طرف سے اس زمانے میں مسلمانوں کی طرف سے بھی لیکن جہاں تک احمدیت کا سوال ہے احمدیت کا غلبہ لڑائیوں سے نہیں بلکہ عمل سے اور دعاؤں سے ہونا ہے۔ یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے۔ بہرحال آپ لکھتے ہیں کہ غرض **کوئی کام بھی ایسا نہیں جو عورت نہیں کر سکتی۔ وہ تبلیغ بھی کر سکتی ہے۔ وہ پڑھا بھی سکتی ہے۔ وہ لڑائی میں بھی شامل ہو سکتی ہے۔ اور اگر مال اور جان کی قربانی کا سوال ہو تو وہ ان کی قربانی بھی کر سکتی ہے۔ او**

ربعض کام وہ مردوں سے بھی لے سکتی ہے۔ مرد بعض دفعہ کمزوری دکھا جاتے ہیں، اس وقت جو غیرت عورت دکھاتی ہے وہ کوئی اَور نہیں دکھا سکتا۔

(ماخوذ از قرونِ اولیٰ کی مسلمان خواتین کا نمونہ اپنے سامنے رکھو، انوار العلوم جلد 25 صفحہ 443-444)

موجودہ زمانے کی مثالیں

اب وہ جو عورت کی مثال ہے جس نے اپنے بیٹے کو کہا تھا اسی کی مثال سے ظاہر ہوتا ہے کس طرح اپنے بیٹے کو کھڑا کیا اور اس کی وجہ سے پھر اَور لوگ بھی کھڑے ہو گئے۔ اب اس زمانے کی بعض، ایک دو مثالیں پیش کر دیتا ہوں کہ کس طرح عورتوں نے بیعت کے بعد ایمان اور علم میں ترقی کی ہے اور اپنے بچوں کی تربیت کی کوشش کی ہے، اپنے آپ کو بھی اللہ تعالیٰ کی تعلیم کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی ہے۔

قرغیزستان کے نیشنل پریذیڈنٹ لکھتے ہیں کہ عائزہ مکاشفہ صاحبہ ہیں۔ انہوں نے 2019ء میں بیعت کی، مسلمان فیملی سے تعلق رکھتی ہیں لیکن احمدیت میں شامل ہوتے ہی انہوں نے قرآن کریم ناظرہ سیکھنے کا ارادہ کیا۔ پہلے قرآن کریم پڑھنا نہیں آتا تھا اور تقریباً چار چھ ماہ قرآن کریم ناظرہ سیکھ

کر قرآن کریم کا پہلا دور مکمل کیا۔ پھر عربی زبان سیکھنا شروع کی تا کہ قرآن کریم کے معانی کو سمجھ سکیں اس کے ساتھ ساتھ قرآن کریم کو خوش الحانی کے ساتھ پڑھنا بھی سیکھ رہی ہیں۔ اسی طرح وہ اپنے بچوں کی اس طرح تربیت کر رہی ہیں کہ ان کو قرآن کریم ناظرہ سکھا رہی ہیں نیز جماعت کی بعض دوسری لجنات کو بھی قرآن کریم ناظرہ پڑھنا سکھا رہی ہیں۔ اس کے علاوہ وہ جماعت کی قرغیز ویب سائٹ کے لیے مسلسل وقت دیتی ہیں اور ان کے ذمہ لگائے گئے کاموں کو نہایت اخلاص کے ساتھ سرانجام دیتی ہیں۔ **دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی نیت ہو تو اللہ تعالیٰ بھی مدد کرتا ہے** چاہے وہ ان مغربی ممالک میں ہو۔ ایک عزیزہ ڈاکٹر ہیں لکھتی ہیں کہ جب میں انگلینڈ میں آئی تو یہاں ڈاکٹر کے طور پر کام کرنے کے لیے امتحان دینے ہوتے تھے۔ اس زمانے میں وہ امتحان بھی مشکل مشہور تھے کہ مشکل سے پاس ہوتے ہیں۔ کہتی ہیں بہرحال پہلا پرچہ تحریری تھا اللہ کے فضل سے پاس ہو گیا۔ اب پریکٹیکل امتحان کی تیاری ہو رہی تھی جس میں کہ مختلف سٹیشن پر جا کر مریض کو دیکھنا ہوتا ہے اور ایک examiner آپ کو دیکھ رہا ہوتا ہے، نمبر مارک کرتا ہے۔ پھر امتحان سے کچھ دن قبل ایک ساتھی کا فون آیا کہ تم امتحان کے روز کیا کپڑے پہن رہی ہو؟ کہتی ہیں سوال مجھے بڑا عجیب لگا کہ برقع کے نیچے تو جو کپڑے بھی پہنے ہوں گے اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ میرے استفسار پر اس

نے کہا کیا تم حجاب اور برقع میں جاؤ گی؟ اس پر میں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا پھر تم کبھی پاس نہیں ہو گی کیونکہ ہمارے کورس میں بھی انہوں نے کہا تھا کہ سوٹ یا سکرٹ پہن کر آنا۔ میں نے اس کی بات سن تو لی لیکن اس کے بعد میں بہت روئی کیونکہ یہ تو مجھے پتا تھا کہ میں نے اپنا پردہ نہیں اتارنا۔ صدمہ صرف اس بات کا ہوا کہ اب اپنی ڈاکٹری پریکٹس جو ہے وہ نہیں کر سکوں گی۔ بہرحال خاوند کو بتایا، اس نے بھی اس طرح تسلی دی کہ کچھ نہیں ہو گا۔ بہرحال گھبرائی ہوئی تھی۔ امتحان کا دن آیا، اسی طرح برقع اور حجاب میں امتحان دیا جو پاکستانی طرز کا برقع تھا۔ امتحان کا نتیجہ آیا اور الحمد للہ پاس ہو گئی اور جو میری ساتھی تھی وہ پاس نہیں ہو سکی جو بڑے اپنے آپ کو فیشن ایبل سمجھ رہی تھی۔ تو کہتی ہیں میں آج تک اس بات پر یقین رکھتی ہوں کہ وہ امتحان میں نے ہرگز اپنی قابلیت یا محنت کی وجہ سے پاس نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دکھایا ہے کہ اگر تم دین کو دنیا پر مقدم رکھو گی تو میں تمہاری مدد کروں گا اور پھر اس کے بعد ہر مقام پر پردے کی برکت سے خدا تعالیٰ نے میرے پیشے کی مدد کی اور مجھے خدا کے فضل سے ہمیشہ ہر مقام پر عزت ملی۔ یہاں جو خیال ہوتا ہے ناں کہ پردے سے بعض حقوق نہیں ملتے اگر انسان کو اللہ تعالیٰ پر یقین ہو، دعا کرے اور دین پر قائم رہے اور کچھ عرصہ کے لیے

اگر نقصان بھی اٹھانا پڑے تو اٹھالے تو پھر اللہ تعالیٰ آخر کار کامیابی عطا فرماتا ہے۔

اسی طرح ناروے سے ایک خاتون لکھتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے جلسہ سالانہ یوکے میں شامل ہونا تھا۔ ٹکٹیں بک کروائیں، کام والے نے مجھے چھٹی نہیں دی، ناراض بھی ہو رہے تھے۔ میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گی، جلسہ پر ضرور جانا ہے چاہے مجھے جاب چھوڑنی پڑے۔ کہتی ہیں جاب والوں کو کہہ دیا کہ آپ چھٹی نہیں دیتے تو نہ دیں پھر میں جاب چھوڑ دیتی ہوں لیکن بہر حال دو تین دن کے بعد ہی اللہ کا فضل ہوا اور وہ افسر جس نے مجھے سختی سے بات کی تھی اس نے نہ صرف مجھے چھٹی دی بلکہ استفسار کیا کہ کہاں جانا ہے جس کے لیے کام چھوڑنے کے لیے تیار ہو گئی ہو؟ میں نے اس کو بتایا کہ میرا تعلق جماعت احمدیہ سے ہے اور میں نے جلسہ سالانہ میں شرکت کے لیے انگلینڈ جانا ہے، یوکے جانا ہے۔ اس چیز سے وہ اتنی متاثر ہوئی کہ جب میں جلسہ سے واپس آئی تو مسجد بیت النصر دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ اسلام تو اس نے پہلے بھی قبول کیا ہوا تھا لیکن مسجد میں کچھ دفعہ جانے کے بعد اس نے جماعت میں شامل ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ پہلے اس کو کہا بھی کہ دعا کرو دل مطمئن ہو جائے پھر بیعت کرنا لیکن اس نے کہا جو سکون اور امن اور محبت یہاں ہے وہ کہیں اَور نہیں ہے۔ چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد اس نے اور اس کی

بیٹی نے بیعت کی اور جماعت میں شامل ہوئی۔ تو یہ نمونہ اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا نمونہ جو ہے دوسری کا نہ صرف دل نرم کرنے کا باعث بنا بلکہ ہدایت کا بھی باعث بن گیا۔

امیر صاحب تنزانیہ لکھتے ہیں کہ کیلی منجارو (Kilimanjaro) پہاڑ کے دامن میں ایک جماعت Machame کے مقام پر واقع ہے، وہاں ایک لجنہ جس کی عمر 73 برس ہے انتہائی ضعیف ہو چکی ہے مگر جب بھی ان سے ملاقات ہوتی ہے تو خاص طور پر یہ ضرور پوچھتی ہیں کہ خلیفۂ وقت کی طبیعت کا کیا حال ہے اور پھر بڑی دعائیں دیتی ہیں۔ کہتے ہیں کہ وہ چونکہ مستقل بیمار رہتی ہیں اس لیے علاقے کے لوگ آ کر انہیں کہتے ہیں کہ فلاں مولوی یا فلاں پادری سے علاج کروا لو یا دعا اور دم درود کروا لو لیکن یہ خاتون ہمیشہ اپنے علاقے والوں کو توحید کا پرچار کرتی ہیں جو توحید ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سکھائی ہے جو اسلام کی حقیقی توحید ہے جو حقیقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائی ہے اور ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم رکھتی ہیں اور ساتھ ساتھ ہر مہینے میں کچھ نہ کچھ ضرور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتی ہیں۔

قرغیزستان کے نیشنل پریذیڈنٹ لکھتے ہیں کہ ایک خاتون ہیں جولیا صاحبہ ایک عیسائی فیملی سے ان کا تعلق تھا۔ 2013ء میں انہیں بیعت کرنے کی توفیق ملی۔ بیعت سے پہلے وہ حجاب نہیں اوڑھا کرتی تھیں لیکن جب انہوں نے

اسلام احمدیت میں شمولیت کا ارادہ کیا تو حجاب لینا شروع کر دیا۔ بیعت کے بعد اسی سال جلسہ سالانہ قادیان میں بھی شرکت کی جہاں بہشتی مقبرہ کی بھی زیارت کی۔ جب انہیں نظام وصیت کے بارے میں بتایا گیا تو اسی وقت نظام وصیت میں شامل ہونے کا تہیہ کیا چنانچہ جلسہ سے واپس آ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ''الوصیت'' کا مطالعہ کیا اور وصیت فارم فل (fill) کر کے نظام وصیت میں شامل ہوئیں۔ اس کے علاوہ بھی مالی تحریکات میں حصہ لیتی ہیں۔

آئیوری کوسٹ سے وہاں کے لوکل معلم لکھتے ہیں کہ ہماری جماعت کی ایک ممبر ٹابا سوبا صاحبہ ہیں، برکینا فاسو کی ایمبیسی میں کام کرتی ہیں اور ہر چھٹی والے دن اپنا بیگ لے کر مختلف دیہاتوں میں نکل جاتی ہیں اور احمدیت کی تبلیغ کرتی ہیں۔ ایک دفعہ وہ گوبویو میں آئیں اور احمدیت کی تبلیغ کی۔ ان کے تبلیغ کرنے کا ایسا طریقہ ہے جیسے کوئی عالم تبلیغ کر رہا ہو۔ موصوفہ بڑے شوق سے تبلیغ کرتی ہیں اور اپنا فارغ وقت احمدیت کی تبلیغ میں گزارتی ہیں۔ وہ دوسرے ملک سے گئی ہوئی ہیں۔ بیگ میں لٹریچر رکھ لیتی ہیں اور تبلیغ کرتی رہتی ہیں۔ **بعض عورتیں پوچھتی ہیں کہ ہم تبلیغ کس طرح کریں تو تبلیغ کے راستے تو خود تلاش کرنے ہوتے ہیں اگر شوق ہو تو۔** پس ان باتوں کو ہمیشہ دیکھیں۔ یہ چند ایک واقعات میں نے پیش کیے، ایسے

خواتین کی جرأت اور بہادری کے بے شمار واقعات ہیں۔ اس زمانے میں بھی دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے بھی، تربیت اولاد کے بھی بعض تازہ واقعات میں وقتاً فوقتاً بیان کرتا بھی رہتا ہوں اسی طرح صحابہ کے واقعات میں بعض خواتین کا بھی ذکر آ جاتا ہے کہ کس طرح انہوں نے قربانیاں کیں اور قربانیوں کی مثالیں قائم کیں، دین کو دنیا پر مقدم کیا۔ پس فائدہ تو تبھی ہے جب ان واقعات کو سن کر ان سے فائدہ اٹھایا جائے۔ یہ واقعات وہ روح پیدا کرنے والے ہو جائیں جن کی قرون اولیٰ کی مسلمان عورتوں نے بھی مثالیں قائم کی ہیں اور بعد کے زمانے کی نیک خواتین نے بھی مثالیں قائم کی ہیں۔ اگر ایک انقلابی تبدیلی ان باتوں کو سن کر پیدا ہو جائے، تقویٰ اور نیکی کے معیار قائم ہو جائیں، اپنے آپ کو اور اپنی نسلوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والا بنانے کی تڑپ پیدا ہو جائے، صرف دنیا داری کی باتیں نہ ہوں، صرف اپنے حقوق کی باتوں پر زیادہ زور نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی طرف توجہ ہو اور ہر احمدی عورت یہ عہد کرے کہ اس نے ایک انقلاب پیدا کرنا ہے، ایک روحانی انقلاب پیدا کرنا ہے، اپنے اندر بھی اور دنیا میں بھی تو یہ دنیا بھی جنت نظیر بن جائے گی۔ تبھی ایک انقلاب ہمارے اندر پیدا ہو گا اور اگلے جہان میں بھی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے والے اور اس کی رضا حاصل کرنے والے ہم بنیں گے۔ اللہ تعالیٰ سب کو اپنی زندگیوں کو اس نہج پر چلانے کی توفیق عطا

فرمائے اور ہمیں دعاؤں کی توفیق عطا فرمائے۔ اپنے آپ کو اسلامی تعلیم پر ڈھالنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اب دعا کر لیں۔

(مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 4 اکتوبر 2022)

☆☆☆

انڈیکس مضامین

اپنے بچوں کو دین سکھانے کی طرف توجہ دلائیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔404

اپنی حالتوں میں پاک تبدیلیاں پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔۔۔۔۔۔۔۔458

اجر عظیم میں مرد و عورت کی تخصیص نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔200

احساس کمتری میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔265

احمدی عورت کا وقار اور تقدس۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔319

احمدی ماؤں کی پاک گودیں پاک خزانے رکھنے کی جگہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔306

احمدی مسلمان نے زمانے کے امام کو مانا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔122

احمدیت کا دنیا میں پھیلنا عورتوں اور مردوں کی قربانی کی وجہ سے ہے۔۔۔۔۔375

احیائے دین۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔487

آخرت کی فکر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔82

استغفار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔430

اسلام میں عورت کے حقوق۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔203

اسلام میں عورت اور مرد کے حقوق کا تعین۔ فطرتی خصوصیات کے مطابق۔۔224

اسلام آزادئ اظہار و عمل کی تعلیم دیتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔528

اسلام پر حملے---------------------------------------298

اسلام دین فطرت ہے-------------------------------------299

اسلام عورت اور مرد کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس دلاتا ہے---------233

اسلام کی بنیاد میں عورت کا حصہ------------------------------360

اسلام کی خوبصورت تعلیم----------------------------41،212،317

اسلام میں پردے کا حکم-------------------------------------554

اسلام میں عورتوں کے حقوق----------------------------------530

اسلام میں مرد اور عورت کے حقوق اور فرائض اور ذمہ داریوں کی

وضاحت---426

اسلامی پردہ کی فلاسفی---------------------------------------288

اسلامی معاشرے میں مرد اور عورت کے فرائض---------------423

اطاعت--90

اعمالِ صالحہ--48

اگلی نسل کی تربیت ایک بہت بڑا چیلنج--------------------------333

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت ہی حفاظت کا حصار ہے---------154

اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے متعلق ایک عورت کا واقعہ-369

اللہ تعالیٰ زمین کو اس کی موت کے بعد زندگی بخشتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔246

اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں ہونا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔388

اللہ تعالیٰ کا حق ادا کریں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔334

اللہ تعالیٰ کے حکموں پر فوری عمل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔259

اللہ تعالیٰ کے حکموں کی تعظیم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔91

اللہ تعالیٰ کی راہ میں سفر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔436

اللہ تعالیٰ کی عبادت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔13

اللہ تعالیٰ کے ہر حکم میں حکمت ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔158

اللہ ہی کے ذکر سے دل اطمینان پکڑتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔161

اولاد کی تربیت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔21

ایک ایمان افروز واقعہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔255

ایک حقیقی مسلمان عورت کا کیا مقام ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔279

ایک سبق آموز قصہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔275

ایمان افروز واقعات۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔101،391

ایمان، ایقان پیدا کریں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔517

ایمان پر قائم رہنے کے واقعات۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔576

ایمان تقویٰ کے بغیر ترقی نہیں کر سکتا---------------470

بچوں کی تربیت پہلا فرض-------------------------303

بچوں کی تربیت کرنے پر جہاد جیسا ثواب---------------252

بچوں کی تربیت میں محنت کی ضرورت-----------------504

بچوں کی تربیت--------------------------------216

بچوں میں انصاف قائم رکھا جائے--------------------347

بچے کی اصل تربیت ماں کی گود ہی ہے----------------237

براہ راست عورتوں سے خطاب کا فائدہ-----------------480

بڑی بیماری۔ فخر کرنا----------------------------10

بعض اہم امور میں عورتوں سے مشورہ-----------------534

بے حیائیوں سے بچنا-----------------------------119

بے وفائی نہ کریں--------------------------------440

بیوی کے رشتہ داروں سے حسن سلوک------------------235

پردہ اور حیادار لباس------------------------------97

پردہ کی غرض حیا ہے------------------------------166

پردہ--260،190

پردوں کے چھڑوانے میں مردوں کا بھی ہاتھ ------------------ 19

پردے کا حکم -------------------------------- 64

پردے کی اہمیت ------------------------------ 352

پردے کی پابندی ----------------------------- 414

پردے کا معیار ------------------------------- 494

پیدائش کا مقصد ------------------------------ 198

تربیت میں حکمت سے نظر رکھیں ------------------ 250

تزکیۂ نفس ---------------------------------- 94

تعلیم کا حق ---------------------------------- 543

تقویٰ پر چلتے ہوئے اپنے کل پر نظر رکھو -------------- 272

تقویٰ پیدا کریں ------------------------------ 499

تقویٰ کیا ہے؟ -------------------------------- 93

تقویٰ -- 56

تمہاری زینت پردے میں ہے ---------------------- 16

تمہیں بہر حال اپنی دونوں دنیاؤں کو دیکھنا ہو گا -------------- 276

توبہ، استغفار --------------------------------- 83

توبہ---------------------------------------429
جزا کی بشارت پانے والوں کے بعض اعمال کا ذکر---------------428
جلسہ پر آنے کا مقصد---------------------------------455
جماعت احمدیہ۔ خدا تعالیٰ کی قائم کردہ جماعت------------------68
جماعت کی ترقی کے معیار------------------------------81
جماعتی اجلاسوں اور پروگراموں میں بچوں کو خود لے کر جائیں----------343
جہاد---------------------------------------374
جھوٹ سے بچنا-----------------------------------118
حسن سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون؟-------------------184
حضرت خدیجہؓ-----------------------------------366
حضرت زنیرہ-----------------------------------372
حضرت سمیہ-----------------------------------372
حضرت عائشہؓ-----------------------------------367
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ----------------------366
حضرت لبینہ-----------------------------------372
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک واقعہ------------------210

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عورتوں کو نصائح----------24
حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی اپنی جماعت سے توقعا-----485
حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے کی خواتین کا ذکر---585
حضرت مصلح موعودؓ کے دور کی مثالیں----------------592
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ----------------------364
حضرت ہاجرہ---------------------------------360
حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی------------------93
حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی------------------444
حقیقی احمدی---------------------------------24
حقیقی دین پر قائم ہونے میں ہے--------------------417
حقیقی مسلمان عورت کا مقام----------------------562
حقیقی مسلمان لڑکی اور لڑکے کے تقویٰ کا معیار------------463
حقیقی مومنہ-------------------------------258
حمد-----------------------------------434
حیا کی اہمیت--------------------------------266
حیاء ایمان کا حصہ ہے----------------------------468

خدا پر سچا ایمان------------------------------81
خدا تعالیٰ سے زندہ تعلق قائم کریں--------------------116
خدا تعالیٰ کے احکامات۔ انسانی فطرت کے مطابق-------------36
خدا تعالیٰ کی خاطر فخر----------------------------18
خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والی بنیں---------------159
خدا تعالیٰ ہم سے کیا چاہتا ہے----------------------55
خلافت کے نظام میں ہر خلیفہ خلیفہ المسیح کہلاتا ہے-----------107
خوبصورت مثال-------------------------------310
دعائیں ضروری ہیں-----------------------------132
دعائیں کریں---------------------------------512
دنیا ایک مومن کے لئے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے حصول کا ذریعہ--------12
دنیا عارضی ہے۔ اس کو مقصود بالذات نہ بناؤ-----------------455
دنیا کے ظاہری سامان دو پہلو رکھتے ہیں--------------------22
دنیادار کی نشانیاں-------------------------------7
دنیادار ماں اور مومن ماں کی سوچ میں بڑا فرق----------------256
دنیاوی ترقیات کی انتہا کا زمانہ-----------------------327

دنیاوی خواہشات کا انجام-------------------------------11

دو باتیں ہمیشہ یاد رکھیں-------------------------------483

دوسروں کے حق ادا کرنے کی طرف توجہ دیں-------------------236

دین کو دنیا پر مقدم رکھنا-------------------------------57

دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا عہد---------------------------250

دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کی طرف توجہ پیدا کریں---------------390

دین کو دنیا پر مقدم رکھیں-------------------------------496

دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد----------------------------322

دین میں بدعات--284

دین---55

دیندار مائیں بننے کی کوشش کریں---------------------------240

دینی احکامات پر عمل کرنے کی ضرورت-----------------------468

دینی تعلیم سے دوری-------------------------------------453

دینی علم سیکھیں---535

دینی علم---99

ذمہ داریوں کی ادائیگی-----------------------------------35

راتوں کو زندہ کریں ------------------------------ 125

رحمان کے بندے اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرتے ہیں ---------- 144

رشتہ جوڑتے وقت دعا کرو ---------------------------- 314

رشتہ کرنے میں بھی لڑکی کا حق ------------------------ 311

رشتوں میں بے اعتمادی ------------------------------ 314

رشتے کرتے ہوئے دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے عہد کو ہمیشہ سامنے رکھیں -- 187

زیادہ شادیاں کرنے والے کے فرائض اور ہر بیوی کے حقوق ------- 547

زینت کا اظہار ------------------------------------ 9

زینت کی حفاظت ---------------------------------- 15

سچائی --------------------------------------- 95

سچے ایمان کی خصوصیات ---------------------------- 89

شادی کا بندھن اور تقویٰ کا حکم ------------------------ 52

شرائط بیعت کا عہد عبدرحمان بناتا ہے -------------------- 117

صبر -- 436

صحابہ اور صحابیات کا اسوۂ حسنہ ------------------------ 507

صحابیات کی جان و مال اور اولاد کی قربانی کی مثالیں ------------ 565

صحابیات کی عبادات کی مثالیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔563
صحیح راستہ مسیح موعود اور مہدی معہود نے ہی دکھانا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔286
طبیعت میں قناعت پیدا کریں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔519
عاجزی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔128
عام مسلمان اور احمدی مسلمان میں فرق۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔122
عباد الرحمٰن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔114
عبادت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔432
عبادتوں کی طرف توجہ دیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔511
عدل، احسان کا اور ایتائ ذی القربیٰ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔32
عفو، درگزر اور صَرفِ نظر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔37
عقائد کی اصلاح بھی انتہائی ضروری ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔337
عملی، علمی اور روحانی حالتوں کے جائزے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔100
عہدِ بیعت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔45
عہد کی پابندی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔44
عورت اور مرد کے حقوق کا تعین۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔222
عورت کا جائیداد میں حصہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔542

عورت کا علیحد گی کا حق۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔545

عورت کا علیحدہ بیٹھنا اس کی آزادی کو ختم نہیں کرتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔205

عورت کا مقام۔ اس کی ذمہ داریوں اور قربانیوں کی وجہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔177

عورت کا نیک اثر اس کی اولاد اور مردوں پر پڑتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔492

عورت کو اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے میں جہاد کے برابر ثواب۔۔۔۔۔۔551

عورت کو الگ گھر کا حق۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔541

عورت کو فنون حرب سے واقف رکھنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔580

عورت کے حقوق کی اہمیت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔183

عورت کی ضروریات کا مرد ذمہ دار ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔550

عورت گھر کی نگران۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔85

عورتوں کی ذمہ داریاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔218

عورتوں کی بہادری کے واقعات۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔583

عورتوں کی تعداد مَردوں سے زیادہ ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔175

عورتوں کے حقوق کی ادائیگی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔308

عورتوں کے حقوق کی حفاظت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔537

عورتوں کے حقوق۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔168

عورتوں کی قربانیوں کی بعض مثالیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔376

غلط بیانی سے ہمیشہ بچیں اور کام کریں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔438

غیب پر ایمان۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔89

فَحشاء، مُنکَر اور بَغْیِ سے روک۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔39

فرعون کی بیوی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔365

قرآن کریم میں احکامات اور انعامات میں عورت اور مرد دونوں کا ذکر۔۔۔۔۔367

قرآن کریم کو بکثرت پڑھیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔493

قرآن کریم کے احکامات پر عمل کریں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔494

قران کریم کے بعض احکامات۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔31

قرآنِ کریم کے بعض احکامات۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔63

قرآنِ کریم کی حکومت کیا ہے؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔30

کامل اطاعت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔148

کامیابی کا راز۔ ظلم و زیادتی کا نرمی اور عقل سے جواب دینا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔129

گھر کا پاکیزہ ماحول۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔342

گھروں میں نظام جماعت پر اعتراض یا غلط رنگ میں باتیں نہ ہوں۔۔۔۔۔۔351

لباس اور اپنے پردے کا خیال رکھیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔521

لغویات سے اجتناب---------------------------140

لہو لعب-------------------------------------7

مال اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضوان کا ذریعہ--------------19

مال اور اولاد کو فخر کا باعث نہ سمجھو-----------------460

مالی قربانی کی مثالیں---------------------------574

ماں کا مقام----------------------------------316

محرم رشتوں کے سامنے بھی حیادار لباس ضروری ہے----------15

محروم بہن بھائیوں کے حق ادا کرنے کی کوشش---------------13

مختلف قوموں کی جماعت احمدیہ میں شمولیت---------------70

مذہب آپ کی ہدایت کے لئے آتا ہے-------------------155

مذہب کی تاریخ میں عورت کا بڑا مقام-------------------359

مرد اور عورت نفسِ واحدہ سے پیدا ہوئے ہیں--------------532

مرد و عورت کے حقوق و فرائض کی ادائیگی-----------------112

مردوں سے مخاطب بنیادی باتیں میں عورتیں شامل ہوتی ہیں-------478

مسابقت کی روح ہونی چاہئے------------------------488

مسجدوں میں عورت امام کیوں نہیں بن سکتی----------------282

مسلمان عورتوں کے اولاد کی قربانی کے معیار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔572
مشترکہ کوشش۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔443
معمولی سی غلط بیانی بھی جھوٹ ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔134
موجودہ زمانے کی مثالیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔598
مومنہ عورت مردوں سے کئی قدم آگے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔545
مومنین اور غیر مومنین کی بعض خصوصیات کا ذکر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔5
نفسانی جوشوں سے بچنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔120
نماز سنوار کر پڑھو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔490
نماز۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔63
نیک باتوں کا حکم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔442
نیک نمونے دکھانے چاہئیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔194
نیک، دیندار اور صالح اولاد کی خواہش ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔335
نیکی کی ہدایت دینا اور بدی سے روکنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔142
نیکیوں کو حاصل کرنا اور برائیوں کو چھوڑنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔41
نیکیوں کے معیار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔578
نیکیوں میں آگے بڑھو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔267

نئی ایجادات کے بے جا استعمال سے بچنا چاہئے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔329
نئی ایجادات کے فوائد اور نقصانات۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔245
ہر احمدی عورت کو اپنی ذمہ داریاں سمجھنے کی ضرورت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔248
ہر حکم پر لبیک کہنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔441
ہر عمل اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔59
ہم نے دنیا کی اصلاح کرنی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔170
ہمارا لائحہ عمل۔ قرآنِ کریم کی تعلیم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔29
واقفین نو بچوں کو وقف کی اہمیت کا احساس دلائیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔348
وراثت کا حق۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔321

اَلْاَزْهَارُ لِذَوَاتِ الْخِمَار

یعنی

اوڑھنی والیوں کیلئے پھول

خطابات

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

2013-2022

LAJNA IMA'ILLAH

100

1922 - 2022

Established By Hazrat Khalifatul Masih II[ra]